Downloaded from awazeinqilab.com

علمی®

انٹرمیڈیٹ اکنامکس پرچہ دوم کے لئے

(نیا ترمیم شدہ ایڈیشن)

حصہ دوم

کتابِ معاشیات

انشائی (Subjective) و معروضی (Objective)

پروفیسر محمد منظور علی شیخ

ترمیم و اضافہ پروفیسر محمد جمیل

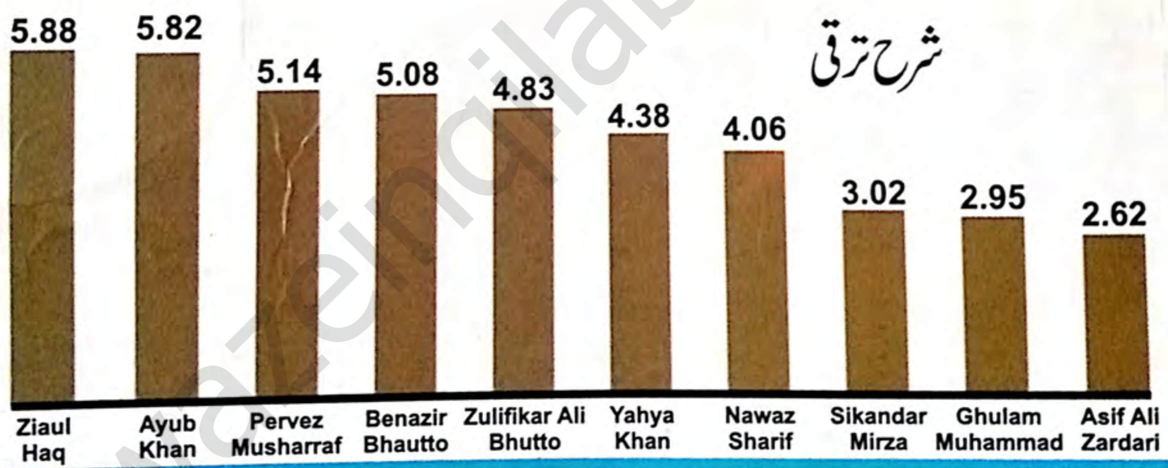

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Download PDF MCQs, Books and Notes for any subject from the Largest website for free

awazeinqilab.com آوازانقلاب ڈاٹ کام

and also Available in Play Store

- Primary (5th) Level
- Middle (8th) Level
- Matric (10th) Level
- F. Sc (12th) Level
- BS (16th) Level
- Urdu Grammar
- Curriculum (Govt Books)
- Past Papers
- English Grammar
- Readymade CV

NTS, FTS, CSS, PMS, ETEA, KPPSC, PPSC, SPSC, AJKPSC, BPSC, KPTA ETC

ہر Subject کے Notes اور MCQS فری ڈاون لوڈ کریں۔ نیز CV کے MS word تیار Templates ڈاون لوڈ کر کے اپنے حساب سے Modify کریں۔

Available Subjects

- Agriculture
- Computer Science
- Economics
- English
- Biology
- Chemistry
- Geology
- Management Sciences
- Microbiology
- PCRS/ Pak Study
- Pharmacy
- Sociology
- Zoology
- Chemistry
- Statistics
- Physics
- Mathematics
- Law
- Environmental Sciences
- Botany
- Biotechnology
- Library & Information Sciences
- Journalism & Mass Communication
- Political Science
- Geography
- General Science
- Education
- Tourism & Hotel Management
- Urdu
- Pashto
- Islamic & Arabic Studies
- Electrical Engineering
- Civil Engineering
- Mechanical Engineering
- Chemical Engineering
- Software Engineering
- Election Officer
- General Knowledge
- Pedagogy
- Current Affairs
- Medical Subjects
- Judiciary & Law
- other

awazeinqilab.com

WhatsApp : 03025247378

Downloaded from awazeinqilab.com

علمی معاشیات (حصہ دوم)

پروفیسر محمد منظور علی شیخ

ناشر: علمی کتاب خانہ

کبیر سٹریٹ، اردو بازار، لاہور (پاکستان)

www.ilmikitabkhana.com

حقوقِ اشاعت 20-2019ء علمی کتاب خانہ (پاکستان)

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ اس شائع کردہ مواد کا کوئی بھی حصہ عکسی، میکانی، فوٹو کاپی یا کسی دیگر طریقہ سے، ناشر کی تحریری اجازت کے بغیر، چھاپنا، ریکارڈ کرنا یا ترسیل کرنا خلافِ قانون ہے۔ اس فعل کے مرتکب فرد/افراد کے خلاف ضابطہ دیوانی و فوجداری کے تحت قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے گی جو ہرجانہ/جرمانہ و سزا یا دونوں ہو سکتی ہیں لہٰذا احتیاط کریں۔

ٹریڈ مارک: علمی، علمی کتاب خانہ اور اُس کا لوگو علمی کتاب خانہ، پاکستان کے رجسٹرڈ ٹریڈ مارک ہیں، یہ تحریری اجازت کے بغیر استعمال نہیں ہو سکتے۔

عرضِ ناشر: چھپائی سے قبل اِس امر کا پورا خیال رکھا گیا کہ مواد ہر قسم کی غلطی سے مُبرّا ہو تاہم اس بات کا امکان ہو سکتا ہے کہ کوئی غلطی نادانستہ طور پر رہ گئی ہو۔ ادارہ ہٰذا ناشر، مؤلف اور مصنف اس قسم کی غلطی کے ذمہ دار نہ ہوں گے۔ اگر شائع شدہ مواد سے کسی فرد یا افراد کو کسی قسم کا نقصان پہنچے یا پہنچنے کا احتمال ہو تو بھی ناشر، مؤلف اور مصنف اِس قسم کے نقصان وغیرہ کے ذمہ دار نہ ہوں گے۔
مصنف/مؤلف کی پوری کوشش رہی کہ مواد ہر طرح کی غلطی سے پاک ہو تاہم اِس کے باوجود بھی بتقاضائے بشریت غلطی کا امکان ہو سکتا ہے۔ اگر قاری کی نظر سے کوئی بھی غلطی گزرے تو براہِ کرم ادارہ ہٰذا کو ضرور مطلع کریں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی تصحیح ہو سکے۔

دیگر معلومات کے لیے ان نمبرز پر رابطہ کریں۔ لاہور: (042)37353510-37248129 اسلام آباد: (051)2656050 یا

ای میل: contactus@ilmikitabkhana.com

Printed & Bound in Pakistan

قیمت: -/250 روپے

دُعا

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا
مَعَ الْاَبْرَارِ ۝١٩٣ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ
اَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ۝١٥٥

اے ہمارے رب، جو قصور ہم سے ہوئے ہیں اُن سے درگزر فرما، جو بُرائیاں ہم میں ہیں انھیں دُور کر دے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر۔ ہمارے سرپرست تو آپ ہی ہیں، پس ہمیں معاف فرما دیجیے اور ہم پر رحم فرمایے۔ آپ سب سے بڑھ کر معاف فرمانے والے ہیں۔

awazeinqilab.com

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

یہ کتابِ معاشیات کا نیا ایڈیشن ہے جو انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن بورڈوں کے نافذ کردہ نئے سلیبس کے مطابق' سیکنڈ ایئر کے لیے شائع کیا گیا ہے۔ اس میں تمام موضوعات' جدید افکار (Modern Thought) کی روشنی میں پیش کیے گئے ہیں۔ معاشی اصطلاحات (Terms) کی وضاحت کے لیے ماہرینِ معاشیات کی وضع کردہ تعریفات (Definitions) بیان کی گئی ہیں۔ ریاضیاتی معاشیات کے باب میں مشکل عنوانات اور تصورات (Concepts) کو بڑے آسان طریقوں سے' سادہ مثالوں کے ساتھ واضح کیا گیا ہے۔ عام فہم گوشوارے (Tables) اور ڈائیگرام (Diagram) بنائے گئے ہیں۔ معاشی نظریات (Theories) کو سمجھانے کے لیے روزمرہ زندگی سے مثالیں دی گئی ہیں تاکہ مفہوم بہ آسانی ذہن نشین ہو جائے۔ کوشش کی گئی ہے کہ زبان سلیس و آساں ہو اور بیان دلچسپ و رواں۔ پرچۂ امتحان کے نئے اسلوب (New Pattern کے مطابق ہر باب کے آخر میں' نمونے (Model) اور مشق (Exercise) کے طور پر انشائی اور معروضی طرز کے سوالات مع جوابات' نیز کتاب کے آخر میں' مختلف سیکنڈری ایجوکیشن بورڈوں کے امتحان 2014ء کے پرچے شامل کیے گئے ہیں تاکہ طلباء ان کے انداز و معیار سے خوب واقف ہو جائیں اور اس کے مطابق تیاری کریں۔ امید ہے کہ یہ نئے نصاب کے لحاظ سے آسان و جامع کتاب ثابت ہوگی اور امتحانی نقطۂ نگاہ سے مفید و نافع۔ انشاءاللہ!

اس کتاب کی تالیف کے سلسلہ میں جن ماہرین کی نگارشات سے استفادہ کیا گیا ہے میں اُن کا ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے اور اُن اساتذۂ کرام کا شکرگزار ہوں جنھوں نے اس کتاب کو پسند فرمایا اور کلماتِ تحسین و توصیف سے میری حوصلہ افزائی کی۔

غفور و رحیم ربِّ کریم سے دعا ہے کہ وہ ہماری سب خطائیں معاف فرمائے اور دنیا و آخرت میں فوز و فلاح سے نوازے۔ آمین!

پروفیسر محمد منظور علی شیخ عفا اللہ عنہ
پروفیسر محمد جمیل

حرفِ تحسین

پروفیسر محمد منشاء طاہر صاحب' گورنمنٹ کالج' گوجرانوالہ: آپ کی معاشیات کی کتب طلبا کے لیے بہت مفید ہیں' ان کا طرزِ بیان عام فہم اور آسان ہے' جس کے باعث طلبا کو سمجھنے میں بالکل دقت پیش نہیں آتی' لہٰذا میں انھیں یہی کتب تجویز کرتا ہوں۔

پروفیسر مہر محمد یوسف صاحب' گورنمنٹ کالج (یونیورسٹی) سرگودھا: "کتابِ معاشیات" بہت اچھی کاوش ہے۔ ہر موضوع کو واضح اور جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب طلبا بلکہ اساتذہ کے لیے بھی رہنما ثابت ہوئی ہے۔

پروفیسر شیخ عبدالغفار صاحب' گورنمنٹ کالج جھنگ روڈ' فیصل آباد: زمانہ طالب علمی سے آپ کی کتب کے مطالعہ سے' اکنامکس میرے لیے دلچسپ مضمون بن گیا ہے۔ دراصل یہ اعجاز سلیس زبان میں ادب کے حسین امتزاج کا ہے' جس کے باعث' معاشیات جیسا خشک مضمون بھی دلفریب بن گیا ہے' اور ادق سے ادق معاشی اصطلاح بھی سمجھنے میں آسانی ہوگئی ہے۔

پروفیسر خالد پرویز انجم صاحب' گورنمنٹ ایس۔ ای کالج' بہاولپور: میں نے اپنے طلبا کو آپ کی کتب تجویز کی ہیں' کیونکہ یہ نہایت معیاری ہیں' اور عام فہم زبان میں لکھی گئی ہیں' آپ نے آسان زبان اور دلچسپ مثالوں کے ذریعے' معاشیات جیسے خشک مضمون کو سہل بنا دیا ہے۔

پروفیسر محمد سعید اقبال صاحب' گورنمنٹ کالج آف سائنس' لاہور: میں طالب علمی کے زمانہ میں آپ کی کتابیں پڑھتا رہا ہوں' علاوہ ازیں اعلیٰ امتحانات کی تیاری کے لیے بھی' میں نے ان کتب سے رہنمائی حاصل کی ہے اور انھیں ہمیشہ ایک معیاری کوشش پایا ہے۔ چنانچہ اب اپنے طلبا کو مطالعہ کے لیے یہی کتب تجویز کرتا ہوں۔

پروفیسر قاضی وقار عالم صاحب' گورنمنٹ کالج' سیٹلائٹ ٹاؤن' راولپنڈی: میں اپنے زمانہ طالب علمی کے دوران' آپ کی کتابوں سے استفادہ کرتا رہا ہوں اور اب اپنے شاگردوں کو آپ کی معاشیات کی کتب کے مطالعہ کی ہدایت کرتا ہوں' کیونکہ یہ کتابیں انتہائی آسان اور سادہ پیرائے میں لکھی گئی ہیں۔

پروفیسر شیخ ساجد حسن صاحب' گورنمنٹ اسلامیہ کالج' گوجرانوالہ: جس آسان اور مؤثر انداز میں آپ نے معاشیات جیسے مضمون کو اردو کے قالب میں ڈھالا ہے' اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے' اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی کتب ہمہ گیر مقبولیت کی حامل ہیں۔

پروفیسر نذیر احمد شبلی صاحب' گورنمنٹ کالج بھکر: کسی قوم میں' کسی طالب علم کی کامیاب نشوونما' اس وقت تک ممکن نہیں' جب تک اس علم کا ذریعہ اظہار قومی زبان نہ ہو' اور آپ نے علمِ معاشیات کے رموز کو جس کامیاب انداز سے قومی زبان میں منتقل کیا ہے اس کے لیے قوم آپ کی ممنون ہے۔

پروفیسر منیر خالد صاحب' گورنمنٹ کالج آف سائنس لاہور: میں زمانہ طالب علمی سے آپ کی صلاحیتوں کا معترف ہوں' اور اب بحیثیت استاد آپ کی کتب سے رہنمائی حاصل کرتا ہوں اور اپنے شاگردوں کو بھی یہی کتب تجویز کرتا ہوں۔

پروفیسر انور علی صاحب' گورنمنٹ ڈگری کالج' علی پور: آپ نے بڑی محنت سے کتب تحریر کی ہیں۔ یہ بے انتہا معیاری اور جامع ہیں' یہی وجہ ہے کہ معاشیات کا ہر استاد انھیں اپنے کالج میں متعارف کروانے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ میں نے اپنے طلبا کو مطالعہ کے لیے یہی کتب تجویز کی ہیں۔

پروفیسر محمد سرفراز صاحب' گورنمنٹ کالج آف سائنس' ملتان: آپ کی کتب معاشیات اپنی افادیت کے پیشِ نظر' بازار میں دستیاب تمام کتابوں سے بہتر ہیں' لہٰذا میں اپنے طلبا کو انھی کتب کے مطالعہ کا مشورہ دیتا ہوں۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد خلجی صاحب، گورنمنٹ کالج (سمن آباد) فیصل آباد: آپ کی کتابیں معاشیات کے طلبہ کی صحیح رہنمائی کرتی ہیں، کیونکہ جو مثالیں اور ڈائیگرام پیش کیے گئے ہیں وہ نہایت سادہ اور آسان ہیں جن کے باعث طلبا، مسائل کو خوب سمجھ لیتے ہیں۔

پروفیسر عبدالسلام صاحب، گورنمنٹ کالج، ملتان: آپ کی کتب بلاشبہ مفید، عام فہم اور معیاری ہیں جس کے باعث ہم اپنے طلبا کو مطالعہ کے لیے یہی کتب تجویز کرتے ہیں۔ کتابوں کے بارے میں آپ کی محنت و کاوش قابلِ ستائش ہے۔

پروفیسر چوہدری حفیظ الرحمٰن صاحب، گورنمنٹ کالج سرگودھا: میں آپ کی کتب سے، اپنے زمانہ طالب علمی سے ہی مانوس ہوں، اور اب بطور استاد بھی یہ میرے زیرِ نظر ہیں۔ آپ کی تحریر کا یہ انداز کہ کسی بھی موضوع کا کوئی پہلو تشنہ نہیں ہوتا، قابلِ ستائش ہے۔

پروفیسر امجد حسین ملک صاحب، گورنمنٹ کالج، اصغر مال، راولپنڈی: آپ کی کتب معاشیات کی خوبیوں کے پیشِ نظر، میں نے اپنے تمام طلبا کو، آپ کی کتابیں پڑھنے کی ہدایت کی ہے اور وہ ان کا مطالعہ کرر ہے ہیں۔

پروفیسر محمد طارق حسن صاحب، گورنمنٹ ڈگری کالج، بغداد روڈ بہاولپور: مَیں گزشتہ کئی سال سے مختلف کالجوں میں اپنے قیام کے دوران اپنے طلبا کو آپ کی تحریر کردہ کتب تجویز کرتا رہا ہوں، اور وہ ان سے خوب استفادہ کرتے رہے ہیں۔

پروفیسر چوہدری عبدالواحد صاحب، گورنمنٹ کالج جہلم: میری رائے میں آپ کی کتب نصاب، زبان اور بیان کے اعتبار سے، بہترین درسی کتب ہیں، اور آپ کی پُرخلوص کوششوں کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔

پروفیسر محمد ایوب صاحب، گورنمنٹ کالج، رحیم یار خاں: جن دنوں مَیں خود طالب علم تھا اس وقت میں نے آپ کی کتاب ہی سے استفادہ کیا تھا، کیونکہ اس کا معیار بہت بلند ہے اور آپ نے آسان زبان استعمال کر کے معاشیات جیسے اہم اور مشکل مضمون کو سہل بنا دیا ہے۔ اس سے نہ صرف طلبا، بلکہ ہم اساتذہ بھی مستفید ہوتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت دے۔

پروفیسر محمد اشفاق خاں صاحب، گورنمنٹ کالج ڈیرہ غازی خاں: مَیں طالب علمی کے زمانہ میں بھی آپ کی کتابوں کو ترجیح دیتا تھا اور استاد ہونے کی حیثیت سے بھی آپ کی کتابوں کو دوسری کتب پر فوقیت دیتا ہوں، چنانچہ اپنے طلبہ کو یہی کتابیں تجویز کرتا ہوں۔

پروفیسر زاہد سرور صاحب، گورنمنٹ ڈگری کالج، بوچھال کلاں: آپ کی ''کتابِ معاشیات'' طلبا کو مطالعہ کے لیے تجویز کر دی ہے۔ وہ اس پر مطمئن ہیں۔ مجھے بالخصوص معروضی نوعیت کے سوالات والا حصہ بہت پسند آیا ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ آپ جیسے قابل اساتذہ کو مزید نعمتوں سے نوازے تاکہ نوجوان طلبا کی صحیح رہنمائی ہوتی رہے۔

پروفیسر محمد ذوالفقار صاحب، گورنمنٹ گارڈن کالج، راولپنڈی: آپ نے معاشیات پر بڑی مفصل اور جامع نصابی کتب تصنیف کی ہیں۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں نے انٹر اور ڈگری کے امتحانات میں ان کتب کے مطالعہ سے اول پوزیشن حاصل کی۔ آپ کی منفرد اور نہایت عمدہ کتابوں کے مطالعہ سے طلبا کے اندر معاشیات کے بارے میں، احساسِ خود اعتمادی پیدا ہو جاتا ہے۔

پروفیسر ارشد جاوید صاحب، گورنمنٹ انٹر کالج گوجرانوالہ: ایک عرصہ سے آپ کی کتب طلبا کو پڑھائی جا رہی ہیں اور آج صورتِ حال یہ ہے کہ معاشیات کا مضمون اور ''کتابِ معاشیات'' لازم و ملزوم ہو گئے ہیں۔

پروفیسر فیاض حسین صاحب، گورنمنٹ مسلم کالج، فیصل آباد: آپ جس محنت اور لگن سے ''کتابِ معاشیات'' کو ازسرِ نو مرتب کرتے ہیں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس کارنامہ پر آپ خراجِ تحسین کے مستحق ہیں۔ بلاشبہ آپ کی کتابیں طلبا کے لیے قیمتی سرمایہ ہیں اور ہمارے کالج کے طلبا گذشتہ کئی سالوں سے ان کتابوں کا مطالعہ کر کے، اچھے نمبروں میں کامیاب ہو رہے ہیں۔

پروفیسر محمد اکرام غنی صاحب، گورنمنٹ کالج منکیرہ (ضلع بھکر): آپ نے ''کتابِ معاشیات'' کا نیا ایڈیشن نہایت عمدہ انداز میں ترتیب دیا ہے۔ حقیقتاً اردو زبان میں اتنی آسان فہم کتاب لکھ کر بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ میرے طلبا اس کتاب سے خوب استفادہ کر رہے ہیں۔

پروفیسر مس زاہدہ شمیم صاحبہ، گورنمنٹ ماڈل کالج برائے خواتین، ماڈل ٹاؤن، لاہور: آپ کی کتب اتنی اچھی اور عمدہ ہیں کہ انھیں طالبات کو پڑھانا میرا فرض ہے اور دوسرے یہ اس قدر جامع ہیں کہ انھیں پڑھنے اور دوسروں کو مطالعہ کے لیے تجویز کرنے کو خود بخود دل چاہتا ہے۔

پروفیسر مسز رضیہ اقبال صاحب، گورنمنٹ اسلامیہ کالج برائے خواتین، طفیل شہید روڈ، لاہور کینٹ: میں ایک عرصہ سے آپ کی کتابیں طالبات کو پڑھا رہی ہوں، کیونکہ یہ جامع، معیاری اور عام فہم ہیں۔ کچھ عرصہ تک، ملک سے باہر رہنے کے باعث، میں ان سے استفادہ نہ کر سکی، تاہم اب جب کہ میں نے دوبارہ پڑھانا شروع کیا ہے تو آپ کی تحریر کردہ کتب ہی کو ترجیح دیتی ہوں۔

پروفیسر مسز منزہ وسیم صاحبہ، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، صادق آباد: میں نے آپ کی کتب معاشیات کا مطالعہ کیا اور انھیں ہر لحاظ سے معیاری اور مفید پایا۔ مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ نے اکنامکس کے علاوہ اسلامی موضوعات پر بھی کتابیں لکھنا شروع کی ہیں۔

پروفیسر مسز نرگس شاہین صاحبہ، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، بہاولنگر: آپ کی کتب بہت معیاری ہیں، اندازِ تحریر شگفتہ اور عام فہم ہے، مثالیں اور ڈائیگرام آسان اور سادہ ہیں۔ میں نے طالب علمی کے زمانہ میں خود ان کا مطالعہ کیا تھا، اور اب اپنی طالبات کو یہ پڑھا رہی ہوں، ہم اساتذہ بلکہ تمام طلبا و طالبات آپ کے لیے دعائے خیر کرتے ہیں، اللہ آپ کو جزا دے۔ آمین!

پروفیسر مسز رخشندہ اکبر چیمہ صاحبہ، گورنمنٹ گرلز کالج، ڈسکہ: آپ کی کتابیں، معاشیات کے طلبا و طالبات کے لیے بے انتہا جامع اور معیاری ہیں، یہی وجہ ہے کہ معاشیات کا ہر استاد انھیں اپنے کالج میں متعارف کروانے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، اس دنیا میں بھی، اور آخرت میں بھی۔ آمین!

پروفیسر مسز نزہت خورشید صاحبہ، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، ممتاز آباد، ملتان: آپ کی تصنیف کردہ تمام کتب معیاری اور مفید ہونے کے باعث ہمارے ادارے میں پڑھائی جاتی ہیں۔

پروفیسر مسز شاہدہ طاہر صاحبہ، گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین، چنیوٹ: میں گذشتہ کئی سال سے اپنی طالبات کو آپ کی لکھی ہوئی کتب پڑھا رہی ہوں۔ ان کی بدولت ہماری طالبات امتحان میں بہت اچھے نمبر لے کر کامیاب ہوتی ہیں۔

پروفیسر مسز فوزیہ شاہین صاحبہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج برائے خواتین، باغ (آزاد کشمیر): آپ کی کتب معیاری، عام فہم اور امتحانی نقطہ نظر سے بہت مفید ہیں۔ اس لیے میں اپنی طالبات کو مطالعہ کے لیے ہمیشہ یہی کتب تجویز کرتی ہوں۔

پروفیسر مسز رضیہ گلزار صاحبہ، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، اٹک: آپ کی ''کتاب معاشیات'' طالبات میں بہت مقبول ہے، اور وہ حقیقی طور پر اس سے مستفید ہوتی ہیں، امید ہے کہ آپ آئندہ بھی اسی طرح طلبا و طالبات کو اچھی اچھی کتابوں سے نوازتے رہیں گے۔

پروفیسر مسز غلام زکیہ صاحبہ، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، تلہ گنگ: معاشیات پر آپ کی کتب بہت مفید ہیں، اس لیے ہم اپنی طالبات کو یہی کتب پڑھنے کی ہدایت کرتی ہیں۔

پروفیسر مسز بصرا اقبال صاحبہ، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، مرغزار کالونی، گجرات: میں نے آپ کی کتابیں طالبات کو پڑھنے کے لیے تجویز کر دی ہیں۔ میں خود بھی اپنے زمانہ طالب علمی میں ان کتب سے استفادہ کرتی رہی ہوں۔

پروفیسر مسز سکینہ مصطفیٰ صاحبہ، گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین، ہارون آباد: معاشیات جیسے پیچیدہ مضمون کو آپ کی کاوشوں نے انتہائی سادہ اور عام فہم بنا دیا ہے۔ میں زمانہ طالب علمی میں بھی آپ کی گراں قدر تصانیف سے رہنمائی حاصل کرتی رہی ہوں، اور اب میں

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

نے اپنی طالبات کو آپ کی کتب ہی تجویز کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین!

پروفیسر مسز بتول گردیزی صاحبہ، گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین، ملتان: میں اپنے زمانہ طالب علمی میں بھی آپ کی کتب معاشیات سے استفادہ کرتی تھی، اور ان کی افادیت کے پیشِ نظر، اب اپنی طالبات کو بھی، انھی کتابوں سے مستفید ہونے کی مشورہ دیتی ہوں۔

پروفیسر مس طلعت حنیف صاحبہ، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، اوکاڑہ: میں نے طالب علمی کے زمانہ میں بھی آپ کی کتابوں سے استعفادہ کیا تھا۔ اب اپنی طالبات کو یہی کتب تجویز کرتی ہوں کہ یہ عام فہم، سلیس، جامع اور ضرورت کے مطابق ہوتی ہیں۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

پروفیسر مسز انور شیرانی صاحبہ، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، تونسہ شریف: آپ نے معاشیات جیسے خشک اور مشکل مضمون کو جس قدر آسان اور نہایت دلچسپ انداز میں پیش کیا ہے اس سے انکار ممکن نہیں' کیونکہ جو طلبا ان کتابوں سے استفادہ کر چکے ہیں، ان کے شاندار امتحانی نتائج اس بات پر خود شاہد ہیں۔

پروفیسر مس فرحانہ تبسم صاحبہ، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، وہاڑی: ہم نے آپ کی ہی تحریر کردہ کتب سے معاشیات کا فیض حاصل کیا ہے، اور اس مقام تک پہنچے ہیں، لہٰذا ہماری طالبات بھی زینہ بہ زینہ اپنی منزل تک، آپ ہی کی کتابوں کے ذریعے پہنچیں گی، یہ بلاشبہ آئندہ نسل کے لیے روشنی اور رہبر ہیں۔

پروفیسر مسز دلشاد خالد صاحبہ، گورنمنٹ گرلز کالج، سیالکوٹ: میں زمانہ طالب علمی سے ہی آپ کی کتب سے استفادہ کرتی آئی ہوں۔ یہ کتابیں تازہ ترین معلومات کی حامل ہوتی ہیں، اس لیے میں اپنی طالبات کو یہی کتب تجویز کرتی ہوں۔

پروفیسر مسز رشیدہ کلیم صاحبہ، گورنمنٹ عائشہ کالج برائے خواتین، ٹمبر مارکیٹ، لاہور: آپ کی کتاب انتہائی معیاری اور طالبات کی ذہنی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کے لیے نہایت کارآمد ہے۔ نیز تازہ ترین اعداد و شمار اور عام فہم مثالوں سے مزین یہ کتاب بہت عمدہ ہے۔

پروفیسر مس فوزیہ منظور صاحبہ، گورنمنٹ گرلز کالج، ڈڈیال: آپ نے اپنی کتاب کا نیا ترمیم شدہ ایڈیشن بڑی خوبصورتی سے ازسرِ نو مرتب کیا ہے۔ طالبات یہ کتاب بہت پسند کرتی ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مزید خوبصورت کتابیں تحریر کرنے کی ہمت و طاقت عطا فرمائے۔ آمین

پروفیسر مسز ثریا مسرت بلوچ صاحبہ، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، کوئٹہ: میں اپنی طالبات کو مطالعہ کے لیے ہمیشہ آپ کی ہی کتب تجویز کرتی ہوں، کیونکہ آپ نے اس مضمون کو بہترین اندازِ بیان سے مکمل طور پر آسان بنا کر پیش کیا ہے، میری دعا ہے کہ آپ اسی طرح پاکستان کے طلبا و طالبات کی رہنمائی کرتے رہیں۔

پروفیسر چوہدری مختار حسین صاحب، گورنمنٹ ڈگری کالج ڈڈیال (آزاد کشمیر): میں آپ کی کتب سے زمانہ طالب علمی میں خود مستفید ہوتا رہا ہوں اور اب اپنے طلبا کو یہی کتب پڑھنے کا مشورہ دیتا ہوں' کیونکہ آپ نے معاشی افکار و نظریات کو نہایت سلیس زبان میں خوب واضح کیا ہے، جس کے باعث وہ انھیں آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔

پروفیسر بدر منیر عباسی صاحب، گورنمنٹ گرلز کالج، ہٹیاں بالا، آزاد کشمیر: میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ آپ کی کتب معاشیات بہترین ہیں، بے شک آپ میں بہت خداداد صلاحیتیں موجود ہیں، جن کی بدولت معاشیات جیسا مشکل مضمون سلیس اور آسان محسوس ہو رہا ہے، آپ کی تحریر کردہ کتب ہر لحاظ سے جامع اور مدلل ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی صلاحیتوں میں اضافہ فرمائے۔

پروفیسر محمد اسحاق صاحب، گورنمنٹ کالج، تراڑکھل: آپ کی کتب جامع اور معیاری ہونے کے ساتھ سہل زبان اور آسان مثالوں کے ساتھ مستند پائی گئی ہیں۔ میرے خیال میں یہ کتب طلبا کے لیے پورے سلیبس پر حاوی ہونے کے ساتھ ساتھ، امتحان میں کامیابی کے لیے معاون ہیں۔

پروفیسر دلدار حسین شاد صاحب، گورنمنٹ انٹر کالج، عباس پور: آپ کی تصانیف طلبا و طالبات کے لیے نہایت معیاری اور مفید ہیں، میں نے ذاتی طور پر تجربہ کیا ہے، لہٰذا میں اپنے طلبا کو یہی کتب تجویز کرتا ہوں۔

پروفیسر عبدالرحمٰن عباسی صاحب، گورنمنٹ کالج، بالسری: الحمد اللہ! آپ نے جس دلنشیں انداز میں اور عام فہم الفاظ کے ذریعے معاشیات جیسے خشک مضمون کو دلچسپ سے دلچسپ تر بنایا ہے اور میرے لیے یہ مضمون خشکی سے شگفتگی میں تبدیل ہو رہا ہے، وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

پروفیسر محمد زبیر ساجد صاحب، گورنمنٹ کالج، مظفر آباد: یہ بات عام مشاہدہ میں آئی ہے کہ اکثر علوم کو جب کسی دوسری زبان میں منتقل کیا جائے تو علوم اپنے اصلی معانی اور افادیت کھو دیتے ہیں، لیکن معاشیات کے مختلف تصورات اور ان کے مفاہیم پر اثر انداز ہوئے بغیر، آپ نے جس کامیابی اور حسن و خوبی سے اس مضمون کو اردو زبان کا جامہ پہنایا ہے وہ ستائش کے لائق ہے۔

پروفیسر اشرف محمود خاں صاحب، گورنمنٹ ڈگری کالج، میانوالی: پروفیسر شیخ منظور علی صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں' کیونکہ ان کی تصنیف کردہ کتب برائے ایف۔ اے اور بی۔ اے، ہم عرصہ دراز سے پڑھا رہے ہیں اور یہ اللہ کے فضل سے اساتذہ و طلبا میں بہت مقبول ہیں۔

پروفیسر چوہدری محمد رزاق صاحب، گورنمنٹ ڈگری کالج ڈڈیال: میں زمانہ طالب علمی سے آپ کی معاشیات پر لکھی گئی بلند پایہ کتب سے مستفید ہوتا رہا ہوں، اور اب عرصہ دس سال سے طلبا کو پڑھانے کے لیے بھی ان ہی کتب سے رہنمائی حاصل کرتا ہوں۔

پروفیسر وحید اختر صاحب، گورنمنٹ کالج مانسہرہ (خیبر پی کے): میں زمانہ طالب علمی سے ہی آپ کی کتب کا مطالعہ کرتا چلا آیا ہوں۔ یہ جدید نظریات اور عام فہم ڈائیگراموں سے مزین ہیں، معاشیات جیسے خشک اور مشکل مضمون کو آسان اور سہل زبان میں لکھ کر آپ نے جو چاشنی پیدا کی ہے، اس میں یقیناً آپ کا شوق اور خلوص کارفرما ہے، میں اپنے طلبا کو یہی کتب تجویز کرتا ہوں۔

پروفیسر سردار محمد حمید طاہر صاحب، گورنمنٹ ڈگری کالج ہجیرہ، پونچھ: حقیقت یہ ہے کہ میں نے زمانہ طالب علمی میں آپ کی معاشیات کی کتب سے بہت استفادہ کیا' کیونکہ معاشیات جیسے خشک مضمون کو آپ نے جس سہل اور عام فہم انداز میں سمجھایا ہے، بہت کم مصنفین ایسا کر پائے ہیں۔ اس لیے میں نے ہمیشہ اپنے طلبا کو آپ کی کتب تجویز کی ہیں۔ اللہ آپ کو اجر عطا فرمائے۔ آمین!

پروفیسر الطاف حسین اعوان صاحب، گورنمنٹ کالج گڑھی دوپٹہ: آپ کی معاشیات کی کتب بہت معیاری ہیں۔ آپ ہر سال نئے افکار اور اعداد و شمار ان کتب میں سمونے کی جو سعی کرتے ہیں وہ لائقِ ستائش ہے۔ میں اپنے طلبا کو یہی کتب تجویز کرتا ہوں۔

پروفیسر محمد اسلم صاحب، گورنمنٹ زمیندار کالج، بھمبر روڈ، گجرات: میں پروفیسر شیخ منظور علی صاحب کا بہت مداح ہوں۔ ان کی معاشیات پر تصنیف کردہ نصابی کتب میں طویل عرصہ سے پڑھا رہا ہوں اور ہمیشہ اپنے طلبا کو مطالعہ کے لیے تجویز کرتا ہوں۔

پروفیسر گلیار خاں صاحب، فتح پور (سوات): آپ کی ''کتاب معاشیات'' بہت پسند آئی' کیونکہ اس میں نیا مواد شامل کیا گیا ہے اور طباعت بھی بہت پُرکشش ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کا خدمتِ خلق کا جذبہ روز افزوں ہو۔

پروفیسر محمد سرفراز خاں صاحب، گورنمنٹ کالج، ایبٹ آباد: میں عرصہ دراز سے اپنے طلبا کو مطالعہ کے لیے آپ کی معاشیات کی کتب تجویز کر رہا ہوں اور وہ اس سے خوب استفادہ کرتے ہیں۔

پروفیسر ملک ناصر داؤد صاحب، گورنمنٹ کالج حویلیاں کینٹ: ہم اپنے طلبہ کو آپ کی کتب معاشیات پڑھنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ آپ

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

کے خطوط اور تحریریں مذہب سے وابستگی کو ظاہر کرتی ہیں۔ اللہ کریم آپ کو جزائے خیر دے۔ آمین

پروفیسر محمد عاصم اقبال صاحب، گورنمنٹ کالج خیر آباد (مردان): آپ کی معاشیات کی کتب بہت عمدہ کاوش کا نتیجہ ہیں جو ہمارے طلبا اور طالبات کے لیے بڑی مفید ثابت ہو رہی ہیں۔

پروفیسر فلک ناز صاحب، گورنمنٹ کالج بنوں: ہم نے آپ کی "کتابِ معاشیات" اپنے طلبا کو پڑھنے کے لیے تجویز کی ہے کیونکہ آپ کی تصنیف کردہ کتابوں میں معاشیات کا نفسِ مضمون اور نظریات بڑے آسان اور دلچسپ انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔ نیز آپ نے روزمرہ زندگی سے مثالیں دے کر معاشیات کو خوب قابلِ فہم بنایا ہے۔

پروفیسر محمد ندیم صاحب، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج لکی مروت: میں خود زمانہ طالب علمی میں آپ کی معاشیات کی کتابیں پڑھتا رہا ہوں اور اب اپنے شاگردوں کو یہی کتب تجویز کرتا ہوں کیونکہ یہ نہایت جامع، مدلل اور آسان الفاظ میں لکھی گئی ہیں اور طلبا انھیں بخوبی سمجھ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوب ترقی دے۔ آمین!

پروفیسر غلام حسین بلوچ صاحب، گورنمنٹ ڈگری کالج سبی (بلوچستان): آپ کی ایف۔اے اور بی۔اے کے لیے معاشیات کی نصابی کتب ہمارے کالج کے طلبا کو بہت پسند ہیں کیونکہ یہ سلیس زبان اور عام فہم انداز میں لکھی ہوئی ہیں لہٰذا میں اپنے طلبا و طالبات کو ہمیشہ یہی کتب پڑھنے کے لیے تجویز کرتا ہوں۔

پروفیسر محمد اکبر سومرو صاحب، گورنمنٹ کالج، اوستا محمد (بلوچستان): ہم کافی عرصہ سے آپ کی معاشیات کی کتب اپنے طلبا و طالبات کو پڑھاتے آ رہے ہیں اور وہ ان سے خوب استفادہ کرتے ہیں۔ نیز ان کتب کے باعث ہمارے امتحانی نتائج بڑے حوصلہ افزا ہوتے ہیں۔

پروفیسر عطا اللہ مینگل صاحب، گورنمنٹ ڈگری کالج نوشکی (چاغی): آپ اکنامکس کے بہت اچھے استاد ہیں۔ میں اپنی چاروں کلاسوں کو آپ کی لکھی ہوئی کتب پڑھاتا ہوں اور وہ ان سے خوب مستفید ہوتے ہیں۔

پروفیسر زبیر احمد بزدار صاحب، گورنمنٹ کالج کوہلو (بلوچستان): "کتابِ معاشیات" بہت اچھی کاوش ہے۔ جس آسان اور مؤثر انداز میں آپ نے معاشیات جیسے مضمون کو اردو کے قالب میں ڈھالا ہے اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ چنانچہ یہ کتب میں اپنے طلبا کو مطالعہ کے لیے تجویز کرتا ہوں۔

پروفیسر عبدالواحد کاکڑ صاحب، گورنمنٹ کالج قلعہ سیف اللہ، بلوچستان: آپ کی کتب معاشیات بہت اچھی ہیں۔ کالج کے تمام طلبا و طالبات کو یہی کتب تجویز کی گئی ہیں۔

فہرست

باب	تفصیل	صفحہ نمبر
-1	**کلیاتی معاشیات Macro Economics** **(جزو الف-PartA)** **قومی آمدنی (National Income)** قومی آمدنی کا مفہوم، قومی آمدنی کے مختلف تصورات: خام قومی پیداوار (GNP)، خالص قومی پیداوار (NNP)، خام ملکی پیداوار (GDP)، قومی آمدنی، قومی آمدنی ماپنے کے طریقے، پیداوار کا طریقہ، آمدنی کا طریقہ، اخراجات کا طریقہ، آمدنی کا دائری بہاؤ، حقیقی آمدنی بمقابلہ زری آمدنی، قومی آمدنی کی متوازن سطح، آمدنی اور صرف کا تفاعلی رشتہ، اوسط میلان صرف (APC)، مختتم میلان صرف (MPC)، اوسط میلان بچت (APC)، مختتم میلان بچت (MPS)، قومی آمدنی کو متعین کرنے والے عوامل۔ ماڈل پرچہ سوالات	1
-2	**زر (Money)** براہِ راست تبادلہ (Bank)، براہ راست تبادلہ کی مشکلات، زر کا ارتقاء، زر کے فرائض، زر کی اقسام، کاغذی زر (Paper Money) کے فائدے اور نقصانات، آلاتِ زر (کریڈٹ کارڈ)، آٹو میٹڈ ٹیلر مشین (ATM)، سفری چیک (TC)، زر کی رسد اور طلب، زر کی قدر (Value)، نظریہ مقدار زر، نظریہ مقدار زر پر تنقید، زر کی رسد اور طلب کا نظریہ، ماڈل پرچہ سوالات	22
-3	**بنک (Bank)** بنک کی تعریف (Definition)، بنکوں کی اقسام، بنک کے فرائض، زر کس طرح تخلیق کیا جاتا ہے، اعتباری زر کے آلات (تفصیل باب 2 میں)، معاشی ترقی میں بنکوں کا حصہ، مرکزی بنک، مرکزی بنک کے اصول اور فرائض، زری پالیسی کے مقاصد، اعتباری زر کنٹرول کرنے کے طریقے، سود کا مفہوم، اسلامی (یعنی بلاسود) بنکاری کا طریقہ، پاکستان میں اسلامی بنکاری کے لئے عملی اقدامات، عالمی سطح پر اسلامی بنکاری، سعودی عرب میں اسلامی بنکاری، ملائشیا میں اسلامی بنکاری۔ اسلامی بنکوں کے مالیات کا حجم۔ ماڈل پرچہ سوالات	46

awazeinqilab.com

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

-4	**سرکاری مالیات (Pulic Finance)** سرکاری مالیات اور نجی مالیات میں مشابہت اور فرق، سرکاری محصولات اور محصولاتی تمدن (Tax Culture)، حکومت کے ذرائع آمدنی، محصولاتی اور غیر محصولاتی آمدنی، ٹیکس عائد کرنے کے اصول، ٹیکسوں کی اقسام، بلاواسطہ ٹیکس، متزائد ٹیکس، پاکستان کے نظام محصولات کا جائزہ، نظام محصولات کو بہتر بنانے کے لیے تجاویز، مالیاتی پالیسی کے مقاصد، ماڈل پرچہ سوالات	63
-5	**بین الاقوامی تجارت (International Trade)** ملکی (اندرونی) تجارت اور بین الاقوامی تجارت میں فرق، بین الاقوامی تجارت کے فائدے اور نقصانات، بین الاقوامی تجارت کا کلاسیکی نظریہ، نظریہ تقابلی مصارف، بین الاقوامی تجارت کا جدید نظریہ، توازن تجارت، ادائیگیوں کا توازن (Balance of Payment)، گلوبلائزیشن (Globalization) (عالمگیریت)، کثیر القومی کمپنیاں (MNCs)، عالمی تجارتی تنظیم (WTO)۔ ماڈل پرچہ سوالات۔	82
-6	**معاشیات پاکستان (Pakistan Economics)** **(Part B - جزو ب)** **معیشت پاکستان کا تعارف** معیشت پاکستان کے مختلف شعبے، زرعی شعبہ کی اہمیت، زرعی مسائل کا حل، معیشت پاکستان میں صنعت کی اہمیت، صنعتی ترقی کے لیے حکومت کے اقدامات، گھریلو صنعتیں، پاکستان کا بازار سرمایہ، اسٹاک ایکسچینج، تعلیم کا شعبہ، صحت کا شعبہ۔ ماڈل پرچہ سوالات۔	109
-7	**پاکستان کی قومی آمدنی** قومی آمدنی کا حجم اور اس میں مختلف شعبوں کا حصہ، پاکستان میں قومی آمدنی ماپنے کا طریقہ، قومی آمدنی ماپنے میں مشکلات، پاکستان میں فی کس آمدنی، فی کس آمدنی کم ہونے کے اسباب، پاکستان کا ٹیکس کلچر، پاکستان میں قومی آمدنی اور فی کس آمدنی بڑھانے کے طریقے، غربت گھٹانے کے لئے حکومتی اقدامات۔ ماڈل پرچہ سوالات۔	117

-8	**معاشی ترقی اور منصوبہ بندی** **(Economic Development and Planning)** معاشی ترقی کا مفہوم، معاشی ترقی کی پیمائش، ترقی پذیر معیشت کے مسائل، معاشی ترقی کے عوامل، معاشی منصوبہ بندی، پاکستان میں منصوبہ بندی کی ضرورت و اہمیت، پاکستان منصوبہ بندی کمیشن، پاکستان کا آٹھواں پنجسالہ منصوبہ، اوسط المیعاد ترقیاتی منصوبہ (MTDF)، پاکستان میں زرعی شعبہ کے مسائل، زرعی مسائل کا حل اور حکومتی اقدامات، پاکستان کے صنعتی شعبہ کے مسائل، صنعتی شعبہ کے مسائل کا حل، پاکستان کی گھریلو صنعتیں۔ ماڈل پرچہ سوالات۔	130
-9	**مواصلات، ذرائع نقل و حمل اور انسانی ذرائع کی ترقی** ذرائع مواصلات اور حمل و نقل کی اہمیت، پاکستان میں سڑکوں کا جال، ترقیاتی کام، پاکستان ریلوے اور اس کی اہمیت و افادیت، جہاز رانی، بحری بندرگاہیں، بری بندرگاہیں (خشک گودیاں Dry Ports)، ذرائع مواصلات، کمپیوٹر اور اطلاعی ٹیکنالوجی، پاکستان کی معاشی خوشحالی میں ذرائع مواصلات کا کردار، انسانی محنت کی اہمیت، محنت کی پیداواریت کے عوامل، محنت کی نقل پذیری، پاکستان میں آبادی کی تیز شرح افزائش کے مسائل اور آبادی کی تعلیم کی ضرورت، افراط آبادی کا حل، حکومت کے اقدامات، پاکستان میں جمعیت محنت کی مسائل، پاکستان میں بے روزگاری اور نیم روزگاری کا مسئلہ، بیروزگاری کی وجوہات اور علاج، روزگار بڑھانے کے لئے سرکاری اقدامات۔ ماڈل پرچہ سوالات۔	162
-10	**پاکستان کا بنکاری نظام** کمرشل بنک، نیشنل بنک، زرعی ترقیاتی بنک لمیٹڈ (ZTBL)، پاکستان صنعتی ترقیاتی بنک، پاکستان کی معاشی ترقی میں بنکوں کا کردار، اسٹیٹ بنک آف پاکستان، اسٹیٹ بنک کے فرائض، معاشی ترقی میں اسٹیٹ بنک کا کردار، بازار زر، بازار سرمایہ، کامرس (E-Commerce)، افراط زر، افراط زر کی تعریف (Definition)، افراط زر کی وجوہات، مہنگائی اور افراط زر کا علاج، افراط زر کنٹرول کرنے کے لئے حکومتی اقدامات۔ ماڈل پرچہ سوالات۔	191

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

نمبر	عنوان	صفحہ
11-	**حکومتِ پاکستان کے مالیات** پاکستان میں ٹیکسوں کی اقسام' حکومت پاکستان کے ذرائع آمدنی' اندرونی و بیرونی قرضے' پاکستان کے نظام محصولات کا جائزہ نظام محصولات بہتر بنانے کے لیے تجاویز' وفاقی حکومت پاکستان کے اخراجات کی مدیں' مالیاتی پالیسی کے (Fiscal Policy) اہم مقاصد۔ پاکستان میں صوبائی حکومتوں کے ذرائع آمدنی اور اخراجات کی مدیں' زکوٰۃ کا نظام' زکوٰۃ کے مستحقین' زکوٰۃ عشر اور خیرات بطور ذریعہ حکومتی آمدن اور ذریعہ معاشرتی انصاف (عدل اجتماعی کا ذریعہ)' پاکستان میں زکوٰۃ وعشر کا نظام۔ ماڈل پرچہ سوالات۔	224
12-	**پاکستان کی بیرونی تجارت** بیرونی تجارت کی اہمیت' پاکستان کی اہم برآمدات، برآمدات بڑھانے کے طریقے، پاکستان کی اہم درآمدات' پاکستان کو تجارت خارجہ کے فائدے' پاکستان کی ادائیگیوں کا توازن' ادائیگیوں کے توازن میں خرابی کے اسباب' ادائیگیوں کے توازن کی اصلاح کے لئے حکومت کے اقدامات' علاقائی وبین الاقوامی تنظیمیں اور پاکستان کے حوالے سے ان کا کردار' معاشی تعاون کی تنظیم (ECO)' سارک (SAARC)' عالمی تجارتی تنظیم (WTO)' عالمی تجارتی تنظیم کے پاکستانی معیشت پر اثرات' مبادلات خارجہ' زرمبادلہ کی شرح کا تعین' معینہ شرح مبادلہ' لچکدار شرح مبادلہ۔ ماڈل پرچہ سوالات۔	249
13-	**اسلام کا معاشی نظام** اسلامی معاشی نظام کی خصوصیات اور خوبیاں' سود سے پاک معیشت' پاکستان میں بلاسود بنکاری' اسلامی معاشی نظام کی بنیادی اقدار' مساوات' عدل وانصاف (معاشرتی واقتصادی)' احسان' فضول خرچی کی ممانعت' ارتکاز دولت کا خاتمہ' کفایت شعاری اور قناعت' نمود ونمائش پر اخراجات کے بُرے اثرات' ذخیرہ اندوزی کے بُرے اثرات' سرمایہ داری نظام (Capitalism)' اشتراکی نظام (Socialism)' اسلامی معاشی نظام اور سرمایہ داری کا موازنہ' اسلامی نظام معیشت اور اشتراکیت کا موازنہ' اسلام کا معاشی نظام سب سے بہتر ہے۔ ماڈل پرچہ سوالات۔	273
	ضمیمہ حالیہ بجٹ برائے مالی سال 2018-19	295
	پرچہ جات	297

باب 1

قومی آمدنی
(National Income)

بنیادی مسئلہ:

''معاشیات'' کی تعریف بیان کرتے ہوئے یہ واضح کیا گیا ہے کہ انسان کی ضرورتیں بے شمار ہیں لیکن ان کو پورا کرنے کے لئے ذرائع تھوڑے ہیں اس لئے وہ اس کی کوشش میں رہتا ہے کہ اپنے ذرائع کو بہتر طریقے سے استعمال میں کر کے ''اپنی آمدنی بڑھائے'' تا کہ اپنی حاجات کو پورا کر کے خوش حال اور پرآسائش زندگی بسر کر سکے چنانچہ ماہرین معاشیات کے سامنے دو بڑے مقاصد او رمسائل ہیں۔

☆ پہلا یہ کہ اشیا کی پیداوار بڑھائی جائے اور

☆ دوسرا یہ کہ پیدا شدہ اشیاء کو لوگوں میں منصفانہ طور پر تقسیم کیا جائے۔

پاکستان میں عام شہری کی آمدنی کم ہے اسکا معیارزندگی پست ہے آسائشات تو کجا اسے ضروریات زندگی بھی پورے طور پر میسر نہیں ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ پوری قوم کی آمدنی کم ہے۔ یعنی مجموعی طور پر ملک ہی غریب اور ترقی پذیر ہے۔ کیونکہ یہاں قدرتی وسائل مثلاً زرعی زمین، معدنیات، جنگلات اور آبی وسائل کم ہیں اور انسانی ذرائع مثلاً کام کرنے والے کاریگر، انجینئر، سائنس دان، کمپیوٹر آپریٹر اور دیگر ماہرین کم ہیں۔ تعلیم یافتہ اور ہنر مند کارکنوں کی قلت ہے صنعت کم ترقی یافتہ ہے کارخانوں کی تعداد تھوڑی ہے زراعت کی حالت اچھی نہیں اور روزگار کے مواقع بھی کم ہیں۔ لہٰذا جب تک یہ سارے حالات بہتر نہ بنائے جائیں روپیہ بچا بچا کر سرمایہ کی رسد نہ بڑھائی جائے اس وقت تک قومی آمدنی نہیں بڑھ سکتی اور نہ عام آدمی کا معیار زندگی بہتر ہو سکتا ہے۔

چنانچہ ماہرین معاشیات اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ کس طرح ایک قوم کی آمدنی بڑھائی جا سکتی ہے تا کہ وہاں سے غربت ختم ہو جائے، بیماری اور جہالت کو مٹا دیا جائے، لوگوں کو رہائش، خوراک، پوشاک، تعلیم کی مناسب سہولیات مہیا کی جا سکیں۔

قومی آمدنی سے کیا مراد ہے؟ یہ کس طرح بڑھائی جا سکتی ہے؟ اسے کیونکر ماپا جا سکتا ہے؟ ان تمام امور پر مفصل روشنی اس باب میں ڈالی جائے گی۔

قومی آمدنی کا مفہوم:

قومی آمدنی سے مراد ان تمام چیزوں کی مالیت ہے جو کسی ملک میں ایک سال کی مدت میں پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً زراعتی فصلیں (گندم، چاول اور مکئی وغیرہ)۔ ان کے علاوہ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس قسم کی چیزیں پیدا نہیں کرتے، بلکہ وہ کوئی نہ کوئی خدمت انجام دیتے ہیں اور اس کا معاوضہ لیتے ہیں۔ اس لئے ان لوگوں کی مہیا کردہ خدمت کو بھی قومی آمدنی میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور سال بھر میں جتنی مالیت کا کام کرتے ہیں اسے ملک میں پیدا ہونے والی عام چیزوں کی مالیت میں جمع کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ:

''قومی آمدنی سے مراد ان تمام اشیا اور خدمات کی مالیت ہے جو کسی ملک میں ایک سال کے عرصہ میں پیدا ہوتی ہیں۔''

قومی آمدنی کی تعریف:

جدید ماہر معاشیات پروفیسر ایکلے نے اپنی کتاب ''کلیاتی معاشیات'' میں قومی آمدنی کی تعریف اس طرح کی ہے:

''ہم ایک فرد کی آمدنی کی تعریف یوں کر سکتے ہیں کہ اس سے مراد اس کے وہ مکسوبات (یعنی کمائی ہوئی

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

دولت) ہیں' جو اسے اپنی یا اپنی جائیداد کی پیداواری خدمات کے عوض حاصل ہوں' (لہذا) قومی آمدنی تمام افراد کی آمدنیوں کے مجموعے کا نام ہے۔"

گویا پروفیسر ایکلے کی رائے میں قومی آمدنی کسی قوم کے چاروں عاملین پیدائش یعنی زمین، محنت، سرمایہ اور ناظم کی خدمات کے معاوضہ کا نام ہے۔ چنانچہ کسی قوم کے افراد کی آمدنی کو جمع کر کے اس ملک کی قومی آمدنی پتہ کی جاسکتی ہے۔

1۔ لوگوں کو اپنی محنت کے عوض ملنے والی اجرتیں اور کمشن وغیرہ۔
2۔ زمین سے حاصل ہونے والے کرائے، لگان اور کانوں سے حاصل ہونے والی رائلٹی کی رقوم۔
3۔ سرمائے کے عوض حاصل ہونے والا سود۔
4۔ کاروبار کرنے والے ناظموں اور کمپنیوں کے منافع جات۔

معروف امریکی ماہر معاشیات پروفیسر سمیوئل سن (1970 میں نوبل انعام ملا) قوم آمدنی کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

"ایک قوم اپنی "زمین" (زمین قدرتی وسائل) محنت (یعنی کام کرنے والے مزدور اور کارکن) "سرمائے" (کے وسائل) اور علمی استعداد کو بروئے کار لا کر مختلف قسم کی اشیاء مثلاً کمپیوٹر سنگترے، ذاتی خدمات اور مشینیں بنائی ہے۔ ان تمام اشیا کی زر میں مالیتی عدد کو قومی پیداوار کہا جاتا ہے یہ تمام صرفی اشیاء اور سرمایہ کاری اشیا کی زری مالیت اور سرکاری خریداری کی رقم کے مجموعہ کا نام ہے۔"

قومی آمدنی کے مختلف تصورات:

قومی آمدنی کو مختلف تصوروں میں مختلف نام دیئے جاتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان کی وضاحت کرتے ہیں:

1۔ خام یا مجموعی قومی پیداوار
2۔ خالص قومی پیداوار
3۔ قومی آمدنی
4۔ مجموعی داخلی پیداوار یا خام ملکی پیداوار
5۔ فی کس آمدنی
6۔ ذاتی یا شخصی آمدنی
7۔ ذاتی آمدنی برائے معرف یا استعمال

قومی آمدنی کے مختلف تصورات:

قومی آمدنی کو مختلف تصوروں میں مختلف نام دیئے جاتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان کی وضاحت کرتے ہیں:

1۔ مجموعی داخلی پیداوار یا خام ملکی پیداوار
2۔ خام یا مجموعی قومی پیداوار
3۔ خالص قومی پیداوار
4۔ قومی آمدنی
5۔ ذاتی یا شخصی آمدنی
6۔ ذاتی آمدنی برائے معرف یا استعمال
7۔ فی کس آمدنی

1۔ خام (یا مجموعی) داخلی پیداوار: (Gross Domestic Product)

"مجموعی داخلی پیداوار سے مراد ہے کسی ملک کے اندر ایک سال کے دوران اپنی زمین محنت، سرمائے اور دیگر وسائل کی مدد سے آخری شکل میں پیدا کردہ اشیا و خدمات کی زری مالیت"

پروفیسر سموئلن:

"مجموعی داخلی پیداوار مساوی ہے تمام صرفی اشیا کی مالیت، سرمایاتی اشیا کی مالیت، اشیاء و خدمات کی سرکاری

خریداری کی مالیت اور دیگر ممالک کو برآمد ہونے والی صافی برآمدات کی مالیت کا مجموعہ۔"

"GDP equals the sum of the money values of all consumption and investment goods, government purchases, and net exports to other lands"

اگر داخلی پیداوار میں مقامی لوگوں کو بیرونی ممالک کے ساتھ تجارت خارجہ کی بنا پر حاصل ہونے والی صافی آمدنی شامل کردی جائے تو یہ خام (مجموعی) قومی پیداوار بن جاتی ہے۔

خام قومی پیداوار = خام داخلی پیداوار + بیرونی ممالک سے صافی آمدنی

2- مجموعی قومی پیداوار (خام یا مرکب قومی پیداوار) (Gross National Product)

اس سے مراد ہے اشیاء خدمات کی کل پیداوار، یا ان کی (روپے پیسے کی شکل میں) مالیت جو ایک ملک ایک سال میں پیدا کرتا ہے۔

پروفیسر پال اے سیموئل سن:

"کسی ملک کے اپنے عاملین پیدائش کی ایک سال میں پیدا کردہ تمام اشیا و خدمات کی مروجہ یا بازاری قیمتوں پر مالیت کو مجموعی قومی پیداوار کہا جاتا ہے۔"

مجموعی قومی پیداوار میں یہ تمام چیزیں شامل ہیں:

i۔ زرعی پیداواریں مثلاً گندم، چاول، کپاس، دالیں، اور پھل وغیرہ۔
ii۔ صنعتی پیداوار مثلاً کپڑا، چینی، سائیکل، ٹیلی وژن، کھاد اور سیمنٹ، وغیرہ۔
iii۔ خدمات مثلاً وکیلوں، انجینیروں، پروفیسروں، ڈاکٹر، مختلف سرکاری اور غیر سرکاری ملازموں اور دوسرے کام کرنے والے لوگوں کی خدمات۔ بنکوں، موٹروں، ریلوں، ہوائی جہازوں، اور ایسے ہی دیگر اداروں کی خدمات۔

چونکہ مختلف قسم کی اشیاء کی پیائش کے پیمانے مختلف ہوتے ہیں یعنی کپڑے کے لئے میٹر، پٹرول کے لیے لیٹر، گندم کے لئے کلوگرام، گیس کے لئے مکعب میٹر اور شخصی خدمات کے لئے گھنٹے۔ اس لیے ان اشیاء و خدمات کو جمع نہیں کیا جاسکتا چنانچہ ان کی روپے پیسے کی شکل میں مالیت جمع کرلی ہے۔

گویا "خام قومی پیداوار" کی مساوات یوں بن سکتی ہے۔

خام قومی پیداوار = خام ملکی پیداوار - بیرونِ ملک سے تعلق رکھنے والے باشندوں کی آمدنی جوانہوں نے ہمارے ملک میں کمائے + ہمارے ملک کے باشندوں کی آمدنی جوانہوں نے بیرونِ ملک میں کمائی

پروفیسر سٹینلے فشر:

"GNP measure the value of output produced by domessticaly owned factors of production".

3- خالص قومی پیداوار: (Net National Product)

اشیا پیدا کرنے کے لئے مختلف قسم کی مشنیں عمارتیں، گاڑیاں اور آلات استعمال ہوتے ہیں۔ جو آہستہ آہستہ گھستے رہتے ہیں۔ اور انکی مرمت تجدید پر کچھ رقم خرچ کرنا پڑتی ہے۔

فرسودگی الاؤنس:

ان کی مرمت کے لئے جو رقم مخصوص کی جاتی ہے۔ اسے "اخراجات فرسودگی" یا فرسودگی الاؤنس کہا جاتا ہے۔

گویا خام قومی پیداوار حاصل کرنے کے لئے قوم کو کچھ خرچ بھی کرنا پڑتا ہے اگر خام پیداوار سے فرسودگی کے اخراجات تفریق کردیئے

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

جائے تو خالص قومی پیداوار حاصل ہوگی۔

مساوات:

خالص قومی پیداوار = خام قومی پیداوار - فرسودگی اخراجات

مثلاً ایک پیداکار ایک مشین خریدتا ہے جس کی لاگت 21000 روپے ہے اور اس کی متواقع زندگی 10 سال ہے جس کے بعد اس کی قیمت فروخت 1000 ہے۔ سالانہ فرسودگی الاونس مندرجہ ذیل فارمولا کی مدد سے نکالا جاتا ہے۔

$$\text{فرسودگی الاونس} = \frac{\text{لاگتِ خرید} - \text{قیمتِ فروخت}}{\text{اثاثہ کی زندگی}}$$

$$\text{فرسودگی الاونس} = \frac{21000-1000}{10} = 2000 \text{ روپے سالانہ}$$

4- قومی آمدنی: (National Income)

قومی آمدنی سے مراد ہے ملک کے تمام افراد کی آمدنیوں کا مجموعہ۔ سب لوگ ''عاملین پیدائش'' کی حیثیت سے ہی آمدنی حاصل کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کو چار گروہوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔

اول: وہ لوگ جو زمین یا عمارات کے مالک ہونے کی حیثیت سے کرایہ یا لگان حاصل کرتے ہیں۔

دوم: وہ لوگ جو مزدور یا ملازم کی حیثیت سے اجرت حاصل کرتے ہیں۔

سوم: وہ لوگ جو سرمایہ کاری کر کے سود لیتے ہیں۔

چہارم: وہ لوگ جو (کاروبار یا صنعت کی) تنظیم کر کے نفع کماتے ہیں۔

لہٰذا لگان، اجرت، سود اور منافع کے مجموعہ کا نام ہی قومی آمدنی ہے۔

قومی پیداوار = خالص قومی پیداوار - بالواسطہ ٹیکس + اعانہ

خالص قومی پیداوار اور قومی آمدنی میں فرق:

(i) بالواسطہ ٹیکسوں کی منہائی: خالص قومی پیداوار سے مراد ہے ملک میں پیدا ہونے والی اشیا و خدمات کی بازاری قیمت پر مالیت۔ اس مالیت میں بالواسطہ ٹیکس جو حکومت نافذ کرتی ہے۔ مثلاً کسٹمز اور سیلز ٹیکس وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔

قومی آمدنی سے مراد ہے ''عاملین پیدائش'' کو ادا کردہ معاوضوں کا مجموعہ۔ لہٰذا خالص قومی پیداوار کی مدد سے قومی آمدنی معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خالص قومی پیداوار میں سے بالواسطہ ٹیکس تفریق کر دیے جاتے ہیں۔

(ii) اعانت شامل کرنا: بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ حکومت ایسی خاص صنعت کی حوصلہ افزائی کے لئے اسے امداد یعنی ''اعانت'' دیتی ہے ایسی صورت میں قومی پیداوار کی مالیت اعانت کی حد تک کم ہوتی ہے۔ لیکن عاملین پیدائش کی آمدنی اس حد تک زیادہ ہوتی ہوگی۔

5- ذاتی یا شخصی آمدنی: (Personal Income)

اس سے مراد وہ رقم ہے جو مختلف افراد الگ الگ سال بھر میں کماتے ہیں۔ گویا ملک کے تمام لوگوں کی اپنی اپنی شخصی آمدنیوں کا مجموعہ قومی آمدنی کے مساوی ہوتا ہے۔ لیکن ملک کے تمام لوگوں کی شخصی آمدنی کے مجموعے اور (عاملین پیدائش کے معاوضے کے مجموعے کی صورت میں) قومی آمدنی کے دو باتوں کا فرق ہے۔

i- انتقالی ادائیگیاں: شخصی آمدنی میں انتقالی ادائیگیاں شامل ہوتی ہیں۔

''انتقالی ادائیگیوں سے مراد ایسی ادائیگیاں ہیں جنہیں وصول کرنے والا ان ادائیگیوں کے عوض کوئی خدمات سرانجام نہیں دیتا۔''

ایک آدمی کی شخصی آمدنی میں انتقالی ادائیگیاں شامل ہوتی ہیں یعنی ایسی آمدنی یا وصولیاں جو کسی کام یا محنت کا معاوضہ نہیں۔ مثلاً زکوۃ، بھیک، تحفہ، ہدیہ اور پنشن اور سوشل سکیورٹی فوائد وغیرہ۔ یہ چیزیں جس آدمی کو ملتی ہیں اسکی شخصی آمدنی اتنی ہی بڑھ جاتی ہے لیکن قومی میں گنی جا چکی ہوتی ہے۔ مثلاً اگر پاکستان کے تمام بھکاری یہ کہنے لگے کہ ہم بھیک مانگ مانگ کر سال بھر دس لاکھ روپے کماتے ہیں اس لئے ملک کی قومی آمدنی میں دس لاکھ روپے کا اضافہ ہوگیا ہے تو یہ بات غلط ہوگی۔ کیونکہ یہ رقم انکی آمدنی میں پہلے ہی شمار ہو چکی ہے جنہوں نے خیرات کے طور پر بھکاریوں کو دی ہے۔

ii- غیر منقسم منافع جات: شخصی آمدنی میں بعض رقوم شامل نہیں ہوتیں۔ مثلاً جائنٹ سٹاک کمپنی کا وہ منافع جو حصہ داروں میں تقسیم نہ کیا گیا ہو، یا کاروباری انجمنوں کے منافع ٹیکس وغیرہ۔ (حالانکہ قومی آمدنی میں شمار کئے جاتے ہیں) شخصی آمدنی میں واجب الادا براہ راست ٹیکس شامل ہوتے ہیں۔ مثلاً انکم ٹیکس وغیرہ، چنانچہ شخصی آمدنی کی صحیح پیائش کرنے کے لئے مندرجہ ذیل مساوات قائم کی گئی ہے۔

شخصی آمدنی = قومی آمدنی - سماجی تحفظ کے تحت امداد مثلاً بے روزگارگاری الاونس - کمپنی کے منافع پر ٹیکس - کاروباری اداروں کے غیر منقسم شدہ منافع جات + انتقالی ادائیگی

(سوشل سکیورٹی فنڈ سے مراد وہ رقم ہے جو ملازمین کی تنخواہ سے اجتماعی مفاد کے لئے کاٹ لی جاتی ہے۔ جیسے، بہبودی فنڈ وغیرہ)

6- قابل تصرف شخصی آمدنی: (Disposible Personal Income)

اس سے مراد کسی شخص کی وہ آمدنی ہے جو براہ راست ٹیکس مثلاً انکم ٹیکس ادا کرنے کے بعد اس کے پاس بچ رہتی ہے۔ اور جسے وہ جس طرح چاہے اپنے تصرف یا استعمال میں لاسکتا ہے۔ اور مرضی کے مطابق خرچ کرسکتا ہے۔

مساوات:

قابل تصرف شخصی آمدنی = شخصی آمدنی - براہ راست ٹیکس

7- فی کس آمدنی کا تصور: (Per Caita Income)

فی کس آمدنی سے مرد وہ رقم ہے جو ایک سال میں اوسطاً آبادی کے ہر فرد یعنی مرد، عورت، بچے اور بوڑھے کے حصے میں آتی ہے اسے معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ملک کی سالانہ قومی آمدنی کو ملک کی آبادی پر تقسیم کر کے دیکھا جائے کہ ایک فرد کے حصے میں اوسطاً کیا آتا ہے۔

$$\text{فی کس آمدنی} = \frac{\text{قومی آمدنی}}{\text{آبادی}}$$

''اس سے مراد اشیاء و خدمات کی پیداوار کی وہ مالیت ہے جو وہاں موجود ہر شخص کے حصے میں اوسطاً آئے اور اس میں تمام بچے اور کام نہ کرنے والے لوگ بھی شامل سمجھے جائیں۔''

1- قومی آمدنی ماپنے کے طریقے

(Methods to Meaure National Income)

یہ معلوم کرنے کے بعد کہ قومی آمدنی سے کیا مراد ہے؟ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی ملک کی قومی آمدنی کا کس طرح حساب لگایا جاتا ہے؟

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

یعنی وہ کس طرح سے ماپی جاسکتی ہے؟ قومی آمدنی کو درج ذیل تین طریقوں سے ماپا جاسکتا ہے۔

پیداوار کی مالیت کا مجموعہ:(Product Method)

اس طریقے کے تحت، سال بھر میں جتنی بھی معدنی، زرعی، اور صنعتی اشیاء پیدا ہوں یا مختلف لوگ مثلاً ڈاکٹر، وکیل، انجینیر، پروفیسر، کلرک اور مزدور وغیرہ جو خدمات سرانجام دیں، ان سب کی (بازار میں رائج قیمتوں پر) زری مالیت معلوم کر لی جاتی ہے۔ اس کی وضاحت فرضی گوشوارہ نمبر 1 سے ہو جائے گی۔

اگلے نقشے میں چار خانے ہیں پہلے میں مختلف اشیاء درج ہیں جو ملک میں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً گندم چینی کپڑا وغیرہ اور وہ خدمت گار جو یہاں کام کرتے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر، وکیل، مزدور وغیرہ دوسرے خانے میں مذکورہ اشیاء کی پیداوار لکھی گئی ہے۔ تیسرے میں ان کی قیمتیں درج کی گئی ہیں اور آخر میں کل مالیت، اسے معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ فرض کریں گندم کی سالانہ پیداوار تین سو کلوگرام ہے اور قیمت 10 روپے فی کلو ہے۔ لہٰذا گندم کی کل مالیت تین ہزار روپے ہوئی اسی طرح تمام پیدا ہونے والی اشیاء کی کل مالیت درج کر لی جاتی ہے پھر خدمت گاروں کی خدمات کی مالیت بھی اسی میں شامل کی جاتی ہے۔ مثلاً ملک میں کل 5 عدد ڈاکٹر ہیں اور ایک ڈاکٹر کی سالانہ تنخواہ تین لاکھ روپے ہے لہٰذا تمام ڈاکٹروں کی خدمات کی کل مالیت پندرہ لاکھ روپے ہوگی۔ اب آخری خانے کے اعداد و شمار کو جمع کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ ملک میں پیدا ہونے والی تمام اشیاء و خدمات کی پیداوار کی مالیت نوے لاکھ روپے ہے گویا یہ اس ملک کی قومی آمدنی ہے۔

(گوشوارہ نمبر 1) قومی آمدنی کی پیمائش

اشیاء و خدمات	کل پیداوار کی تعداد	مروجہ قیمت / تنخواہ	کل مالیت (روپے)
گندم	150 کلوگرام	20 روپے فی کلو	3000
چینی	100 کلوگرام	40 روپے فی کلو	4000
سیمنٹ	300 کلوگرام	5 روپے فی کلو	1500
کپڑا	50 میٹر	30 روپے فی میٹر	1500
بائیسکل	30 عدد	3 ہزار روپے فی سائیکل	90000
ڈاکٹر	5 عدد	6 لاکھ روپے سالانہ تنخواہ	3000000
پروفیسر	10 عدد	4 لاکھ روپے سالانہ تنخواہ	4000000
مزدور	20 عدد	1 لاکھ روپے سالانہ تنخواہ	2000000
قومی آمدنی			9000000

پیمائش کی وقت لازمی احتیاطیں:

قومی آمدنی ماپنے کا پہلا طریقہ اختیار کرتے وقت مندرجہ ذیل احتیاطیں لازمی ہیں۔

i۔ دوبارہ شمار ہو جانے سے احتیاط: قومی آمدنی ماپتے وقت ہمیں ایک ہی شے کو دو مرتبہ شمار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ بعض اوقات ایسی غلطی ہو جاتی ہے۔ کہ ایک چیز جو مختلف شکلیں اختیار کرتی ہے کئی بار گن لی جائے مثلاً ہو سکتا ہے کہ پہلے تو سال بھر میں پیدا شدہ گندم شمار کی جائے، پھر اس کا آٹا، پھر انہیں سے تیار ہوئی روٹیاں گن لی جائیں۔ تو قومی آمدنی کا اندازہ بالکل غلط ہو جائے گا۔ کیونکہ اس طرح ایک ہی شے یعنی گندم کئی مرتبہ گنی جائے۔ لہٰذا اس غلطی سے پورے طور پر بچنا چاہیے۔

اس غلطی سے بچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ قومی آمدنی کا اندازہ کرتے وقت وہ چیزیں شمار کی جائیں جو اپنی آخری شکل اختیار کر چکی ہوں۔ غلطی سے بچنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اصل قیمت میں مختلف مرحلوں پر اس میں جتنی قدر و مالیت کا اضافہ کیا جائے وہ شمار کر لیا جائے یہ بات مندرجہ ذیل مثال اور نقشہ نمبر 2 سے واضح ہو جائے گی۔

نقشہ نمبر 2

پیداوار کا مرحلہ	مختلف مرحلوں پر قیمتیں (پیسے)	درمیانی چیز کی لاگت (پیسے)	ماہر مالیت (اجرت اور منافع) (پیسے)
گندم (150 گرام)	150	منفی 0	= 150
پینے کے بعد آٹا	160	منفی 150	= 10
پکنے کے بعد روٹی	175	منفی 160	= 15
نان بائی کی قیمت فروخت	200	منفی 175	= 25
میزان	685	منفی 485	= 200

ii۔ بلا معاوضہ خدمات: قومی آمدنی ماپتے وقت دوسری احتیاط یہ لازم ہے کہ جو کام محض مشغلہ کے طور پر کئے جائیں، جیسے گھر کے باغیچہ میں سبزیاں اُگا لینا، کپڑے استری کر لینا، جوتا پالش کرنا یا اپنے بچوں کو ہوم ورک کروا دینا اس کام کی مالیت کو آمدنی میں شمار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ کام درحقیقت معاوضہ حاصل کرنے کی غرض سے نہیں کئے جاتے۔

iii۔ ذاتی استعمال میں آنے والی اشیاء و خدمات: تیسری احتیاط یہ لازم ہے کہ خام قومی پیداوار کا حساب لگاتے وقت ملک کے اندر پیدا ہونے والی اشیاء و خدمات کو شمار کرنا چاہیے مگر ہوتا یہ ہے کہ اشیاء و خدمات کی پیداوار کا کچھ حصہ شمار ہونے سے رہ جاتا ہے۔ کیونکہ اسے فروخت میں (یعنی فروحت کے لئے منڈی) نہیں لایا جاتا ہے۔ یا بعض چیزوں کو انہیں پیدا کرنے والے، خود ہی استعمال کر لیتے ہیں۔ مثال کے طور پر اکثر لوگ ذاتی مکانوں میں رہائش رکھتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ مکانات کو دوسرے بندے کو کرائے پر دیں تو وہاں سے کرایہ کی شکل میں آمدنی حاصل ہو سکتی ہے۔ مگر خام قومی پیداوار کا حساب لگاتے وقت ان مکانوں سے امکانی طور پر حاصل ہونے والے کرائے شامل نہیں کئے جاتے۔ اسی طرح رضاکارانہ طور پر مہیا کی جانے والی خدمات یا گھریلو خواتین خدمات کی اور اپنا کام خود کر لینے والی کوششوں کی مالیت بھی شامل نہیں کی جاتی کیونکہ ان کی قدر و مالیت معلوم کرنا دشوار ہوتا ہے۔

iv۔ مخفی یا زیر زمین معیشت کی پیداوار: بعض لوگ اپنی زمین یا کارخانے یا کاروبار سے حاصل ہونے والی ساری کی ساری پیداوار یا آمدنی کو ظاہر نہیں کرتے بلکہ اس کا کچھ حصہ مخفی رکھتے ہیں تا کہ ان پر تھوڑا ٹیکس لگے، لہٰذا پیداواری مالیت یا خدمات کا وہ حصہ خام قومی پیداوار میں شمار ہونے سے رہ جاتا ہے جو ٹیکس بچانے کی نیت سے چھپا لیا جاتا ہے۔ ان میں دیگر غیر قانونی سرگرمیاں بھی شامل ہوتی ہیں۔ مثلاً سمگلنگ، ذخیرہ اندوزی اور بلیک مارکیٹنگ وغیرہ سے حاصل ہونے والی آمدنی۔ ایسی سرگرمیوں کا تعلق ''زیر زمین'' معیشت سے تعلق رکھنے والی اشیاء و خدمات کی پیداواری مالیت، سرکاری طور پر باقاعدہ شمار ہونے والی خام قومی پیداوار کے تقریباً دس فی صد کے برابر ہوتی ہے۔

v۔ موجودہ عرصہ میں پیدا ہونے والی اشیاء و خدمات: یہ احتیاط بھی لازم ہے کہ خام قومی پیداوار کا حساب لگاتے وقت صرف وہ اشیاء و خدمات شامل کرنی چاہیے جو موجودہ عرصہ میں پیدا کی گئی ہوں اور پہلے سے موجودہ اشیاء کی خرید و فروحت کی مالیت اس میں شمار نہیں کی جائے

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

کی۔ مثلاً اگر کوئی پہلے سے تعمیر شدہ پرانے مکان کو فروخت کرے تو اس کی مالیت خام قومی پیداوار میں شامل نہیں کرنی چاہیے۔ البتہ اس کی خرید و فروخت سے متعلق پراپرٹی ڈیلر کا کمیشن ضرور شامل ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اس نے مکان کے فروخت کار اور خریدار کو باہم ملا کر ایک نئی خدمت انجام دی ہے۔ تاہم اگر کوئی نیا مکان تعمیر کیا جائے تو اس کی مالیت خام قومی پیداوار کا حصہ بنے گی۔

iv۔ بیرون ملک پیدا ہونے والی قومی پیداوار: خام قومی پیداوار درحقیقت کسی ملک کے اپنے عاملین پیدائش کی محنت سے پیدا کردہ اشیاء و خدمات کی مالیت ہے۔ لہٰذا یہ بات قابل توجہ ہے کہ اگر ایک ملک کا باشندہ کسی دوسرے ملک کام کر رہا ہو تو اس کی آمدنی بھی خام قومی پیداوار کا حصہ شمار ہوگی۔ مثلاً پاکستان کے بہت سے کارکن دوسرے ممالک میں جا کر کمائی کرتے اور واپس ملک میں بھیجتے ہیں۔ اس لئے وہ کمائی بھی پاکستان کی خام قومی پیداوار کا حصہ شمار ہونی چاہیے۔ اسی طرح اگر جاپان کے صنعت کاروں نے پاکستان میں کوئی کارخانہ لگایا ہو تو وہ یہاں سے اپنا نفع واپس اپنے وطن بھیجیں گے۔ جو جاپان کی قومی پیداوار ہوگی۔ اور وہ منافع پاکستان کی خام قومی پیداوار کا حصہ نہیں ہوگا۔

2۔ عاملین کے معاوضوں کا مجموعہ:(National Income at Factor Prices)

قومی آمدنی کو ماپنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ تمام عاملین پیدائش کو ملنے والے معاوضے جمع کر لئے جائیں یعنی زمین کے مالکوں کو جو "لگان"، سرمائے کے مالکوں کو "سود"، مزدوروں کو "اجرتیں" اور ناظموں کو جو منافع حاصل ہوتا ہے وہ جمع کر لیا جائے تو قومی آمدنی آئے گی۔ یہ طریقہ بھی پہلے طریقے پر ہی مبنی ہے۔ وہ اس طرح کہ جب اشیاء پیدا ہوتی ہیں۔ تو اس کے دو پہلو ہوتے ہیں: ایک یہ کہ چیزوں کی خاص مقدار پیدا کرتے ہیں۔ اور خریدنے والے اس کی قیمت ادا کرتے ہیں۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ جو لوگ اشیاء پیدا کرتے ہیں۔ انہیں ان کے بدلے معاوضہ ملتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک کارخانے میں ایک ہزار گز کپڑا تیار ہوتا ہے۔ ایک طرف تو لوگ اسے خرید کر اس کی قیمت ادا کریں گے۔ اور دوسری طرف یہی ادا کردہ قیمت ان تمام لوگوں یعنی عاملین پیدائش میں بطور معاوضہ بانٹ دی جائے گی۔ جنہوں نے مل کر یہ کپڑا تیار کیا ہے۔ گویا انہیں آمدنی حاصل ہوگی۔ تو اس طرح ایک طرف پیدا شدہ اشیاء کی قیمت اور دوسری طرف اشیاء کو پیدا کرنے والوں کی آمدنیاں دونوں برابر ہوں گی۔ اس لیے قومی آمدنی معلوم کرنے کے لئے خواہ ہم تمام اشیاء کی مالیت معلوم کرلیں یا ان کی پیدا کرنے والوں کی آمدنیاں جمع کریں۔ نتیجہ بہر حال یکساں رہے گا۔ چنانچہ ان دونوں طریقوں سے قومی آمدنی کی پیمائش ہوسکتی ہے۔

3۔ اخراجات کا مجموعہ:(Expenditure Method)

قومی آمدنی ماپنے کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ملک میں مختلف اشیاء و خدمات پر ہونے والا تمام خرچ جمع کر لیا جائے کیونکہ جتنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں وہ خریدی بھی جاتی ہیں۔ خرچ دو طرح کا ہوتا ہے۔ اول اشیائے صارفین پر خرچ جسے صرفی خرچ کیا جاتا ہے۔ اور دوئم اشیائے سرمایہ پر خرچ جسے سرمایہ کاری خرچ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اخراجات کے مجموعے کے طریقے سے قومی آمدنی ماپنے کے لئے مندرجہ ذیل خرچ کی ہوئی رقوم جمع کرنی چاہئیں۔

i۔ عام لوگوں کا صرفی خرچ: یعنی تمام رقوم جو ملک کے عوام اپنی ضرورت کی اشیاء و خدمات پر خرچ کرتے ہیں۔

ii۔ حکومت کا عام خرچ: یعنی وہ رقوم جو حکومت ریاستی سطح پر اپنی ضرورت کی اشیاء خریدنے پر اور دیگر سرکاری محکموں اور اداروں پر خرچ کرتی ہے۔ مثلاً دفاع، ہسپتال، تعلیمی دارے، سڑکیں، عدالتیں، پولیس، ذرائع ابلاغ وغیرہ۔

iii۔ خام داخلی نجی سرمایہ کاری: یعنی وہ رقوم جو عام لوگ ملک کے اندر کارخانے قائم کرنے کے لئے نئے پروجیکٹوں اور ترقیاتی سکیموں کو مکمل کرنے میں لگاتے ہیں یا پرانی مشینوں کی جگہ نئی طرز کی مشینیں خریدنے پر خرچ کرتے ہیں۔ انہیں مصارف بدل کاری بھی کہا جاتا ہے۔

iv۔ خام داخلی سرکاری سرمایہ کاری: یعنی وہ رقم جو حکومت ملک کے اندر سرمایہ کاری کی غرض سے خرچ کرتی ہے مثلاً ترقیاتی منصوبوں

پروجیکٹوں اور تعمیراتی کاموں پر ہونے والے اخراجات:

v۔ خالص غیر ملکی سرمایہ کاری: ایک ملک کے لوگ دوسرے ملک میں جا کر سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ اور باہر کے ملکوں کے لوگ اس میں آ کر سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ اگر یہاں کے لوگوں نے بیرونی ممالک میں زیادہ سرمایہ کاری کر رکھی ہو جب کے ہمارے ملک کے لوگوں نے اس ملک میں کم سرمایہ کاری کی ہو تو دونوں کا فرق یعنی صافی سرمایہ کاری مثبت ہوگی۔ اس کے برعکس حالات میں سرمایہ کاری منفی ہوگی، لہٰذا اس صافی بیرونی سرمایہ کاری کو بھی پیداوار میں شامل کر لینا چاہیے۔

vi۔ برآمدات و درآمدات میں فرق: اگر کسی ملک کی برآمدات اس کی درآمدات کے برابر ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ جتنی رقم باہر کے لوگوں نے یہاں خرچ کی ہے اتنی ہی یہاں کے لوگوں نے باہر خرچ کر دی البتہ اگر برآمدات زیادہ ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ باہر کے لوگوں نے یہاں نسبتاً زیادہ رقم خرچ کر دی ہے۔ لہٰذا اس درمیانی فرق کے برابر رقم کو بھی قومی آمدنی میں جمع کر لینا چاہیے۔

مجموعی خام قومی پیداوار = نجی صرفی خرچ + سرکاری صرفی خرچ + نجی سرمایہ کاری + سرکاری سرمایہ کاری + خالص غیر ملکی سرمایہ کاری + درآمدات اور برآمدات کا فرق

2- قومی آمدنی کا دائری بہاؤ

(Circular Flow of National Income)

ہر معیشت کے دو شعبے ہوتے ہیں۔ ایک گھرانے اور دوسرا کاروباری ادارے۔ چنانچہ دو شعبہ جاتی معیشت میں قومی آمدنی ایک دائری بہاؤ کے ذریعے ظاہر کی جا سکتی ہے۔ قومی آمدنی ماپنے کے مذکورہ بالا دونوں طریقوں کے باہم تعلق کو ڈائیگرام نمبر 1 سے ظاہر کیا جاسکتا ہے۔

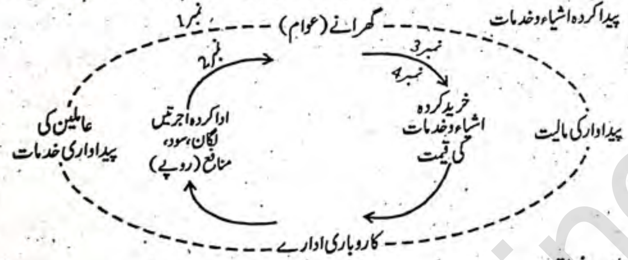

اس ڈایاگرام میں دو فریق ہیں۔

پہلا فریق گھرانے:

یعنی عام لوگ جو مختلف عاملین پیدائش کی حیثیت سے کام کرتے ہیں اور اس کے عوض صلہ پاتے ہیں۔ مثلاً عوام میں بعض لوگ ڈاکٹر ہیں بعض انجینئیر، ناظم، کاریگر، مزدور، کلرک، تاجر، ڈرائیور وغیرہ یہ سب لوگ عاملین پیدائش کی شکل میں کاروباری اداروں میں جا کر کام کرتے ہیں۔ جیسا کہ بیرونی دائرے کے بائیں طرف کا تیر نمبر 1 ظاہر کرتا ہے۔ اس کام کے عوض یہ عاملین پیدائش اپنا اپنا معاوضہ وصول کرتے ہیں۔ مثلاً عمارت کے مالک کرایہ لیتے ہیں اور کاروبار کرنے والے نفع حاصل کرتے ہیں۔ جیسا کہ اندرونی دائرے کے بائیں طرف کا تیر نمبر 2 ظاہر کرتا ہے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

دوسرا فریق کاروباری ادارے:

دوسرا فریق کاروباری ادارے پر مشتمل ہے یعنی ایسے ادارے جو اشیا پیدا کر کے گھرانوں کو پہنچاتے ہیں۔ جیسا کہ بیرونی دائرے کے تیر نمبر 3 ظاہر کرتا ہے۔ اور ان اشیاء کے عوض وہ گھرانوں سے ان کی قیمت وصول کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ دائرے کے اندرونی حصے میں تیر نمبر 4 ظاہر کرتا ہے۔

اب ہوتا یہ ہے کہ عام لوگ عاملین پیدائش کی شکل میں کام کرتے ہیں۔ اور معاوضہ وصول کرتے ہیں جب کہ کاروباری ادارے اشیا تیار کر کرے ان کی قیمتیں لیتے ہیں۔ گویا عوام جتنا معاوضہ وصول کرتے ہیں۔ وہ سب قیمتوں کی شکل میں کاروباری اداروں کو دے دیتے ہیں۔ اور یہ دوبارہ یہی قیمتیں کاروباری ادارے عوام کو پھر ان کی خدمت کے بدلے معاوضوں کی صورت میں دے دیتے ہیں۔

3- حقیقی آمدنی بمقابلہ زری آمدنی

(Real Income Versus Monetary Income)

قومی آمدنی کا مفہوم پوری طرح سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ حقیقی آمدنی اور زری آمدنی میں فرق واضح کر دیا جائے۔ قومی آمدنی درحقیقت ان اشیاء وخدمات کا نام ہے جو کسی ملک میں ایک سال کے دوران پیدا ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ مختلف اشیاء وخدمات کو ماپنے کے پیمانے مختلف ہوتے ہیں۔ یعنی گندم کے لیے میٹرک ٹن، کپڑے کے لیے میٹر، اور مزدور کے لیے گھنٹے۔ اس لئے ان کو آپس میں جمع نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اس مشکل کو آسان کرنے کے لیے تمام اشیاء وخدمات پر مشتمل حقیقی پیداوار کو روپے میں ماپ کر زری آمدنی کی شکل دے دی جاتی ہے۔ زری آمدنی کو ظاہری آمدنی بھی کہا جاتا ہے۔

لیکن حقیقی پیداوار کو زر کی شکل دینے میں ایک خرابی یہ ہے کہ روپے کی قدر اکثر بدلتی رہتی ہے۔ کبھی زیادہ کبھی کم، مثلاً اگر افراط زر کے باعث روپے کی مقدار بڑھ جائے تو اس کی قدر کم ہو جاتی ہے۔ قیمتیں چڑھ جاتی ہیں اور ساتھ ہی چیزوں کی قیمتیں بھی بڑھ جاتی ہیں۔ حالانکہ چیزوں کی مقدار زیادہ نہیں ہوئی ہوتی۔ اس طرح اگر تفریط زر کے باعث روپے کی مقدار کم ہو جائے تو اس کی قدر بڑھ جائے گی اور قیمتیں گر جاتی ہیں۔ اور چیزوں کی مالیت بھی کم ہو جاتی ہے۔ حالانکہ چیزوں کی مقدار کم نہیں ہوئی ہوتی۔

مثال کے طور پر اگر کسی سال ملک کی پیداوار کی مالیت چالیس ارب روپے ہو تو قومی پیداوار چالیس ارب کہلائے گی۔ اور دوسرے سال اگر کرنسی کی مقدار زیادہ ہو تو اشیاء کی قیمتیں چڑھ جائیں اور ان چڑھی ہوئی قیمتوں کی وجہ سے اتنی ہی اشیاء وخدمات کی مالیت اسی ارب روپے ہو جائے گی تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ قومی پیداوار واقعی دوگنی ہوگئی ہے۔ کیونکہ اشیاء وخدمات کی مقدار پہلے جتنی ہی ہے۔ البتہ اتنی ہی اشیاء کی روپے کی شکل میں مالیت دوگنی ہوگئی ہے اس لیے بظاہر تو قومی آمدنی اسی ارب روپے ہے لیکن درحقیقت یہ چالیس ارب روپے ہی ہے اسی طرح اگر ملک کی کرنسی کی مقدار گھٹ جانے سے قیمتیں گر جائیں اور ان قیمتوں کے لحاظ سے پیدا کردہ اشیاء کی مالیت 20 ارب روپے ہو جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ قومی آمدنی واقع ہی آدھی ہوگی۔ بلکہ حقیقت میں تو یہ جوں کی توں ہے صرف روپے کی شکل میں نظر آتی ہے۔

غرض حقیقی آمدنی صرف اس صورت میں زیادہ یا کم ہوگی جب ملک میں پیدا ہونے والی اشیاء کی پیداوار زیادہ یا کم ہو جائے اس لئے قومی آمدنی کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے یہ دیکھنا چاہیے کہ اشیاء کی قیمتوں میں کتنا اضافہ یا کمی ہوئی ہے۔ وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل مثال دیکھیں۔

فرض کریں کہ 2006 میں اس وقت رائج قیمتوں کے حساب سے پاکستان کی قومی آمدنی تین سو ارب روپے تھی اور قیمتوں کا معیار 100 تھا۔ لیکن 2011 میں ہماری قومی آمدنی نو سو ارب روپے ہوگئی۔ اور ساتھ ہی قیمتوں کا معیار بھی بلند ہو کر ڈیڑھ سو فیصد ہو گیا۔ اس کا یہ

مطلب نہیں ہوگا کہ آمدنی پہلے سے تین گنا ہوگئی۔ کیونکہ بڑھی ہوئی قیمتوں کا لحاظ بھی کرنا ہوگا۔ چنانچہ مندرجہ ذیل نقشہ نمبر 3 سے صحیح قومی آمدنی معلوم کی جا سکتی ہے۔

نقشہ نمبر 3

	1	2	3
سال	زری جی این پی Nominal G.N.P (مروجہ قیمتوں پر) (ارب روپے)	قیمتوں کا اعشاری عدد Index Number	حقیقی جی۔ این۔ پی 2006 کی قیمتوں پر کالم نمبر 1 تقسیم کالم نمبر 2 ضرب 100 مساوی کالم نمبر 3
2006	300	100	$300 \div 100 \times 100 = 300$
2011	900	150	$900 \div 150 \times 100 = 600$

نقشہ نمبر 3 سے پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ چڑھی ہوئی قیمتوں کے اعتبار سے 2011 میں زری قومی آمدنی نو سو ارب روپے معلوم کی ہے۔ لیکن حقیقت میں قومی آمدنی صرف چھ سو ارب روپے ہے۔

پس زری آمدنی ایک سال میں پیدا ہونے والی اشیاء وخدمات کی زری مالیت جو متعلقہ سال میں رائج بازاری قیمتوں کے لحاظ سے شمار کی گئی ہو لیکن حقیقی آمدنی تب معلوم ہوتی ہے جب زری آمدنی میں سے قیمتوں میں ہونے والے تغیرات کے اثرات کو زائل کر کے آمدنی کو ساکن قیمتوں پر معلوم کیا جائے۔

4- متوازن آمدنی کا تصور

(Concept of Equilibrium Level of National Income)

گزشتہ صفحات میں ہم نے بیان کیا ہے کہ قومی آمدنی کو ماپنے کے لیے یا تو عاملین پیدائش کی آمدنیوں کو جمع کر لیا جائے یا پوری قوم کا (اشیاء وخدمات کی خرید پر ہونے والا) مجموعی خرچ معلوم کر لیا جائے۔ یہ حقیقت ''قومی آمدنی کے دائری بہاؤ'' سے بھی ثابت کی گئی ہے۔ جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ دائرے کا بایاں آدھا حصہ یعنی (عاملین پیدائش کی) آمدنیوں کا مجموعہ دائیں آدھے حصے یعنی (اشیاء کی خریداری پر آنے والے) کل خرچ کے برابر ہے گویا قومی آمدنی کی مساوات یوں بنتی ہے۔

قومی آمدنی = قومی خرچ

National Income = National Expenditure

اب قومی خرچ کا تجزیہ کیا جائے تو یہ دو طرح کا ہوتا ہے۔

(الف) اشیائے صارفین پر خرچ، جسے صرف دولت (Consumption = C) کہا جاتا ہے۔

(ب) اشیائے سرمایہ پر خرچ جسے سرمایہ کاری (Investment = I) کہا جاتا ہے۔

لہٰذا قومی آمدنی کی مساوات یوں بھی بن سکتی ہے۔

(آمدنی کے لیے Y کا خرف استعمال ہوتا ہے۔)

قومی آمدنی = صرف + سرمایہ کاری

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

Y = C+I (پہلی مساوات)

قوم کے افراد کے نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو قومی آمدنی کا استعمال دو طرح سے ہو سکتا ہے۔

i- لوگ اپنی آمدنی کا کچھ حصہ روزمرہ ضرورت کی اشیاء و خدمات پر خرچ کر لیتے ہیں جسے صَرف دولت کہا جاتا ہے، اور

ii- لوگ اپنی آمدنی کا باقی حصہ بچا لیتے ہیں جسے بچت (Saving=S) کہا جاتا ہے۔ چنانچہ قومی آمدنی کی مساوات یوں بھی بن سکتی ہے۔

قومی آمدنی = صرف + بچت

Y = C+S (دوسری مساوات)

اب اگر مزکورہ دونوں مساواتوں کو مدنظر رکھا جائے تو ان سے تیسری مساوات خود بخود نکلتی ہے یعنی چونکہ:

آمدنی = صرف + سرمایہ کاری

i- Y = C + I

آمدنی = صرف + بچت

ii- Y = C + S

Y = Y

C + I = C + S

C + I − C = S

I = S

بچت = سرمایہ کاری

پہلی دونوں مساواتوں سے تیسری خود بخود نکلتی ہے کیونکہ پہلی دونوں مساواتوں میں آمدنی بھی مشترک ہے اور صرف دولت بھی۔ چنانچہ بچت اور سرمایہ کاری باہم برابر ہوتی ہے، گویا جتنی قومی بچت ہوتی ہے۔ وہ ساری کی ساری سرمایہ کاری پر خرچ ہوتی ہے۔

یہاں یہ چیز قابل غور ہے کہ جو لوگ روپیہ پس انداز کرتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ وہ خود ہی اس رقم کو کاروبار میں لگاتے ہوں یا سرمایہ کاری کرتے ہوں یا وہ خود اپنی بچائی ہوئی رقم استعمال کرتے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ روپیہ بچانے والے لوگ کوئی اور ہوتے ہیں اور سرمایہ کاری کرنے والے کوئی اور۔ مثلاً ہم سب اپنی اپنی آمدنی سے کچھ نہ کچھ رقم پس انداز کرتے ہیں بلکہ اسے بنک میں محفوظ رکھنے کے لیے جمع کروا دیتے ہیں دوسری طرف جو لوگ صنعت، تجارت اور کاروبار کا تجربہ رکھتے ہیں وہ بینک سے رقم قرض لے کر کاروبار میں روپیہ لگاتے ہیں۔ چونکہ پس انداز کرنے والے افراد اور سرمایہ کاری کرنے والے افراد ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ جتنا روپیہ پس انداز کیا جائے اس سے زیادہ یا کم سرمایہ کاری کی جائے یا جتنی سرمایہ کاری کی جائے اس سے زیادہ یا کم رقم پس انداز کی جائے۔

قومی آمدنی کی متوازن سطح:(Equilibrium Level of National Income)

جب کسی قوم کی بچت اور سرمایہ کاری کی رقوم ہوں تو قومی آمدنی کی متوازن سطح کس طرح مقرر ہوگی، یعنی وہ کون سا معیار ہوگا، جس پر قومی آمدنی کو قرار و ثبات حاصل ہوگا۔ قومی آمدنی کے نظریہ جدید کے مطابق یہ ایسی سطح ہوگی جس پر بحث اور سرمایہ کاری باہم برابر ہوں۔ یہ بات ہم ایک ڈائیگرام سے ثابت کر سکتے ہیں۔

بچت اور سرمایہ کاری کی مساوات:(S = I) (Saving = Investment)

اس چیز کو ثابت کرنے کے لیے کہ قومی آمدنی کی متوازن سطح ایسی ہوگی جس پر بحث اور سرمایہ کاری باہم برابر ہوں۔ ہمیں یہ معلوم ہونا

چاہیے کہ قومی بچت اور قومی سرمایہ کاری کی مقدار کیا ہے۔ دراصل بچت کا عمل بڑا سادہ اور خود کار ہوتا ہے لیکن سرمایہ کاری کا دارومدار بعض متحرک اور تغیر پذیر (یعنی بدلنے والے) عوامل پر ہے۔ چنانچہ مسئلہ کو ذرا آسان بنانے کے لیے ہم یہاں فرض کر لیتے ہیں کہ آمدنی خواہ کچھ ہو ملک میں ہر سال صرف دس ارب روپے کی سرمایہ کاری کرنے کی گنجائش ہوتی ہے۔ زیادہ نہ کم۔ البتہ بچت کی مقدار قومی آمدنی کی مقدار کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ یعنی زیادہ آمدنی ہو تو زیادہ بچت اور کم آمدنی ہو تو کم بچت۔ اس کی وضاحت کے لیے ہم ڈائیگرام نمبر بناتے ہیں۔

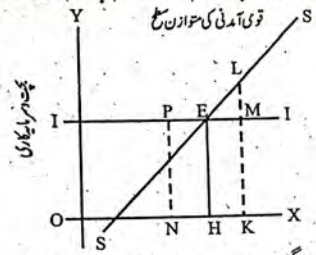

اس میں O-X خط سے "قومی آمدنی" ناپی گئی ہے اور O-Y خط سے "بچت" اور "سرمایہ کاری" S-S بچت کا خط ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ قومی آمدنی بڑھ جانے سے بچت زیادہ ہوتی ہے اور قومی آمدنی کم ہونے سے بچت کم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا یہ بائیں سے دائیں طرف اوپر کو بلند ہوتا گیا ہے۔ خط I-I سرمایہ کاری کا خط ہے جو O-X کے متوازی ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ آمدنی کی ہر سطح پر سرمایہ کاری یکساں رہتی ہے۔ (مثلاً دس ارب روپے) یہ خط O-X سے ایک معینہ فاصلے پر بھیجا گیا ہے۔ اس ڈائیگرام میں بچت اور سرمای کاری کے خط ایک دوسرے کو نقطہ E پر قطع کرتے ہیں یہاں سے O-X پر ایک عمود گرائیں تو یہ H پر جا ملتا ہے۔ چنانچہ متوازن قومی آمدنی O-H ہوگی۔ اس کے سوا آمدنی کا کوئی اور معیار متوازن نہیں ہو سکتا، یعنی کسی اور مقام پر اسے قرار حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے ثبوت کے لیے ہم فرض کرتے ہیں۔ کہ آمدنی O-H کے بجائے O-K ہے۔

آمدنی کا یہ معیار نہ متوازن ہے اور نہ یہ مستقل طور پر قائم رہے گا۔ کیونکہ اس پر بچت کی رقم سرمایہ کاری سے زیادہ ہے مثلاً اگر آمدنی O-K ہو تو وہ K-L کے برابر ہوتی ہے۔ کیونکہ نقطہ K سے اوپر کو خط کھنچا جائے تو وہ بچت کے خط S-S کو نقطہ L پر جا کر ملتا ہے۔ لیکن سرمایہ کاری K-M یعنی پہلے جتنی بھی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ K سے اوپر کو خط کھینچا جائے تو سرمایہ کاری کے خط I-I کو نقطہ M پر جا کر ملتا ہے گویا بچت زیادہ ہے یعنی K-L ہے اور سرمایہ کاری کم ہے یعنی K-M۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جتنی رقم بچائی جاتی ہے اتنی سرمایہ کاری میں نہیں لگائی جاتی۔

بالالفاظ دیگر جتنی رقم کاروباری لوگ کاروبار میں لگانے پر آمادہ ہیں اور اشیاء پیدا کرنا چاہتے ہیں اتنی مقدار میں لوگ خریدتے نہیں، بلکہ خریدنے کی بجائے وہ روپیہ بچا لیتے ہیں۔ اس طرح کاروباری ادارے محسوس کرتے ہیں کہ بازار میں طلب کم ہو گئی ہے۔ اشیائے کے سٹاک بکنے کی بجائے جمع ہوتے جا رہے ہیں۔ اور قیمتیں کم ہونا شروع ہو گئی ہیں۔ نتیجہ ہوگا کہ وہ آئندہ پیداوار کم کر دیں گے جس کے باعث بہت سے افراد کو کام سے الگ کر دیا جائے گا۔ چنانچہ آمدنی کم ہونا شروع ہو جائے گی اور لوگوں کی روپیہ بچانے کی استطاعت بھی گھٹ جائے گی۔ رفتہ رفتہ آمدنی کم ہو کر ایسے معیار پر آٹھہرے گی جس پر بچت سرمایہ کاری کے برابر ہوگی۔ یعنی لوگ صرف اتنی رقم بچا سکیں گے جتنی رقم سرمایہ کاری میں استعمال ہو جائے گی اس سے ثابت ہوا کہ آمدنی ہمیشہ اس معیار پر مستحکم ہوتی ہے جس پر بچت اور سرمایہ کاری باہم برابر ہوں یعنی O-H۔

اب ہم فرض کرتے ہیں کہ قومی آمدنی O-H کے بجائے اس سے کم یعنی O-N ہے قومی آمدنی اس معیار پر بھی مستقل طور پر نہیں ٹھہر سکتی

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

کیونکہ یہاں سرمایہ کاری بچت سے زیادہ ہے۔ مثلاً آمدنی اس معیار پر بھی مستقل طور پر نہیں ٹھہر سکتی کیونکہ یہاں سرمایہ کاری بچت سے زیادہ ہے۔ مثلاً آمدنی کے O-N معیار پر سرمایہ کاری N-P ہے جب کہ بچت N-R ہے اس کا یہ مطلب ہوا کہ جتنا روپیہ لوگ بچاتے ہیں اس سے زیادہ سرمایہ کاری پر خرچ ہوتا ہے۔ یعنی جتنی اشیاء پیدا ہوں گی اس سے زیادہ ان کی طلب ہوگی۔ کاروباری لوگ محسوس کریں گے کہ اشیاء کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں ان کا منافع زیادہ ہو رہا ہے چنانچہ وہ پیداوار بڑھائیں گے۔ مزدوروں کو روزگار ملے گا۔ قومی آمدنی بڑھنی شروع ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ پھر O-H ہو جائے گی۔ گویا ثابت ہوا کہ قومی آمدنی ہمیشہ اسی معیار پر ٹھہرتی ہے جہاں بچت اور سرمایہ کاری ایک دوسرے کے برابر ہوں۔

5- آمدنی اور صرف کا تفاعلی رشتہ

(Functional Relation Between Income and Consumption)

آمدنی اور صرف دولت میں ایک تفاعلی رشتہ (Functional Relation) پایا جاتا ہے۔ اگر آمدنی کو y کہا جائے صرف دولت کو C اور تفاعلی رشتہ کو F تو مساوات یوں بن جاتی ہے۔

$$C = F(Y)$$

اسے یوں پڑھا جاتا ہے،

Consumption is a Function of Income

یعنی صرف آمدنی کا تفاعلی ہے۔ آمدنی اور صرف دولت کے اس باہمی رشتہ کو سمجھنے کے لیے ہمیں دو تصورات ذہن نشین کرنے چاہئیں۔

1- اوسط میلان صرف (APC):

"میلان صرف سے مراد ہے ایک خاص عرصہ میں صرف اور آمدنی کا باہمی تناسب" یعنی وہ تناسب جس کے مطابق، کوئی شخص اپنی ماہوار آمدنی کا کچھ حصہ صرف کرتا ہے مثلاً اگر کسی کی ماہوار آمدنی تین سو روپے ہو اور خرچ دو سو ستر روپے، تو میلان صرف یہ ہوگا۔ "صرف اور آمدنی کی باہمی نسبت کو اوسط میلانِ صرف کہا جاتا ہے۔"

$$\frac{270}{300} = \frac{9}{10} = 0.9$$

گویا میلان صرف معلوم کرنے کا فارمولا یہ ہے۔

$$APC = \frac{\text{Total expenditure}}{\text{Total income}} = \frac{C}{Y}$$

$$c/y = \frac{\text{کل خرچ}}{\text{کل آمدنی}} = \text{اوسط میلان صرف}$$

2- مختتم میلان صرف (MPC)

جب کسی شخص کی آمدنی بڑھتی ہے تو اس کا خرچ بھی بڑھ جاتا ہے۔ لیکن خرچ میں اضافہ اس نسبت سے نہیں ہوتا جس نسبت سے آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جوں جوں کسی کنبہ کی آمدنی بڑھتی ہے خرچ کا تناسب کم ہوتا ہے مثلاً اگر کسی شخص کی ہفتہ وار آمدنی سو روپے ہو تو وہ اس میں سے نوے روپے خرچ کرتا ہے اور صرف دس روپے بچاتا ہے۔ اگر اس کی آمدنی میں سو روپے کا اضافہ ہو جائے تو دوسرے سینکڑے میں سے صرف ستر روپے خرچ کرتا ہے اور تیس روپے بچا لیتا ہے اور اگر مزید سو روپے کا اضافہ ہو جائے تو وہ اس میں سے

صرف چالیس روپے خرچ کرتا ہے اور ساٹھ روپے بچا لیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس کی آمدنی سو روپے تھی تو وہ اپنی بنیادی ضرورتیں اس وقت بھی پوری کر رہا تھا۔ اس لیے جب اس کی آمدنی بڑھتی گئی تو اس کے خرچ میں زیادہ اضافہ کی گنجائش نہ رہی۔ چوں جوں آمدنی بڑھتی جاتی ہے خرچ کا تناسب کم ہوتا جاتا ہے گویا زائد آمدنی میں سے زائد خرچ یعنی مختتم میلان صرف کم ہوتا جاتا ہے مختتم میلان صرف سے مراد ہے۔

"صرف میں تبدیلی اور آمدنی میں تبدیلی کی باہمی نسبت کو مختتم میلانِ صرف کہا جاتا ہے۔"
اس کی پیائش یوں ہوتی ہے۔

$$\text{مختتم میلان صرف} = \text{خرچ میں تبدیلی} = \frac{\Delta C}{\Delta Y}$$

$$= \frac{80}{100} = 0.8$$

3- اوسط میلان بچت: Average Propensity is Save

اس سے مراد ہے کہ آمدنی میں سے کتنی رقم بچائی جاتی ہے یا بچانے کی نسبت (Ratio) کیا ہے؟ مثلاً ایک شخص کی ماہوار آمدنی ایک ہزار روپے ہے اور وہ اس میں سے دو سو روپے بچاتا ہے تو میلان بچت یہ ہوگا۔ "بچت اور آمدنی کی باہمی نسبت کو اوسط میلانِ بچت کہتے ہیں۔"

$\frac{200}{1000}$ یعنی 0.2 گویا مساوات یوں ہوگی۔

$$\text{اوسط میلان بچت} = \frac{\text{بچت}}{\text{آمدنی}} \text{ یا } \frac{\text{Saving}}{\text{Income}} = \frac{S}{Y} = APS$$

4- مختتم میلان بچت: Marginal Propensity to Save (MPS)

اس سے مراد ہے کہ آمدنی بڑھ جانے سے بچت میں کتنا اضافہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص کی ماہوار آمدنی ایک ہزار روپے سے بڑھ کر ڈیڑھ ہزار روپے ہو جائے اور وہ اس میں سے دو سو روپے بچانے کی بجائے چار سو روپے بچانے لگے تو مختتم بچت یہ ہوگی۔ "بچت میں تبدیلی اور آمدنی میں تبدیلی کی باہمی نسبت مختتم میلانِ بچت کہتے ہیں۔"

$$\text{مختتم میلان بچت} = \frac{\text{بچت میں تبدیلی}}{\text{آمدنی میں تبدیلی}} \text{ یا } \frac{200}{500} = 0.4$$

$$APC + APS = 1$$

$$MPC + MPS = 1$$

6- قومی آمدنی کو متعین (یا متاثر) کرنے والے عوامل

(Factors or Determinants of National Income)

کسی ملک کے لوگوں کی خوشحالی کا دارومدار اس بات پر ہوتا ہے کہ وہاں کی قومی آمدنی زیادہ ہو چنانچہ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کسی ملک کی قومی آمدنی کا انحصار کن عوامل اور امور پر ہوتا ہے بالفاظ دیگر قومی آمدنی کو کون سے عوامل متاثر (Influence) کرتے ہیں ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

1۔ قدرتی ذرائع Natural Resources:

کسی ملک کی قومی آمدنی کا دارومدار اس کے قدرتی ذرائع پر ہوتا ہے۔ قدرتی ذرائع سے مندرجہ ذیل چیزیں مراد ہیں:

i۔ زمین ii۔ جنگلات iii۔ معدنیات کی کانیں

iv۔ تیل و گیس کے ذخائر v۔ دریا vi۔ بندرگاہیں

جس ملک میں یہ ذرائع زیادہ ہوں گے اس کی قومی آمدنی زیادہ ہوگی اور جس میں کم ہوں گے وہاں کی قومی آمدنی بھی کم ہوگی مثلاً زرعی پیداوار میں اضافہ کا انحصار زرخیز زمین، موزوں آب و ہوا بارشوں اور جنگلات پر ہے صنعتی پیداوار میں اضافہ کا دارومدار لوہے، کوئلے، قدرتی گیس اور توانائی وغیرہ پر ہے۔ پاکستان میں قدرتی ذرائع کی کمی ہے اس لیے قومی آمدنی کم ہے۔

2۔ مصنوعی ذرائع Artificial Resources:

ان سے مراد وہ ذرائع پیدائش ہیں جو انسان قدرتی ذرائع کو بروئے کار لا کر اپنی محنت سے تیار کرتا ہے۔ مثلاً دریاؤں سے نہریں نکالنا، سڑکیں اور ریلیں بنانا، مصنوعی بندرگاہیں تعمیر کرنا، دلدلی زمینوں کو صاف کرنا، آبی گزرگاہیں بنانا، پہاڑی ڈھلانوں کو ہموار کر کے قابل کاشت بنانا، بہم رسانی آب کے نالے، بند، پشتے، پل، مصنوعی جھیلیں، سرنگیں اور بحالی اراضی کی سکیمیں بنانا وغیرہ۔ جو قوم اس طرح کے مصنوعی ذرائع زیادہ بنائے اس کی قومی آمدنی زیادہ ہو جاتی ہے۔ پاکستان میں مصنوعی ذرائع کی قلت ہے۔ آب پاشی کے لیے نہریں کم ہیں۔ ٹیوب ویل، نہریں، ریلیں اور سڑکیں ناکافی ہیں اس لیے آمدنی پیدا کرنے میں دقتیں پیش آتی ہیں۔

3۔ انسانی ذرائع Human Resources:

کسی قوم کی معاشی ترقی اور قومی آمدنی کے حجم کا دارومدار اس بات پر ہوتا ہے کہ معاشی جدوجہد کے سلسلے میں لوگوں کا عمومی رویہ کیا ہے اور ان کی جسمانی و ذہنی صلاحیتیں کس قدر ہیں؟ نیز آبادی کے بڑھنے کی رفتار کیا ہے؟ کیونکہ درحقیقت تمام قدرتی، مصنوعی اور سرمایاتی ذرائع کو استعمال کر کے اشیاء پیدا کرنے کی ذمہ داری بالآخر وہاں کے لوگوں پر عائد ہوتی ہے اگر وہ یہ ذمہ داری بطریق احسن انجام دیں گے تو قومی آمدنی زیادہ ہوگی ورنہ کم۔

4۔ قوتی ذرائع Power Resources:

عہد حاضر میں قومی آمدنی میں اضافہ کی رفتار کا بڑی حد تک دارومدار ذرائع قوت کی بہم رسائی پر ہوتا ہے اس لیے جس ملک میں قوت اور توانائی کے وسائل مثلاً کوئلہ، گیس، تیل، بجلی اور جوہری توانائی زیادہ ہو۔ وہ ترقی کے مرحلے تیزی سے طے کرتا ہے اور اس کی قومی آمدنی میں بہت اضافہ ہوتا جاتا ہے لیکن پاکستان میں ان وسائل کی قلت ہے۔ اس لیے قومی آمدنی بھی کم ہے۔ ہمارے ملک میں کمرشل انرجی کا فی کس مصرف، عالمی مصرف کے اوسط کے دسویں حصہ کے برابر ہے اور ترقی پذیر ملکوں کے مصرف کے اوسط کے نصف کے برابر ہے۔ (کالا باغ ڈیم بن جانے سے بجلی کی پیداوار میں اضافہ ہو سکتا ہے)۔

5۔ مشینیں اور اشیائے سرمایہ Capital Goods:

ان سے مراد آلات اور مشینیں ہیں جن سے اشیاء تیار کی جاتی ہیں جس ملک میں مشینیں اور آلات کار زیادہ ہوں گے اس کی قومی آمدنی زیادہ ہوگی۔ اس کے برعکس جس ملک میں ان کا استعمال کم ہوگا وہاں آمدنی کم ہوگی۔ ہمارے ملک میں مشینیں کم ہیں اور ہمیں اپنی صنعتوں اور کارخانوں کے لیے غیر ممالک سے مشینیں منگوانا پڑتی ہیں اس لیے ہماری قومی آمدنی کم ہے۔

6۔ فنی مہارت اور ہنرمندی (Technical Experties and Skills):

قومی آمدنی کا انحصار ملکی باشندوں کی فنی مہارت اور فنی استعداد پر بھی ہوتا ہے جس ملک میں ہنرمندی زیادہ ہوگی وہاں آمدنی بھی زیادہ ہوگی کیونکہ لوگ اپنے ذرائع کا بہتر استعمال کر سکیں گے۔ پاکستان میں فنی طور پر تربیت یافتہ لوگوں کی بڑی قلت ہے کیونکہ فنی تعلیم کی سہولتیں عام نہیں ہیں۔ مثلاً سائنس دان، ڈاکٹر، انجینئر، ٹیکنیشن، الیکٹریشن، مشین مین، کمپیوٹر آپریٹر، مکینک، اکاؤنٹنٹ، منیجر، کاریگر، مستری وغیرہ کم ہیں اس لیے ہم اپنے ذرائع سے پورے طور پر فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

7۔ کام کرنے کا عزم Willingness to Work:

قومی آمدنی کا انحصار باشندوں کے کام کرنے کے عزم پر بھی ہے بعض اقوام عزم صمیم سے کام کرتی ہیں، بعض سست اور کاہل ہوتی ہیں۔ ہمارے ملک کے لوگ روایتی طور پر تساہل پسند ہیں اور ویسے بھی موسم سرما میں سخت سردی اور گرما میں شدید گرمی کے باعث جی بھر کے کام نہیں کر پاتے۔ ناخواندگی اور جہالت کے باعث لوگوں میں ترقی کرنے کی امنگ اور آگے بڑھنے کا ولولہ جنم نہیں لیتا۔ آرام پرستی، بدعنوانی، غیر ذمہ دارانہ رویہ، فرائض سے غفلت، کوتاہی، وقت ضائع کرنا، ہمارے قومی کردار کی خصوصیات ہیں۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

ماڈل پرچہ سوالات

مختصر سوالات

سوال1: قومی آمدنی کی تعریف بیان کریں۔
جواب: ہم ایک فرد کی آمدنی کی تعریف یوں کر سکتے ہیں کہ اس سے مراد اس کی کمائی ہوئی وہ دولت ہے جو اسے اپنی یا اپنی جائیداد کی پیداواری خدمات کے عوض حاصل ہوں۔ لہٰذا قومی آمدنی قوم کے تمام افراد کی آمدنیوں کے مجموعہ کا نام ہے۔

سوال2: مجموعی قومی پیداوار (G.N.P) سے کیا مراد ہے؟
جواب: کسی ملک کے اپنے عاملین پیدائش کی ایک سال میں پیدا کردہ تمام اشیاء وخدمات کی بازاری قیمت کے لحاظ سے مالیت مجموعی قومی پیداوار کہلاتی ہے۔ اس میں بیرونی ذرائع سے حاصل ہونے والی آمدنی شامل ہوتی ہے۔

سوال3: خام ملکی پیداوار (G.D.P) سے کیا مراد ہے؟
جواب: کسی ملک کے اندر ایک سال کے عرصہ میں زمین، محنت، سرمائے اور دیگر وسائل کے مدد سے آخری شکل میں پیدا کردہ اشیاء و خدمات کے زری مالیت خام ملکی پیداوار کہلاتی ہے۔ اس میں بیرونی ذرائع سے حاصل ہونے والی آمدنی شامل نہیں ہوتی۔

سوال4: قابلِ تصرف شخصی آمدنی سے کیا مراد ہے؟
جواب: اگر شخصی آمدنی میں سے براہ راست ٹیکس منہا کر دیئے جائیں تو باقی قابلِ تصرف شخصی آمدنی رہ جاتی ہے۔

براہِ راست ٹیکس - شخصی آمدنی = قابلِ تصرف شخصی آمدنی

سوال5: ذاتی یا شخصی آمدنی کی تعریف لکھیں۔
جواب: اس سے مراد وہ آمدنی ہے جو افراد علیحدہ علیحدہ طور پر سال بھر میں کماتے ہیں۔

سوال6: فی کس آمدنی کسے کہتے ہیں؟
جواب: وہ آمدنی جو اوسطاً آبادی کے ہر فرد کے حصہ میں آتی ہے فی کس آمدنی کہلاتی ہے۔

$$\text{فی کس آمدنی} = \frac{\text{قومی آمدنی}}{\text{آبادی}}$$

سوال7: قومی آمدنی کی پیمائش کے طریقوں کے نام بتائیں۔
جواب: (i) پیداوار کی مالیت کا مجموعہ (ii) عاملین کے معاوضوں کا مجموعہ (iii) اخراجات کا مجموعہ

سوال8: قومی آمدنی کی پیمائش کرتے وقت کون سی احتیاطیں مدِنظر رکھی جاتی ہیں؟
جواب: (i) دوبارہ شمار ہو جانے سے احتیاط (ii) بلا معاوضہ خدمات
(iii) ذاتی استعمال میں آنے والی اشیاء وخدمات۔ (iv) مخفی یا زیرِ زمین آمدنی
(v) عرصہ وقت (vi) بیرونِ ملک پیدا ہونے والی پیداوار

سوال9: قومی آمدنی کی متوازن سطح سے کیا مراد ہے؟
جواب: قومی آمدنی کی ایسی سطح جہاں اسے قرار و ثبات حاصل ہو، قومی آمدنی کی متوازن سطح کہلاتی ہے۔ ایسا اس صورت میں ممکن ہے جب

$$S = I$$

سرمایہ کاری = بچت

سوال10: انتقالی ادائیگیوں سے کیا مراد ہے؟
جواب: ایسی رقوم جو بغیر محنت یا کام کے حاصل ہو جائیں انتقالی ادائیگیاں کہلاتی ہیں مثلاً تحائف، زکوٰۃ، خیرات، پنشن وغیرہ۔

سوال11: حقیقی اور زری آمدنی میں کیا فرق ہے؟
جواب: زری آمدنی ایک سال میں پیدا ہونے والی اشیاء وخدمات کی زری مالیت جو متعلقہ سال میں رائج بازاری قیمتوں کے لحاظ سے شمار کی گئی ہو لیکن حقیقی آمدنی تب معلوم ہوتی ہے جب زری آمدنی میں سے قیمتوں میں ہونے والے تغیرات کے اثرات کو زائل کر کے آمدنی کو ساکن قیمتوں پر معلوم کیا جائے۔

سوال12: اعانہ (Subsidy) کیا ہوتا ہے؟
جواب: حکومت کسی خاص شعبہ کی حوصلہ افزائی کے لیے اسے امداد دیتی ہے۔ اسے اعانت یا اعانہ کہتے ہیں۔

سوال13: اوسط میلانِ صرف (APC) سے کیا مراد ہے؟
جواب: صرف اور آمدنی کی باہمی نسبت کی اوسط کو میلانِ صرف کہتے ہیں۔ یعنی

$$APC = \frac{C}{Y}$$

سوال14: اوسط میلانِ بچت (APS) سے کیا مراد ہے؟
جواب: بچت اور آمدنی کی باہمی نسبت کو اوسط میلانِ بچت کہتے ہیں۔ یعنی

$$APS = \frac{S}{Y}$$

سوال15: مختتم میلانِ صرف کسے کہتے ہیں؟
جواب: صرف میں تبدیلی اور آمدنی میں تبدیلی کی باہمی نسبت کو مختتم میلانِ صرف کہتے ہیں۔ یعنی

$$MPC = \frac{\Delta C}{\Delta Y}$$

سوال16: مختتم میلانِ بچت کیا ہوتا ہے؟
جواب: بچت میں تبدیلی اور آمدنی میں تبدیلی کی باہمی نسبت کو مختتم میلانِ بچت کہتے ہیں۔ یعنی

$$MPS = \frac{\Delta S}{\Delta Y}$$

سوال17: دوہری گنتی کے خطرے سے کیسے بچا جا سکتا ہے؟
جواب: اس کے دو طریقے ہیں:
(i) شے کی آخری حالت میں مالیت لی جائے۔
(ii) شے کی پہلی حالت میں مالیت لے کر اس میں ہر مرحلہ میں مالیت میں ہونے والا اضافہ جمع کیا جائے۔

سوال18: فرسودگی الاؤنس سے کیا مراد ہے؟
جواب: آلات کی تجدید اور مرمت کے لیے جو رقوم علیحدہ رکھی جاتی ہیں انہیں فرسودگی الاؤنس یا سرمائے کی شکست و ریخت کے اخراجات

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

کہا جاتا ہے۔

سوال 19: قومی آمدنی کے دائروی بہاؤ سے کیا مراد ہے؟

جواب: عوام اور کاروباری اداروں کے درمیان قومی آمدنی کے تبادلے کو قومی آمدنی کا دائروی بہاؤ کہتے ہیں۔

سوال 20: قومی آمدنی کے چار عوامل بتائیں۔

جواب: (i) انسانی ذرائع (ii) قدرتی ذرائع (iii) کام کرنے کا جذبہ (iv) ذرائع قوت

درست جواب کا انتخاب کریں

1- خالص قومی پیداوار (NNP) معلوم کرنے کے لیے خام قومی پیداوار (GND) میں سے کیا منہا کیا جاتا ہے۔

(a) براہ راست ٹیکس (b) انتقالی ادائیگیاں (c) اعانے (d) فرسودگی الاؤنس

2- فی کس آمدنی سے مراد ہے آمدنی

(a) فی مزدور (b) فی شہری (c) فی تاجر (d) فی کسان

3- قابل تصرف شخصی آمدنی معلوم کرنے کے لیے شخصی آمدنی میں سے نکالتے ہیں۔

(a) براہ راست ٹیکس (b) بالواسطہ ٹیکس (c) انتقالی ادائیگیاں (d) فرسودگی الاؤنس

4- قومی آمدنی ماپنے کے طریقے ہیں

(a) ایک (b) دو (c) تین (d) چار

5- دو شعبی معیشت میں اس وقت توازن پیدا ہوتا ہے جب

(a) بچت = سرمایہ کاری (b) صرف + سرمایہ کاری

(c) مجموعی اخراجات = مجموعی آمدنی (d) a اور c دونوں

6- قومی آمدنی کا اندازہ لگاتے ہوئے کن اشیاء و خدمات کو شامل کرنا چاہیے۔

(a) جو فروخت کے لیے منڈی میں آچکی ہوں (b) پائیدار ہوں

(c) اعلیٰ معیار کی ہوں (d) حتمی شکل اختیار کر چکی ہوں

7- قومی آمدنی کی متوازن سطح

(a) مجموعی طلب = مجموعی رسد (b) مجموعی طلب = مجموعی بچت

(c) بچت = سرمایہ کاری (d) a اور c دونوں

8- کون سا مسئلہ کلی معاشیات میں زیر بحث نہیں آتا۔

(a) فرم کی قیمت کا تعین (b) قومی آمدنی (c) افراط زر (d) بے روزگاری

9- اوسط میلانِ صرف ہے

(a) $\frac{C}{Y}$ (b) $\frac{Y}{C}$ (c) $\frac{S}{Y}$ (d) $\frac{C}{S}$

10- اوسط میلانِ بچت ہے

(a) $\frac{C}{Y}$ (b) $\frac{S}{Y}$ (c) $\frac{S}{C}$ (d) $\frac{Y}{S}$

11- مختتم میلان صرف ہے

(a) $\frac{\Delta C}{\Delta T}$ (b) $\frac{DS}{DY}$ (c) $\frac{C}{Y}$ (d) $\frac{S}{Y}$

12- مختتم میلان بچت ہے۔

(a) $\frac{C}{Y}$ (b) $\frac{S}{Y}$ (c) $\frac{\Delta S}{\Delta Y}$ (d) $\frac{Y}{S}$

13- کسی ملک کی جغرافیائی حدود کے اندر سے حاصل ہونے والی آمدنی کہلاتی ہے۔

(a) $\frac{C}{Y}$ (b) $\frac{S}{Y}$ (c) $\frac{\Delta S}{\Delta Y}$ (d) $\frac{Y}{S}$

(a) خام ملکی پیداوار (b) خام قومی پیداوار (c) قومی آمدنی (d) فی کس آمدنی

14- فی کس آمدنی کا فارمولا ہے۔

(a) $\frac{\text{آبادی}}{\text{قومی آمدنی}}$ (b) $\frac{\text{قومی آمدنی}}{\text{آبادی}}$ (c) کوئی نہیں

15- زکوٰۃ، تحائف، بے روزگاری الاؤنس، پنشن، وظائف شامل ہیں۔

(a) پیداواری لاگت (b) خام ملکی پیداوار (c) انتقالی ادائیگیاں (d) خالص قومی پیداوار

16- مختتم میلانِ صرف ہوتا ہے۔

(a) I − MPS (b) I + MPS (c) $\frac{S}{Y}$ (d) کوئی نہیں

17- مختتم میلانِ بچت ہوتا ہے۔

(a) I − MPC (b) I + MPC (c) $\frac{C}{Y}$ (d) $\frac{S}{Y}$

18- اوسط میلانِ صرف ہوتا ہے۔

(a) $\frac{S}{Y}$ (b) I − APS (c) $\frac{DS}{DY}$ (d) کوئی نہیں

19- اوسط میلانِ بچت ہوتا ہے۔

(a) I − APC (b) $\frac{C}{Y}$ (c) $\frac{DS}{DY}$ (d) I + MPS

20- خام قومی پیداوار میں شامل نہیں کیا جاتا۔

(a) گھریلو خواتین کی خدمات (b) ڈاکٹر کی فیس (c) دھوبی کی خدمات (d) مزدور کی آمدنی

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

باب 2

زر
(Money)

براہ راست تبادلہ کا نظام
(Barter System)

تعارف:

انسانی تمدن کے اولین دور میں جب زر (یعنی روپیہ پیسہ) موجود نہیں تھا اور نہ خرید و فروخت میں نوٹ اور سکے استعمال ہوتے تھے۔ تو لوگ چیزوں کا تبادلہ براہ راست چیزوں ہی سے کر لیتے تھے مثلاً کسان اپنی ضرورت کی ہر شے اناج کے بدلے حاصل کر لیتا تھا جولاہا کپڑے کے عوض، موچی جوتے کے بدلے اور گوالا دودھ کے عوض۔ اسی طرح ہر شخص ایک چیز دیتا اور اسکے بدلے دوسری لے لیتا۔ اس عمل کو براہ راست تبادلہ یا بارٹر کہا جاتا ہے۔

تعریف:

پروفیسر سیموئل سن:

"بارٹر سے مراد ہے ایک شے کا دوسری شے کے عوض براہ راست تبادلہ، جب کہ اس میں زر کو بطور آلہ مبادلہ استعمال نہ کیا جائے۔"

پروفیسر سٹینلے:

"بارٹر معیشت سے مراد ایسی معیشت ہے جس میں مقبول عام آلہ مبادلہ استعمال نہ ہوتا ہو۔"

"براہ راست تبادلہ کے نظام کی مشکلات"

اس نظام میں انسان کو بڑی مشکلات پیش آتی ہیں جن سے نجات حاصل کرنے کے لیے اس نے زر کو رواج دیا۔

1- ضرورتوں میں "دو طرفہ مطابقت" کا نہ ہونا:(Cack of co-incidence of wants)

اشیاء کے براہ راست تبادلہ میں سب سے بڑی دقت یہ پیش آتی ہے کہ ہر شخص کو ایسا آدمی تلاش کرنا پڑتا ہے جو اسکی اپنی شے لے لے اور اسکی ضرورت کی شے دے دے، مثلاً ایک عورت کے پاس کچھ گھی ہو اور وہ اس کے عوض کپڑا حاصل کرنا چاہتی ہو تو اسے وہ شخص تلاش کرنا پڑے گا جس کے پاس کپڑا بھی موجود ہو اور اسے گھی کے بدلے دینے کو بھی تیار ہو اس قسم کی تلاش میں کافی وقت ضائع ہو جاتا ہے اور بڑی زحمت اٹھانا پڑتی ہے ہو سکتا ہے کہ ایسا آدمی مل جائے جسکے پاس کپڑا تو موجود ہو لیکن وہ گھی کے بدلے دینے کو تیار نہ ہو یہ ایسا آدمی مل جائے جسے گھی کی ضرورت ہو لیکن اس کے پاس کپڑے کی بجائے کوئی اور چیز ہو لہٰذا ایسا اتفاق شاذ و نادر ہی ہوتا ہے کہ وہ ایسے افراد سے مل جائیں جنکو ایک دوسرے کی شے کی ضرورت ہو۔

(البتہ اگر کرنسی کا رواج ہو تو ہر ایک انسان کرنسی کے عوض اپنی ضرورت کی شے حاصل کرے گا)

2- "مشترک معیار قدر" کا نہ ہونا:(Lack of Common Measure of Value)

اگر تلاش کرنے سے دو ایسے اشخاص مل بھی جائیں جو اپنی اپنی چیز کو ایک دوسرے سے بدلنے پر آمادہ ہوں تو پھر انہیں یہ معلوم کرنے میں دقت پیش آئے گی کہ ایک شے دوسری کی مقابلے میں کتنی دی جائے مثلاً دونوں فریق ایک کلو گھی کے عوض پانچ میٹر کپڑا لینے اور دینے پر رضامند ہو جاتے ہیں لیکن ہر مرتبہ جب ایک شے کا تبادلہ دوسری شے سے کرنا ہوگا تو نئے سرے سے شرح تبادلہ طے کرنا کا تبادلہ دوسری شے سے کرنا ہوگا۔ تو نئے سرے سے شرح تبادلہ طے کرنا پڑے گی، مثلاً ایک کلوگرام نمک کے عوض کتنا کپڑا یا ایک کلوگرام چینی کے عوض کتنا کپڑا۔ عوض کہ ہر مرتبہ جب ایک شے کے بدلے دوسری شے کا تبادلہ درکار ہوگا تو دونوں کی قدر و قیمت کا نئے سرے سے اندازہ کرنے کی ضرورت پڑے گی جو بہت دشوار کام ہے۔

• (البتہ کرنسی کے استعمال سے یہ دشواری پیش نہیں آتی)

3- بعض چیزوں کا چھوٹے حصوں میں تقسیم نہ ہوسکنا:(Indivisible Goods)

بارٹر سسٹم میں بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی کے پاس زیادہ مالیت کی چیز ہو مثلاً گائے لیکن اسے اپنی ضرورت کی مختلف چیزیں مثلاً گندم، دال اور چینی درکار ہو جو مختلف افراد سے مل سکتی ہوں تو وہ گائے کے ٹکڑے کر کے انہیں الگ الگ دکانداروں کو نہیں دے سکتا چنانچہ گائے اور اس طرح کی چیزیں کی "عدم تقسیم پذیری" چیزوں کے تبادلہ میں سخت رکاوٹ بنتی ہے۔

4- ذخیرہ قدر میں مشکل: (Lack of Store of Value)

براہ راست تبادلہ میں مشکل یہ پیش آتی ہے کہ انسان "قدر و قیمت کی چیزیں" کا ذخیرہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ کئی چیزیں مثلاً گندم، دودھ، پھل اور سبزی گل سڑ جانے والی ہوتی ہیں۔ لہٰذا وہ بھی مدت کے لیے جمع نہیں کی جاسکتیں۔ البتہ روپے پیسے کی موجودگی میں انسان اشیاء کی جتنی مقدار جمع کرنا چاہے اتنی اشیاء فروخت کر کے ان کی زری مالیت یعنی دولت جمع کر سکتا ہے گویا چیزوں کی بجائے کرنسی کی صورت میں دولت کا ذخیرہ ہو سکتا ہے۔

5- ادھار لین دین میں دقت: (Difficulty in Defferred Payments)

براہ راست تبادلہ اشیا کی ایک خامی یہ بھی ہے کہ ادھار لین دین اور مستقبل میں ادائیگیاں کرنے کے سلسلہ میں دشواری پیش آتی ہے۔ مثلاً ایک شخص دوسرے کو قلت اور قحط کے زمانہ میں ایک من گندم ادھار دے اور کچھ عرصہ بعد جب گندم کی فراوانی ہو تو اسے واپس اے تو ظاہر ہے کہ قرض دینے والے کو پہلے جتنی قدر نہیں ملتی کیونکہ بہتات کے زمانہ کی نسبت قحط کے وقت گندم کی قدر زیادہ ہوتی ہے۔ ویسے بھی کرنسی کی بجائے چیزوں کی شکل میں قرضہ لینا اور دینا سخت مشکل پیش آتی ہے۔

6- دولت کی منتقلی میں مشکلات:(Difficulties in Mobility of Goods / Wealth)

اناج، مکان، دکان اور مشینری وغیرہ کو دور دراز جگہوں سے منتقل کرنا مشکل تھا۔ لیکن اب ان اشیا کو زر کی شکل میں بدل کر با آسانی منتقل کیا جاسکتا ہے۔

7- خدمات کے بدلے خدمات میں مشکلات: (Difficulties in Payment of Services)

خدمات کے بدلے خدمات کا لین دین بھی شاذ و نادر ہی ممکن تھا۔ مثلاً اگر کوئی استاد وکیل کے بچوں کو پڑھائے اور بدلے میں وکیل سے خدمت حاصل کرے جبکہ اس کا کوئی مقدمہ عدالت میں نہ ہو۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

-8 حکومتی مسائل:(Difficalties of governments)

زر کی غیر موجودگی میں حکومت ٹیکس اشیا کی صورت میں وصول کرتی تو اتنی اشیا کو محفوظ کرنا ناممکن ہوتا۔اسی طرح اشیاء کی صورت میں ادائیگی کرنا ممکن بھی نہ تھا۔

زر کا ارتقا

Evolution of Money

براہ راست تبادلہ کی مذکورہ بالا مشکلات پر قابو پانے کے لیے انسان نے ایسے آلہ مبادلہ کی تلاش شروع کی جو بیان کردہ خامیوں سے پاک ہو۔اشیا کی قدر و قیمت جانچنے کے لیے ایک مشترکہ پیمانہ کا کام دے اور جس کے عوض بھی لوگ اشیاء دینے کے لیے تیار ہوں۔چنانچہ زر مختلف ارتقائی مرحلوں سے گزر کر موجودہ مقبول ترین شکل کو پہنچا ہے یہ مراحل درج ذیل ہیں۔

-1 اجناسی یا اشیائی زر:(Commodity Money)

ابتدائی طور پر لوگ مختلف اشیاء کو مشترکہ آلہ مبادلہ کے طور پر استعمال کرتے رہے ہیں۔مثلاً تیر، کھالیں، ہڈیاں، مویشی، سیپ، تمباکو، زیتون کا تیل، تانبا، لوہا اور ہیرے وغیرہ۔لیکن ان سب میں کوئی نہ کوئی نقص پایہ جاتا ہے اس لیے وہ مستقل طور پر آلہ مبادلہ نہ بن سکیں۔مثلاً مویشی نا قابل تقسیم ہیں اس لیے خریداری کے لیے غیر مناسب ہیں۔دوسری طرف زیتون کا تیل چھوٹی چھوٹی مقداروں میں تقسیم پذیر ہے مگر بطور آلہ مبادلہ استعمال کرنا دشوار ہے۔بعض اشیاء ویسے ہی ''ضیاع پذیر'' (جلد خراب ہونے والی) ہیں۔اور بعض کی ''قدر و قیمت'' تغیر پذیر (بدل جانے والی) ہے۔چنانچہ انسان نے تجربہ اور تلاش جاری رکھی اور بالآخر قیمتی دھاتوں خصوصاً سونے اور چاندی کو اس مقصد کے لیے منتخب کر لیا۔

-2 دھاتی زر: (Metalic Money)

انیسویں صدی تک باقی اشیا کا استعمال ترک کر کے آلہ مبادلہ کو صرف سونے اور چاندی وغیرہ تک محدود کر لیا گیا۔لیکن ان میں بھی کچھ خامیاں پائی جاتی ہیں۔مثلاً چاندی پر میل جم جاتی ہے اور اسکی شکل دھندلا جاتی ہے۔جہاں تک سونے کا ذکر ہے اسکی خوبی قابل ذکر ہے کہ اس کی اعلیٰ کثافت کے باعث اس کیساتھ ہونے والی جعلی ملاوٹ کا سراغ مل جاتا ہے۔لیکن اسکی مقدار اتنی قلیل اور اسکی قدر و قیمت اتنی زیادہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی خریداری کے لیے چھوٹی مالیت کے سکے بنانا ممکن نہیں، بہرحال کافی مدت تک لوگ آلہ مبادلہ استعمال کرتے رہے کیونکہ انکو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا آسان تھا۔مگر بعد میں لوگ دھاتوں کے جعلی سکے استعمال کرنے لگے جسکی وجہ سے لوگوں کو پریشانی ہوتی تو حکومت نے دھاتی ٹکڑوں کو سکوں میں ڈھالنے کا طریقہ رائج کیا۔تاکہ کھرے اور کھوٹے میں تمیز ہو سکے۔

-3 کاغذی زر:(Paper Money)

کچھ عرصہ بعد جب یہ محسوس کیا گیا کہ زیادہ رقم ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لیے بہت زیادہ سکے سنبھالے اور منتقل کرنے پڑتے ہیں تو کاغذی زر یعنی کے نوٹ جاری اور استعمال ہونے لگے۔کاغذی زر میں آلہ مبادلہ کی حیثیت سے تقریباً سبھی مطلوبہ خوبیاں موجود ہیں۔مثلاً کاغذی نوٹ وزن میں ہلکے ہیں اور آسانی سے منتقل کئے جا سکتے ہیں۔ان پر مختلف اعداد مثلاً (پانچ، دس، پچاس، سو، ہزار) چھاپ کر چھوٹی سے چھوٹی مالیت اور بڑی سے بڑی مالیت کے نوٹ تیار کئے جا سکتے ہیں۔حکومت ایک خاص قسم کا طباعتی طریقہ اختیار کر کے جعلی نوٹوں کا خاتمہ کر سکتی ہے۔

-4 زر بنک Bank Money

زر کے ارتقاء کا چوتھا مرحلہ ''زر بنک'' ہے جب آہستہ آہستہ بنک قائم ہوئے تو لوگوں نے اپنا فاضل اور بچا ہوا زر بنکوں کے پاس بطور امانت جمع کرانا شروع کر دیا۔جسے واپس نکالنے کے لیے چیک استعمال ہونے لگے۔اب ترقی یافتہ ممالک میں تقریباً نوے فیصد ادائیگی اور وصولی چیکوں کے ذریعے بھی ہوتی ہے۔

زر کی تعریف

(Difinition of Money)

پروفیسر کراوتھر:

''زر سے مراد وہ شے ہے جسے آلہ مبادلہ کی حیثیت سے عام مقبولیت حاصل ہو اور ساتھ ہی ساتھ وہ قدر کی پیمائش اور قدر رے کے ذخیرہ کا بھی انجام دے۔''

پروفیسر فشرز:

''زر سے مراد ہے ایسا مقبول عام آلہ مبادلہ جس کے ذریعہ اشیا کی قیمت ادا کی جا سکے یا قرضہ واپس دیا جا سکے''

زر کے فرائض:(Functions of Money)

زر سے مندرجہ ذیل کام لیے جاتے ہیں:

1۔ آلہ مبادلہ (Medium of Exchange)

زر کا اولین اور اہم ترین فرض یہ ہے کہ یہ آلہ مبادلہ کا کام دیتا ہے۔یعنی چیزیں خریدنے اور بیچنے کے لیے بطور ذریعہ استعمال ہوتا ہے۔اور یوں بارٹر سسٹم کی مشکلات ختم ہو گئی ہیں۔کیونکہ اب ہر شخص اپنی چیزیں زر کے عوض فروخت کر دیتا ہے اور زر کی مدد ہی سے اپنی ضرورت کی چیزیں خرید لیتا ہے آلہ مبادلہ کی حیثیت سے زر بہت فائدہ پہنچاتا ہے۔مثلاً صنعت کار اپنے کارخانوں کے لیے خام مال اور مشینیں خرید سکتے ہیں۔مزدوروں کی اجرتیں ادا کر سکتے ہیں۔

2۔ پیمانہ قدر:(Standard Measure of Value)

زر ''قدر'' کی پیمائش کے معیار کے کام آتا ہے۔جس طرح گندم کے وزن کی پیمائش باٹوں سے کی جاتی ہے کپڑے کے طول و عرض کو میٹر سے ناپا جاتا ہے اسی طرح چیزوں کی قدر و قیمت کو ''زر'' کے معیار پر ماپا جاتا ہے۔اس کی بدولت ہر آدمی اپنی اشیاء کی ''مالیت'' کا اندازہ باآسانی کر سکتا ہے۔مثلاً بارٹر سسٹم کے تحت، یہ چیز دیکھنی پڑتی ہے کہ ایک کرسی کتنے کلوگرام چاول یا کتنے میٹر کپڑے کے برابر ہے لیکن روپیہ کی مدد سے ہم ہر ایک کی الگ الگ قیمت معلوم کر سکتے ہیں۔مثلاً کرسی پانچ سو روپے کی اور کپڑا چالیس روپے میٹر۔

3۔ ذخیرہ قدر: (Store of Value)

زر ''قدر'' کو جمع کرنے یا ذخیرہ کرنے کے کام آتا ہے۔انسان کو دولت یا قدر جمع کرنے یا ذخیرہ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ وہ آئندہ ضرورت پڑنے پر استعمال کر سکتے۔یہ کام زر کرتا ہے کیونکہ کوئی اور شے مثلاً گندم یا گھی یہ کام نہیں کر سکتے۔اس کی وجہ سے یہ ہے کہ اول تو یہ تمام چیزیں دیر تک پڑی خراب ہو جاتی ہیں۔اور دوم ان کی قدر و قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔اور سوم ان کو سنبھال کر رکھنے کے لیے بڑے بڑے گودام درکار ہیں۔اس لیے قدر کے ذخیر لے کے لیے زر یعنی روپیہ سب سے اچھا کام دیتا ہے کیونکہ یہ آسانی کے ساتھ محفوظ رکھا جا

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

سکتا ہے۔

4۔ آئندہ ادائیگیوں کا معیار:(Standard of a Deferred Payments)

دورِ حاضر میں ادھار دینا اور لینا ضروری ہو گیا ہے۔ مثلاً چھوٹے دکاندار تھوک فروشوں سے ادھار مال لیتے ہیں اور کچھ مدت کے بعد رقم ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے ایسی تدبیر کرنا لازمی ہے۔ جس سے دونوں فریقوں کو ناجائز نفع یا نقصان نہ اٹھانا پڑے یہ مقصد زر کی مدد سے پورا ہو جاتا ہے، کیونکہ زر کی مقدر میں بڑی حد تک استحکام پایا جاتا ہے اس لیے کسی اور شے کی بجائے زر کی شکل میں ادھار لیا اور دیا جاتا ہے۔

5۔ انتقالِ قدر کا ذریعہ:(Means of Transferring Value)

زر کی معرفت یہ آسان ہو جاتا ہے کہ ہم اپنی منقولہ یا غیر منقولہ (جو منتقل نہ ہو سکتی ہو) جائیداد (مثلاً زمین، مکان یا دکان) کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر لیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایسی جائیداد کو فروخت کر کے پہلے روپیہ حاصل کر لیں اور پھر اس روپیہ کی مدد سے دوسری جگہ جہاں جائیداد منتقل کرنا چاہتے ہوں، ویسی ہی جائیداد خرید لیں۔

6۔ سرکاری ادائیگیوں اور وصولیوں کا ذریعہ: (Means of Government Payment and Receipts)

سرکاری ادائیگیاں اور وصولیاں بھی زر کی معرفت ہی ہوتی ہیں۔ مثلاً حکومت ٹیکس، محصول، مالیہ اور جرمانہ وغیرہ زر کی شکل میں وصول کرتی ہے۔ اور ادائیگیاں مثلاً تنخواہیں، پنشنیں، وظائف اور انعامات وغیرہ زر کی شکل میں دیتی ہے۔

7۔ حساب کی اکائی: (A Unit of Account)

زر حساب کتاب کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے کیونکہ اس کے حوالے سے رقم کی گنتی کی جاتی ہے۔ چیزوں کی قیمت بتائی جاتی ہے اور اشیاء و خدمات کا حساب کیا جاتا ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص کی ماہانہ آمد 10 ہزار روپے ہے، موٹر کار کی قیمت پانچ لاکھ روپے ہے۔ فلاں آدمی کی کل دولت دو کروڑ روپے ہے۔ گویا روپیہ کی ایک ایسی اکائی ہے جس کی شکل میں حساب کتاب کیا جاتا ہے۔

8۔ زر کے متفرق فرائض:(Miscellaneous Function)

مذکورہ فرائض کے علاوہ (بارٹر کی بجائے زر کے استعمال سے درج ذیل فرائض بھی انجام دیے جاتے ہیں)

i۔ ہر صارف اپنی تسکین حاجت (Satisfaction) کو زیادہ سے زیادہ (Maximum) کر سکتا ہے۔

ii۔ بچت اور سرمایہ کاری کا عمل سہل ہو جاتا ہے۔

iii۔ سرمایہ کی انتقال پذیری آسان ہو جانے سے تشکیل سرمایہ (Capital Formation) میں اضافہ ہوتا ہے۔

iv۔ چیزوں کا تبادلہ آسان ہو جاتا ہے جس کے باعث قومی اور بین الاقوامی سطح پر تجارت فروغ پاتی ہے۔

v۔ زر کی وجہ سے قیمتوں کی میکانیت (Price Mechanism) کا عمل آسان ہو جاتا ہے۔ اور مختلف مقاصد کے لیے پیداواری ذرائع کی تخصیص (Allocation of Resocurces) بہتر انداز سے ہو جاتی ہے۔

vi۔ معاشی نظام (Economic System) کی عملکاری (Functioning) آسان اور استوار ہو جاتی ہے۔

تاہم یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بارٹر کی بجائے زر کے استعمال کے باعث، جب حکومت زیادہ نوٹ چھاپ لیتی ہے تو افراطِ زر (Inflation) اور مہنگائی کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہو جاتا ہے۔

عمدہ زر کے اوصاف

Qualities / Essentials of Good Money

زر کا فریضہ انجام دینے کے لیے صرف وہ شے بہترین کام دے سکتی ہے جس میں مندرجہ ذیل خوبیاں پائی جاتی ہیں۔

1۔ قبولیت عامہ: (General Acceptability)

جس شے کو بطور زر استعمال کیا جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ اسے عام قبولیت حاصل ہو۔ تاکہ ہر شخص بلا جبل و حجت اس کے عوض اپنی چیزیں دینے کے لیے تیار ہو، کسی دھات کو قبولیت عامہ اس کے ذاتی وصف کے باعث حاصل ہوتی ہے جیسے سونے یا چاندی کو یا حکومت کے قانون کے باعث، جیسے کرنسی نوٹوں کو، یا اعتماد کے باعث جیسے بنکو کے اعتباری زر (Credit Money) کو۔ جس چیز کو تمام لوگ قبول کرنے کو تیار نہ ہوں وہ زر نہیں بن سکتی۔ ہمارے ہاں شے خریدتے اور بیچتے وقت کرنسی نوٹ استعمال کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ ہر شخص انہیں بڑی خوشی سے قبول کرتا ہے۔ ان کے مقابلے میں اگر کوئی شخص خریداری کے لیے نکلے اور ادائیگی کرنے کی خاطر اپنے گھر کے برتن اٹھائے جائے تو شاید اسے کوئی دکان دار بھی سودا نہ دے۔ کیونکہ برتنوں کو بطور آلہ مبادلہ قبولیت عامہ حاصل نہیں ہے۔

2۔ انتقال پذیری: (Transferring Value)

شے ایسی ہونی چاہیے جو کم "حجم" (Volume) میں زیادہ مقدار (Value) کی حامل ہو تاکہ اسے سنبھالنے اٹھائے پھرنے، منتقل کرنے اور لینے دینے میں آسانی رہے۔ اس مقصد کے لئے سونا چاندی اور کرنسی نوٹ بہترین زر بن سکتے ہیں۔ ان کے برعکس کھالیں، تیر کمان یا مویشی عمدہ زر کا کام نہیں دے سکتے۔

3۔ پائیداری: (Durability)

آلہ مبادلہ بننے والی شے کے لئے ضروری ہے کہ وہ پائیدار ہو، تاکہ وہ اپنی قدر و قیمت ہمیشہ برقرار رکھ سکے، جیسے سونا، چاندی، کرنسی نوٹ وغیرہ دودھ اور سیب یہ کام نہیں کر سکتے۔

4۔ شناخت پذیری: (Recognisability)

زر کی شے ایسی ہونی چاہیے جس کے کھرے اور کھوٹے کی پہچان ہر شخص کو آسانی سے ہو سکے۔ جیسے مختلف سکوں اور نوٹوں پر ان کی مالیت درج ہوتی ہے۔ اور جعلی سکوں اور نوٹوں کی پہچان بہ آسانی ہو جاتی ہے۔

5۔ تقسیم پذیری: (Divisability)

زر کی چیز ایسی ہونی چاہیے۔ کہ اگر تھوڑی قدر و قیمت والی اشیاء خریدنے کے لیے اسے چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کیا جائے تو اس کی مالیت میں کوئی فرق نہ آئے۔ سونے کی ایک بڑی سلاخ کو تو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اور نوٹ بھی مختلف مالیت کے ہوتے ہیں۔ مثلاً ہزار روپے کا، پانچ سو روپے کا سو روپے کا اور دس روپے کا نوٹ لیکن اگر زر کے لیے گائے یا کرسی یا ہیرے کو استعمال کیا جاتا ہو تو انہیں چھوٹے حصوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔

6۔ تشکیل پذیری: (Manufacturing / formation)

زر جس شے کا بنا ہو وہ اتنی نرم ہونی چاہیے کہ اسے سانچوں میں ڈھال کر اس کے سکے بنائے جا سکیں۔ اور حکومت اس پر کرید کر کوئی نشان ظاہر کر سکے تاکہ اصلی اور جعلی سکوں میں تمیز ہو سکے۔ چنانچہ سکوں کے علاوہ نوٹوں پر ان کی مالیت اور حکومت کی ضمانت درج ہوتی ہے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

7- مناسب مقدار: (Reasonable Quantity)

زر کے طور پر استعمال ہونے والی شے نہ تو اتنی زیادہ ہو کہ اس کی مقدار انتہائی کم ہو جائے اور معمولی معمولی خرید کے لیے اس کی بہت زیادہ مقدار اٹھانا پڑے اور نہ اس کی مقدار اتنی زیادہ ہو کہ چھوٹی خریداری کے لیے وہ استعمال نہ ہو سکے۔

8- یکسانیت: (Homogeneity)

اچھے زر کے لیے ضروری ہے کہ اس کی مختلف اکائیاں یکساں ہوں، مثلاً سونے یا چاندی کے مختلف ٹکڑے جو وزن میں برابر ہوں ہر لحاظ سے یکساں ہوں گے ایک ہی مالیت کے نوٹ بھی یکساں ہوتے ہیں لیکن کسی اور شے کی مختلف اکائیاں یکساں نہیں ہوتیں۔ مثلاً اگر غلہ بطور زر استعمال ہوتا ہو تو گندم اور چاول کی کئی کئی قسمیں ہیں۔

9- استحکام قدر: (Stability of Value)

سب سے اہم خوبی، جو زر کی شے میں موجود ہونی چاہیے وہ استحکام قدر (Stability of Value) چونکہ زر اشیاء کی قدر ماپنے کے لیے معیار کا کام دیتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ خود اس کی قدر بدلنے نہ پائے کیونکہ اس سے زبردست گڑبڑ پیدا ہو جائے گی۔

10- نقل تیار نہ ہو سکے:

یہ بھی ضروری ہے کہ نقل یا جعلی شکل (Countertertable) تیار نہ ہو سکے، ورنہ جعل ساز جعلی سکے یا نوٹ تیار کر کے حکومت اور عوام دونوں کو سخت نقصان پہنچائیں گے۔

زر کی اقسام
Kinds of Money

مختلف زاویوں سے زر کی کئی قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

1- دھاتی زر:

ایسا زر جو دھات کے بنے ہوئے سکوں پر مشتمل ہو دھاتی زر کہلاتا ہے۔ اس کی دو اقسام ہیں۔

(i) معیاری زر: (Standard Money)

اس سے مراد زر کی ایسی اکائی ہے جو ملک کے نظام زر اور سکوں (Coins) کے لیے معیار کا کام دے اس اکائی میں سونے یا چاندی کی اتنی مقدار موجود ہوتی ہے۔ جتنی مالیت اس سکے کے اوپر درج ہوتی ہے یعنی سکہ کی ظاہر مالیت (Face Value) (جو سکے اوپر درج ہوتی ہے) اس کی حقیقی مالیت (Intrinsic Value) (جو اس میں دھات کے ٹکڑے کی ہوتی ہے) کے برابر ہو اس وجہ سے اسے پوری مالیت کا سکہ (Full bodied coin) بھی کہا جاتا ہے۔

(ii) علامتی زر: (Token Money)

اس سے مراد ایسا سکہ ہے، جس کی ظاہر مالیت اس کی حقیقی مالیت سے زیادہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں ظاہر یا علامتی مالیت، جو سکے کے اوپر درج ہوتی ہے اس دھات کی مالیت سے زیادہ ہو۔ جو اس میں موجود ہوتی ہے ہمارا روپیہ اس وقت ایک علامتی سکہ ہے کیونکہ اس میں جتنا تانبا موجود ہے اس کی قیمت بمشکل پانچ پیسے کے برابر ہوگی حالانکہ اس روپے کے عوض سو پیسے حاصل ہوتے ہیں۔ روپے کے سکے کو یہ حیثیت صرف سرکاری قانون کی وجہ سے ملی ہوئی ہے۔

2- کاغذی زر: (Paper Money)

کاغذی زر سے مراد ایسے نوٹ ہیں جو حکومت یا ملک کے مرکزی بنک (Central Bank) کی طرف سے جاری کیے جاتے ہیں کاغذی نوٹ بھی علامتی زر ہے کیونکہ ویسے تو سو روپے کے نوٹ کی کاغذی حیثیت سے مالیت ایک روپے سے بھی کم ہے۔ پاکستان کے مرکزی بنک یعنی سٹیٹ بنک نے دس، بیس، پچاس، سو، پانچ سو، ہزار اور پانچ ہزار، کے نوٹ جاری کیے ہوئے ہیں۔ کاغذی کی دو قسمیں ہیں۔

(i) بدل پذیر کاغذی زر: (Convertible Paper Money)

بدل پذیر کاغذی زر سے مراد حکومت یا مرکزی بنک کے جاری شدہ وہ نوٹ ہیں جو عوام کے مطالبے پر سونے یا چاندی میں بدلے جا سکیں۔

(ii) غیر بدل پذیر کاغذی زر: (Inconvertible Paper Money)

اس سے مراد ایسے نوٹ ہیں جو حکومت جاری کرتی ہے اور جن کو معیاری سکے یا سونے یا چاندی میں بدلنے کی ذمہ داری اپنے اوپر نہیں لیتی۔ چنانچہ حکومت ان نوٹوں کے پیچھے برابر مقدار میں سونا یا چاندی محفوظ نہیں رکھتی لیکن انہیں قانون زر قرار دیتی ہے۔ جس کی وجہ سے ہر شخص پر لازم ہوتا ہے کہ وہ ان کے بدلے چیزیں دے اور لے۔ پاکستانی روپیہ کا نوٹ بدل پذیر نہیں ہے لیکن یہ قانونی زر ہے اور ہر شخص اسے قبول کرنے کا پابند ہے۔ آج کل غیر بدل پذیر کاغذی زر کا رواج ہے کیونکہ آبادی بڑھ جانے اور تجارت پھیل جانے کے باعث کاغذی کرنسی کی ضرورت بڑھ گئی ہے۔ جب کہ سونے یا چاندی کی مقدار اسی نسبت سے نہیں بڑھ سکی۔

3- زر بنک یا اعتباری زر: (Bank Money / Credit Money)

عام لوگ اور تاجر اپنی نقد رقوم کو بنکوں میں امانت کے طور پر جمع رکھتے ہیں اور جب خود ضرورت پڑتی ہے یا کسی کو ادائیگی کرنی ہوتی ہے تو وہ چیک کے ذریعے بنک سے رقوم نکلوا لیتے ہیں۔ اگر کسی کو ادائیگی کرنی ہوتی جو کہ دوسرے شہر میں ہو تو بنک سے ڈرافٹ بنا کر بھیج دیتے ہیں، یا ٹریولرز چیک یعنی سفری چیک بنوا لیتے ہیں اب چھوٹی خریداری کے لئے کریڈٹ کارڈ بھی استعمال ہونے لگے ہیں چونکہ چیک یا ڈرافٹ وغیرہ نقد نہیں ہوتے بلکہ لینے والے کو یہ اعتبار ہوتا ہے کہ ان کے بدلے میں نقد رقم مل جائے گی۔ اس لئے انہیں اعتباری زر کہا جاتا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک خصوصاً امریکہ میں نوے فیصد وصولیاں اور ادائیگیاں چیکوں سے ہی کی جاتی ہیں۔ چنانچہ بنکوں کے جاری کردہ آلات مبادلہ کو اعتباری شخص جب چاہے بنک میں جمع کرائی ہوئی اپنی رقم نکلوا سکتا ہے۔ لہٰذا بنک "میں آپ کا مقروض ہوں" سمجھتا ہے۔ جس کو IOU کہا جاتا ہے۔

4- قریبی زر: (Near Money)

اس سے مراد زر کی وہ شکل ہے جو سیال یا نقد صورت میں نہ ہو، اور اسے خرید و فروخت کے سلسلے میں فوری طور پر استعمال نہ کیا جا سکتا ہو۔ البتہ اسے ایک مخصوص مدت کے بعد نقد زر میں بدلا جا سکتا ہو مثلاً میعادی امانتیں، سرکاری، کفالتیں اور کمپنیوں کے حصص وغیرہ۔ ان چیزوں کو زر اس لئے نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ روزمرہ خرید و فروخت میں کام نہیں آتیں تاہم ضرورت پڑنے پر انہیں نقد زر کی شکل دی جا سکتی ہے۔ گویا یہ زر نہیں قریب زر ہے اس کی تعریف یوں کی جاتی ہے۔

"قریب زر سے مراد وہ تمام سرکاری بانڈ ہیں، جنہیں کوئی شخص نقد رقم کی واپسی کے لئے پیش کرتا ہے یا کھلے بازار میں "نقد رقم حاصل کرنے کے لئے فروخت کر سکتا ہے"۔

5- قانونی زر Legal Tender Money

اس سے مراد زر ہے جو کسی شے کی قیمت یا قرضہ کی ادائیگی کے لئے دیا جاتا ہے۔ اور ملک کے قانون کی رو سے اسے قبول کرنا پڑتا ہے

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

پاکستان کے سکے اور نوٹ سب قانونی زر ہیں اس کی دو اقسام ہیں۔

i۔ محدود قانونی زر Limited Legal Tender: اس سے مراد وہ زر ہے جو کسی شے کی قیمت کی ادائیگی کے لئے از روئے قانون ایک خاص حد تک دیا جاتا ہے اس سے زیادہ مقدار میں وہ سکہ قبول کرنے پر کس کو مجبور نہیں کرسکتا۔ مثال کے طور پر اگر آپ نے کسی کو ایک ہزار روپے دینا ہو تو آپ اس کو ساری رقم چھوٹے سکوں پر مجبور نہیں کرسکتے کیونکہ ایسے چھوٹے سکے قانون کی رو سے ایک خاص حد تک ہی دیئے جاسکتے ہیں۔

ii۔ غیر قانونی محدود قانونی زر Un-Limited Legal Tender: اس سے مراد وہ زر ہے جو کسی کی قیمت کی ادائیگی اور قبولیت میں کسی قسم کی حد مقرر نہیں ہوتی۔ یعنی وصول کرنے والے کو انکار نہیں کرسکتا۔ سو پاکستانی روپے کے نوٹ غیر محدود قانونی زر ہے یعنی جتنی مقدار میں آپ دینا چائیں لینے والے قبول کرنا ہی پڑے گا۔

6۔ حسابی زر: (Money of Account)

اس سے مراد زر کی وہ اکائی ہے جس کے حوالے سے رقم کی گنتی کی جاتی ہے یا چیزوں کی قیمت بتائی جاتی ہے اور اشیاء و خدمات کی مالیت کا حساب کیا جاتا ہے۔ مثلاً پاکستان کا حسابی زر روپیہ ہے۔ کیونکہ تمام لوگ اپنی رقم روپیوں کی شکل میں گنتے ہیں خواہ کسی کے پاس سینکڑوں روپے ہوں یا لاکھوں یا کروڑوں۔ اس طرح تمام چیزوں کی قیمت بھی روپے میں بتائی جاتی ہے۔ مثلاً کپڑا چالیس روپے میٹر گھی اسی روپے کلو موٹر کار پانچ لاکھ روپے فی عدد وغیرہ۔ ہر ملک کا اپنا اپنا حسابی زر ہوتا ہے۔ جیسے امریکہ کا ڈالر، انگلستان کا پونڈ، جاپان کا ین، جرمنی کا مارک، سعودی عرب کا ریاں اور کویت کا دینار وغیرہ۔

7۔ کریڈٹ کارڈ: (Credit Card)

آج کل بنک اپنے گاہکوں اور امانت داروں کو نقدی کی بجائے کریڈٹ کارڈ کی شکل میں بھی قرضہ دیتے ہیں۔ اس پر کارڈ ہولڈر کا نام اور دیگر کوائف کی نقاشی کی ہوتی ہے اس سلسلہ میں بنک پہلے یہ اطمنان کر لیتے ہیں کہ کریڈٹ کارد لینے والے کی مالی حیثیت قابل اعتماد ہے یہ کارڈ شناختی کاوڈ کے سائز کا ہوتا ہے۔ اور پلاسٹک کا بنا ہوتا ہے اس لئے اسے پلاسٹک زر بھی کہا جاتا ہے۔

کاغذی زر کے فائدے

Merits of Paper Money

موجودہ دور میں تقریباً تمام ملکوں میں کاغذی زر ہی استعمال ہونے لگا ہے جو حکومت یا مرکزی بنک کے جاری کردہ نوٹوں پر مشتمل ہے یہ نوٹوں پر مشتمل ہے یہ نوٹ سونے یا چاندی میں تبدیل نہیں ہوسکتے یعنی حکومت نے انہیں نمبر بدل پذیر کاغذی زر قرار دے رکھتا ہے۔ تاہم یہ زر کا کام بہترین انداز سے سرانجام دے رہے ہیں۔ کیونکہ لوگ انہیں بلا حیل وحجت قبول کرسکتے ہیں۔ کاغذی زر کے یہ فائدے ہیں۔

1۔ قیمتی دھاتوں کی بچت:(Saving of procious metal)

کاغذی زر کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے قیمتی دھاتوں کی بچت ہوتی ہے۔ کیونکہ سونے یا چاندی کے سکے بنانے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔

2۔ وافر مقدار: (Abundaut)

موجودہ دور میں آبادی بڑھ جانے کے باعث اور صفت وتجارت کی ترقی کے لئے زر کی بہت زیادہ مقدار مطلوب ہے تا کہ لین دین وسیع پیانے پر ہوسکے لیکن اتنی مقدار میں قیمتی دھاتیں میسر نہیں آسکتی لہذا کاغذی زر نے دھات کی کمی کو پورا کردیا ہے اگر کاغذی زر کا رواج نہ

ہوتا تو ہمیں ضرورت بھر سکے دستیاب نہین ہوسکتے تھے۔ کیونکہ معاشی ترقی کے ساتھ ساتھ کرنسی کی ضرورت بڑھتی جاتی ہے اور یہ ضرورت صرف نوٹ ہی پوری کرسکتا ہے۔

3۔ آسان انتقال: (Easily Transfer)

کاغذی زر کے باعث دولت کو آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اب زیادہ مقدار میں بوجھیل سکے اٹھانے کی بجائے تھوڑے سے نوٹوں کو اٹھانا کافی آسان ہوتا ہے مثلاً پانچ سو روپے اٹھانے کے لئے ایک چھوٹا سا نوٹ کافی ہے حالانکہ سکوں کی شکل میں اتنی رقم اٹھانا کافی دشوار ہے۔

4۔ حکومت کو فائدہ: (Advantage to Govt.)

کاغذی زر سے حکومت کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ خصوصاً ہنگامی حالات جنگ کے زمانے میں یا سرکاری آمدنی کی قلت کے دور میں کیونکہ حکومت نوٹ چھاپ کر اپنی ضرورت پوری کر لیتی ہے۔

5- سکہ سازی کی بچت:(Saving in Coinage)

دھاتوں کو سکوں میں ڈھالنے پر حکومت کے کافی اخراجات آتے ہیں لیکن کاغذی زر کے باعث ان اخراجات کی بچت ہوگی ہے۔ کیونکہ سکے بنانے پر لاگت زیادہ آتی ہے جبکہ نوٹ چھاپنے کا خرچ کم ہے۔

کاغذی زر کے نقصانات

Demerits of Paper Money

اگرچہ کاغذی زر کے رواج میں انسان کو بہت فائدہ پہنچا ہے لیکن یہ نظام خامیوں سے پاک نہیں ذیل میں ہم اس کے نقصانات بیان کرتے ہیں۔

1۔ غیر مستحکم قدر: (Instable Value)

دھاتی زر کی نسبت کاغذی زر کی قدر زیادہ بدلتی رہتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قیمتی دھات کی مقدار میں غیر معمولی کمی یا زیادتی نہیں ہوتی۔ لہٰذا ان کی قدر طویل عرصلہ تک یکساں رہتی ہے لیکن کاغذی زر کی مقدار کو بڑھانا بہت ہی آسان ہے کیونکہ حکومت جب چاہے نوٹ چھاپ سکتی ہے اور اس کی رسد میں اضافہ کرسکتی اس لئے اسکی قدر ہمیشہ یکساں نہیں رہتی۔

2۔ افراط زر کا اندیشہ: (Danger of Inflamation)

بعض اوقات حکومت اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے نوٹوں کی مقدار میں اضافہ کر لیتی ہے یا بنکوں سے قرضہ لیتی ہے اس کے باعث افراط زر کا مسئلہ پیدا ہوجاتا ہے۔ قیمتیں چڑھ جاتی ہیں۔ چیزیں مہنگی ہوجاتی ہیں لوگوں کے اخراجات بڑھ جاتے ہیں اور غریب طبقہ پر بوجھ پڑجاتا ہے۔

3۔ غیر ملکی ادائیگیوں میں دشواری: (Difficulty in international payments)

کاغذی زر کی وجہ سے بیرونی تجارت کے سلسلہ میں غیر ملکی ادائیگیوں میں بڑی دشواری پیش آتی ہے۔ جب تمام ممالک سونے کو معیار زر کے طور پر استعمال کرتے تھے تو ادائیگی اور وصولی بڑی آسانی سے ہوجاتی تھی لیکن جب سے کاغذی زر کا رواج ہوا ہے غیر ملکی لین دین میں وقت پیدا ہوگئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ملک کے نوٹ دوسرے ملکوں میں نہیں چلتے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

زر کی رسد اور طلب

Supply of And Demand For Money

جس طرح مختلف اشیاء کی قدر و قیمت ان کی اپنی اپنی رسد اور طلب کے باہمی توازن سے طے ہوتی ہے اس طرح زر کی قدر کا تعین بھی زر کی رسد اور طلب کے توازن سے طے ہوتی ہے اس طرح زر کی قدر کا تعین بھی زر کی رسد اور طلب کے توازن سے ہوتا ہے۔ چنانچہ زر کی قدر کے تعین کا مسئلہ سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ زر کی رسد اور طلب کا مفہوم سمجھ لیا جائے۔

زر کی رسد کے اجزاء: (Elements of money)

ہر ملک کے زر مندرجہ ذیل چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

1۔ سکے: سکے مثلاً پاکستان میں حکومت ایک روپے دو روپے اور پانچ روپے کے سکے جاری کرتی ہے جو چھوٹی خریداری کیلئے ہوتے ہیں۔

2۔ کرنسی نوٹ: مثلاً دس، پچاس، سو، پانچ سو، ہزار اور پانچ ہزار کے نوٹ پاکستان کا مرکزی بنک جاری کرتا ہے۔ یہ سب نوٹ خرید و فروخت میں کام آتے ہیں۔

3۔ اعتباری زر کے آلات: مثلاً بنکوں میں امانتوں کی شکل میں رکھا ہو لوگوں کا روپیہ جسے وہ چیکوں وغیرہ کے ذریعے واپس اور وصولی کرتے ہیں اگرچہ زر مذکورہ بالا تمام شکلوں میں پایا جاتا ہے۔ لیکن آج کل زر کی اہم ترین شکل سکے اور کرنسی نوٹ نہیں بلکہ بنک کریڈٹ ہے۔ یعنی ایسے بقایا جات جو لوگ بنکوں میں اپنی امانیوں اور کھاتوں کی شکل میں رکھتے ہیں۔

زر کی رسد کا مفہوم

زر کی رسد سے مراد زر کی وہ کل مقدار ہے جو لوگوں کی تحویل و ملکیت میں ہو کیونکہ جب تک زر کسی نہ کسی کے قبضہ میں نہ ہو اس کا وجود ہی نہیں ہو سکتا بالفاظ دیگر کسی خاص وقت زر کی رسد سے مراد ہے کہ زر کی ان تمام مقداروں کا مجموعہ ہے۔ جو لوگوں کے پاس رکھی ہوں۔ یوں کہہ لیجئے کہ زر کی رسد سے مراد ہے ''زر کا کل ذخیرہ'' اس لحاظ سے زر کی رسد میں اضافہ کا مطلب یہ نہیں کہ زر کی فروخت میں اضافہ ہو گیا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب ہے زر کے ذخیرہ میں اضافہ''

تعریف:

زر کی رسد سے مراد زر کی کل مقدار ہے جو لوگوں کے پاس ہو۔

The Supply of money is the total amount of money which is held by people.

زر کی رسد کے ذرائع

(Sources of Money Supply)

پیچھے بیان کیا گیا ہے کہ زر کی رسد کا ایک اہم حصہ بینک کریڈٹ پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور یہ ان امانتوں سے پیدا ہوتا ہے جو لوگ، بینکوں میں جمع کرواتے ہیں اور یہ امانتیں لوگوں کی بچتوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ لہٰذا بچتیں بالواسطہ طور پر زر کی رسد کا اہم حصہ ہوتی ہیں ذیل میں ہم بچتوں کی قسمیں بیان کرتے ہیں۔

1۔ انفرادی بچتیں: (Individual Savimg)

ان سے مراد وہ رقم ہے جو عام لوگ اپنی آمدنی سے روزمرہ ضروریات پوری کرنے کے بعد پس انداز کرتے ہیں جس کی آمدنی سے روز

مرہ ضروریات پوری کرنے کے بعد پس انداز کرتے ہیں۔ جس کی آمدنی اس کے خرچ سے بہت زیادہ ہو وہ زیادہ رقم بچا لیتا ہے۔ اور جس کی آمدنی اس کی ضروریات سے معمولی سے زیادہ ہو وہ کم رقم بچایا ہے۔ اگر عام مہنگائی کے باعث لوگوں کے اخراجات بڑھ جائیں تو بچتیں کم ہو جاتی ہیں اس کے برعکس ارزانی کے دور میں بچتیں بڑھ جاتی ہیں اپنی بچائی رقم لوگ عموماً بینکوں میں محفوظ کرتے ہیں۔ اور اس مقصد کے لئے Saving Account کھول لیتے ہیں۔ انفرادی بچتوں کا دارومدار دو باتوں پر ہے۔ روپیہ بچانے کی قوت اور روپیہ بچانے کا ارادہ۔

2۔ کاروباری بچتیں: (Business Savings)

مختلف کاروباری ادارے اپنی سالانہ آمدنی ساری کی ساری اپنے حصہ داروں میں تقسیم نہیں کر دیتے بلکہ اس کا کچھ حصہ محفوظ کر لیتے ہیں۔ تاکہ ضرورت پڑنے پر صنعت و تجارت میں لگا دیتے ہیں انہیں کاروباری بچتیں یا مشترکہ اداروں کی بچتیں کہا جاتا ہے۔ اور یہ بچتیں بھی بینکوں میں جمع رہتی ہیں جن کے باعث Bank Credit میں اضافہ ہوتا ہے۔

3۔ سرکاری بچتیں: (Public Savings)

ان سے مراد وہ بچتیں ہیں جو حکومت کی سالانہ آمدنی اور سرکاری خرچ کے درمیانی فرق سے پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً حکومت ٹیکسوں کی معرفت آمدنی حاصل کرتی ہے۔ اور دفاع، تعلیم، صحت وغیرہ کے محکموں پر خرچ کرتی ہے جب حکومت کا بجٹ فاضل ہوتا ہے یعنی اس کی آمدنی اس کے خرچ سے زیادہ ہوتی ہے تو اس رقم کو سرکاری بچت تصور کیا جاتا ہے۔ سرکاری بچتیں مندرجہ ذیل شکلوں میں پیدا ہوتی ہیں۔

i۔ ٹیکس عائد کر کے: حکومت اپنے شہریوں پر مختلف قسم کے ٹیکس نافذ کرتی ہے مثلاً انکم ٹیکس، ایکسائز ٹیکس، سیلز ٹیکس اور کسٹم ڈیوٹی وغیرہ۔

ii۔ قرضے لے کر: بعض اوقات حکومت عوام یا بینکوں سے قرضہ لے کر اسے اپنی بچتوں کی شکل دے لیتی ہے قرضوں کی معرفت سرکاری بچتیں پیدا کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ لوگوں پر ٹیکس کا بوجھ نہیں پڑتا اور نہ افراطِ زر یعنی مہنگائی کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔

iii۔ تمویل خسارہ کی معرفت: بعض اوقات لوگوں پر مزید ٹیکس لگانے یا ان سے قرجہ لینے کی گنجائش نہیں ہوتی تو ایسی صورت میں حکومت نئے نوٹ چھاپ لیتی ہے اور اپنی بچتوں میں اضافہ کر کے حسب ضرورت خرچ کر لیتی ہے اسے ''خسارے کی سرمایہ کاری'' بھی کہا جاتا ہے۔

4۔ بنک کریڈٹ: (Bank Credit)

بنک کریڈٹ سے مراد ایسے بقایا جات جو لوگ بینکوں میں اپنی امانتوں کو کھاتوں کی شکل رکھتے ہیں۔ اگرچہ زر کے طور پر استعمال میں سکے اور نوٹ بھی آتے ہیں لیکن عہد حاضر میں (بنک کریڈٹ) کی مقدار سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ زر کی رسد کا تجزیہ کرتے وقت سکوں اور نوٹوں کی بجائے بنک امانتوں پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔ کیونکہ ان بنک امانتوں میں کمی بیشی سے یہی زر کی رسد میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ اگر بنک امانتوں کی مقدار بڑھ جائے تو ''زر بنک'' کی رسد زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور اگر بنک امانتوں کی مقدار گر جائے تو ''زر بنک'' کی رسد کم ہو جاتی ہے۔ گویا ''زر'' کی رسد سے مراد ہے ملک کے تمام افراد کی (بنک کی امانتوں کا مجموعہ) زر کی رسد کے اس اہم ذریعہ (یعنی بنک کریڈٹ) پر بحث کرتے ہوئے یہ جاننا ضروری ہے کہ کسی ملک میں بنک امانتوں کا حجم کس طرح زیادہ یا کم ہوتا ہے۔

مقدار زر کا تعین

(Determination of Quantity of Money)

غرض زر کی رسد سے مراد ہے زر کی مجموعی مقدار، کرنسی مع بینکوں کے پاس معیادی اور غیر معیادی امانتیں۔ زر کی رسد میں اضافہ یا کمی کرنا نہ تو فقط مرکزی بنک کے اختیار میں ہے اور نہ صرف تجارتی بینکوں کے اختیار میں۔ بلکہ زر کی رسد بڑھانے اور گھٹانے میں دونوں کی پالیسی اثر انداز ہوتی ہے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

زر کی طلب یا ترجیح نقدیت

(Demand for money or dreference for liquidity)

"زر کی طلب سے مراد زر کی وہ مقدار ہے جو لوگ نقد شکل میں اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں"

1۔ روزمرہ ضروریات کے لئے (محرک خرید وفروخت): (Transaction motive)

روزمرہ زندگی میں صبح وشام ہم اپنی ضرورت کی اشیاء خریدتے رہتے ہیں اس لئے ہم اپنے پاس نقد روپیہ رکھتے ہیں: آٹا، دال پنیری، گھی، گوشت، دودھ اور انڈے خریدنے کیلئے ہر شخص کو نقد روپے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں آمدنی عموماً خاص خاص وقفوں کے بعد حاصل ہوتی ہے لیکن اخراجات ہر روز پیش آتے ہیں اس غرض کے لئے نقد روپیہ رکھنے کی ضرورت دوزادیوں سے دیکھی جاسکتی ہے۔

(الف) محرک آمدنی: (Income motive)

عام آدمی اپنے پاس کتنی رقم نقد شکل میں رکھتا ہے؟ اس کا دارومدار دو باتوں پر ہے۔ پہلی یہ کہ اس کی آمدنی کتنی ہے اور دوسری یہ کہ آمدنی کتنے وقفے کے بعد حاصل ہوتی ہے وضاحت کے لئے آپ فرض کریں کہ ایک شخص کو ہر ماہ آٹھ ہزار روپے تنخواہ ملتی ہے اور دوسرے کو ہر ہفتے دو ہزار روپے۔ گویا دونوں کی تنخواہ یکساں ہے لیکن وصولی کا وقفہ مختلف ہے یہ بھی فرض کریں کہ دونوں اپنی اپنی ساری آمدنی خرچ کر لیتے ہیں۔

(ب) محرک کاروبار: (Business motiue)

کاروباری آجروں کو بھی نقد زر رکھنے کی ضرورت پڑتی ہے، تاکہ وہ خام مال خرید سکیں۔ کاروباری لوگ کتنی رقم نقد شکل میں رکھیں گے؟ اس کا دارومدار فرم کی بکری (Sale) اور ایک خاص عرصہ میں رقم کے لین دین (Tune Over) کی مقدار پر ہے: یہ جتنی زیادہ ہوگی، اتنا زیادہ نقد زر درکار ہوگا تاکہ روزمرہ کے اخراجات بآسانی پورے کئے جاسکیں، یوں کہہ لیجئے کہ جب عام صارفین اور آجرین، اپنی روزمرہ ضرورت کے لئے نقد شکل میں زر رکھنا چاہتے ہیں تو وہ گویا زر سے آلہ مبادلہ کا کام لیتے ہیں۔

2۔ غیر متوقع ضروریات کے لئے (محرک پیش بندی): (Future needs)

لوگ اپنے پاس غیر متوقع یا احتمالی ضرورتوں کے لئے بھی نقد روپیہ رکھتے ہیں، مثلاً ہوسکتا ہے کہ گھر میں کوئی بیمار پڑ جائے یا ناشگوار حادثہ ہو جائے۔ روزگار بند، ہو جائے یا کوئی اچانک ضرورت پیش آجائے تو اسے بآسانی پورا کیا جاسکے کاروباری ادارے اور فرمیں بھی مستقبل میں غیر یقینی حالات کے پیشِ نظر اس سے نقد رقم رکھنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ مثلاً ہوسکتا ہے کہ جن لوگوں کو ادھار مال دے رکھا ہو ان سے وقت مقررہ پر نقد رقم وصول نہ ہو، جب کہ دوسری طرف فرم کے قرض خواہ اپنی رقم کا فوری مطالبہ کر دیں۔ تو ایسی صورتِ حال سے نمٹنے کے لئے نقد رقم رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ احتیاطی ضروریات کے لئے ایک آدمی کتنی رقم نقد شکل میں رکھے گا؟ اس کا دارومدار باتوں پر ہے: اول اس کی نفسیاتی کیفیت کیا ہے۔ اور دوم اقتصادی اور معاشرتی حالات کس قسم کے ہیں مطلب وہ بہت حساس اور جلد اکتا جانے والا آدمی ہے تو اپنے پاس نسبتاً زیادہ رکھے گا ورنہ کم۔ اگر حالات خوش حالی کا رُخ اختیار کر رہے ہوں تو وہ خوش امید ہوگا۔

ایسی ضروریات کے لئے جو رقم نقد شکل میں رکھی جاتی ہے۔ وہ گویا ذخیرہ قدر کا کام دیتی ہے۔

3۔ تخمینی ضروریات کے لئے: (Speculative demand for money)

نقد کی شکل میں رقم رکھنے کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ بعض تاجر سٹہ بازی یا تخمیم کا کاروبار کر سکیں یعنی اگر تخمینا لگایا جائے کہ آئندہ کسی شے کی قیمت چڑھ جائے گی تو اسے ابھی سے خرید لینا تاکہ جب قیمت بڑھ جائے تو فروخت کر کے منافع کمایا جائے۔ مثلاً شرح سود میں اتار چڑھاؤ کے باعث مختلف کمپنیوں کے حس اور بانڈز یعنی تمسکات کی قیمتوں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ لہٰذا سٹہ باز منافع کمانے کی خاطر بانڈز خرید

لیتے ہیں۔ جب ان کی قیمت کم ہو تو اسے فروخت کر دیتے ہیں۔ اگر کچھ کچھ مدت کے لئے دولت اپنے پاس رکھنا چاہیں تو ان کے پاس یہ سوال ہوتا ہے کہ آیا کہ وہ دولت نقد کی شکل میں رکھیں یا بانڈز کی شکل میں۔ جسے وہ موزوں وقت پر سٹہ بازی کے لئے استعمال کر سکیں۔

غرض مذکورہ بالا محرکات ملک میں، زر کی طلب کا تعین کرتے ہیں۔ البتہ زر کی طلب پر پہلی اور دوسری قسم کی ضروریات زیادہ اثر انداز نہیں ہوتیں۔ کیونکہ لوگوں کی روزمرہ زندگی کی ضروریات تقریباً ایک ہی سطح پر برقرار رہتی ہیں۔ اس لئے ان مقاصد کی خاطر وہ تقریباً معینہ رقم نقد شکل میں رکھتے ہیں البتہ تخمینی مقاصد کے لئے جو زر طلب کیا جاتا وہ کم یا زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ کیونکہ شرح سود کے گرنے سے تخمینی ضروریات کے لئے زر کی طلب زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور شرح سود چڑھنے سے زر کی طلب کم ہو جاتی ہے۔

زر کی طلب کو ترجیح نقدیت بھی کہا جاتا ہے یعنی زر کی کفالتوں کی شکل میں رکھنے کے بجائے نقد شکل میں رکھنے کو ترجیح دینا۔

گردش زر کی رفتار

(Velocity of money)

گردش زر کی رفتار سے مراد ہے کہ زر کی ایک اکائی ایک سال میں کتنی مرتبہ اشیاء خریدنے کے کام آتی ہے ہم جانتے ہیں کہ ایک نوٹ یا سکہ کئی مرتبہ چیزیں خریدنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً آپ ایک روپیہ کی روٹی خریدتے ہیں۔ نانبائی اسی روپے سے دودھ خریدتا ہے، دودھ فروش اسی روپے سے چینی خریدتا ہے، علیٰ ہذا القیاس ایک روپیہ ایک آدمی سے دوسرے آدمی کے پاس، دوسرے سے تیسرے کے پاس اور تیسرے سے کسی اور اس کے پاس منتقل ہوتا رہتا ہے۔ اور وہ ایک سال میں روپیہ کی بجائے کتنی روپوں کا کام کرجاتا ہے، مثلاً ایک روپیہ سال بھر اگر پانچ مرتبہ اشیاء خریدنے کے کام آتے تو گویا اس نے پانچ روپوں کا کام کیا۔ اس لحاظ زر کی گردش کی رفتار پانچ ہے، اگر ایک روپیہ سال بھر میں چیزیں خریدنے کے لئے دس مرتبہ کام آتے تو گردش کی رفتار دس ہوگی۔ زر کی رفتار گردش کی تعریف (Definition) یوں کی جاتی ہے۔

پروفیسر سیمولسن اس کی تعریف یوں کرتے ہیں:

" The rate at which the stock of money is turning over each year is called the velocity of circulation of money." (PAS)

رفتار گردش کو پروفیسر ارونگ فشر نے ایک مساوات میں یوں پیش کیا ہے:

$$V_t = \frac{P \times T}{M} \quad \text{یا} \quad MV \equiv PT \quad \text{(بائیں طرف سے پڑھیں)}$$

$$\text{زر کی رفتار گردش} = \frac{\text{قیمت} \times \text{اشیاء کی مقدار}}{\text{زر کی مقدار}}$$

جبکہ

V = Velociy of Money (زر کی رفتار گردش)

P = Price (قیمتوں کا معیار)

T = Transactions (اشیاء وخدمات کی مقدار)

M = Quantity of Money (زر کی مقدار)

$P \times T$ = مجموعی قومی پیداوار

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

زر کی طلب یا ترجیح نقدیت

(Demand for money or dreference for liquidity)

"زر کی طلب سے مراد زر کی وہ مقدار ہے جو لوگ نقد شکل میں اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں"

1۔ روزمرہ ضروریات کے لئے (محرک خرید وفروخت): (Transaction motive)

روزمرہ زندگی میں صبح وشام ہم اپنی ضرورت کی اشیاء خریدتے رہتے ہیں اس لئے ہم اپنے پاس نقد روپیہ رکھتے ہیں: آٹا، دال پنیری، گھی، گوشت، دودھ اور انڈے خریدنے کیلئے ہر شخص کو نقد روپے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں آمدنی عموماً خاص خاص وقفوں کے بعد حاصل ہوتی ہے لیکن اخراجات ہر روز پیش آتے ہیں اس غرض کے لئے نقد روپیہ رکھنے کی ضرورت دو زاویوں سے دیکھی جاسکتی ہے۔

(الف) محرک آمدنی: (Income motive)

عام آدمی اپنے پاس کتنی رقم نقد شکل میں رکھتا ہے؟ اس کا دارومدار دو باتوں پر ہے۔ پہلی یہ کہ اس کی آمدنی کتنی ہے اور دوسری یہ کہ آمدنی کتنے وقفے کے بعد حاصل ہوتی ہے وضاحت کے لئے آپ فرض کریں کہ ایک شخص کو ہر ماہ آٹھ ہزار روپے تنخواہ ملتی ہے اور دوسرے کو ہر ہفتے دو ہزار روپے۔ گویا دونوں کی تنخواہ یکساں ہے لیکن وصولی کا وقفہ مختلف ہے یہ بھی فرض کریں کہ دونوں اپنی اپنی ساری آمدنی خرچ کر لیتے ہیں۔

(ب) محرک کاروبار: (Business motiue)

کاروباری آجروں کو بھی نقد زر رکھنے کی ضرورت پڑتی ہے، تاکہ وہ خام مال خرید سکیں۔ کاروباری لوگ کتنی رقم نقد شکل میں رکھیں گے؟ اس کا دارومدار فرم کی بکری (Sale) اور ایک خاص عرصہ میں رقم کے لین دین (Tune Over) کی مقدار پر ہے: یہ جتنی زیادہ ہوگی، اتنا زیادہ نقد زر درکار ہوگا تاکہ روزمرہ کے اخراجات بآسانی پورے کئے جاسکیں، یوں کہہ لیجئے کہ جب عام صارفین اور آجرین، اپنی روزمرہ ضرورت کے لئے نقد شکل میں زر رکھنا چاہتے ہیں تو وہ گویا زر سے آلہ مبادلہ کا کام لیتے ہیں۔

2۔ غیر متوقع ضروریات کے لئے (محرک پیش بندی): (Future needs)

لوگ اپنے پاس غیر متوقع یا احتمالی ضرورتوں کے لئے بھی نقد روپیہ رکھتے ہیں، مثلاً ہوسکتا ہے کہ گھر میں کوئی بیمار پڑ جائے یا ناخوشگوار حادثہ ہو جائے۔ روزگار بند، ہو جائے یا کوئی اچانک ضرورت پیش آجائے تو اسے بآسانی پورا کیا جاسکے کاروباری ادارے اور فرمیں بھی مستقبل میں غیر یقینی حالات کے پیشِ نظر اس سے نقد رقم رکھنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ مثلاً ہوسکتا ہے کہ جن لوگوں کو ادھار مال دے رکھا ہو ان سے وقت مقررہ پر نقد رقم وصول نہ ہو، جب کہ دوسری طرف فرم کے قرض خواہ اپنی رقم کا فوری مطالبہ کر دیں۔ تو ایسی صورتِ حال سے نمٹنے کے لئے نقد رقم رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ احتمالی ضروریات کے لئے ایک آدمی کتنی رقم نقد شکل میں رکھے گا؟ اس کا دارومدار باتوں پر ہے: اول اس کی نفسیاتی کیفیت کیا ہے۔ اور دوم اقتصادی اور معاشرتی حالات کس قسم کے ہیں مطلب وہ بہت حساس اور جلد اکتا جانے والا آدمی ہے تو اپنے پاس نسبتاً زیادہ رکھے گا ورنہ کم۔ اگر حالات خوش حالی کا رُخ اختیار کر رہے ہوں تو وہ خوش امید ہوگا۔

ایسی ضروریات کے لئے جو رقم نقد شکل میں رکھی جاتی ہے۔ وہ گویا ذخیرہ قدر کا کام دیتی ہے۔

3۔ تخمینی ضروریات کے لئے: (Speculative demand for money)

نقد کی شکل میں رقم رکھنے کی ایک وجہ یہ ہوتی ہے کہ بعض تاجر سٹہ بازی یا تخمیم کا کاروبار کر سکیں یعنی اگر تخمینا لگایا جائے کہ آئندہ کسی شے کی قیمت چڑھ جائے گی تو اسے ابھی سے خرید لینا تاکہ جب قیمت بڑھ جائے تو فروخت کر کے منافع کمایا جائے۔ مثلاً شرح سود میں اتار چڑھاؤ کے باعث مختلف کمپنیوں کے حص اور بانڈز یعنی تمسکات کی قیمتوں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ لہٰذا سٹہ باز منافع کمانے کی خاطر بانڈز خرید لیتے ہیں۔ جب ان کی قیمت کم ہو تو اسے فروخت کر دیتے ہیں۔ اگر کچھ کچھ مدت کے لئے دولت اپنے پاس رکھنا چاہیں تو ان کے پاس یہ سوال ہوتا ہے کہ آیا کہ وہ دولت نقد کی شکل میں رکھیں یا بانڈز کی شکل میں۔ جسے وہ موزوں وقت پر سٹہ بازی کے لئے استعمال کر سکیں۔

غرض مذکورہ بالا محرکات ملک میں، زر کی طلب کا تعین کرتے ہیں۔ البتہ زر کی طلب پر پہلی اور دوسری قسم کی ضروریات زیادہ اثر انداز نہیں ہوتیں۔ کیونکہ لوگوں کی روزمرہ زندگی کی ضروریات تقریباً ایک ہی سطح پر برقرار رہتی ہیں۔ اس لئے ان مقاصد کی خاطر وہ تقریباً معینہ رقم نقد شکل میں رکھتے ہیں البتہ تخمینی مقاصد کے لئے جو زر طلب کیا جاتا وہ کم یا زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ کیونکہ شرح سود کے گرنے سے تخمینی ضروریات کے لئے زر کی طلب زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور شرح سود چڑھنے سے زر کی طلب کم ہو جاتی ہے۔

زر کی طلب کو ترجیح نقدیت بھی کہا جاتا ہے یعنی زر کی کفالتوں کی شکل میں رکھنے کے بجائے نقد شکل میں رکھنے کو ترجیح دینا۔

گردش زر کی رفتار

(Velocity of money)

گردش زر کی رفتار سے مراد ہے کہ زر کی ایک اکائی ایک سال میں کتنی مرتبہ اشیاء خریدنے کے کام آتی ہے ہم جانتے ہیں کہ ایک نوٹ یا سکہ کئی مرتبہ چیزیں خریدنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً آپ ایک روپیہ کی روٹی خریدتے ہیں۔ نانبائی اسی روپے سے دودھ خریدتا ہے، دودھ فروش اسی روپے سے چینی خریدتا ہے، علیٰ ہذا القیاس ایک روپیہ ایک آدمی سے دوسرے آدمی کے پاس، دوسرے سے تیسرے کے پاس اور تیسرے سے کسی اور اس کے پاس منتقل ہوتا رہتا ہے۔ اور وہ ایک سال میں روپیہ کی بجائے کتنی رویوں کا کام کر جاتا ہے، مثلاً ایک روپیہ سال بھر اگر پانچ مرتبہ اشیاء خریدنے کے کام آتے تو گویا اس نے پانچ روپوں کا کام کیا۔ اس لحاظ زر کی گردش کی رفتار پانچ ہے، اگر ایک روپیہ سال بھر میں چیزیں خریدنے کے لئے دس مرتبہ کام آتے تو گردش کی رفتار دس ہوگی۔ زر کی رفتار گردش کی تعریف (Definition) یوں کی جاتی ہے۔

پروفیسر سیمولسن اس کی تعریف یوں کرتے ہیں:

" The rate at which the stock of money is turning over each year is called the velocity of circulation of money." (PAS)

رفتار گردش کو پروفیسر اروِنگ فشر نے ایک مساوات میں یوں پیش کیا ہے:

$$V_1 = \frac{P \times T}{M} \quad \text{یا} \quad MV \equiv PT$$ (بائیں طرف سے پڑھیں)

$$\text{زر کی رفتار گردش} = \frac{\text{قیمت} \times \text{اشیاء کی مقدار}}{\text{زر کی مقدار}}$$

جبکہ

V = Velociy of Money (زر کی رفتار گردش)

P = Price (قیمتوں کا معیار)

T = Transactions (اشیاء وخدمات کی مقدار)

M = Quantity of Money (زر کی مقدار)

$P \times T =$ مجموعی قومی پیداوار

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

پس ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مجموعی قومی پیداوار کو زر کی مقدار پر تقسیم کرنے سے، زر کی رفتار گردش ہو جاتی ہے۔

قدر زر
(Value of Money)

زر کی قدر کا مفہوم Meaning

زر کی قدر سے مراد ہے کہ اس کی وہ قوت، جس کی بدولت یہ دیگر چیزیں اپنے بدلیمیں حاصل کر سکتی ہے۔ بالفاظ دیگر اس کا مطلب ہے زر کی قوت مبادلہ، قوت خرید مثلاً سو روپے کا دس کلو آٹا ملے تو سو روپے کی قدر دس کلو آٹے کے برابر ہے اس کے برعکس اگر سو روپے کا آٹھ کلو آٹا ملے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زر کی قدر پہلے سے کم ہو گئی۔ اس کے برعکس اگر سو روپے میں بارہ کلو آٹا ملے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زر کی قدر پہلے سے بڑھ گئی ہے۔ گویا زر کی قدر اور چیزوں کی قیمتوں میں الٹ رشتہ پایا جاتا ہے۔ اگر قیمتیں چڑھ جائیں تو زر کی قدر کم ہو جائے گی۔ اور اگر قیمتیں گر جائیں تو زر کی قدر بڑھ جاتی ہے۔

نظریہ مقدار زر
Quantity Theory of Money

تعارف:

یہ نظریہ امریکہ کے ماہر معاشیات پروفیسر ارونگ فشر نے پیش کیا۔ اس نظریہ میں فشر نے ایک مشہور زمانہ مساوات دی جس کی مدد سے قیمتوں کا تعلق مقدار زر اور گردشِ زر کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کو یوں بیان کیا جاتا ہے:

تعریف:

''اگر زر کی مقدار دگنی ہو جائے تو اشیاء کی قیمتیں دگنی ہو جاتی ہیں اور زر کی قدر آدھی رہ جاتی ہے۔ اس کے برعکس، اگر زر کی مقدار نصف کر دی جائے تو اشیاء کی قیمتیں آدھی ہو جاتی ہیں۔ اور زر کی قدر دگنی ہو جاتی ہے بشرطیکہ دیگر حالات جوں کے توں رہیں۔''

ایک ماہر معاشیات نے اس کی تعریف کو یوں رکھا ہے۔

"The Quantity Theory of Money States That movements in the price level are determined largely by movement in the nominal quantity of money"

(F&D)

غرض معیار قیمت کا دارومدار عموماً زر کی مقدار پر ہوتا ہے۔ اس نظریہ کی وضاحت ایک ماہر معاشیات یوں کرتے ہیں۔ فرض کریں کہ حکومت اچانک کچھ زیادہ نوٹ چھاپ کر ہر شہری کو سو سو روپے بانٹ دیتی ہے۔ لوگ یہ عطیہ پا کر اپنی ضرورت کی اشیاء خریدنے کیلئے بازاروں میں نکل پڑیں گے۔ لیکن چونکہ چیزوں کا اسٹاک یا رسد میں تو کوئی اضافہ نہیں ہوا اس لئے چیزوں کی قیمت بڑھ جائے گی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مقدار زر میں اضافہ قیمتوں میں اضافہ اور قدر زر میں کمی کا باعث بنتا ہے۔

نظریہ مقدار زر کو پروفیسر ارونگ فشر نے درج ذیل مساوات میں پیش کیا ہے۔ جسے معاملاتی مساوات کہا جاتا ہے۔ یعنی کہ اس سے مراد (Transaction Equation) ہے۔

$$P = \frac{MV + M'V'}{T}$$

P = Price level

M = Quantity of Money

V = Velocity of Money

M' = Credit Money

V' = Velocity of Credit Money

T = Transaction Performed by money.

اس مساوات کو ایسے بھی لکھ سکتے ہیں۔

$$PT = MV + M'V'$$

قیمت ضرب تجارت سے مراد ہے۔ تمام اشیاء و خدمات کی مجموعی مالیت جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام اشیاء و خدمات کو خریدنے کے لئے کتنی رقم درکار ہے۔ گویا مساوات کے بائیں طرف کا رکن ''زر کی طلب'' کو ظاہر کرتا ہے دوسری طرف زر کی مقدار کو اس کی گردش کی رفتار سے ضرب دی جائے اور اعتباری زر کو اس کی اپنی رفتار گردش ضرب دی جائے تو دونوں کے مجموعہ سے (MV + M'V') زر کی کل مقدار کو معلوم کر لیا جائے گا۔ گویا مساوات کے دائیں طرف کا رکن ''زر کی رسد'' کو ظاہر کرتا ہے۔ اور یوں مذکورہ بلا مساوات زر کی طلب اور زر کی رسد کی مساوات ہے یعنی زر کی طلب اور زر کی رسد ایک دوسرے کے برابر ہے۔

مذکورہ مساوات کو آسان شکل میں پیش کرنے کیلئے M' (یعنی اعتباری زر کی مقدار) اور V' (یعنی اعتباری زر کی گردش) کو ختم کر کے یوں بھی لکھا جا سکتا ہے۔

$$P = \frac{MV}{T}$$

فرض کیا کہ:

زر کی مقدار (M) = 100

رفتار گردش (V) = 5

مقدار اشیاء (T) = 250

ہو تو:

$$P = \frac{100 \times 5}{250}$$

$$P = Rs\ 2$$

اگر:

$$M = 200$$
$$V = 5$$
$$T = 250$$

$$P = \frac{200 \times 5}{250}$$

$$P = Rs\ 4$$

اس مساوات میں زر کی مقدار (M) کو دوگنا کرنے سے اس کی قیمت بھی دگنی ہو گئی ہے جبکہ اس میں زر کی قدر نصف رہ جاتی ہے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

اگر:

$$M = 50$$
$$V = 50$$
$$T = 250$$
$$P = \frac{50 \times 5}{250}$$
$$P = Rs1$$

اس مساوات میں زر کی مقدار (M) تو آدھا کرنے سے قیمت بھی نصف ہوگئی ہے جبکہ زر کی قدر دگنی ہوگئی ہے۔

نظریہ مقدارِ زر کے مفروضات

(Assumptions)

نظریہ مقدارِ زر کو بیان کرتے ہوئے پروفیسر فشر نے یہ فرض کرلیا تھا کہ دیگر امور بدستور رہتے ہیں یعنی (Other things remian the same) اس سے مراد یہ ہے کہ یہ نظریہ صرف اس صورت میں درست ہوگا جب مندرجہ ذیل باتیں جوں کی توں رہیں۔

1۔ اشیاء کی مقدارِ فروخت نہ بدلے: (No Change in Sale of Goods)

اشیاء کی مقدار یکساں رہے یعنی اس میں کمی وبیشی نہ ہو۔ کیونکہ اگر پیداوار زیادہ ہوگی تو قیمتیں ضرور کم ہو جائیں گی اور زر کی قدر بڑھ جائے گی۔ اس کے برعکس اگر اشیاء کی پیداوار کم ہو جائے تو قیمتیں ضرور بڑھ جائیں گی اور زر کی قدر کم ہو جائے گی۔

2۔ براہ راست مبادلہ کا حجم: (Volume of Barter Pansactions)

اشیاء کے براہ راست مبادلہ کا حجم بھی یکساں رہے کیونکہ اگر کچھ لوگ زر کے بغیر ہی چیزوں کے بدلے چیزیں دینے لگے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زر کی مدد سے خریدی جانے والی اشیاء کی مقدار کم ہوگئی ہے، اس کے نتیجہ میں قیمتیں چڑھ جائیں گی اور زر کی قدر (اس کی مقدار میں اضافہ ہوئے بغیر) کم ہو جائے گی۔

3۔ گردش زر جوں کی توں رہے: (Velocity of Money Remains Censtual)

زر کی گردش بھی جوں کی توں رہنی چاہیے، کیونکہ اگر اس میں اضافہ ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زر کی مقدار میں اضافہ ہوگیا ہے اور اس طرح زر کی قدر میں کمی ہو جائے گی۔

4۔ دفینے (Hoardings) جوں کے توں رہیں:

دفینوں یعنی "بلا استعمال پڑے ہوئے" زر کی مقدار نہیں بدلنی چاہیے۔ اگر لوگ پہلے سے زیادہ مقدار میں بچانا اور جمع کرنا شروع کر دیں تو زیرِ گردش مقدارِ زر میں کمی ہو جائے گی اور اس کی قدر بڑھ جائے گی۔ اس کے برعکس اگر دفن شدہ یعنی بچا کر رکھا ہوا زر باہر نکل کر استعمال ہونا شروع ہو جائے تو مقدارِ زر میں اضافہ ہو جائے گا اور اس کی قدر گر جائے گی (حالانکہ زر کی مجموعی مقدار میں اضافہ یا کمی نہیں ہوتی)۔

5۔ زر کو بیکار نہ رکھنا (Idle Money):

نظریہ مقدارِ زر کے درست ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ نیا پیدا شدہ زر تمام خرچ کر دیا جائے اور اس کا کوئی حصہ بیکار یا بے مصرف نہ رکھا جائے یعنی نیا زر نئے خرچ کی شکل اختیار کرلے، کیونکہ اگر خرچ میں اضافہ نہ ہو تو قیمتوں میں بھی اضافہ نہیں ہوگا۔

نظریہ مقدارِ زر پر تنقید

(Critcism)

اس نظریہ پر ماہرین معاشیات نے بہت تنقید کی ہے۔

1۔ "دیگر اور امور بدستور ہیں" کی شرط (Assumptions are not Valid):

یہ نظریہ صرف اس صورت میں درست ثابت ہوتا ہے جب "دیگر امور بدستور ہیں" کی شرط پوری ہو۔ یعنی اعتباری زر، اشیاء کی مقدار اور زر کی رفتار گردش میں کوئی تبدیلی نہ ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ عوامل (Factors) بدلتے رہتے ہیں اور اس نظریہ کو درست نہیں ہونے دیتے۔

2۔ عوامل کا باہمی تعلق (Factors are Inter-dependent):

جن عوامل پر یہ نظریہ مبنی ہے وہ اکیلے نہیں بدلتے، بلکہ ان کا آپس میں گہرا تعلق ہے، اس لیے ایک عامل کے بدل جانے سے دوسرا عامل بھی بدل جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر زر کی مقدار بڑھا دی جائے تو اس کے گردش زر بھی بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ مقدار میں اضافہ کے باعث قیمتیں چڑھ جاتی ہیں، تجارت فروغ پاتی ہے اور زر کی گردش تیز تر ہو جاتی ہے۔ تجارت کی ترقی سے اعتباری زر کی مقدار اور اس کی گردش میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

3۔ مقدارِ زر و قدرِ زر کی نسبتِ باہم: (Ratio between Quantity and Value of Money)

زر کی مقدار اور قیمتوں کے معیار میں اگرچہ براہ راست تعلق ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ جس نسبت (Ratio) سے مقدار میں اضافہ ہو، اسی نسبت سے قیمتیں چڑھ جائیں کیونکہ جب افراطِ زر سے قیمتوں میں اضافہ شروع ہوتا ہے تو پھر اپنے خود پیدا کردہ اثرات اور اندرونی قوت کے باعث قیمتیں بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں۔

4۔ بیکار ذرائع کا استعمال: (Usage of Idle Resources)

بعض اوقات ایسے بھی ہوتا ہے کہ ملک کے تمام پیداواری ذرائع کو پورے طور پر استعمال نہیں کیا گیا ہوتا بلکہ ان میں سے کچھ بیکار پڑے ہوتے ہیں۔ لہٰذا ایسے حالات میں اگر زر کی مقدار بڑھائی جائے تو اس سے قیمتون میں اضافہ نہیں ہوتا، بلکہ بیکار ذرائع کو استعمال میں لانے کا موقع ملتا ہے۔ جس سے چیزوں کی پیداوار بڑھ جاتی ہے اور قیمتیں چڑھنے نہیں پاتیں۔

5۔ سرد بازاری کے دور میں نظریہ کی بے اثری: (Ineffectione during Recession)

پروفیسر کراؤتھر اس نظریے پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نظریہ مقدارِ زر صرف یہ بتایا ہے کہ معاشی جدوجہد اور قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کس طرح رونما ہوتا ہے کہ لیکن یہ نہیں بتایا کہ آخر یہ اتار چڑھاؤ ہوتے کیوں ہیں۔ پھر اس چیز کی وضاحت بھی نہیں کی کہ کسی وقت تو مقدارِ زر میں اضافہ سے قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے لیکن بعض اوقات جب بازار میں چیزوں کی مانگ کم ہو، خریداری سرد پڑھ جاتی ہے۔ تو زر کی مقدار میں اضافہ کر کے بھی قیمتوں کو نہیں بڑھایا جاسکتا۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے "گھوڑے کی لگا میں کھینچ کر اسے پانی پینے سے تو روکا جاسکتا ہے لیکن جب وہ پیاسا نہ ہو تو اسے پانی پینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔"

6۔ متحرک معاشی حالات میں نظریہ کی ناکامی: (Failure during Dynamic Economy)

لارڈ کینز نے اس نظریہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ نظریہ زر کی قدر کے مسئلہ کی متحرکانہ یعنی بدلتے ہوئے حالات میں وضاحت نہیں کرتا بلکہ صرف ساکن حالت میں ہی درست ہوتا ہے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

7- نظریہ کی عملی ناکامی: (Practical Failure of Theory)

اس نظریہ سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ قیمتوں کے معیارزری پالیسی کی معرفت یعنی زر کی مقدار پھیلا کر یا سکڑ کر بلند یا پست کیا جاسکتا ہے لیکن عملاً یہ بات سچ ثابت نہیں ہوتی کیونکہ 1930 میں جب عالمی سرد بازاری رونما ہوئی یعنی پوری دنیا میں چیزوں کی مانگ اور قیمتیں گر گئیں اور بے کاری پھیل گئی تو امریکہ میں قیمتوں کے گرتے ہوئے رجحان کو روکنے کے لئے زر کی مقدار بڑھائی گئی لیکن یہ کوشش بے اثر ثابت ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ جب قیمتیں گرتی جارہی تھیں تو لوگوں نے نقد زر جمع کرنا شروع کردیا جس کے باعث زر کی گردش کی رفتار بھی سست ہوگئی اور یوں زر کی مقدار میں اضافہ کا اثر زائل ہوگیا اور قیمتیں نہ بڑھ سکیں۔

زر کی رسد اور طلب کا نظریہ
(Theory of Supply and Remand for Money)

پیچھے بیان کیا گیا ہے کہ زر کی قدر کے تعین کا مسئلہ واضح کرنے میں نظریہ مقدار زر ناکام ثابت ہوا ہے کیونکہ اس میں کئی خامیاں ہیں اور اس میں صرف زر کی رسد کے پہلو کو ہی پیش نظر رکھا گیا ہے جب کہ زر کی طلب کے پہلو کو نظر انداز کردیا گیا ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ کی صحیح وضاحت کے لئے زر کی رسد اور طلب کا نظریہ پیش کیا جاتا ہے۔

زر کی رسد اور طلب سے مراد ہے اوران کا دارومدار کن باتوں پر ہے چنانچہ ہر شے کی قیمت کی طرح زر کی قدر کا تعین بھی زر کی رسد اور طلب کے باہمی توازن سے ہوتا ہے۔ یعنی زر کی قدر کا تعین اس کے معیار پر ہوتا ہے۔ جس پر اس کی رسد اور طلب باہم برابر ہوں۔

زر کی قدر میں تبدیلی کے اثرات
(Effects of Change in Value of Money)

زر کی قدر کم یا زیادہ تمام لوگوں پر ایک جیسا اثر نہیں پڑتا بلکہ مختلف طبقوں پر مختلف اثرات پڑتے ہیں۔ ذیل میں اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے۔

1- کسان: (Former)

جہاں تک کسان کی آمدنی کا تعلق ہے زر کی مقدار میں تبدیلی اس پر فوری اور نمایاں طور پر اثر انداز ہوتی ہے۔ مثلاً جب عام قیمتیں چڑھتی ہیں تو زرعی اشیاء کی قیمتیں اوسط سے زیادہ چڑھ جاتی ہیں۔ اس لئے اسے فائدہ ہوتا ہے۔ ان کی قیمت کافی چڑھ جاتی ہے لیکن جو اشیاء وہ خریدتا ہے مثلاً مصنوعات وغیرہ ان کی قیمت زیادہ نہیں چڑھتی۔ اس کے برعکس جب عام قیمتیں گرتی ہیں تو زرعی پیداوار کی قیمتیں اوسط سے زیادہ گر جاتی ہیں۔ کیونکہ ضیاع پذیر ہونے کے باعث انہیں فروخت ہونے سے عموماً روکا نہیں جاسکتا اس سے کسان کو نقصان ہوتا ہے۔ گویا ثابت ہوا کہ جب قیمتیں چڑھ جائیں تو کسان کو نسبتاً زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ اور جب گر جائیں تو نسبتاً زیادہ نقصان۔

- فیکٹری مزدور: (Labourer)

شہر میں رہنے والے فیکٹری مزدور کا معاملہ بالکل برعکس ہے اس کی اپنی محنت کی قیمت یعنی اجرت عام ضرورت کی چیزوں کی قیمت سے بدلتی ہے، یعنی اگر عام قیمتیں گر جائیں، تو اس کی اجرت میں اسی نسبت سے کمی نہیں ہوتی، اس لئے اسے فائدہ ہوتا ہے۔ اگر عام قیمتیں ھ جائیں تو اس کی اجرت اسی نسبت سے نہیں بڑھائی جاتی اس لئے اسے نقصان ہوتا ہے۔

ماڈل پرچہ سوالات
مختصر سوالات

مختصر سوالات کے جوابات تحریر کریں۔

1- بارٹر سسٹم سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایسا معاشی نظام جس میں زر موجود نہ ہو بلکہ اشیاء کا تبادلہ اشیاء کے ساتھ، اشیاء کا تبادلہ خدمات کے ساتھ، یا خدمات کا تبادلہ خدمات کے ساتھ براہِ راست ہو۔ اسے براہِ راست تبادلہ کا نظام بھی کہتے ہیں۔

2- زر کی تعریف بیان کریں۔

جواب: زر سے مراد وہ شے ہے، جسے آلہ مبادلہ کی حیثیت سے قبولیت عامہ حاصل ہو اور ساتھ ہی ساتھ وہ پیمائش قدر اور ذخیرہ قدر کا فریضہ بھی سرانجام دے۔

یا

ہر وہ شے جو زر کے فرائض سرانجام دے، زر کہلاتی ہے۔

3- زر چار اہم فرائض بتائیں۔

جواب: (i) آلہ مبادلہ (ii) پیمانہ قدر
(iii) ذخیرہ قدر (iv) انتقالِ قدر

4- عمدہ زر کے چار اوصاف لکھیں۔

جواب: (i) قبولیتِ عامہ (ii) پائیداری
(iii) شناخت پذیری (iv) تقسیم پذیری

5- قریبی زر سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد زر کی وہ شکل ہے جو سیال یا نقد (Cash) کی صورت میں نہ ہو اور اسے خرید و فروخت کے سلسلے فوری طور پر استعمال میں نہ لایا جاسکے البتہ اسے ایک مخصوص مدت کے بعد نقد زر میں بدلا جاسکتا ہو مثلاً معیادی امانتیں، سرکاری کفالتیں اور کمپنیوں کے حصص وغیرہ۔

6- کاغذی زر کی تعریف لکھیں۔

جواب: کاغذی زر سے مراد ایسے نوٹ ہیں جو حکومت یا ملک کے مرکزی بنک کی طرف سے جاری کئے جاتے ہیں۔ پاکستان میں 50,20, 10 روپے وغیرہ کے نوٹ کاغذی زر ہیں۔

7- بدل پذیر کاغذی زر کسے کہتے ہیں؟

جواب: ایسا کاغذی زر جو عوام کے مطالبے پر سونے یا چاندی میں بدلا جاسکے بدل پذیر کاغذی زر کہلاتا ہے ان نوٹوں کے پیچھے برابر مقدار میں سونا یا چاندی رکھتی ہے۔

8- غیر بدل پذیری کاغذی زر سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایسا کاغذی زر جو عوام کے مطالبے پر سونے یا چاندی پر بدلا نہ جاسکے غیر بدل پذیر کاغذی زر کہلاتا ہے۔ ان نوٹوں کے پیچھے حکومت برابر مقدار میں سونا یا چاندی نہیں رکھتی۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

9۔ معیاری زر کی تعریف لکھیں۔
جواب: ایسا زر جس کی ظاہری اور حقیقی مالیت برابر ہوں معیاری زر کہلاتا ہے۔ مثلاً جتنی رقم کی دھات استعمال ہوئی ہو، سکے پر اتنی کی مالیت درج ہو تو ایسا سکہ معیاری زر کہلائے گا۔

10۔ علامتی یا وضعی زر کسے کہتے ہیں؟
جواب: ایسا زر جس کی ظاہری مالیت زیادہ لیکن حقیقی مالیت کم ہو علامتی زر کہلاتا ہے۔ مثلاً اگر کسی سکے پر دھات کم مالیت کی استعمال ہوئی ہو لیکن اس پر زائد مالیت درج کر دی جائے تو ایسا سکہ علامتی زر میں شمار ہوگا۔

11۔ قانونی زر کی تعریف لکھیں۔
جواب: اس سے مراد وہ زر جسے ملک کے قانون کی رو سے قبول کرنا پڑتا ہے مثلاً پاکستان میں سکے اور نوٹ زر قانونی ہیں۔

12۔ محدود قانونی زر سے کیا مراد ہے؟
جواب: اس سے مراد وہ زر ہے۔ جسے وصول کنندہ ایک خاص حد سے زیادہ قبول کرنے پر مجبور نہ ہو کیونکہ اس قسم کے زر کی منتقل کرنا مشکل ہوتا ہے پاکستان میں دھات کے سکے محدود قانونی زر ہیں۔

13۔ لامحدود قانونی زر سے کیا مراد ہے؟
جواب: اس سے مراد وہ زر ہے جسے وصول کنندہ ہر حال میں قبول کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور اسکی ادائیگی پر حکومت نے کوئی حد مقرر نہیں کی ہوتی۔ پاکستان میں کاغذی زر لامحدود قانونی زر ہے۔

14۔ حسابی زر کی تعریف لکھیں۔
جواب: اس سے مراد زر کی وہ اکائی ہے جس کے حوالے سے رقم کی گنتی کی جاتی ہے یا چیزوں کی قیمت بتائی جاتی ہے۔ مثلاً پاکستان میں حسابی زر روپیہ ہے اور امریکہ کا ڈالر وغیرہ۔

15۔ کریڈٹ کارڈ کیا ہوتا ہے؟
جواب: یہ پلاسٹک کا بنا ہوا کارڈ ہوتا ہے جو بنک کسی شخص کو ادھار دینے کے لئے جاری کرتا ہے۔ اس کارڈ کی مدد سے نقد رقم بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اور یہ خرید و فروخت کے کام بھی آتا ہے۔

16۔ کاغذی زر کے چار فائدے لکھیں۔
جواب: (i) آسان منتقلی (ii) کم لاگت
(iii) قیمتی دھاتوں کی بچت (iv) ہنگامی استعمال

17۔ زر کی رسد سے کیا مراد ہے؟
جواب: زر کی رسد سے مراد زر کی وہ کل مقدار ہے جو لوگوں کے پاس موجود ہو۔

18۔ زر کی رسد کے چار ذرائع لکھیں۔
جواب: (i) انفرادی بچتیں (ii) کاروباری بچتیں (iii) سرکاری بچتیں (iv) بنک کریڈٹ

19۔ نظریہ مقدار زر کے چار مفروضات لکھیں۔
جواب: (i) اشیاء کی مقدار فروخت نہ بدلے (ii) براہ راست مبادلہ کا حجم نہ بدلے
(iii) زر کی گردش یکساں رہے (iv) زمینوں کی مقدار نہ بدلے

20۔ نظریہ مقدار زر کی چار خامیاں لکھیں۔
جواب: (i) سرد بازاری کے دور میں بے اثر ہے (ii) متحرک حالات میں ناکام ہے
(iii) عوامل کا باہمی تعلق واضح نہیں (iv) مقدار زر اور قدر زر کی باہمی نسبت درست نہیں

21۔ زر کی طلب سے کیا مراد ہے؟
جواب: زر کی طلب سے مراد زر کی وہ مقدار جو لوگ نقد شکل میں اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں۔

22۔ بارٹر سسٹم کی چار مشکلات بتائیں۔
جواب: (i) ضرورتوں میں دو طرفہ مطابقت کا نہ ہونا (ii) بعض اشیاء کا ناقابلِ تقسیم ہونا
(iii) ذخیرہ قدر میں دقت (iv) ادھار لین دین میں مشکلات

23۔ زر کی رفتارِ گردش سے کیا مراد ہے؟
جواب: زر کی رفتارِ گردش سے مراد وہ شرح ہے جس پر زر کا ذخیرہ ہر سال گردش کرتا ہے۔

24۔ زر کی نقدیت کے تین مقاصد تحریر کریں۔
جواب: (i) روزمرہ ضروریات کے لئے (ii) غیر متوقع ضروریات کے لئے
(iii) تخمین یا سٹہ بازی کے لئے

درست جواب کا انتخاب کریں

2۔ ہر سوال کے چار ممکنہ جوابات دیئے گئے ہیں ان میں سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

1۔ ضروریات کا دو طرفہ عدم مطابقت کا مسئلہ اس میں پایا جاتا ہے۔
(A) بنکاری (B) لین دین
(C) بارٹر سسٹم ✓ (D) بین الاقوامی تجارت

2۔ مندرجہ ذیل میں سے ایک زر کا فریضہ نہیں:
(A) آلہ مبادلہ (B) معیارِ قدر
(C) ذخیرہ قدر (D) استحکام قدر ✓

3۔ زر کی تخمینی طلب (Speculative Demand) کس کا تفاعل ہے؟
(A) سرمایہ کاری (B) آمدنی
(C) صرف (D) شرح سود ✓

4۔ بارٹر سے مراد ہے۔
(A) زر کے بدلے اشیاء خریدنا (B) شے کے بدلے شے لینا ✓
(C) تھوک منڈی سے مال خریدنا (D) پرچون بازار سے اشیاء ضرورت خریدنا

5۔ زر کے فرائض میں یہ شامل ہے۔
(A) اشیا کی پیداوار بڑھانا (B) مہنگائی میں کمی کرنا
(C) آلہ مبادلہ ✓ (D) برآمدات میں اضافہ کرنا

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

6- زر کی اقسام یہ ہیں۔
(A) اشیائے صرف (B) اشیائے سرمایہ
(C) کاغذی زر ✓ (D) خام مال

7- زر کی رسد سے کیا مراد ہے؟
(A) سکوں کی مقدار (B) نوٹوں کی مقدار
(C) زر کی مقدار جو لوگوں کے پاس ہے ✓ (D) سرکاری بچتیں

8- ترجیح نقدیت سے مراد ہے۔
(A) کنجوسی کرنا (B) اسراف کرنا
(C) روپیہ نقد شکل میں رکھنا ✓ (D) پراپرٹی خریدنا

9- سرکاری بچتوں سے مراد ہے۔
(A) ٹیکسوں کی آمدنی (B) سرکاری آمدنی اور سرکاری خرچ کا فرق ✓
(C) برآمدات (D) زیر گردش نوٹوں کی مقدار

10- زر کی قدر کم ہو جانے سے یہ طبقہ فائدہ میں رہتا ہے۔
(A) مقررہ آمدنی والے (B) تاجر و صنعت کار ✓
(C) قرض خواہ (D) کسان

11- نظریہ مقدار زر اس ماہر معاشیات نے پیش کیا۔
(A) کینز (B) کراؤتھر
(C) فشر ✓ (D) سیموئلسن

12- کینز نے یہ نظریہ پیش کیا۔
(A) نظریہ مقدار زر (B) نظریہ ترجیح زر نقد ✓
(C) نظریہ مختتم پیداواریت (D) منافع کا نظریہ غیر یقینی

13- مقدار زر اور قدر زر کا تعلق ہے۔
(A) براہ راست (B) معکوس ✓
(C) کوئی نہیں (D) دونوں

14- ہماری زری اکائی ہے۔
(A) روپیہ (B) پیسہ
(C) ڈالر ✓ (D) ریال

15- تفریط زر کا برا اثر پڑتا ہے۔
(A) معینہ آمدنی گروپ (B) سرمایہ کار ✓
(C) کسان (D) خریدار

16- پاکستان کا مالیاتی سال
(A) یکم جنوری تا 31 دسمبر (B) یکم جنوری تا 30 جون
(C) 30 جون تا 31 دسمبر (D) یکم جولائی تا 30 جون ✓

17- بائیں جانب اوپر والے کونے پر دو متوازی لکیریں کھینچی جاتی ہیں۔
(A) حامل چیک (B) سفری چیک
(C) حکمی چیک (D) نشان زدہ چیک ✓

18- زر کی رسد میں شامل ہے۔
(A) انفرادی بچتیں (B) کاروباری بچتیں
(C) سرکاری بچتیں (D) تینوں ✓

19- سرکاری کفالتیں کس قسم کا زر ہے۔
(A) کاغذی زر (B) قریبی زر ✓
(C) قانونی زر (D) بدل پذیری امانتیں

20- درج ذیل میں سے کوئی ایک اعتباری زر میں شامل ہے۔
(A) کاغذی نوٹ (B) معیاری زر
(C) کریڈٹ کارڈ ✓ (D) قانونی زر

21- چیک، ہنڈی اور بنک ڈرافٹ کس قسم کے زر کی نمائندگی کرتا ہے۔
(A) قانونی زر (B) اعتباری زر ✓
(C) کاغذی زر (D) سونے کے سکے

22- کون سے زر کی ظاہری مالیت اس کی حقیقی مالیت کے برابر ہوتی ہے۔
(A) معیاری زر ✓ (B) وضعی زر
(C) اعتباری زر (D) سونے کے سکے

23- زر کی معاملاتی طلب کا انحصار کس پر ہوتا ہے۔
(A) شرح سود (B) کاروباری حالات
(C) اسٹاک ایکسچینج (D) آمدنی ✓

24- کس کے لحاظ سے زر کی رسد غیر لچکدار ہوتی ہے۔
(A) شرح سود ✓ (B) آمدنی
(C) سرمایہ کاری (D) خرچ

awazeinqilab.com

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

باب 3

بنک

Bank

بنک کا مفہوم:

بنک سے مراد ایسا ادارہ ہے جو عام لوگوں سے ان کی فاضل رقم (خرچ سے بچی ہوئی) لے کر اپنے پاس حفاظت کے لئے بطور امانت رکھتا ہے۔ اور واپس مانگنے پر انہیں ادا کر دیتا ہے۔ نیز بنک اپنے پاس پڑی ہوئی رقم ضرورت مند تاجروں، زمینداروں اور صنعتکاروں کو قرضہ دے کر سود اور مارک اپ کماتا ہے۔

پروفیسر کراؤتھر:

"بنک اپنے اور دوسروں کے قرضوں کا کاروبار کرتے ہیں۔ بنک عام لوگوں سے قرض لیتا ہے اور جب کہ ضرورت مندوں کو قرضہ دیتا ہے اور اسطرح اعتباری زر (Credit Money) تخلیق کرتا ہے۔"

پروفیسر سٹینلے فشر:

"موجودہ دور کے کمرشل بنک منافع کمانے والے مالی متوسلین ہوتے ہیں ۔ وہ ایک طرف امانتوں یا قرض گیری (Borrowing) کے ذریعے مالی رقوم حاصل کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف یہی رقوم آگے قرضہ دینے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔"

بینکوں کی اقسام

بینکوں کی کئی قسمیں ہیں ہر بنک اپنے مخصوص فرائض سرانجام دیتا ہے جسکی تفصیل ذیل میں ہے۔

1۔ مرکزی بینک: (Central Bank)

یہ سرکاری بینک ہوتا ہے اور ملک کے مالی اور کرنسی نظام کو مستحکم بنانے کا ذمہ دار ہوتا ہے پاکستان کا مرکزی بینک سٹیٹ بینک آف پاکستان ہے۔ مرکزی بینک کے اہم فرائض درج ذیل ہیں۔

i۔ کرنسی نوٹ جاری کرتا ہے۔
ii۔ حکومت کے لئے بنکاری کی خدمات ادا کرتا ہے۔
iii۔ کمرشل بینکوں کا محفوظ سرمایہ اپنی تحویل میں رکھتا ہے۔
iv۔ ملک کے بازارِ زر کو منظم اور مستحکم بناتا ہے۔

2۔ تجارتی بینک: (Commercial Bank)

یہ عموماً لوگوں کے مشترکہ سرمائے سے قائم کیئے جاتے ہیں۔ اور بنکاری کے فرائض ادا کرتے ہیں مثلاً

i۔ امانتیں وصول کرتے ہیں۔
ii۔ کاروباری لوگوں کو قرضہ دیتے ہیں۔
iii۔ روپے کو منتقل کرتے ہیں۔
iv۔ بیرونی تجارت کے لئے مالیات بہم پہنچاتے ہیں۔
v۔ قلیل عرصہ کے لئے سرمایہ ادھار دیتے ہیں۔

3۔ صنعتی بینک: (Industrial Bank)

یہ بینک صنعتوں کو لمبی مدت کے لئے قرضہ دیتے ہیں اور ملک کی صنعتی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں پاکستان میں صنعتوں کو قرضہ دینے کا کام "پاکستان صنعتی ترقیاتی بینک" (یعنی انڈسٹریل ڈیویلپمنٹ بینک آف پاکستان (IDBP) کر رہا ہے۔

4۔ زرعی بینک: (Agricultural Bank)

یہ زراعت کی ترقی و ترویج کے لئے کاشت کاروں کو قرضے دیتے ہیں پاکستان میں زراعت کو قرضہ مہیا کرنے کے لئے "پاکستان زرعی ترقیاتی بینک قائم کیا گیا ہے۔ اسکے علاوہ امداد باہمی کے بینک بھی کاشتکاروں کو قرضہ دیتے ہیں۔"

5۔ مبادلہ کے بینک: (Exchangs Bank)

یہ غیر ملکی زر کا کاروبار کرتے ہیں اور بیرونی تجارت کو مالیات پہنچاتے ہیں غیر ممالک میں ادائیگیوں کے لئے ڈرافٹ جاری کرتے ہیں۔

6۔ بچت بینک: (Saving Bank)

ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو بچت کی ترغیب دی جائے چنانچہ یہ عوام سے چھوٹی چھوٹی بچتیں لیتے ہیں اور ان پر سود یا منافع دیتے ہیں (اسلام میں سود حرام ہے، اس لئے حکومت پاکستان حیثیت سے سود ختم کرنے کے لئے اقدامات کر رہی ہے) بینک میں اس قسم کے بینک ڈاک خانوں میں موجود ہیں انہیں پوسٹ آفس سیونگ بینک کہا جاتا ہے۔

7۔ سرکاری بینک: (Public Sector Bank)

یہ بینک حکومت کی ملکیت ہوتے ہیں اور ان بینکوں کا کنٹرول بھی حکومت کرتی ہے۔ مثلاً نیشنل بینک اور حبیب بینک وغیرہ۔

8۔ نجی بنک: (Private Sector Bank)

یہ بینک باہمی تعاون سے قائم کئے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر مسلم کمرشل بینک اور الائیڈ بینک وغیرہ۔

9۔ امداد باہمی بینک: (Cooperative Banks)

عام طور پر یہ بینک دیہاتی ترقی کے لئے مختصر اور درمیانی مدت کے قرضہ دینے کے لیے قائم کیے جاتے ہیں۔ پاکستان میں یہ بینک امداد باہمی ایکٹ 1925 کے تحت قائم کئے جاتے ہیں۔

10۔ ملکی بینک: (Domestic Banks)

یہ بینک ملک کے اندر ہم رجسٹرڈ ہوتے ہیں اور اپنے فرائض اسی ملک کی سرحد کے اندر ہی سرانجام دیتے ہیں۔

11۔ غیر ملکی بینک: (Foreign Banks)

یہ ایسے بینک ہوتے ہیں جو کام تو ایک ملک میں کر رہے ہوتے ہیں۔ لیکن انکے ہیڈ آفس اور انکی ملکیت دوسرے ملک میں ہوتی ہے۔

تجارتی بینک کے فرائض

(Functions of Commercial Bank)

1۔ لوگوں کی امانتیں رکھنا: Accepting Deposits

جن لوگوں کے پاس اپنی روزمرہ ضروریات و اخراجات سے زائد آمدنی یا دولت ہوتی ہے لیکن نا تجربہ کاری کے باعث وہ خود اس سے

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

کوئی کاروبار نہیں کر سکتے۔ جیسے ملازمت پیشہ لوگ یا ایسے لوگ جو وقتی طور پر اپنی رقوم کو استعمال میں نہ لا سکتے ہوں۔ یا کسی وجہ سے اپنی دولت کو نقد شکل میں رکھنا چاہتے ہوں۔ وہ یہ رقم کسی بینک میں بطور امانت جمع کرا دیتے ہیں۔ تاکہ ایک طرف تو وہ رقم محفوظ رہے اور دوسری طرف اس پر کچھ سود یا منافع حاصل ہوتا رہے یہ امانتیں چار اقسام کی ہو سکتی ہیں۔

i۔ غیر میعادی یا طلبی امانتیں: Demand Deposits / Current Account

اس سے مراد بینک میں جمع کرائی ہوئی ایسی امانتیں ہیں جو اس کا مالک جب چاہے پیشگی اطلاع دیئے بغیر بینک سے نکلوا سکتا ہے عام کاروباری لوگ اپنا روپیہ بینکوں میں اسی طرح رکھتے ہیں۔ اس طرح کے کھاتوں پر بینک عام طور پر کوئی سود ادا نہیں کرتا۔ لیکن آج کل کچھ بینکوں نے اوسط بیلنس (Average Balance) کے حساب سے معمولی سود کی ادائیگی شروع کی ہے۔

ii۔ معیادی امانتیں: Fixed Deposits

ان سے مراد ایسی رقوم ہیں جو ایک شخص ایک مقررہ مدت کے لئے بینک میں جمع کراتا ہے اور اس سے پہلے نکلوا نہیں سکتا، چونکہ بینک ایسے روپے کو کسی کاروبار میں لگا دیتا ہے یا قرض میں دے دیتا ہے۔ اس لئے وہ ایسی امانتوں پر، جمع کرانے والے کو سود دیتا ہے اسے فکسڈ اکاؤنٹ بھی کہا جاتا ہے۔

iii۔ بچت امانتیں: Savings Deposits

لوگوں کو روپیہ بچانے کی عادت ڈالنے کے لئے، بینک بچت امانتیں وصول کرتے ہیں۔ اس قسم کے حساب میں لوگ چھوٹی چھوٹی امانتیں جمع کراتے رہتے ہیں اور ان پر بینک سود دیتا ہے۔ لیکن اس سود کی شرح معیادی امانتوں سے کم ہوتی ہے۔ جمع کروانے والا جب چاہے اپنے حساب سے تھوڑی تھوڑی رقم نکلوا سکتا ہے۔ لیکن اگر زیادہ رقم نکلوانی ہو تو بینک کو پیشگی اطلاع دینی پڑتی ہے۔ ایسے کھاتے تنخواہ دار طبقہ کے لئے موزوں ہوتے ہیں۔

iv۔ نفع ونقصان میں شراکتی امانتیں: Profit and Loss Sharing Deposits

اسلامی بینکاری نظام کے تحت کمرشل بینکوں نے عوام کو یہ سہولت بھی دی ہے کہ وہ نفع نقصان میں حصہ داری کی بنیاد پر بینک میں اپنی رقم جمع کروا سکتے ہیں۔ بینک کی یہ رقم کسی حلال کاروبار میں لگا دیتے ہیں اور سال کے ختم ہونے پر منافع امانت داروں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔

2۔ قرض دینا: Advancing Loans

بینک کا دوسرا کام یہ ہے کہ یہ ضرورت مندوں کو رقم ادھار دیتا ہے اور اس رقم پر سود وصول کرتا ہے۔ یہ سود بینک کی آمدنی کا بڑا ذریعہ ہے۔ دراصل بینک کے پاس جو لوگ رقم جمع کرواتے ہیں بینک اُسی رقم کو بطور قرض جاری کرتا ہے۔ بینک درج ذیل صورتوں میں قرض جاری کرتا ہے:

i۔ بینک قرض: Bank Loan

بینک قرض جاری کرتے وقت قرض دار کے اکاؤنٹ میں رقم منتقل کرتا ہے۔ قرض دار یہ رقم ضرورت کے وقت چیک کے ذریعے نکلوا سکتا ہے۔ بینک اس صورت میں ساری رقم پر سود وصول کرتا ہے، قرض دار چاہے کم رقم ہی استعمال کیوں نہ کرے۔

ii۔ بینک اوورڈرافٹ: Bank Overdraft

قرض کی اس صورت میں بینک صرف اُسی رقم پر سود وصول کرتا ہے جتنی رقم قرض دار بینک سے نکلواتا ہے۔ اس قسم کا قرضہ بینک صرف اُن لوگوں کو جاری کرتا ہے جن کا بینک میں پہلے سے اکاؤنٹ موجود ہو۔

iii۔ ہنڈیوں کو بٹہ لگانا: Discounting Bill of Exchange

بینک کا ایک اور کام ہے، ہنڈیوں پر بٹہ لگانا۔ اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ فرض کریں ایک بیوپاری کسی تاجر سے مال خریدتا ہے اور قیمت ایک ماہ کے بعد دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ مال بیچنے والا مال خریدنے والے کے نام ایک دستاویز لکھتا ہے جس پر یہ حکم درج ہوتا ہے کہ خریدار یہ رقم ایک ماہ کے بعد ادا کرے گا۔ اس دستاویز کو ہنڈی کہا جاتا ہے۔ یہ ہنڈی مال بیچنے والا مقررہ تاریخ پر اپنے پاس محفوظ رکھتا ہے اور مدت مکمل ہونے پر خریدار کو ہنڈی دیکھا کر رقم وصول کر لیتا ہے۔ لیکن اگر فروخت کار کو مقررہ مدت سے پہلے رقم کی ضرورت پڑ جائے تو وہ بینک سے رقم وصول کر لیتا ہے۔ بینک کچھ رقم بطور سود کاٹ لیتا ہے لیکن مدت پوری ہونے پر خریدار سے پوری رقم وصول کرتا ہے۔

3۔ آسان آلہ مبادلہ:

بینک کا ایک کام یہ بھی ہے کہ آسان آلہ مبادلہ مہیا کرتا ہے، مثلاً ہر ملک کا مرکزی بینک نوٹ جاری کرتا ہے جو بھاری سکوں اور دھاتوں کے مقابلہ میں آسان آلہ مبادلہ کا کام دیتے ہیں لیکن مرکزی بینک کے جاری کئے ہوئے چیک اور ڈرافٹ وغیرہ کی مدد سے بڑی بڑی ادائیگیاں مزید آسانی اور حفاظت کے ساتھ کی جاتی ہیں۔

4۔ زر منتقل کرنا: Transfer of Money

بینک روپے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا کام کرتا ہے اگر آپ ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک رقوم منتقل کرنا چاہیں تو بینک یہ فریضہ سستے داموں مہیا کرتا ہے۔ پہلے اس مقصد کے لئے ٹریولرز چیک (T.C) استعمال ہوتے تھے لیکن آج کل انٹرنیٹ کی مدد سے آن لائن ٹرانسفر مزید آسان ہو گئی ہے۔

5۔ سرمایہ کاری: Investment

بینک بہت سی کمپنیوں کے حصص (Shares) اور سرکاری کفالتیں خرید لیتا ہے۔ حصص پر بینک منافع کماتا ہے جبکہ کفالتوں پر سود ملتا ہے۔ یہ رقم بینک کی آمدنی کا بڑا ذریعہ بنتی ہے۔

6۔ قیمتی اشیاء کا محافظ: Cutodian of Valuables

بینک لوکرز کی سہولت مہیا کرتے ہیں جہاں لوگ اپنی قیمتی دستاویزات مثلاً وصیت نامے، جائیداد کی رجسٹریاں، اور دیگر قیمتی اشیاء مثلاً زیورات اور پرائز بونڈ وغیرہ محفوظ کر لیتے ہیں۔ بینک اس کے عوض معمولی چارجز وصول کرتا ہے۔

7۔ خدمات بطور ایجنٹ:

بینک اپنے گاہکوں کے لئے بطور ایجنٹ کام کرتا ہے مثلاً اُن کی طرف سے کرایہ، ٹیکس اور بیمہ وغیرہ کی قسط ادا کرتا ہے اور دوسری طرف وصول ہونے والی رقمیں اُن کے اکاؤنٹ میں منتقل کرتا ہے۔ جیسے بجلی، گیس اور پانی کے بل وغیرہ کی رقوم متعلقہ محکموں کے اکاؤنٹ میں منتقل کرتا ہے۔

8۔ متفرق فرائض: Miscellaneous Functions

i۔ غیر ملکی کرنسی کا لین دین
ii۔ درآمد اور برآمد کنندگان کو مشورے
iii۔ حج درخواستوں کی وصولی
iv۔ تجارتی حالات سے آگاہی وغیرہ

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

اعتباری زر کی تخلیق

Credit Creation

جب کوئی شخص بینک سے قرضہ مانگے اور بینک ضمانت وغیرہ لے کر قرضہ دینے پر آمادہ ہو جائے تو یہ نہیں کرتا کہ اس شخص کو نقد روپیہ دے دے، بلکہ اپنے بہی کھاتوں میں اسکے نام کے آگے فرضی طور پر یہ درج کر لیتا ہے۔ کہ تمہارا اتنا پیسہ امانت کے طور پر بینک میں جمع ہے اور اسے چیک بک دے کر یہ ہدایت کرتا ہے کہ چیک اسی وقت نقد روپیہ نکلوائے۔ بلکہ اس نے جسکو ادائیگی کرنی ہوتی ہے۔ اسے مخصوص رقم کا چیک دے دیتا ہے۔ چیک وصول کرنے والا اس چیک کو اسی بینک میں اپنے حساب میں جمع کروا دیتا ہے۔ گویا وہ چیک دوبارہ اسی بینک کے پاس آجاتا ہے۔ اور بینک کو نقد روپیہ دینے کی ضرورت نہیں پڑتی اسے زر پیدا کرنا کہتے ہیں۔ کیونکہ بینک نے نقد روپیہ جاری کرنے کی بجائے اپنے پاس ایک فرضی ''امانت'' پیدا کر لی جو گاہک کے لئے بالکل نقد روپیہ کے برابر ہی ہے۔ اسی امانت کی تخلیق ''زر کی تخلیق'' ہے۔

زر کس طرح تخلیق کیا جاتا ہے؟ (How Credit is Created)

اوپر بیان کیا کہ تجارتی بینک قرضہ دے کر اعتباری زر کے پھیلاؤ کی معرفت زر تخلیق کر لیتے ہیں۔ یہاں ہم اس مسئلہ پر بحث کرتے ہیں کہ بینک کس طرح اور کتنا زر تخلیق کر سکتے ہیں اسکی وضاحت کے لئے تین باتیں فرض کرتے ہیں۔

مفروضات (Assumptions)

i- پہلی بات یہ کہ ہر بینک قانونی طور پر اس بات کا پابند ہے کہ وہ اپنے کل واجبات کا پچیس فیصد نقد زر کی شکل میں اپنے پاس رکھے۔ واجبات سے مراد وہ رقوم ہیں۔ جو بینک کے اوپر واجب الادا ہوں یعنی لوگوں کی امانتیں وغیرہ۔

ii- دوسرا مفروضہ یہ ہے کہ تمام ادائیگیاں اور وصولیاں چیکوں کی معرفت ہوتی ہے نقد شکل میں نہیں۔

iii- تیسرا مفروضہ یہ ہے کہ کسی ایک بینک میں کوئی شخص چار سو روپے کی نئی امانت جمع کرواتا ہے۔

پہلے ہم صرف یہ دیکھتے ہیں کہ کوئی ایک بینک کس طرح اور کتنا زر تخلیق کرتا ہے اور پھر یہ دیکھے گے کہ پورے ملک میں اجتماعی طور پر سارے بینک مل کر کتنی مقدار میں زر تخلیق کر سکتے ہیں۔

ایک بینک کا تخلیق زر کا عمل: (Credit Creation by Single Bank)

فرض کریں کہ ایک شخص کسی بینک کے پاس چار سو روپے امانت جمع کرواتا ہے اس سے ایک طرف بینک کے اثاثے یا واجب الوصول رقوم چار سو روپے کے برابر بڑھ جائیں گے۔ اثاثوں سے مراد وہ رقوم ہے جو بینک کی ملکیت ہوں اور دوسری طرف اس کے واجبات یعنی واجب الادا رقوم چار سو روپے کے برابر بڑھ جائیں گے۔ کیونکہ آخر کار یہ رقم جمع کروانے والے کو واپس ادا کرنے ہوں گے۔ بینک اس رقم کو اپنے پاس نقد شکل میں نہیں رکھ سکے گا۔ کیونکہ وہ قانونی طور پر صرف پچیس فیصد نقد رکھنے کا پابند ہے۔ لہٰذا وہ ایک سو روپیہ نقد رکھ کر باقی تین سو روپے کی ضرورت مند تاجر کو سود پر قرض دے دے گا۔ اس کا چٹھا توازن (Balance Sheet) نیچے والی شکل اختیار کر لے گا۔

اثاثے (Assets)		واجبات (Liabilities)	
قرض میں دی ہوئی رقم	300 روپے	امانتیں	400 روپے
نقد زر محفوظ	100 روپے		
کل	400 روپے	کل	400 روپے

بینک کے پاس جمع کرائے گئے 400 روپوں میں سے 300 روپے بینک نے بطور قرض جاری کر دیئے ہیں۔ یہ رقم قرض لینے والے

کے حساب میں جمع ہو جائے گی جسے وہ چیک کے ذریعے نکلوا سکتا ہے۔ لہٰذا قرض دیئے جانے کے بعد اب زر کی کل مقدار 700 روپے ہو گئی ہے۔ گویا بینک کی اس کاروائی سے 300 روپے کے برابر نیا زر تخلیق ہو گیا ہے۔

تمام بینکوں کا تخلیق زر کا اجتماعی عمل: (Credit Creation by Whole Bankeing System)

اوپر بتایا گیا ہے کہ ایک بینک اپنے پاس جمع شدہ امانت کا 25% رکھ کر باقی قرض دے دیتا ہے۔ لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ قرض لینے والا یہ رقم جس جس کو بذریعہ چیک ادا کرے گا یہ رقم اُن کے اکاؤنٹ میں منتقل ہو جائے گی۔ جس سے اُن کے بینکوں کے پاس امانتیں بڑھ جائیں گی۔ ہر بینک ان امانتوں کا 25% اپنے پاس رکھ کر باقی رقم بطور قرض جاری کر دے گا۔ اس طرح یہ سلسلہ مسلسل چلتا رہے گا اور کل قرضہ اصل امانت سے کئی گناہ سے زیادہ ہو جائے گا۔ اس وضاحت درج ذیل گوشوارے سے کی گئی ہے۔

قرضہ کے مختلف ادوار	اصل امانت (روپے)	نقد زر کا تناسب	زر محفوظ (روپے)	نیا جاری شدہ قرضہ (نئی امانت) (روپے)
پہلا دور	400.00	25 فیصد	100.00	300.00
دوسرا دور	300.00	25 فیصد	75.00	225.00
تیسرا دور	225.00	25 فیصد	56.25	168.75
چوتھا دور	168.75	25 فیصد	42.19	126.56
پانچواں دور	126.56	25 فیصد	31.64	94.92
پانچوں ادوار کا مجموعہ	1220.31	25 فیصد	305.08	915.23
پانچویں کے بعد آخر تک باقی ادوار کا مجموعہ	379.69	25 فیصد	94.92	284.77
میزان	1600.00	25 فیصد	400.00	1200.00

اس نقشہ سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے اصل امانت چار سو روپے تھی جسکی بنیاد پر نئی امانتوں کی کل مقدار سولہ سو روپیہ ہو گئی۔ جس میں چار سو روپے زر محفوظ رکھ کر باقی بارہ سو روپے کا قرضہ جاری کر دیا گیا۔

زر اعتبار کا فارمولا:

$$\text{زر اعتبار} = \frac{\text{نئی امانتیں}}{\text{زر محفوظ کی شرح}}$$

$$\text{زر اعتبار} = \frac{400}{0.25}$$

$$\text{زر اعتبار} = 1600$$

اعتباری زر کی تخلیق کی حدود: (Limits of Credit Creation)

مذکورہ بحث سے یہ گمان ہوتا ہے کہ بینک کوئی محنت کے بغیر منافع کما سکتا ہے۔ یعنی نقدی کے بغیر ہی قرضہ دیتا ہے اور اس پر سود کما لیتا ہے۔ اس سے یوں خیال ہوتا ہے کہ جیسے وہ اس کام کو بہت زیادہ وسعت دے کر، بے حد و حساب آمدنی حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن حقیقت

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

میں ایسا ممکن نہیں بلکہ اعتباری زر پیدا کرنے پر کچھ بندشیں ہیں۔

1۔ نقد روپیہ کی ضرورت: (Need for Cash)

اگرچہ تمام لوگ جنہیں بینک قرضہ دیتا ہے نقدی کی صورت میں بینک سے روپیہ طلب نہیں کرتے پھر بھی روزمرہ کی ضروریات کے لئے انہیں "نقد روپیہ" درکار ہوتا ہے۔ لہٰذا بینک ایک خاص حد سے زیادہ اعتباری زر پیدا نہیں کرسکتا۔ کیونکہ جتنا اعتباری زر پیدا کرے گا اتنی ہی نقدی کی ضرورت بھی بڑھتی جائے گی۔ اور چونکہ بینک کے پاس زر لامحدود نہیں ہوتا اس لئے وہ اعتباری زر بھی لامحدود جاری نہیں کرسکتا۔ تخلیق زر کا عمل واضح کرتے ہوئے ہم نے فرض کرلیا تھا کہ تمام وصولیاں اور ادائیگیاں چیکوں کے ذریعے ہوتی ہیں۔ حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں ہوتا بلکہ نقدی بھی استعمال ہوتی ہے۔

2۔ ضمانتوں کی قلت: (Deficiency of Securities)

بینک لوگوں کو قرضہ دیتے وقت ان سے ضمانتیں طلب کرتا ہے مثلاً جائیداد، سونا، چاندی، زیورات اور بانڈ وغیرہ، یہ سب دولت کی مختلف صورتیں ہیں۔ لہٰذا بینک اپنے پاس سے زر پیدا نہیں کرتا۔ بلکہ دولت اور ضمانتوں کے عوض زر دیتا ہے۔ گویا دولت کی مختلف صورتوں کو (جو مقابلتاً کم انتقال پذیر ہوتی ہے لے کر انہیں) نقدی زر اعتباری زر سے میں بدل دیتا ہے۔ اور چونکہ لوگوں کے پاس ضمانت کے طور پر دینے کے لئے جائیداد یا املاک محدود ہیں۔ اس لئے بینک بھی اسی حد تک ہی اعتباری زر پیدا کرسکتا ہے۔

پروفیسر کراؤتھر:

"بینک ہوا میں سے زر پیدا نہیں کرلیتے بلکہ دولت کی مختلف شکلوں کو زر کی شکل دے دیتے ہیں۔"

3۔ مرکزی بینک کی پالیسی: (Policy of Central Bank)

اعتباری زر پیدا کرنے پر مرکزی بینک بھی کچھ پابندیاں عائد کردیتا ہے۔ یہ بینک ملک کے معاشی اور مالی حالات کے پیش نظر اعتباری زر کی مقدار بڑھانے یا گھٹانے کے سلسلے میں بعض اقدامات کرتا رہتا ہے۔ لہٰذا تجارتی بینک اعتباری زر پیدا کرنے کے سلسلے میں مکمل طور پر آزاد نہیں ہوتے۔

4۔ قرض داروں کی قلت: (Unavailasility of Borrowers)

قرضہ دینے اور لینے کے لئے دو فریقوں کا ہونا ضروری ہے کہ قرضہ دینے والا یعنی بینک تو قرضہ دینے کے لئے تیار ہو، لیکن اسے لینے کے لئے کوئی (تاجر یا صنعت کار) موجود نہ ہو۔ یہ صورت خاص طور پر سرد بازی اور معاشی بحران کے زمانہ میں پیدا ہوتی ہے کیونکہ ایسے حالت میں قیمتیں گرنا شروع ہوجاتی ہیں۔ طلب گھٹ جاتی ہے۔ سرمایہ کاری کے مواقع کم ہوجاتے ہیں۔ اور لوگ بینکوں سے قرضہ لینا بند کردیتے ہیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں بھی بینک اعتباری زر پیدا نہیں کرسکتے۔ غرضیکہ اعتباری زر پیدا کرنے کے لئے چار باتوں کا ہونا ضروری ہے۔

i۔ بینک کو کہیں سے نقد رقم بطور امانت وصول ہو۔
ii۔ بینک قرضہ دینے پر آمادہ ہو۔
iii۔ کاروباری لوگ قرضہ لینے پر تیار ہوں۔
iv۔ قرضہ لینے والا نقدی لینے پر اصرار نہ کرے بلکہ چیک پر ہی مطمئن ہوجائے۔

اعتباری زر کے آلات

Instruments of Credit

اعتبار سے مراد اعتماد یا بھروسہ ہے۔ جو ایک قرض دینے والا (Lender) قرض لینے والے (Borrower) کے اوپر کرتا ہے۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ مقروض معینہ مدت کے بعد قرض واپس کردے گا یا اس نے جو مال خریدا ہے اس کی قیمت ادا کردے گا۔ باالفاظ دیگر قرجہ لینے اور دینے، یا نقد خرید و فروخت کے بجائے ادھار پر مال دینے اور لینے کو اعتبار یا کریڈٹ (Credit) کہا جاتا ہے۔ کریڈٹ کی تین قسمیں ہیں۔

کریڈٹ کی اقسام

Types of Credit

کریڈٹ کی تین اقسام ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

i۔ صرف کریڈٹ ii۔ تجارتی کریڈٹ iii۔ بینک کریڈٹ

i۔ صرفی کریڈٹ Consumers Credit

عام دکاندار یا مالیاتی ادارے صارفین اور عوام کو اشیائے صرف کی خریداری کے لئے جو قرضہ یا ادھار دیں اسے قرضہ صارفین یا صرفی کریڈٹ کہا جاتا ہے۔

ii۔ تجارتی کریڈٹ Trade Credit

اس سے مراد وہ قرضہ ہے جو کارخانہ داروں کو خام مال مہیا کرنے کے لئے دیا جاتا ہے یا کارخانہ دار تھوک فروشوں یا پرچون فروشوں کو فراہم کرتے ہیں۔

iii۔ بینک کریڈٹ Bank Credit

اس سے مراد وہ کریڈٹ یا ادھار لین دین ہے جو ایک بینک اپنے گاہکوں کو قرضوں (Loan) یا اوور ڈرافٹ (Over Draft) کی شکل میں دیتا ہے۔ (یعنی گاہک کی جمع شدہ امانت سے زاہد رقم قرضہ میں دینا)

قرض لیتے یا دیتے وقت تحریری وعدہ کیا جاتا ہے۔ اس کی کئی شکلیں ہوتی ہیں۔ جنہیں اعتباری زر کے آلات کہا جاتا ہے۔ ان کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں۔

1۔ کتابی اعتبار Book Credit

جب کوئی گاہک کسی دکاندار سے کچھ اشیاء ادھار (یا کریڈٹ پر) خریدتا ہے تو دکاندار اس کا اندراج اپنے کھاتوں میں کرلیتا ہے۔ کچھ مدت بعد گاہک دکاندار کو رقم واپس کرتا ہے اور حساب بے باق ہوجاتا ہے۔ اس قسم کے لین دین کو کتابی اعتبار کہا جاتا ہے۔ عموماً ہوسٹل میں مقیم طالبہ بھی کالج کی کینٹین سے کریڈٹ پر چائے اور توسٹ لیتے ہیں اور ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو (جب گھر سے منی آڈر آجائے) بل چکا دیتے ہیں۔

2۔ تحریری وعدہ Promissory Note

اس سے مراد ایسا وعدہ ہے جو مقروض اپنے قرض خواہ (Lender) کے ساتھ تحریری طور پر کرتا ہے اور اس میں یہ وضاحت کرتا ہے۔ کہ وہ یہ رقم خاص میعاد گزر جانے کے بعد قرض خواہ کو ادا کردے گا۔ اس رقم کے وعدہ کو پرامیسری نوٹ بھی کہا جاتا ہے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

نمونہ تحریری وعدہ

Rs: 20,000 Lahore
Stamp
July 1, 2010

Thirty days after for the value received, I promise to pay Mr. Amjad Khan or order the sum of Rs. Twenty thousand only.

Mr. Amjad Khan
10 G. Gulberg Lahore.

Rafiq Ahmad
Signature

3۔ بینک نوٹ: (Bank Note)

بینک نوٹ کسی بینک کا ایسا تحریری وعدہ ہوتا ہے جس میں وہ اس شخص کو جس کے پاس نوٹ ہو، ایک مقررہ رقم ادا کرنے کا اقرار کرتا ہے ۔آجکل اس قسم کا نوٹ صرف ملک کا مرکزی بینک جاری کرتا ہے، جو حکومت کی دی ہوئی ضمانت کی وجہ سے قانونی زر کی طرح گردش کرتا ہے پاکستان میں اس قسم کے نوٹ ''سٹیٹ بینک'' جاری کرتا ہے ۔مثلاً دس، بیس، پچاس، سو، ہزار اور پانچ ہزار روپے کا نوٹ انگلینڈ میں بڑے بڑے نوٹ کی مالیت بیس پونڈ ہے کیونکہ وہاں زیادہ تر ادائیگیاں چیکوں کی معرفت ہوتی ہے۔

4۔ چیک (Cheque)

چیک سے مراد ایسا حکم نامہ ہے جو ایک امانت دار اس بینک کے نام لکھتا ہے۔ جس میں اس کی رقم جمع ہوتی ہے۔اس حکم نامہ میں وہ بینک سے مطالبہ کرتا ہے کہ مندرجہ ذیل رقم اس شخص کو جس کے نام چیک لکھا گیا ہے۔ادا کر دی جائے۔ ہمارے ملک میں کاروباری لوگ اور ترقی یافتہ ممالک میں تقریباً سبھی لوگ کرنسی نوٹوں کی بجائے چیک کے ذریعے ہی ادائیگی اور وصولی کرتے ہیں چیک چار قسم کے ہوتے ہیں۔

چیک کی اقسام
Kinds of Cheque

چیک کی مندرجہ ذیل چار اقسام ہیں۔

i۔ حامل چیک
ii۔ حکمی یا شناختی چیک
iii۔ خط کشیدہ یا نشان زدہ چیک
iv۔ سفری چیک

1۔ حامل چیک (Bearer Cheque)

اس سے مراد ایسا چیک ہے جس کی رقم ہر وہ شخص بینک سے نکلوا سکتا ہے جو اس چیک کو بینک میں لے جائے یا جس کے نام لکھا گیا ہو۔ حتیٰ کہ اگر یہ چیک راستے میں کہیں کھو جائے تو جس کو بھی مل جائے وہ کیش کرا سکے گا۔ (چنانچہ گم ہو جانے کی صورت میں فوراً بینک کو اطلاع کر دینی چاہیے)۔

2۔ حکمی یا شناختی چیک (Order Cheque)

اس سے مراد ایسا چیک ہے جس کی رقم صرف اس شخص کو مل سکتی ہے جس کے نام لکھا گیا ہو۔ چنانچہ اسے اپنی شناخت کرانی پڑتی ہے شناخت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ چیک کی پشت پر اپنے دستخط کر لے اور ایسے آدمی سے تصدیق کروالے جس کا حساب اس بینک میں موجود ہو۔

نمونہ شناختی چیک

2781 No. C-36 788429
18-6-1995
Pay Mr. Abdul Hamid or Order
Rupees Five Thousand Only Rs: = 5000/-
UBL United Bank Limited

3۔ خط کشیدہ یا نشان زدہ چیک (Crossed Cheque)

اس سے مراد ایسا چیک ہے جس کے اوپر کونے میں دو متوازی لکیریں کھینچ کر ان میں 'اینڈ کمپنی'' اس طرح لکھ دیا گیا ہو "and Co" اس قسم کے چیک کی ادائیگی براہ راست نقدی کی صورت میں نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی رقم چیک وصول کرنے والا اپنے حساب میں ہی جمع کرا سکتا ہے اور بعد میں حامل یا شناختی چیک کے ذریعے نکلوا سکتا ہے۔اگر چیک صرف اسی شخص کو دینا مقصود ہو جس کا نام لکھا گیا ہو تو چیک کے اوپر یہ الفاظ لکھ دیئے جاتے ہیں۔

(Payee's Account Only) (یعنی صرف وصول کنندہ کے کھاتہ میں جمع ہو)

نمونہ نشان زدہ چیک

2781 No. C-36 788429
18-6-1995
Pay Mr. Abdul Hamid or Order
Rupees Five Thousand Only Rs: = 5000/-
UBL United Bank Limited

4۔ سفری چیک (Traveller's Cheque)

اس سے مراد ایسا چیک ہے جو ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانے والے مسافر کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔مثال کے طور پر پاکستان کا ایک شخص سیر و سیاحت یا کاروباری مقصد کے لئے کسی دوسرے ملک کا سفر اختیار کرتا ہے تو وہ اپنی ضروریات کی رقم یہاں کسی بینک میں جمع کروالیتا ہے۔ اور کسی غیر ملکی کرنسی پر مشتمل چھوٹی بڑی مختلف مالیتوں کے سفری جنگ بنوالیتا ہے چیک جاری کرتے وقت یہ بینک اس شخص کے ہر چیک پر دستخط کرالیتا ہے یہ شخص جب غیر ملک میں پہنچتا ہے تو وہاں حسب ضرورت چھوٹا یا بڑا چیک بنک میں پیش کر کے نقد رقم وصول کر لیتا ہے غیر ملکی بینک چیک کے بدلے نقد رقم دینے سے قبل مذکورہ شخص سے اسی چیک پر دستخط کرالیتا ہے۔تاکہ یہ تسلی کر لے کہ یہ دستخط پہلے سے ثبت شدہ دستخطوں کے عین مطابق ہیں اور واقعی یہی شخص چیک کا اصل مالک ہے۔ (حکومت پاکستان عموماً عازمین حج کو سفری چیک دینے کا اہتمام کرتی ہے) ملک کے اندر بھی ایک شہر سے دوسرے شہر رقم لے جانے کے لئے سفری چیک تیار کئے جاتے ہیں۔سفری چیک بنانے کی بینک فیس وصول کرتا ہے۔

5۔ بینک ڈرافٹ (Bank Draft)

بینک ڈرافٹ زر کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے کے کام آتا ہے۔فرض کریں عارف اپنے بھائی آصف کو لاہور سے ایک لاکھ روپے کراچی بھیجنا چاہتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ یہ روپیہ لاہور کے کسی بینک کے پاس جمع کرا دے۔ بینک کراچی میں اپنی شاخ کے نام ایک حکم

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

نامہ لکھے گا کہ آصف کو ایک لاکھ روپے ادا کر دیے جائیں۔ عارف یہ حکم نامہ بینک سے لے کر اپنے بھائی آصف کو بھیج دیتا ہے جو اسے کراچی کے بینک میں دکھا کر رقم وصول کر لیتا ہے۔ بینک ڈرافٹ بنانے کی فیس یا کمیشن لیتا ہے۔

6- ہنڈی: (Bill of Exchange)

یہ ملک کی اندرونی تجارت میں استعمال ہوتی ہے۔ جب ایک دکاندار تھوک فروش سے مال خریدتا ہے اور اسی وقت رقم ادا نہیں کر سکتا بلکہ دو تین ماہ کے بعد ادا کرنے کا وعدہ کرتا ہے۔ تو تھوک فروش دکاندار کے نام ہنڈی لکھتا ہے جس میں دکاندار یہ اقرار کرتا ہے کہ وہ معینہ مدت گزرنے پر ہنڈی کی رقم (بمعہ اس مدت کا سود) ادا کرے گا۔ چنانچہ تھوک فروش عرصہ کے بعد رقم وصول کر لیتا ہے۔ اگر اسے رقم کی فوری ضرورت ہو تو وہ ہنڈی اسٹاک ایکس چینج Stock Exchange (یعنی بازار مبادلہ) میں فروخت کر دیتا ہے اور جو شخص یا بینک اسے خریدتا ہے وہ مذکورہ مدت کے بعد رقم وصول کر لیتا ہے۔ ہنڈی خریدنے والے کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اسے اتنے عرصہ کا سود مل جاتا ہے۔ ہنڈی کو اس طرح فروخت کرنے کو بٹہ لگانا Discount کہتے ہیں۔ ہنڈی کی تعریف یوں کی جاتی ہے۔

"ہنڈی سے مراد ایسی دستاویز ہے جو ایک فریق کی دوسرے فریق پر قرض کا ثبوت ہوتی ہے۔"

"The bill is a document that gives evidence of indebtedness of one party to anohter"

ہنڈی کی اقسام Types Of Bill

ہنڈی کی چار اقسام ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

i- درشنی ہنڈی   ii- مدتی ہنڈی
iii- ملکی ہنڈی   iv- غیر ملکی ہنڈی

i- درشنی ہنڈی Sight Bill

اس سے مراد ایسی ہنڈی ہے جس کی رقم اس وقت ادا کرنی ہوتی ہے جب یہ خریدکر سامنے پیش کر دی جائے (یعنی جب وہ اس کا درشن کرے) اشیاء فروخت کرنے والا مال کو ریلوے یا ٹرانسپورٹ کمپنی میں بک کروا کے اس کی رسید اور مال کا بل بینک کو دے دیتا ہے۔ اور اسے ہدایت کرتا ہے کہ ریلوے رسید خریدار کو اس وقت دی جائے جب وہ بل یعنی ہنڈی کی رقم ادا کر دے۔ بینک خریدار کو اطلاع کرتا ہے کہ اس وقت اس کا بل پہنچ گیا ہے وہ ادا کر کے ریلوے کی رسید حاصل کر لے اور اپنا مال چھڑوالے۔ خریدار بینک کو رقم ادا کر کے رسید وصول کر لیتا ہے اور بینک یہ رقم مال بیچنے والے کو بھیج دیتا ہے گویا یہ بل درشنی ہنڈی ہے۔

ii- مدتی ہنڈی Time Bill

اس سے مراد وہ ہنڈی ہے جس کی رقم ایک خاص مدت کے بعد واجب الادا ہوتی ہے خریدار اس پر دستخط کر دیتا ہے اور مدت ختم ہونے پر ادائیگی کرتا ہے۔ ایسی ہنڈی کا یہ فائدہ ہے کہ خریدار اس مال کو بیچ کر ادائیگی کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

iii- ملکی ہنڈی: Inland Bill Of Exchange

جب مال خریدنے اور بیچنے والے کا تعلق ایک ہی ملک سے ہو تو ایسی ہنڈی کو ملکی ہنڈی کہا جاتا ہے۔

iv- غیر ملکی ہنڈی Foreign Bill Of Exchange

یہ ہنڈی بیرونی تجارت میں لین دین کے سلسلے میں استعمال ہوتی ہے اس میں اشیا برآمد کرنے والا (جسے ہنڈی لکھنے والا کہا جاتا ہے) اشیاء درآمد کرنے والے کے نام ایک حکم نامہ لکھتا ہے کہ وہ ہنڈی کی مندرجہ رقم اسے ادا کر دے۔ ہنڈی پانے والا اس پر اپنے دستخط کر کے قبول کر لیتا ہے۔ جس کے بعد یہ ہنڈی خرید و فروخت (Negotiable) کے قابل ہو جاتی ہے۔ یعنی اس پر (بینک یا ہنڈی کا کاروبار کرنے

والے ادارے سے) بٹہ (Discount) لگوا کر اس کے بدلے نقد رقم حاصل کی جا سکتی ہے۔

7- کفالتیں Securities

بعض اوقات حکومت اپنے منصوبوں کو مکمل کرنے کے لئے عام لوگوں یا بینکوں سے قرضہ لیتی ہے اور اس کے عوض جو تحریری وعدہ کرتی ہے۔ اسے کفالت کہا جاتا ہے حکومت پاکستان بھی جب قرض لیتی ہے تو ایسی کفالتیں جاری کرتی ہے ان کفالتوں پر قرض کی رقم، شرح سود، تاریک واپسی وغیرہ درج ہوتی ہے۔ یہ سکیورٹیاں بوقت ضرورت سٹاک ایکس چینج یا بینکوں کے پاس فروخت کی جا سکتی ہے۔

وسیع معنوں میں سکیورٹی یا کفالتوں سے مراد ایسی دستاویزات کے کاغذات جن سے آمدنی حاصل ہوتی ہو اور جن کی اسٹاک ایکس چینج یعنی (بازار مبادلہ) میں خرید و فروخت ہو سکتی ہو بالفاظ دیگر کمپنیوں کے حصص (Shares) یا سرماتی دستاویزات (Investment Documents) کو ہی کفالتیں کہا جاتا ہے۔

معاشی ترقی میں بینکوں کا حصہ

Role of the Bank in Economic Development

1- بیکار (Idle) رقوم کو کارآمد بنانا:

عام طور پر لوگ کوشش کرتے ہیں کہ اپنی آمدنی ساری کی ساری خرچ نہ کر ڈالیں بلکہ اس میں سے کچھ نہ کچھ بچاتے رہیں تاکہ مستقبل میں پیدا ہونے والی زائد ضروریات پوری کر سکیں۔ یوں بے شمار لوگ تھوڑی تھوڑی رقم بچاتے رہتے ہیں جو مختلف گھرانوں میں بکھری ہوتی ہیں۔ اور بیکار پڑی رہتی ہیں۔ یوں بے شمار لوگ اپنی رقوم بینکوں میں بطور امانت جمع کرا دیتے ہیں۔ تو یہ اکٹھی ہو کر تاجروں کے پاس پہنچ کر سرمائے کی صورت میں بار آور کاموں میں استعمال ہونے لگتی ہیں۔

2- تشکیل سرمایہ کا فروغ Promotion Of Capital Formation

جدید دور میں معاشی ترقی کے لئے کثیر مقدار میں سرمایہ درکار ہے پس ماندہ ملکوں کی غربت کی بڑی وجہ یہی ہے کہ ان کے پاس سرمایہ کم ہے۔ یہ عموماً اپنی قومی آمدنی کا چار/پانچ فی صد بچاتے ہیں حالانکہ ترقی کی معقول رفتار برقرار رکھنے اور بڑھتی ہوئی جمعیت محنت (Labour Force) کو روزگار مہیا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ یہ کم از کم قومی آمدنی کا بارہ/تیرہ فیصد بچائیں اور سرمایہ کاری میں لگائیں۔

3- اعتباری زر کی معرفت سرمایہ کی فراہمی: (Pravision of Capital Through Credit Money)

بینک "تخلیق زر" کی معرفت کاروباری لوگوں کو قرضہ مہیا کرتے ہیں غیر منقولہ جائیداد (Immovable Property) یا اثاثوں کی ضمانت پر قرضہ جاری کر کے ایسے اثاثوں کو زیادہ کارآمد اور نفع آور (Profitable) بناتے ہیں اور یوں ملک میں پھیلی ہوئی تجارت اور صنعت کو سرمایہ مہیا کر کے اشیاء و خدمات کی پیداوار اور اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔ پاکستان جیسے ترقی پذیر مملک میں معیشت کو فروغ دینے کے لئے بینکوں کا جاری کردہ قرضہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔

4- مالی ذرائع کا مناسب استعمال: (Resonable Use of Financial Resoures)

بینکوں کی معرفت کے مالی ذرائع (یعنی بچتیں اور سرمایہ) ایسے شعبوں کاروبار اور صنعتوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ملک کے جو بے شمار لوگ روپیہ پس انداز کرتے ہیں وہ خود اس کا صحیح ترین استعمال کرنا نہیں جانتے لیکن بینکوں کی معرفت ان کی یہ رقوم مناسب کاموں میں لگ جاتی ہیں۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

5۔ ترجیحی ضرورتوں کے مطابق استعمال: (Usage according to Preferences)

ملک کا بنکاری نظام، مرکزی بینک کی قیادت اور نگرانی میں ملکی سرمائے کو ایسے شعبوں کی ترقی پروجیکٹوں کی تکمیل کے لئے استعمال کرنے میں مدد دے سکتا ہے۔ جو قومی نقطہ نگاہ سے ترجیحاً زیادہ اہم ہوں گویا سرمایہ کاری کرتے وقت فقط نفع کو ہی پیش نظر نہیں رکھنا چاہیے۔ بلکہ قوم کی بنیادی ضرورتوں کا بھی خیال ہونا چاہیے۔ چانچہ مرکزی بینک کی زیر نگرانی عام بینک سرمائے کا رخ ان ترقیاتی منصوبوں کی طرف موڑ دیتے ہیں۔ جو ملک کی اجتماعی خوشحالی کیلئے ضروری ہوں۔

6۔ پسماندہ علاقوں کی ترقی: (Development of Backward Areas)

کسی ملک کے پسماندہ اور کم ترقی یافتہ علاقوں کی ترقی کے لئے بھی بینک اہم کردار ادا کرتے ہیں مثلاً ایسے علاقوں میں بینکوں کی برانچیں قائم کر کے سہولتیں دی جا سکتی ہیں جس کی مدد سے ان علاقوں میں تجارت اور صنعت و حرفت ترقی کے مراحل طے کر لیتی ہے بینکوں کی مدد سے ملک کے ترقی یافتہ علاقوں میں جمع ہونے والی بچتوں اور سرمائے کو کم ترقی یافتہ علاقوں کی جانب منتقل (Transfer) کیا جا سکتا ہے۔

7۔ معاشی ترقی اور قیمتوں کا استحکام: Economic Development and Price Stability

کسی ملک کی معاشی ترقی میں قیمتوں کے اتار چڑھاؤ سے رکاوٹ پڑتی ہے۔ کیونکہ کاروباری اور تجارتی حالات غیر یقینی ہو جاتے ہیں۔ بینک اعتباری زر کو کنٹرول کر کے قیمتوں میں استحکام پیدا کرنے میں بھی مدد دیتے ہیں۔

ماڈل پرچہ سوالات

مختصر سوالات

1۔ تجارتی بینک سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایسے بینک عموماً لوگوں کے مشترکہ سرمائے سے قائم کیے جاتے ہیں اور بنکاری کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ مثلاً امانتیں وصول کرنا، کاروباری لوگوں کو قرضہ دینا، روپے کو اکی جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا، بیرونی تجارت کے لیے مالیات بہم پہنچانا اور قلیل عرصہ کے لیے سرمایہ ادھار دینا وغیرہ۔ یہ کم شرح سود پر قرج لیتے ہیں اور زیادہ شرح سود پر قرج دیتے ہیں۔ ان کا بنیادی مقصد نفع کمانا ہوتا ہے۔

2۔ تجارتی بنک کے فرائض لکھیں؟

جواب: تجارتی بنک کے مندجہ ذیل فرائض ہیں۔

(i) امانتیں وصول کرنا

(ii) لوگوں کو قرضہ جاری کرنا

(iii) روپے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا

(iv) بیرونی تجارت کے لیے مالیات بہم پہنچانا

3۔ بنکوں کی مختلف اقسام کے نام لکھیں؟

جواب: بنکوں کی درج ذیل اقسام ہیں۔

1) مرکزی بنک
2) تجارتی بنک
3) صنعتی بنک
4) زرعی بنک
5) مبادلہ کے بنک
6) بچت بنک

4۔ اعتباری زر کے آلات کیا کیا ہوتے ہیں؟

جواب: اعتباری زر کے آلات درج ذیل ہیں۔

1) کتابی اعتبار
2) تحریری وعدہ
3) بنک نوٹ
4) چیک
5) بنک ڈرافٹ
6) ہنڈی
7) کفالتیں

5۔ سفری چیک سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہ ایسک چیک ہے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ مثلاً ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانے والے مسافر کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔

6۔ حامل چیک سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ایسا چیک ہے جس کی رقم پر ہر وہ شخص بنک سے نکلوا سکتا ہے جو اس چیک کو بنک میں لے جائے یا جس کے نام یہ لکھا گیا ہو۔ حتی کہ اگر یہ چیک راستے میں کہیں گر جائے تو جس شخص کو بھی مل جائے وہ کیش کروا سکتا ہے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

7۔ حکمی یا شناختی چیک کسے کہتے ہیں؟

جواب: اس سے مراد ایسا چیک ہے جس کی رقم صرف اس شخص کو مل سکتی ہے جس کے نام یہ لکھا گیا ہو۔ چنانچہ اسے اپنی شناخت کرانی پڑتی ہے۔ شناخت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ چیک کی پشت پر اپنے دستخط کرے اور ایسے شخص سے تصدیق کرائے جس کا حساب اس بنک میں موجود ہو۔ آج کل بنک شناختی کارڈ کی کاپی بھی مانگتے ہیں۔

8۔ خط کشیدہ یا نشان زدہ چیک کیا ہوتا ہے؟

جواب: اس سے مراد ایسا چیک ہے جس کے اوپر کونے میں دو متوازی لکیریں کھینچ کر ان میں "اینڈ کمپنی اس طرح لکھ دیا گیا ہو "and co. اس قسم کے چیک کی ادائیگی براہ راست نقدی کی صورت میں نہیں ہوتی بلکہ اس کی رقم چیک وصول Payee Account only کرنے والا اپنے حساب میں ہی جمع کر سکتا ہے۔ بعد میں حامل یا شناختی چیک کے ذریعے نکلوا سکتا ہے۔

9۔ زرمبادلہ کے بنک کا مفہوم بتائیں؟

جواب: ایسے بنک ہیں جو غیر ملکی زر کا کاروبار کرتے ہیں اور بیرونی تجارت کو مالیات بہم پہنچاتے ہیں۔ غیر ممالک میں ادائیگیوں کے لئے ڈرافٹ جاری کرتے ہیں۔

10۔ ہنڈی سے کیا مراد ہے؟

جواب: ہنڈی سے مراد ایسی دستاویز ہے جو ایک فریق نے دوسرے فریق پر مقروضیت کا ثبوت ہوتی ہے۔

11۔ درشنی ہنڈی کیا ہوتی ہے؟

جواب: اس سے مراد ایسی ہنڈی ہے جس کی رقم کی ادائیگی اس وقت ادا کر دی جاتی ہے جب یہ خریدار کے سامنے پیش کی جائے۔ (یعنی جب وہ اس کی اشیاء کا درشن کرے)۔

12۔ مدتی ہنڈی سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ایسی ہنڈی ہے جس کی رقم کی خاص مدت کے بعد واجب الادا ہوتی ہے۔ خریدار اس پر دستخط کر دیتا ہے اور مدت ختم ہونے پر اس کی ادائیگی کر دیتا ہے۔

13۔ غیر ملکی ہنڈی کسے کہتے ہیں؟

جواب: یہ ہنڈی غیر ملکی تجارت کے لیے استعمال ہوتی ہے اس میں اشیاء برآمد کرنے والا اشیاء درآمد کرنے والے کے نام ایک حکم نامہ لکھتا ہے کہ وہ ہنڈی کی مندرجہ رقم اسے ادا کرو۔ ہنڈی پانے والا اس پر اپنے دستخط کر کے قبول کر لیتا ہے۔

14۔ مرکزی بنک کی تعریف لکھیں؟

جواب: یہ سرکاری بنک ہوتا ہے اور ملک کے مالی اور کرنسی نظام کا مستحکم بنانے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ پاکستان کا مرکزی بنک سٹیٹ بنک آف پاکستان ہے۔

15۔ مرکزی بنک کے اصول بتائیں (چار)؟

جواب: مرکزی بنک کے درج ذیل اصول ہیں۔

i) ملکی معاشی استحکام ii) زر اعتبار کا کنٹرول iii) نقد اثاثے
iv) مالی بحران سے نجات

16۔ مرکزی بنک بطور "بازار زر کا ناظم" کیا فرائض سرانجام دیتا ہے؟

جواب: بازار زر کے ناظم کی حیثیت سے مرکزی بنک زری پالیسی بناتا ہے۔ جس کی مدد سے زر کی رسد کو کم یا زیادہ کر کے افراط زر یا تفریط زر کو کنٹرول کرتا ہے۔

17۔ سود کسے کیا مراد ہے؟

جواب: قرض لئے ہوئے سرمائے کو ایک خاص عرصہ تک استعمال کرنے کا صلہ سود کہلاتا ہے۔

18۔ مضاربت کا مفہوم بتائیں؟

جواب: اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک فریق سرمایہ مہیا کرے اور دوسرا اپنی محنت و صلاحیت کو استعمال کرے۔ سرمایہ فراہم کرنے والا صاحب مال یا رب المال کہلاتا ہے۔ اور محنت مہیا کرنے والا مضارب یا عامل کہلاتا ہے۔ کاروبار سے حاصل ہونے والا منافع دونوں فریق پہلے سے طے شدہ تناسب سے آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

19۔ معیادی امانتوں اور طلبی امانتوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: معیادی امانتیں: اس سے مراد ایسی امانتیں ہیں یا ایسی رقوم ہیں جو ایک شخص ایک مقررہ مدت کے لئے بنک میں جمع کروا لیتا ہے۔ اور وہ مدت پوری ہونے سے پہلے اپنی رقم نکلوا نہیں سکتا۔ ان پر بنک زیادہ شرح سے سود ادا کرتا ہے۔

طلبی امانتیں: اس سے مراد بنک میں جمع کروائی ہوئی ایسی امانتیں ہیں جو اس کا مالک جب چاہے پیشگی اطلاع دیے بغیر بنک سے نکلوا سکتا ہے، عام کاروباری لوگ اپنا روپیہ بنکوں میں اسی طرح رکھتے ہیں۔ ان پر بنک عام طور پر سود ادا نہیں کرتا۔

20۔ اعتباری زر کی تخلیق کا فارمولا تحریر کریں؟

جواب:

$$\text{اعتباری زر} = \frac{\text{اصل امانت}}{\text{نقد زر کا تناسب}}$$

21۔ نوٹ جاری کرنے کے طریقے بتائیں؟

جواب: معینہ ضمانت کا نظام: اس میں مرکزی بنک کو حکومت ایسی اجازت ہوتی ہے کہ وہ ایک خاص مقدار میں اپنے پاس سونا یا چاندی رکھے بغیر نوٹ جاری کرے۔

متناسب محفوظات کا نظام: اس قاعدہ کی رو سے مرکزی بنک پر لازم ہوتا ہے کہ وہ جس قدر نوٹ جاری کرے ان کے پیچھے اپنے پاس ایک مقررہ تناسب سے دھاتی سرمایہ مثلاً سونا، چاندی وغیرہ محفوظ رکھے۔

22۔ اعتباری زر کے چار فوائد بتائیں؟

جواب: اعتباری زر کے چار فوائد ہیں۔

i) دھاتی زر کی بچت ii) صنعت اور تجارت کی ترقی
iii) غیر ملکی ادائیگیاں iv) بچت کا رجحان

23۔ پروفیسر فشر کی مساوات مبادلہ لکھیں؟

جواب:

$$PT = mv + m'v'$$

یا

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

$$P = \frac{mv + m'v'}{T}$$

24۔ فہرستی اور غیر فہرستی بنکوں میں کیا فرق ہے؟
جواب: فہرستی بنک: ایسے بنک جو کاروبار شروع کرنے سے پہلے مرکزی بنک سے اجازت لیتے ہیں اور ان کے کم از کم سرمائے کی حد مقرر ہوتی ہے اور یہ اپنی امانتوں کا کچھ حصہ مرکزی بنک کے پاس رکھوتے ہیں۔
غیر فہرستی بنک: ایسے بنک جو کاروبار شروع کرنے سے پہلے مرکزی بنک سے کوئی اجازت نہیں لیتے اور ان کے سرمائے کی بھی کوئی حد مقرر نہیں ہوتی اور یہ اپنی امانتوں کا کوئی حصہ مرکزی بنک کے پاس نہیں رکھواتے۔

25۔ نوٹ جاری کرنے کے اصول لکھیں؟
جواب: نوٹ درج ذیل اصول کے تحت جاری کئے جاتے ہیں۔
i) بنکاری کا اصول   ii) کرنسی کا اصول

26۔ راست اقدام سے کیا مراد ہے؟
جواب: راست اقدام سے مراد مرکزی بنک کا ایسا اقدام ہے جس سے وہ بنک کو اس کی پالیسی پر عمل پیرا نہ ہونے کی صورت میں اپنی فہرست سے خارج کرنے کی دھمکی دیتا ہے اور اس کو قرضہ دینے سے انکار کر دیتا ہے اس کی ہنڈیوں پر بٹہ لگانے سے بھی انکار کر دیتا ہے۔

27۔ بنک ریٹ سے کیا مراد ہے؟
جواب: بنک ریٹ سے مراد وہ شرح سود ہے جس پر مرکزی بنک ہنڈیوں کو بٹہ لگانے پر آمادہ ہوتا ہے یا دوسرے لفظوں میں جس پر بنک تجارتی بنکوں کو قرضہ دیتا ہے۔

28۔ مرکزی بنک کے کوئی سے چار فرائض لکھیں؟
جواب: مرکزی بنک درج ذیل فرائض سرانجام دیتا ہے۔
i) نوٹ جاری کرنا   ii) حکومت کا بنک
iii) تجارتی بنکوں کے محفوظ زر کا نگران   iv) بنکوں کا حساب گھر

❁❁❁

باب 4

سرکاری مالیات
Public Finance

حکومت کی ذمہ داریاں: (Responsibilities of Govt.)
موجودہ زمانے میں ہر ملک کی حکومت یہ فرائض ادا کرتی ہے: معاشی ترقی اور لوگوں کی فلاح و بہبود (walfare) کے لیے کوشش کرتی ہے، بیرونی دشمنوں سے بچاؤ اور ملک کے دفاع (Defence) کے لئے فوج رکھتی ہے، ملک کے اندر امن و امان (Peace and Order) برقرار رکھنے کے لئے پولیس، اور عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے عدالتیں قائم کرتی ہے۔ ریلیں، سڑکیں، بندرگاہیں اور ہوائی اڈے تعمیر کرتی ہے۔ سکول، کالج اور ہسپتال بناتی ہے۔ آبپاشی کے لئے ڈیم، نہریں اور بیراج تعمیر کرتی ہے۔ بجلی کی پیداوار اور تقسیم کا انتظام کرتی ہے۔ معیشت کے مختلف شعبوں، مثلاً زراعت، صنعت، تجارت، مواصلات اور بنکاری وغیرہ کی ترقی کے لئے مناسب اقدامات کرتی ہے۔ ملک کے مالی اور انسانی ذرائع (Human Resources) سے بھرپور فائدہ اٹھانے اور "کامل روزگار" کی سطح برقرار رکھنے کے لئے منصوبہ بندی (Planning) کرتی ہے۔
ان مقاصد کے لیے حکومت کو روپے (مالیات) کی ضرورت ہوتی ہے جس کے لئے وہ مختلف قسم کے ٹیکس عائد کرتی ہے۔ بعض اوقات ملک کے اندر اور باہر سے قرضہ بھی لیتی ہے۔ چنانچہ معاشیات میں حکومت کی آمدنی اور خرچ (Income and Expenditure) کے ذرائع اور اس ضمن میں سرکاری مالیاتی پالیسی (Fiscal Policy) کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ (اس کی وضاحت آگے آئے گی)

سرکاری مالیات اور نجی مالیات (Private Finance) میں مشابہت (Similarity):

سرکاری مالیات: (Public Finance)
ہر حکومت آئندہ سال میں ہونے والی متوقع آمدنی اور خرچ کا جائزہ لیتی ہے اور بجٹ (Budget) یا "میزانیہ" تیار کرتی ہے اسے سرکاری مالیات کہا جاتا ہے۔

نجی مالیات: (Private Finance)
عام لوگ بھی عموماً ہر ماہ اپنا بجٹ تیار کرتے ہیں اور آمدنی و خرچ کا تخمینہ (Estimate) لگاتے ہیں۔ اسے نجی مالیات کہا جاتا ہے۔
لیکن سرکاری اور نجی (انفرادی) بجٹوں کی تیاری میں کچھ مشابہت بھی ہے اور فرق بھی، چنانچہ ہم یہاں سرکاری اور نجی مالیات میں مشابہت اور فرق واضح کرتے ہیں۔ سرکاری مالیات اور نجی مالیات میں مندرجہ ذیل باتیں مشترک اور متماثل ہیں:

1۔ آمدنی و خرچ میں توازن (Balance in Income and Expenditure):
ہر آدمی کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس کی آمدنی اور اس کے خرچ میں توازن قائم رہے یعنی اس کا خرچ اس کی آمدنی سے زیادہ نہ ہو لیکن اگر حکومت اپنی آمدنی سے کم خرچ کرے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ لوگوں پر بھاری ٹیکس لگا کر زیادہ آمدنی فراہم کی گئی ہے، لیکن وہ ساری ان کی فلاح و بہبود پر خرچ نہیں کی گئی۔

awazeinqilab.com
Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

2۔ بجٹ چھپانا(Secret)یا ظاہر(Open) کرنا:

عام افراد اپنی آمدنی وخرچ کا حساب عموماً پوشیدہ رکھتے ہیں اور اپنے بجٹ کو ظاہر کرنا پسند نہیں کرتے، کیونکہ اس میں کئی سماجی اور نفسیاتی مصلحتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً اگر کسی شخص کی آمدنی اس کے خرچ سے کم ہو تو اس کے عزیز واقارب پر اس کی سفید پوشی کا بھرم کھل جاتا ہے، اگر کسی فرد کی آمدنی بہت زیادہ ہو تو وہ بھی انکم ٹیکس کے خوف یا چور اچکے کے ڈر سے اسے ظاہر نہیں کرتا۔ لیکن حکومت کا معاملہ الٹ ہے' وہ اپنا بجٹ چھپانے کی بجائے مشتہر کرتی ہے۔ اور اسے پارلیمنٹ میں پیش کر کے عوام کو بتاتی ہے کہ اسے کہاں کہاں سے' کتنی کتنی آمدنی حاصل ہوگی اور وہ کس کس مد پر خرچ کی جائے گی۔

سرکاری وصولیاں اور محصولاتی تمدن(Public Revenue and Tax Culture):

حکومت کے لیے ٹیکسوں کے ذریعہ آمدنی حاصل کرنے' اس شعبہ میں مختلف طریقے اور قوانین وضع کرتے ہوئے جو محصولاتی نظام قائم کیا جاتا ہے اسے ٹیکس کلچر (محصولاتی تمدن) کہا جاتا ہے۔

حکومت کے ذرائع آمدنی(Sources of Income):

جدید زمانہ کی حکومتیں اپنے دفاعی' معاشرتی' اقتصادی' ترقیاتی اور دیگر فرائض انجام دینے کے لیے مالیات اور آمدنی حاصل کرتی ہیں جس کے درج ذیل دو ذرائع ہیں:

1۔ محصولاتی آمدنی(Tax revenue):

اس سے مراد ایسی آمدنی یا وصولی ہے جو مختلف قسم کے ٹیکسوں سے حاصل ہوتی ہے' مثلاً

(i) براہ راست ٹیکس(Direct Tax)

(ii) بالواسطہ ٹیکس(Indirect Tax)

براہ راست ٹیکس سے مراد ایسا ٹیکس ہے جو جس شخص پر عائد کیا جائے اس کا بوجھ بھی اس پر پڑے' مثلاً انکم ٹیکس(Income Tax) یا دولت ٹیکس (Wealth Tax) یا ہبہ(Gift) ٹیکس اور پراپرٹی ٹیکس (Property Tax) وغیرہ۔ یہ ٹیکس لوگوں کی اپنی آمدنی یا دولت یا جائداد پر عائد کیے جاتے ہیں اس لئے وہ خود ادا کرتے اور ان کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ ان کے برعکس بالواسطہ ٹیکس سے مراد ایسا ٹیکس ہے جو جس فرد یا کمپنی پر عائد کیا جائے وہ ادا تو خود کرے لیکن آگے منتقل کر کے دوسروں سے وصول کرلے' مثلاً درآمدات و برآمدات پر ٹیکس۔ یہ ٹیکس امپورٹر یا ایکسپورٹر ادا کرتے ہیں لیکن ٹیکس کی رقم درآمد یا برآمد کی جانے والی شے کی قیمت میں شامل کر کے گاہکوں سے وصول کر لیتے ہیں۔ اسی طرح سیلز (Sales)(یعنی بکری) ٹیکس اور ایکسائز ڈیوٹی وغیرہ بھی بالواسطہ ٹیکس ہیں۔

2۔ غیر محصولاتی آمدنی(Non-Tax Revenue):

اس سے مراد ایسی وصولی ہے جو حکومت کو اپنی پیداوری' کاروباری یا بعض دیگر خدمات کے عوض حاصل ہوتی ہے' مثلاً حکومت سرکاری جنگلات کی پیداوار یا صنعتی اداروں کی مصنوعات فروخت کر کے یا مواصلاتی خدمات مہیا کر کے قیمت یا فیس وصول کرتی ہے۔ غیر محصولاتی آمدنی میں وہ رقوم بھی شامل ہیں جو حکومت ملک کے اندر یا باہر سے قرضہ لے کر فراہم کرتی ہے۔

ہم یہاں ان مختلف قسم کے ذرائع کی تفصیل بیان کرتے ہیں:

ٹیکس(Tax) یا محصول:

سرکاری آمدنی کا سب سے اہم ذریعہ ٹیکس ہوتا ہے۔ اس سے مراد شہریوں کے ذمے ایسی واجب الادا رقم ہے جو وہ اپنی دولت یا آمدنی

میں سے حکومت کو دیتے ہیں' تاکہ وہ ان اخراجات کو پورا کر سکے جو اسے عوام کے اجتماعی فائدے کے لئے اٹھانے پڑتے ہیں' ٹیکس کی دو خصوصیات ہیں:

(i) اس کی ادائیگی لازمی ہوتی ہے' یعنی جس پر ٹیکس عائد ہوتا ہے' گویا جس کی آمدنی قابل ٹیکس ہوتی ہے' سے یہ ضروری دینا پڑتا ہے۔

(ii) ٹیکس حکومت کے عام اجتماعی مقاصد کے لئے حاصل کیا جاتا ہے' اس کے بدلے میں ٹیکس دینے والے کو براہ راست کوئی فائدہ نہیں پہنچایا جاتا۔ یعنی جو شخص انکم ٹیکس ادا کرتا ہے' وہ اس کے بدلے میں اپنی ذات کے لئے اتنا ہی فائدہ اٹھانے کے لئے حکومت سے تقاضا نہیں کر سکتا' بلکہ ٹیکس کی رقم قوم کے اجتماعی اور مشترکہ(Collective) فائدہ کے لئے خرچ ہوتی ہے۔

حکومت کے ''غیر محصولاتی آمدنی'' درج ذیل ہیں:

1۔ فیس(Fee):

اس سے مراد وہ رقم ہے جو لوگ حکومت سے کوئی خدمت حاصل کرنے کے عوض ادا کرتے ہیں' مثلاً لائسنس فیس یا تعلیمی فیس(Tution Fee)۔ پاکستان میں اسلحہ کا لائسنس بنانے' پاسپورٹ بنوانے' شکار کھیلنے یا عدالتی کاغذات پر ٹکٹ لگانے کے لئے فیس ادا کی جاتی ہے۔

2۔ شے یا خدمت کی قیمت: (Price of Goods or Services)

اس سے مراد وہ آمدنی ہے جو حکومت کو اپنی اشیاء یا خدمات(Goods & Services) فروخت کرنے کے عوض حاصل ہوتی ہے' مثلاً پٹرلیم' قدرتی گیس اور جنگلات کی لکڑی وغیرہ سے جو رقم حاصل کرتی ہے وہ اس مد میں شمار ہوتی ہے۔ فیس اور قیمت میں یہ فرق ہے کہ فیس اس خدمت کی لاگت سے کم یا زیادہ ہو سکتی ہے۔ جو حکومت عوام کو مہیا کرتی ہے' لیکن قیمت مہیا کردہ خدمت کے برابر ہوتی ہے۔ ٹیکس اور ''قیمت'' میں یہ فرق ہے کہ ٹیکس ہر اس شخص کو دینا پڑتا ہے جس پر قواعد کے تحت لاگو ہو' لیکن قیمت صرف اسے ہی دینی پڑتی ہے جو حکومت سے کوئی خدمت یا شے خریدے۔

3۔ سرکاری جائیداد(State Property):

حکومت کو سرکاری جائیداد سے بھی آمدنی حاصل ہوتی ہے' مثلاً سرکاری زمینیں فروخت کر کے یا کانوں (Mines) سے معدنیات نکال کر' یا جنگلات کی لکڑی اور دیگر پیداواریں فروخت کر کے۔ حکومت پاکستان کانوں سے نکلنے والے نمک کو فروخت کر کے اور دیگر کانیں ٹھیکہ پر دے کر رائلٹی (Royalty) کی شکل میں آمدنی حاصل کرتی ہے۔ اسی طرح ضلع ہزارہ' دیر چترال اور شمالی علاقوں سے جنگلات کی لکڑی فروخت کر کے آمدنی حاصل کرتی ہے۔

4۔ حکومت کے پیداواری کام(Productive Enterprises):

حکومت بعض اور تجارتی کاروبار کرتی ہے جن سے اسے منافع کی صورت میں آمدنی حاصل ہوتی ہے' مثلاً ریل' ڈاک' تار' ٹیلیفون' بجلی وغیرہ کے محکموں سے حاصل ہونے والی آمدنی۔

ٹیکس عائد کرنے کے اصول(Canons of Taxation):

حکومت کو (یعنی کسی ملک کے وزیر مالیات کو) ٹیکس نافذ کرتے وقت' مندرجہ ذیل اصول پیش نظر رکھنے چاہیں ان میں سے پہلے چار اصول پروفیسر آدم سمتھ نے پیش کئے ہیں۔

1۔ اصول مساوات(Canon of Equity):

پروفیسر آدم سمتھ لکھتے ہیں کہ ہر ملک کے باشندوں کو اپنی حکومت کے استحکام کے لئے' اپنی توفیق کے مطابق حصہ لینا چاہیے۔ اسے مساوات یا عدل کا اصول کہا جاتا ہے' اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہر شخص یکساں مقدار میں ٹیکس ادا کرے' نہ اس کا یہ مطلب ہے کہ ہر آدمی

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

یکساں شرح سے ٹیکس ادا کرے' کیونکہ ان دونوں طریقوں سے مساوات کے تقاضے پورے نہیں ہوتے' بلکہ اس سے مراد ہے ہر شخص اپنی اپنی استطاعت اور آمدنی کے مطابق ٹیکس ادا کرے' زیادہ آمدنی والے زیادہ شرح سے ٹیکس دیں' اور کم آمدنی والے کم شرح سے ٹیکس ادا کریں۔ گویا اس ٹیکس کا تقاضا "متزائد ٹیکس" سے پورا ہوتا ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے جیسے کسی کی آمدنی بڑھتی جائے' ٹیکس کی شرح بھی بڑھتی جائے۔

2۔ اصول تیقن (Canon of Certainty):

اس سے مراد یہ ہے کہ ٹیکس گزار کو ٹیکس کی رقم کی ادائیگی کے طریقہ کا پورا پورا علم ہونا چاہئے کہ ٹیکس کتنا دینا ہے اور کب دینا ہے کیونکہ لاعلمی کی صورت میں انہیں بڑی پریشانی ہوتی ہے اور حکومت کو بھی اپنی ضرورت اور توقع کے مطابق ٹیکس وصول نہیں ہوتا۔ پروفیسر آدم سمتھ کی رائے یہ ہے کہ اگر ٹیکس کے نظام میں تیقن کا عنصر غائب ہو تو ٹیکس وصول کرنے کے نظام میں بدعنوانی فروغ پا سکتی ہے۔ چنانچہ ٹیکس نافذ کرنے اور اکٹھے کرنے کے اختیارات محض حکومتی کارندوں کی مرضی پر ہی نہیں چھوڑ دینے چاہئیں بلکہ اس سلسلے میں واضح اور یقینی پالیسی موجود ہونی چاہئے۔ اس کا ایک طرف تو ٹیکس دہندگان کو فائدہ ہوتا ہے اور دوسری طرف خود حکومت کو' کیونکہ وہ ٹیکسوں سے حاصل ہونے والی آمدنی کے بارے میں یقینی معلومات ہونے کے بعد اپنے ترقیاتی اور غیر ترقیاتی پروگرام پورے اعتماد سے بنا سکتی ہے۔

3۔ اصول سہولت (Canon of Covenience):

اس اصول کے مطابق جہاں تک ممکن ہو ٹیکس کی رقم ایسی ہونی چاہئے جو ٹیکس گزار آسانی کے ساتھ دے سکتے ہوں۔ اس مقصد کے لئے ٹیکس قسطوں میں لینا چاہئے اور ایسے وقت میں وصول کرنا چاہئے جب انہیں تنخواہ یا آمدنی حاصل ہو۔ مثلاً زراعت پیشہ طبقہ سے اس وقت جب ان کی فصل پک کر تیار ہو جائے' کاروباری طبقہ سے اس وقت جب تجارتی سرگرمی عروج پر ہو اور ملازمت پیشہ لوگوں سے اس وقت جب انہیں تنخواہ وصول ہو۔

4۔ اصول کفایت (Canon of Economy):

اس اصول کا تقاضا یہ ہے کہ ٹیکس اکٹھا کرنے کے اخراجات کم سے کم ہوں' ایسا نہ ہو کہ ٹیکس کی ساری رقم ان افسروں اور کلرکوں کی تنخواہوں میں چلی جائے جو ٹیکس اکٹھا کرنے پر مامور ہوں۔ اس لئے محکمہ ٹیکس میں دیانتدار' مستعد مگر تھوڑے افراد مقرر کرنے چاہئیں تاکہ ان کی تنخواہیں ادا کرنے کے بعد زیادہ سے زیادہ رقم حکومت کے خزانے میں پہنچ سکے۔

5۔ اصول سادگی (Canon of Simplicity):

نظام محصولات سادہ اور عام ٹیکس دہندہ کی سمجھ کے مطابق ہونا چاہئے اس میں کوئی پیچیدگی اور الجھن نہیں ہونی چاہئے' کیونکہ اگر ٹیکس دہندہ کو اس بات کا علم نہ ہو کہ اس پر کون سا ٹیکس لگے گا اور کس شرح سے نافذ ہوگا' پھر ٹیکس جمع کرنے والے حکام' ٹیکس دہندوں کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھائیں گے' اور بدعنوانی اور بے قاعدگی کے دروازے کھل جائیں گے۔

6۔ اصول پیداوری (Canon of Productivity):

اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کو ٹیکس سے اتنی آمدنی ضرور ہونی چاہئے کہ وہ اپنی ضرورتیں پوری کر سکے۔ ایسا نہ ہو کہ اخراجات زیادہ ہوں اور ٹیکس کم۔ ورنہ حکومت کو اپنی ضرورت پوری کرنے کے لئے قرضہ لینا پڑتا ہے یا اتنے نوٹ چھاپنے پڑتے ہیں۔

7۔ اصول لچک داری (Canon of Elasticity):

بہترین نظام محصول وہ ہے جس میں لچک موجود ہو' یعنی قومی آمدنی میں جوں جوں اضافہ ہوتا جائے' حکومت کو ٹیکس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی بڑھتی جائے' اور اگر لوگوں کی آمدنیاں کم ہو جائیں تو ٹیکس بھی کم ہو جائیں۔

8۔ اصول موفقیت (Canon of Flexibility):

ٹیکسوں کا نظام ایسا ہونا چاہئے کہ ملک کے معاشی اور مالی حالت میں تغیرات اور نئے تقاضوں کے مطابق اسے ڈھالا جا سکے اور اس میں مطلوبہ تبدیلی پیدا کی جا سکے۔ گویا اصول موافقیت' اصول لچک داری کی بنیاد اور مطلوبہ شرط ہے۔ کیونکہ اگر نظام محصولات نئے حالات کیمطابق ڈھالا جا سکتا ہو تبھی اس میں لچک پیدا ہوگی اور حکومت کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے لئے ٹیکسوں میں اضافہ ہو سکے گا۔

9۔ معاشی ترقی کا اصول (Canon of Development):

ٹیکسوں کا نظام ایسا ہونا چاہئے جو ملکی معاشی ترقی کی رفتار تیز کرنے کا باعث بنے' یعنی اس کے باعث بچتوں' سرمایہ کاری' بیرونی تجارت اور برآمدات کی حوصلہ افزائی ہو۔ زرعی اور صنعتی شعبے پھلیں پھولیں' اشیاء و خدمات کی پیداوار میں اضافہ ہو اور تقسیم دولت کا نظام مساویانہ (Equitable) ہو جائے۔

10۔ ٹیکسوں کا بہترین نظام: (Best System of Taxes)

ٹیکس کا بہترین نظام وہ ہوتا ہے جو مذکورہ بالا اصولوں پر پورا اترے' یعنی جو اصول مساوات' اصول تیقن' اصول سہولت وغیرہ تمام شرطوں کو پورا کرتا ہو۔ نیز اس میں یہ خوبیاں ہوں: وہ آمدنی اور دولت کی تقسیم میں عدم مساوات اور بے اعتدالی کو ختم کرے اور تقسیم دولت کے نظام میں اعتدال' توازن اور مساوات کا رجحان پیدا کرے' معاشی ترقی کی رفتار تیز کرنے میں مدد دے' قیمتوں میں استحکام پیدا کرنے کا باعث بنے' بچت اور سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کرے' غیر پیداوری او تعیشاتی (Luxurious) اخراجات کی حوصلہ شکنی کرے۔ جوں جوں قومی آمدنی میں اضافہ ہوتا جائے' اسی رفتار سے صرف اور خرچ کو بڑھتے جانے سے روکے اور زائد آمدنی کا حتی الامکان زیادہ سے زیادہ حصہ بچتوں اور سرمایہ اندوزی کی طرف مخصوص کرنے میں مدد دے۔

ٹیکسوں کی اقسام

(Kinds of Taxation)

ٹیکسوں کی مختلف اقسام یہ ہیں: بلاواسطہ ٹیکس (یا براہ راست ٹیکس) (Direct Tax) اور بالواسطہ ٹیکس (Indirect Tax)' متناسب ٹیکس (Proportional Tax) اور متزائد ٹیکس (Progressive Tax)' ایک اور قسم ہے تنزیلی ٹیکس (Regressive Tax)' ان کا باہمی فرق اور ان کے فوائد و نقصانات ذیل میں بیان کئے گئے ہیں:

1۔ براہ راست یا بلاواسطہ ٹیکس: (Dinect Tax)

اس سے مراد وہ ٹیکس ہے جو ٹیکس گزار براہ راست حکومت کو ادا کرتا ہے اور اس کا بوجھ بھی اسی شخص پر پڑتا ہے' وہ اسے آگے کسی اور پر منتقل نہیں کر سکتا۔ مثلاً انکم ٹیکس' ویلتھ ٹیکس' پراپرٹی ٹیکس' وراثت ٹیکس (Inheritance Tax) اور مالیہ زمین وغیرہ۔ ایسے ٹیکس وہی شخص ادا کرتا ہے جس پر یہ لگائے جاتے ہیں۔

2۔ بالواسطہ ٹیکس: (Indinect Tax)

اس سے مراد وہ ٹیکس ہے جس کی ادائیگی تو کسی ایک شخص کے ذمے ہو۔ لیکن اس کا بوجھ دراصل کسی اور پر پڑے۔ کیونکہ ٹیکس دینے والا اسے کسی اور پر منتقل کر دیتا ہے۔ مثلاً سیلز ٹیکس' ایکسائز ڈیوٹی یا کسٹم ڈیوٹی وغیرہ۔ یہ ٹیکس عام طور پر تاجر ادا کرتے ہیں' لیکن جب وہ اشیاء فروخت کرتے ہیں تو ادا شدہ ٹیکس کی رقم قیمت میں شامل کر کے خریداروں سے وصول کر لیتے ہیں' خود حکومت کا منشاء بھی یہی ہوتا ہے کہ یہ ٹیکس صارفین سے ہی وصول کیے جائیں' لیکن چونکہ ہر صارف پر بلاواسطہ ٹیکس عائد نہیں کیا جاتا اس لئے تاجروں کے ذریعے یہ ٹیکس صارفوں سے

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

وصول کئے جاتے ہیں۔

3۔ متناسب ٹیکس:(proportional Tax)

اگر تمام لوگوں کی آمدنیوں پر ایک شرح سے ٹیکس لگا دیا جائے، یعنی تمام ٹیکس گزار اپنی آمدنی کا یکساں تناسب سے حصہ ٹیکسوں کی شکل میں دیں تو اسے متناسب ٹیکس کہا جاتا ہے، ایسی صورت میں خواہ کسی کی سالانہ آمدنی ایک لاکھ روپے آمدنی والا دس لاکھ روپے۔

4۔ متزائد ٹیکس:(Progressvie Tax)

اگر کسی شخص کی آمدنی میں اضافہ کے ساتھ ٹیکس کی شرح بڑھتی چلی جائے تو اسے متزائد ٹیکس کہا جاتا ہے، مثلاً ایک شخص جس کی آمدنی ایک لاکھ اور دو لاکھ کے درمیان ہو، اس پر دس فیصد کے حساب سے ٹیکس لگایا جائے۔ جس کی دو لاکھ اور تین لاکھ کے درمیان ہو، اس پر پندرہ فیصد کے حساب سے، جس کی تین لاکھ اور چار لاکھ کے درمیان ہو، اس پر بیس فیصد کے حساب سے۔ اس کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

"A Tax which takes an increasing proportion of INCOME as income increases."

''اس سے مراد ایسا ٹیکس ہے جو بڑھتی ہوئی آمدن میں سے بڑھتا ہوا حصہ وصول کرتا ہے۔''

پاکستان میں انکم ٹیکس متزائد شرح سے لگایا جاتا ہے۔

5۔ تنزیلی ٹیکس: (Regressive Tax)

یہ متزائد ٹیکس کے برعکس ہے، اس سے مراد ایسا ٹیکس ہے جس کا بوجھ کم آمدنی والے پر زیادہ، اور زیادہ آمدنی والے پر کم پڑے، مثلاً اگر ایسی شے کی خرید پر ٹیکس لگایا جائے جس کا استعمال امراء کی نسبت غرباء زیادہ کرتے ہیں، تو یقیناً اس کا بوجھ امیروں کی نسبت غریبوں پر زیادہ پڑے گا، جیسے آٹے، دال، مٹی کا تیل اور سائیکل وغیرہ پر ٹیکس۔

6۔ زائد قدری ٹیکس، واٹ (Value-Added Tax (VAT)):

یہ ایک نئی قسم کا ٹیکس ہے جو مغربی یورپ کے بعض ممالک میں عائد کیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شے کی پیداوار کے ہر مرحلے پر ٹیکس عائد کیا جائے، مثلاً ڈبل روٹی کے لئے ''واٹ'' سب سے پہلے کسان سے گندم کی پیداوار پر لیا جاتا ہے، پھر مل (Mill) سے گندم کی پسائی کے بعد آٹا بن جانے پر، پھر بیکری سے ڈبل روٹی بن جانے پر، اور اس کے بعد پرچون فروش سے روٹی بیچنے پر۔ یہ بات قابل غور ہے کہ ''واٹ'' ٹیکس ہر مرتبہ شے کی مالیت پر وصول نہیں کیا جاتا، بلکہ ہر مرحلہ پر شے میں جتنی قدر کا اضافہ ہوتا جائے اس پر وصول کیا جاتا ہے۔ مثلاً پہلے گندم پر، اور اس کے بعد آٹے پر نہیں، بلکہ گندم اور آٹے کی مالیت کے درمیانی فرق پر۔

براہ راست یا بلاواسطہ ٹیکس کی خوبیاں (Merits)(فائدے)(Advantage):

1۔ لچک دار: (Flastic)

یہ ٹیکس لچک رادہوتے ہیں، کیونکہ جب معاشی سرگرمی کے تیز ہو جانے سے لوگوں کی آمدنی بڑھ جائے تو حکومت کو ایسے ٹیکسوں سے حاصل ہونے ولای آمدنی بھی بڑھ جاتی ہے، اور جب ملک میں بحران (Depression) یا سرد بازاری (Slump) کی کیفیت ہو تو لوگوں کی آمدنی کم ہو جانے سے ٹیکسوں کی رقم بھی کم ہو جاتی ہے اور لوگوں پر ٹیکس کا بوجھ خود بخود ہلکا ہو جاتا ہے۔

2۔ یقینی:(Certain)

یہ ٹیکس اصول تیقن کا تقاضا بھی پورا کرتے ہیں کیونکہ یہ لوگوں کی آمدنی یا جائیداد یا دولت پر براہ راست نافذ کیے جاتے ہیں اور ٹیکس دینے والوں پر یہ واضح کر دیا جاتا ہے کہ انہیں کتنا ٹیکس دینا ہے اور کب اور کہاں ادا کرنا ہے۔

3۔ متزائد:(Progresive)۔

یہ ٹیکس متزائد نوعیت کے ہوتے ہیں، یعنی کم آمدنی پر کم شرح سے، اور زیادہ آمدنی پر زیادہ شرح سے عائد کئے جاتے ہیں، لہٰذا یہ اصول مساوات کو پورا کرتے ہیں۔ پاکستان میں انکم ٹیکس اسی قاعدہ کے طابق نافذ کی جاتا ہے۔

4۔ کفایت:(Saving)

ان ٹیکسوں میں اصول کفایت کی پابندی ہوتی ہے، کیونکہ ان کی فراہمی پر حکومت کو زیادہ خرچ نہیں کرنا پڑتا۔ مثلاً انکم ٹیکس کی صورت میں، آمدنی کی ایک حد مقرر کی دی جاتی ہے اور یہ قانون بنا دیا جاتا ہے کہ جس شخص کی آمدنی اس حد سے گزر جائے وہ خود اپنا حساب پیش کرے، اور تشخیص کرانے کے بعد ٹیکس ادا کرے۔

5۔ قیمتوں میں استحکام: (Stability of Prices)

براہ راست ٹیکس قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کو دور کرنے اور معاشی حالات کو ہموار و مستحکم بنانے میں مددگار ہوتے ہیں۔

6۔ احساس شہریت (Civic Consciousness):

ان ٹیکسوں سے عوام میں شہریت کا احساس پیدا ہوتا ہے، وہ حکومت کے کاموں میں دلچسپی لینا شروع کر دیتے ہیں۔ کیونکہ جب ایک شخص انکم ٹیکس ادا کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو ایک ذمہ دار اور باوقار شہری محسوس کرتا ہے، وہ اس بات پر فخر کرتا ہے کہ سرکاری خزانے میں حصہ ڈال رہا ہے۔

براہ راست ٹیکسوں کی خامیاں (Demerits) یا نقصانات (Disadvantages):

1۔ احساس ناگواری: (Odd feelings)

ان ٹیکسوں کی ادائیگی ٹیکس دہندہ کو ناگوار گزرتی ہے کیونکہ وہ اسے براہ راست اپنی آمدنی میں سے ادا کرنے پڑتے ہیں، وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی محنت کا پھل حکومت لے جاتی ہے۔

2۔ ٹیکس چوری: (Tax Evasion)

ان کی وصولی کا انحصار لوگوں کی دیانتداری پر ہوتا ہے، وہ عموماً اپنی صحیح آمدنی ظاہر نہیں کرتے اور ٹیکس بچانے کے حیلے بہانے کرتے ہیں، لہٰذا حکومت کو جتنا ٹیکس وصول ہونا چاہئے اس سے کم ملتا ہے۔

3۔ بچتوں کی حوصلہ شکنی: (Discourasement of Saving)

اگر ان ٹیکسوں کی شرح بلند ہو تو لوگوں کی بچتیں کم ہو جاتی ہیں، اور کاروبار میں لگانے کے لئے سرمایہ کی قلت ہو جاتی ہے۔ اور یوں معاشی ترقی کی رفتار سست پڑ جاتی ہے۔

4۔ زائد کمائی کی حوصلہ شکنی: (Diswuraging Excessive Earnings)

براہ راست ٹیکس لگانے میں ایک خرابی یہ ہے کہ اس سے لوگوں کے اندر زیادہ محنت کر کے، زائد آمدنی حاصل کرنے کے جذبہ کی، حوصلہ شکنی ہوتی ہے، کیونکہ براہ راست (متزائد) ٹیکس کی رو سے زائد آمدنی پر بلند شرح سے ٹیکس نافذ ہوتا ہے۔ تو اپنی آمدنی کا بیشتر حصہ ٹیکسوں کی شکل میں حکومت کو دے دینے کی نسبت بعض لوگ یہ بہتر سمجھتے ہیں کہ زائد آمدنی کمائی ہی نہ جائے۔

بالواسطہ ٹیکس کی خوبیاں (یا فائدے): (Advantages of Indirect Taxes)

بالوسطہ ٹیکس مثلاً: ایکسائز ٹیکس یا سیلز ٹیکس میں یہ خوبیاں ہیں:

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

1۔ ناگواریت کا خاتمہ: (End of Odd Feelings)
اسکی ادائیگی ٹیکس دہندوں کو ناگوار نہیں گزرتی' کیونکہ وہ جب شے خریدتے ہیں' تو قیمت کے ساتھ ٹیکس خود بخود ادا ہو جاتا ہے اور انہیں اس کا پتہ بھی نہیں چلتا کہ وہ ٹیکس ادا کر رہے ہیں۔

2۔ ٹیکس چوری کا خاتمہ: (End of Tax Evasion)
بالواسطہ ٹیکس ٹالا نہیں جاسکتا' کیونکہ جب کوئی شخص شے خریدتا ہے تو ساتھ ہی ٹیکس ادا کر دیتا ہے' اس کی ادئیگی یقینی ہوتی ہے۔

3۔ احساس شہریت: (Feeling of Citizenship)
چونکہ بالواسطہ ٹیکس چیزوں کی قیمتوں میں شامل ہوتا ہے اور غریب لوگ بھی اپنی آمدنی کے مطابق وہ اشیاء خریدتے ہیں' اس لئے انہیں بھی بالواسطہ حکومت کے خزانے میں کچھ حصہ ڈالنے کا موقع ملتا ہے۔

4۔ مساوات کا اہتمام: (Equality)
اگر ایسے ٹیکس عیش و عشرت کے سامان مثلاً کاریں' فرج' ایئر کنڈیشنر اور ٹیلی ویژن وغیرہ پر لگائے جائیں تو اصول مساوات کا تقاضا پورا ہو سکتا ہے کیونکہ اس طرح امیر لوگ زیادہ ٹیکس ادا کریں گے اور غریب لوگ بچ جائیں گے کیونکہ وہ ایسی اشیاء خریدتے ہی نہیں۔

5۔ بوجھ کی وسیع تقسیم: (Burden Shairing)
بالواسطہ ٹیکسوں کی ایک فائدہ یہ ہے کہ ان ٹیکسوں کی کا بوجھ مختلف طبقوں پر پھیل جاتا ہے اور براہ راست ٹیکس کی مانند صرف ایک طبقہ پر بوجھ نہیں پڑتا۔

6۔ منشیات کی روک تھام: (Control ouer Narcotics)
اگر بالواسطہ ٹیکس تعیشاتی اشیاء (Luxury Goods) پر نافذ کئے جائیں تو ان کا استعمال اور مصرف کم ہو جائے گا۔ اور ان سے بچ جانے والے مالی وسائل ایسی اشیاء کی پیداوار میں لگائے جاسکتے ہیں جن کی ملک کو زیادہ ضرورت ہو۔ گویا پیداواری وسائل کو حسب ضرورت مختص (Allocate) کیا جاسکتا ہے۔

7۔ بچتوں اور سرمایہ کاری میں اضافہ: (Increase in savings and Investment)
بالواسطہ ٹیکس اشیاء کی خرید پر عائد کئے جاتے ہیں۔ اس لئے صرف (Consumption) کی مقدار کم ہو جاتی ہے اور بچتیں (Savings) بڑھ جانے سے تشکیل سرمایہ (Capital Formation) میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

8۔ ٹیکس دہندگان میں اضافہ: (Increase in Tax Payers)
بالواسطہ ٹیکس مختلف نوع کی اشیاء و خدمات پر نافذ کیا جاسکتا ہے اور یوں ٹیکس دہندگان کی تعداد میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

بالواسطہ ٹیکسوں کی خامیاں (یا نقصانات): (Disadvantages of Indirct Taxes)

1۔ تنزیلی خاصیت (Regressive):
اگر یہ ٹیکس عام ضرورت کی چیزوں پر لگائے جائیں تو امیر اور غریب یکساں ادا کرتے ہیں۔ اس طرح ایثار و قربانی کے اعتبار سے غرباء پر زیادہ بوجھ پڑ جاتا ہے۔ اور ان کی نوعیت تنزیلی ٹیکس کی ہو جاتی ہے۔

2۔ عدم تیقن: (Lace of Certainty)
حکومت کی آمدنی غیر یقینی ہو جاتی ہے' کیونکہ یہ پتہ نہیں ہوتا کہ اگر کسی چیز پر ٹیکس لگایا جائے تو اس کی خریداری پہلے جتنی رہے گی یا کم ہو جائے گی۔

3۔ افراط زر کا دباؤ: (Pressure of Inflation)
ایسے ٹیکسوں سے اشیاء کی قیمتیں بلند ہو جاتی ہیں اور افراط زر کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔

متزائد (Progressive) ٹیکس کی خوبیاں (یا فائدے):

1۔ مساوات کا تقاضا:
متزائد ٹیکس اصول مساوات کا تقاضا پورا کرتا ہے کیونکہ اس کی رو سے کم آمدنی پانے والوں سے کم شرح سے ٹیکس وصول کیا جاتا ہے اور زیادہ آمدنی حاصل کرنے والوں سے زیادہ شرح سے۔

2۔ پیداواریت کا تقاضا:
متزائد ٹیکس اصول پیداواری کو پورا کرتا ہے کیونکہ متناسب ٹیکس کے مقابلہ میں متزائد ٹیکس سے حکومت کو زیادہ آمدنی حاصل ہوتی ہے۔

3۔ غیر مساویانہ تقسیم کا علاج:
اس سے معاشرہ میں دولت کی غیر مساوی تقسیم کو مساویانہ بنایا جاسکتا ہے اور معاشی فرق کو کم کیا جاسکتا ہے' کیونکہ ایک طرف زیادہ آمدنی والوں پر بلند شرح سے ٹیکس عائد کر کے' ان کے پاس بے تحاشا دولت کو جمع ہونے سے روکا جاسکتا ہے' اور دوسری طرف کم آمدنی والوں پر شرح سے ٹیکس عائد کر کے' یا مراعات سے کر' ان کی قوت بڑھائی جاسکتی ہے۔

4۔ اجتماعی فلاح کا ضامن:
اس سے معاشرہ کی اجتماعی فلاح و بہبود میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ ایک طرف تو امیر لوگ ٹیکس لگنے کی وجہ سے تعیشات کا استعمال کم کر دیتے ہیں اور دوسری طرف غریب لوگ اپنی ضروریات زندگی پہلے سے بہتر طور پر پوری کر سکتے ہیں۔

5۔ بے روزگاری کا خاتمہ: (Elimination of Unemployment)
متزائد ٹیکس کی مدد سے سرد بازاری اور بے روزگاری ختم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اس کا طریقہ عمل یہ ہے: امیر لوگ زیادہ آمدنیوں کی بدولت کافی رقم بچا لیتے ہیں' جس کے باعث صرف دولت کم ہو جاتا ہے' طلب گر جاتی ہے' اور اشیاء و خدمات خریدنے کے لئے ضروری روپیہ بازار میں نہیں لایا جاتا' اس کے نتیجہ میں بے روزگاری پھیلتی ہے۔ اس کا علاج یہ ہوتا ہے کہ امیروں پر بلند شرح سے ٹیکس لگا دیا جائے' اور اس رقم سے ترقیاتی منصوبوں کو فروغ دیا جائے۔ اس طرح ملک میں روزگار کے لئے نئے مواقع پیدا ہوں گے اور بے روزگاری دور ہو جائے گی۔

متزائد ٹیکس کی خامیاں: (Disadvantages of Prognessive Tax)

1۔ صحیح کیفیت سے ناواقفیت:
اس ٹیکس کا اصول کئی مفروضات پر مبنی ہے۔ مثلاً یہ کہ جیسے جیسے کسی کی آمدنی بڑھتی جائے اس کے لئے روپیہ کا مختتم افادہ کم ہوتا جاتا ہے اس لئے ٹیکس کی شرح بڑھا دینی چاہئے لیکن یہ جاننا بہت دشوار ہے کہ بڑھتی ہوئی آمدنی کا افادہ مختتم کس رفتار سے کم ہوتا ہے۔ تاکہ لوگوں پر سی لحاظ سے ٹیکس کی شرح بڑھائی جائے۔

2۔ معاشی کیفیت میں فرق:
اس میں یہ فرق کیا گیا ہے کہ دو افراد کی آمدنی یکساں ہو تو ان کے لئے افادہ بھی یکساں ہوگا لیکن درحقیقت یہ ضروری نہیں کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی کے زیر کفالت افراد کی تعداد زیادہ ہو اور دوسرے پر کم۔

awazeinqilab.com
Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

3۔ مفروضہ کی کمزوری:

اس ٹیکس کا ایک مفروضہ یہ ہے کہ جوں جوں آمدنی میں اضافہ ہوتا جائے لوگ تعیشات پر اپنے اخراجات بڑھاتے جاتے ہیں' حالانکہ ضروری نہیں کہ ایسا ہو۔

4۔ سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی:

متزائد ٹیکسوں کے باعث سرمایہ کاری کی حوصلہ شکنی کا امکان ہوتا ہے۔ خاص طور پر ایسی سرمایہ کاری کی جس میں نقصان کا خدشہ (Risk) زیادہ ہو' لوگوں میں کام کرنے کا جذبہ ماند پڑ جاتا ہے۔ وہ کام کرنے کی بجائے فرصت و فراغت (Leisure) کو ترجیح دینے لگ جاتے ہیں۔

اچھائیوں (Goods) کی بجائے برائیوں (Bads) پر ٹیکس

ماہرین نے ٹیکسوں کی ایک اور قسم پیش کی ہے۔ ان کی رائے یہ ہے کہ اچھی سرگرمیوں کی بجائے بری سرگرمیوں پر ٹیکس عائد کرنا چاہئے۔ اچھی سرگرمیاں یہ ہیں: محنت مزدوری' پس اندازی' سرمایہ کاری اور کاروباری خدشہ مول لینا (Risk-taking) وغیرہ' تاکہ ایسی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی ہو۔ ان کے برعکس بری سرگرمیاں یہ ہیں: شراب نوشی' تمباکو نوشی' قمار بازی' منشیات اور مضر صحت اشیاء کی پیداوار اور استعمال وغیرہ۔ یوں معاشرہ میں اچھائیوں کو فروغ حاصل ہوگا اور برائیوں کی حوصلہ شکنی ہوگی۔

پاکستان کے نظام محصولات کا جائزہ

(Analysis of Public Revenue in Pakistan)

پاکستان کے نظام محصولات کا جائزہ لینے سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1۔ ٹیکسوں کا حصہ زیادہ (Major Share) ہے:

حکومت کو اپنی آمدنی کا 80 فیصد حصہ ٹیکسوں سے حاصل ہوتا ہے اور صرف 20 فیصد دیگر ذرائع سے۔ گویا حکومت کی آمدنی کا بیشتر دارومدار (پیداواری محکموں اور ذرائع کی بجائے) ٹیکسوں پر ہے۔ جس سے ایک طرف تو عوام پر ٹیکسوں کا بہت بوجھ (Load) پڑتا ہے اور دوسری جانب حکومت کی آمدنی کے ذرائع غیر مستحکم (Unstable) رہتے ہیں۔

2۔ بالواسطہ ٹیکسوں کی کثرت:

ٹیکسوں سے حاصل ہونے والی آمدنی میں براہ راست (Direct) (یعنی بلاواسطہ) ٹیکسوں کا حصہ صرف 30 فیصد اور بالواسطہ ٹیکسوں کا 79 فیصد ہے۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ ٹیکسوں کا بیشتر بوجھ عام صارفین پر منتقل ہو جاتا ہے۔ پاکستان میں بلاواسطہ محصولات کا حصہ کم ہے کیونکہ کل ٹیکسوں میں بلاواسطہ ٹیکسوں کا تناسب انڈونیشیا میں 82.5 فیصد ہے)۔ بلاواسطہ (Indirect) ٹیکسوں کا تناسب (Proportion) سوڈان اور برما کو چھوڑ کر پاکستان میں سب سے زیادہ ہے۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ بلاواسطہ ٹیکسوں کا حصہ کل [illegible]صل (Revenue) میں بڑھایا جائے کیونکہ بلاواسطہ ٹیکس قیمتوں کے نظام کو متاثر کئے بغیر بڑھائے جا سکتے ہیں' دوسری طرف بالواسطہ ٹیکس [illegible]رف قیمتوں کو درہم برہم کرتے ہیں' بلکہ قیمتیں بلند کرنے کا باعث بھی بنتے ہیں۔ مزید برآں بلاواسطہ (یعنی براہ راست) ٹیکسوں کو اس [illegible]ح نافذ کیا جا سکتا ہے کہ ان کا بوجھ زیادہ آمدنی والے لوگوں پر پڑے۔

3۔ ٹیکس چوری (Tax Evasion) کی خرابی:

پاکستان کے نظام محصولات کی ایک اور خامی یہ ہے کہ بے شمار افراد' جن کی آمدنی ''قابل ٹیکس'' (Taxable) ہے اپنا (Tax Return) محکمہ کے پاس جمع ہی نہیں کراتے اور نہ ٹیکس ادا کرتے ہیں' گویا وہ ادائیگی سے صاف بچ جاتے ہیں ان کے علاوہ بے شمار لوگ ایسے ہیں جو اپنے گوشوارے میں پوری آمدنی درج نہیں کرتے' بلکہ کم آمدنی ظاہر کرتے ہیں اور یوں ٹیکس بچا لے جاتے ہیں۔ اس معاملہ کو ''ٹیکس چوری'' کہا جاتا ہے۔

4۔ غیر موثر نظام:

ملک میں تقسیم دولت کا نظام غیر منصفانہ (Inequitable) اور ناقص ہونے' اور چند افراد کے ہاتھوں میں بیشتر دولت مرتکز (Concentrate) ہو جانے کا' سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ ٹیکسوں کا نظام موثر اور مساویانہ نہیں۔ جن لوگوں پر انکم ٹیکس واجب الادا ہوتا ہے' وہ مختلف حیلوں سے ٹیکس بچا لیتے ہیں اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے حکومت بالواسطہ ٹیکسوں کی طرف رجوع کرتی ہے' جس سے قیمتیں بڑھتی ہیں اور عام صارفین اس بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔

5۔ ٹیکسوں کا تنزیلی (Regressive) نظام:

جہاں تک براہ راست ٹیکسوں کا تعلق ہے' پاکستان کا نظام متزائد (Progressive) نوعیت کا ہے' یعنی یہ اصول مساوات کو پورا کرتا ہے' زیادہ آمدنی والے شخص کو بلند شرح سے ٹیکس دینا پڑتا ہے اور کم آمدنی والے شخص کو پست شرح سے' لیکن جہاں تک بالواسطہ ٹیکسوں کا تعلق ہے' یہ اصول مساوات کا تقاضا صحیح معنوں میں پورا نہیں کرتے' کیونکہ یہ ٹیکس تنزیلی نوعیت (Regressive) کے ہوتے ہیں۔ یہ مختلف اشیاء کی قیمتوں میں شامل ہوتے ہیں جو امیر غریب بھی لوگ خریدتے ہیں' گویا بالواسطہ ٹیکس کا بوجھ نچلے طبقے پر زیادہ پڑتا ہے۔

6۔ قومی آمدنی اور ٹیکسوں کا تناسب (Ratio of N.I. & Revenue):

سرکاری محصولاتی آمدنی مجموعی داخلی پیداوار G.D.P کا فیصد حصہ ہوتی ہے جو ایک ترقی پذیر ملک کے لئے انتہائی کم ہے۔ چنانچہ ایک طرف پاکستان میں ارتکاز دولت کا مسئلہ ہے اور دوسری طرف عوامی غربت (Poverty) کا۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت دولت مند طبقہ سے براہ راست ٹیکس کافی مقدار میں حاصل کر کے عوام کو تعلیمی' طبی' تفریحی اور معاشرتی فراہم کرے' تاکہ ایک طرف تقسیم دولت کا معتدل نظام برپا ہو سکے اور دوسری جانب ملک سے غربت و افلاس کا خاتمہ کیا جا سکے۔

7۔ ناکافی (Insufficient) آمدنی:

حکومت کو اپنے تمام اخراجات پورے کرنے کے لیے حسب ضرورت آمدنی حاصل نہیں ہوتی۔ اس لیے تمویل خاسر (خسارے کی سرمایہ کاری (Deficit Financing) کا سہارا لینا پڑتا ہے' یعنی ملک کے بنکاری نظام سے قرضہ حاصل کرنا پڑتا ہے' جس سے کرنسی کا پھیلاؤ بڑھ جاتا ہے' افراط زر کا مسئلہ نازک صورت اختیار کر چکا ہے' قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگی ہیں' اور معینہ آمدنی والے افراد اور نچلا طبقہ سخت پریشان ہے۔

8۔ غیر لچکدار نظام: (Inelastic System)

پاکستان میں ٹیکس اور خام قومی پیداوار (جی این پی) کا تناسب دوسرے ملکوں کے مقابلہ میں کم ہے۔ نیز وقت کے ساتھ یہ نسبت مزید گھٹتی جا رہی ہے' جس سے ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان کا نظام محصولات غیر لچکدار ہے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

9۔ ٹیکس دہندگان کی قلیل تعداد:
کل انکم ٹیکس رقم کا تقریباً 93 فیصد ایسے ٹیکس دہندگان سے لیا جاتا ہے جن کی تعداد کل ٹیکس دہندگان کی 3.3 فیصد ہے۔

10۔ کمزور بنیادیں: (Weak Base)
ہمارے ہاں ٹیکس کی بنیاد پست اور کمزور ہے' کیونکہ ایک طرف تو زرعی آمدنی انکم ٹیکس سے مستثنٰی (Exempted) ہے حالانکہ زرعی آمدنی مجموعی داخلی پیداوار (جی ڈی پی) 20% فیصد ہے۔ دوسری طرف صنعتی شعبے کو بھی ٹیکسوں کی بہت چھوٹیں (Rebates) دی گئی ہیں' مثلاً ٹیکس ہالیڈے' بڑھتے ہوئے فرسودگی الاؤنسز اور قرضہ جات وغیرہ۔ مزید برآں تقریباً نصف درآمدات امپورٹ ڈیوٹی (Import Duty) سے مستثنٰی ہیں۔

11۔ خود تشخیصی (Self-Assessment) نظام:
پاکستان میں ٹیکسوں کا خود تشخیصی نظام رائج ہے۔ یعنی ٹیکس دہندہ اپنی آمدنی پر خود ٹیکس تشخیص کر کے حکومت کو ادا کرتا ہے۔ اس نظام کے حوصلہ افزاء نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ مثلاً 83-1982ء میں انکم ٹیکس دینے والوں کی تعداد 9,77,020 تھی جو بڑھ کر 11-2010ء میں بارہ لاکھ سے زائد ہوگئی۔

12۔ محاصل (Revenue) میں اضافہ کی تدابیر:
حکومت مسلسل یہ کوشش کرتی رہی ہے کہ اس کے محاصل بڑھ جائیں' جس کے نتیجہ میں' یہ اوسالانہ 19.4 فیصد کے حساب سے بڑھے ہیں جہاں تک حکومت پاکستان کی غیر محصولاتی وصولیوں (Non-Tax Revenue) کا تعلق ہے۔ ان میں مسلسل اضافہ ہوتا آیا ہے لیکن محصولاتی وصولیوں کے بڑھنے کی رفتار کم رہی ہے۔

نظام محصولات بہتر بنانے کے لئے تجاویز

پیچھے ہم نے بیان کیا ہے کہ پاکستان کا نظام محصولات اطمینان بخش نہیں ہے' چنانچہ نظام ٹیکس بہتر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں وہ تمام خوبیاں پیدا کی جائیں جو ایک اچھے نظام محصولات میں ہوتی ہیں' اور جن کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے۔ ان کے علاوہ سرکاری آمدنی بڑھانے کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کرنے چاہئیں:

1۔ براہ راست ٹیکسوں میں اضافہ:
براہ راست ٹیکسوں کا حصہ بڑھانا چاہئے۔ تاکہ ان کا بوجھ ان لوگوں پر پڑے جو دینے کی استطاعت رکھتے ہیں۔

2۔ بالواسطہ ٹیکسوں کے بوجھ میں کمی:
بالواسطہ ٹیکسوں کا بوجھ کم کرنا چاہئے۔ تاکہ غریب اور متوسط طبقہ پر بوجھ کم ہوجائے۔

3۔ ٹیکس چوری (Tax Evasion) کا انسداد:
ٹیکس نافذ کرنے اور اکٹھے کرنے کا نظام بہتر ہونا چاہئے تاکہ یہ چوری نہ ہوں۔

4۔ ارتکاز دولت کا انسداد:
براہ راست ٹیکسوں کی مختلف شرحیں ایسی ہونی چاہئیں' جن سے دولت کے چند ہاتھوں میں مرتکز (Concentration) ہونے کا رجحان رک سکے۔

5۔ زرعی طبقہ پر انکم ٹیکس:
زرعی آمدنی پر ٹیکس عائد کرنا چاہئے کیونکہ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ یکساں آمدن والا طبقہ مساوی ٹیکس ادا کرے' خواہ اس کی آمدنی کسی شعبے سے تعلق رکھتی ہو۔ چنانچہ انکم ٹیکس عدل وانصاف کے زیادہ قریب ہے اور بہتر تقسیم آمدنی کا باعث بنتا ہے اس لئے زرعی طبقہ پر ضرور انکم ٹیکس نافذ ہونا چاہئے۔ اگرچہ زمین کی پیداوار پر عشر وصول کی جاتا ہے لیکن یہ ایک طرح کی زکوۃ ہے جو ملک کے تمام اہل نصاب مسلمانوں پر واجب ہوتی ہے اور انکم ٹیکس اس کے باوجود عائد کیا جاتا ہے' اس لئے زرعی آمدنی کو انکم ٹیکس سے مستثنٰی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ نیز چونکہ چالیس فی صد زمین بڑے بڑے زمینداروں (Big Landlords) کے پاس ہے۔ اس لئے محصولات کے موجودہ نظام کے مطابق زرعی آمدنی پر محصول (Tax) لگانے سے بلاواسطہ ٹیکسوں سے ہونے والی آمدنی میں کثیر اضافہ ہوسکتا ہے۔

6۔ ایکسائز ٹیکس کی وسیع بنیاد:
اندرون ملک تیار ہونے والی اشیاء پر ایکسائز ٹیکس لگایا جاتا ہے لیکن اس مد سے حاصل ہونے والے محصولات کا پچاسی فیصد صرف چھ اشیاء سے حاصل ہوتا ہے' لہٰذا ضروری ہے کہ ایکسائز ٹیکس کا دائرہ وسیع کیا جائے۔

مالیاتی پالیسی (Fiscal Policy) سے مراد ہے حکومت کی آمدنی اور خرچ کا انتظام اور ان میں کمی بیشی کے سلسلہ میں اختیار کی جانے والی حکمت عملی۔

مالیاتی پالیسی کی تعریف
(Definition of Fiscal Policy)

مالیاتی پالیسی کی تعریف یوں کی جاتی ہے:
"مالیاتی پالیسی سے مراد ایسا عمل اور طریقہ کار ہے جس سے سرکاری محصول بندی (Taxation) اور سرکاری اخراجات کو ان مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے:
i) تجارتی سرگرمیوں میں شدید کمی بیشی کو معتدل بنانا' اور
ii) ایسی معیشت قائم اور بحال کرنا جو ترقی کی طرف رواں دواں ہو جس میں کامل روزگار موجود ہو اور زائد ضرورت طلب کے باعث نہ افراط زر ہو نہ تفریط زر۔"

مالیاتی پالیسی کے (معاشی اور سماجی) مقاصد (Objectives of Fiscal Policy):
سرکاری آمدنی وخرچ کی پالیسی کے بڑے بڑے مقاصد درج ذیل ہیں:

1۔ کاروباری اتار چڑھاؤ (Fluctuation) کا انسداد:
مختلف وجوہات کی بنا پر' کاروبار کا رجحان کبھی "تیزی" (Boom) کی طرف ہوتا ہے اور کبھی "مندے" (Slump) کی طرف۔ اس کے باعث تجارتی حالات بڑے غیر یقینی (Uncertain) ہوجاتے ہیں: معاشی ترقی میں رکاوٹیں پڑتی ہیں' بیکاری و بیروزگاری پھیلتی ہے۔ چنانچہ معیشت کو مستحکم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس قسم کے اتار چڑھاؤ کا سد باب کیا جائے۔ اگر نجی خرچ و سرمایہ کاری میں کمی آجانے سے "تفریط زر" (Deflation) یعنی قیمتیں کم ہوجائیں تو حکومت کو چاہئے کہ اپنی پالیسی میں مناسب ردوبدل کر کے' اس کمی کو پورا کرے اور مجموعی خرچ کر بڑھانے میں مدد دے۔ اور اگر زائد از ضرورت "رجائیت پسندی" (Optimism) (یعنی اچھے حالات کی امید رکھنا) کے باعث نجی سرمایہ کاری میں بے تحاشا اضافہ ہوتا جائے تو اسے روکنے کے لیے حکومت ٹیکس وغیرہ عائد کرے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

2۔ کامل روزگار (Full Employment) برقرار رکھنا:

مذکورہ پالیسی کا دوسرا بڑا مقصد یہ ہے کہ ملک میں کامل روزگار کی سطح برقرار رکھی جائے۔ بچت اور سرمایہ کاری کے باہم برابر ہو جانے کے باوجود یہ گنجائش رہتی ہے کہ ملک میں کامل روزگار قائم نہ ہو سکے' کیونکہ بچت و سرمایہ کاری کا توازن' مطلوبہ سطح سے اوپر' نیچے' واقع ہو سکتا ہے۔ اس لئے حکومت کو مداخلت کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ وہ رفاہ عامہ (Public Works) کے کام شروع کر کے' بے کاروں کو روزگار مہیا کرے۔

3۔ آمدنیوں کا فرق گھٹانا: (Reduction in Inequality)

تیسرا اہم مقصد یہ ہے کہ امیر اور غریب طبقہ کا باہمی فرق کم کیا جائے ورنہ قوم کی مجموعی دولت سے "زیادہ سے زیادہ" فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا کیونکہ ایک طرف امراء دولت کو غیر ضروری تعیشات میں اڑاتے رہتے ہیں اور دوسری طرف غرباء اپنی بنیادی ضرورتوں کو بھی ترستے رہتے ہیں' اس لیے حکومت کوشش کرتی ہے کہ امیروں پر ٹیکس لگا کر وہی رقم غریبوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کر دے' سکول اور ہسپتال وغیرہ تعمیر کرے۔

4۔ قیمتوں کی خاص سطح برقرار رکھنا:

قیمتوں میں اچانک یا بہت زیادہ اتار چڑھاؤ معاشی ترقی میں رکاوٹ ڈالتا ہے۔ اس لئے حکومت چاہتی ہے کہ قیمتیں ایک سطح پر برقرار (Stable) رکھی جائیں۔

5۔ صَرف (Consumption) کا خاص معیار برقرار رکھنا:

مالیاتی پالیسی کا ایک اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ ملک میں صرف دولت کا ایک خاص معیار برقرار رکھا جائے۔ مثلاً جب سرد بازاری ہو اور حکومت اسے ختم کرنا چاہتی ہو تو ضروری ہے کہ ملک میں صرف دولت بڑھے' چنانچہ اس مقصد کے لیے حکومت ٹیکسوں میں کمی کر دیتی ہے تاکہ لوگ پہلے سے زیادہ رقم خرچ کرنے کے لائق ہو سکیں اور ملک میں اشیاء کی طلب بڑھ جائے۔

6۔ معاشی ترقی کی رفتار برقرار رکھنا:

ترقی پذیر (Developing) ممالک کی حکومت کی مالیاتی پالیسی کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ معاشی ترقی کی معقول رفتار برقرار رکھی جائے۔ یہ مقصد ملک میں بچتوں اور سرمایہ کاری اخراجات میں تبدیلی پیدا کر کے' حاصل کیا جاسکتا ہے۔

سرکاری مالیات (اور مالیاتی پالیسی (Fiscal Policy) کی اہمیت و کردار:

دور جدید میں کسی ملک کی معاشی ترقی' خوش حالی اور استحکام میں' سرکاری مالیات' اہم کردار ادا کرتے ہیں' جیسا کہ ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں:

1۔ حکومتی فرائض کی ادائیگی: (Fulfilment of Govt. Oblisation)

ملک کا معاشی نظام کامیابی سے چلانے' اور اپنے فرائض کو بطریق احسن انجام دینے کے لئے ہر حکومت کو مالی وسائل کی ضرورت ہوتی ہے۔ سیاسی' دفاعی' انتظامی' معاشرتی' اقتصادی' فلاحی' قانونی' عدالتی اور ترقیاتی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے کثیر رقوم درکار ہوتی ہیں' اس لیے اگر حکومت یہ فرائض صحیح طریقے سے انجام دے تو ملک کے معاشی اور سماجی حالات پر خوش گوار اثرات پڑتے ہیں لیکن اگر ان میں کوتاہی یا غفلت ہو جائے تو معیشت ابتری کا شکار ہو جاتی ہے۔ لہٰذا حکومت کی مالیاتی پالیسی یعنی سرکاری آمدنی اور اخراجات کا مطالعہ اور تجزیہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔

2۔ عدل اجتماعی (Social Justice) کا قیام:

پسماندہ ملکوں میں دولت اور آمدنی کی تقسیم عادلانہ بنیاد پر نہیں ہوتی بلکہ امیر اور غریب طبقہ میں وسیع فرق پایا جاتا ہے' جسے عبور کرنے کے لیے عدل اجتماعی کا قیام لازمی ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ اپنے ٹیکسوں کے نظام میں حسب حالات ردوبدل کر کے' اور امراء سے زیادہ

ٹیکس لے کر' یہ رقم ایسی معاشرتی اور عوامی خدمات بہم پہنچانے پر خرچ کرے جن سے غریب طبقہ کو فائدہ پہنچے' مثلاً تعلیم اور صحت کے سہولیات' رہائشی تعمیرات' فلاحی ریاست کے تقاضے پورے کر سکتی ہے۔

3۔ پیداوار و صَرف پر اثرات:

سرکاری آمدنی اور سرکاری خرچ کے بارے میں حکومتی (یعنی مالیاتی) پالیسی ملک میں اشیاء کی پیداوار اور صرف پر بھی اثر انداز ہوتی ہے' کیونکہ حکومت جن صنعتوں کو تحفظ دینا چاہے' یا جن کی پیداوار کی حوصلہ افزائی کرنا چاہے' یا جن کی مصنوعات زیادہ برآمد کرنا چاہے انہیں بیرونی (ممالک کی پیداوار کے) مقابلے سے تحفظ (Protection) دے دیتی ہے' ان کے بارے میں ٹیکسوں کی نرم پالیسی اختیار کر لیتی ہے' یا کچھ عرصہ کے لیے انہیں ٹیکسوں کی چھوٹ مہیا کرتی ہے۔ گویا ملک کی پیداواری اور معاشی سرگرمیوں کو' اور ان کے رخ کو' ٹیکسوں کی پالیسی بدل کر حسب ضرورت متاثر کیا جاسکتا ہے۔

4۔ شرح ترقی (Growth Rate) میں تیزی:

پسماندہ ملکوں میں سرکاری مالیات کی اہمیت اور بھی زیادہ ہے کیونکہ مالیاتی پالیسی کی مدد سے معاشی ترقی' تشکیل سرمایہ' قومی آمدنی اور روزگاری مواقع بڑھانے کی رفتار تیز تر کی جاسکتی ہے۔

5۔ وسائل کی تخصیص (Allocation):

حکومت کی مالیاتی اور میزانیہ (Budget) پالیسی کے ذریعہ' ملک کے معاشی وسائل کی مختلف استعمالات میں تخصیص' حسب ضرورت کی جاسکتی ہے' کون سی اشیاء کی پیداوار پر' کس قدر اقتصادی اور مالی وسائل استعمال ہونے چاہئیں۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

ماڈل پرچہ سوالات

انشائیہ (Subjective) حصہ اول (Section I)

درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1۔ سرکاری مالیات سے کیا مراد ہے؟

جواب: ہر حکومت آئندہ سال میں ہونے والی متوقع آمدنی اور خرچ کا جائزہ لیتی ہے۔ اور بجٹ یا میزانیہ تیار کرتی ہے اسے سرکاری مالیات کہا جاتا ہے۔

2۔ حکومت کی آمدنی کے بڑے بڑے ذرائع کونسے ہیں؟

جواب: i) محصولاتی آمدنی　ii) شے یا خدمت کی قیمت
iii) سرکاری جائیداد　iv) حکومت کے پیداواری کام

3۔ ٹیکس عائد کرنے کے بڑے بڑے اصول بتائیے؟

جواب: i) اصول مساوات　ii) اصول تیقن　iii) اصول کفایت　iv) اصول پیداواری
v) اصول سادگی

4۔ بلاواسطہ ٹیکس اور بالواسطہ ٹیکس میں فرق بیان کریں؟

جواب: بلاواسطہ ٹیکس: اس سے مراد وہ ٹیکس ہے جو ٹیکس گزار براہ راست حکومت کو ادا کرتا ہے اور اس کا بوجھ بھی اس شخص پر ہوتا وہ اس آگے منتقل نہیں کر سکتا۔ مثلاً انکم ٹیکس۔

بالواسطہ ٹیکس: وہ ٹیکس جنکی ادائیگی ایک شخص کے ذمے ہو۔ لیکن اسکا بوجھ دراصل کسی اور پر پڑے۔ کیونکہ ٹیکس دینے والا اسے کسی اور پر منتقل کر دیتا ہے مثلاً سیلز ٹیکس۔

5۔ متناسب اور متزائد ٹیکس میں کیا فرق ہے؟

جواب: متناسب ٹیکس: اگر تمام لوگوں کی آمدنیوں پر ایک شرح سے ٹیکس لگا دیا جائے، یعنی تمام ٹیکس گزار اپنی آمدنی کا یکساں تناسب سے حصہ ٹیکسوں کی شکل میں دیں۔ تو اسے متناسب ٹیکس کہا جاتا ہے۔

متزائد ٹیکس: اگر کسی شخص کی آمدنی میں اضافہ کے ساتھ ٹیکس کی شرح بڑھتی چلی جائے تو اسے متزائد ٹیکس کہتے ہیں۔

6۔ سرکاری اخراجات کے اصول بیان کیجئے؟

جواب: i) زیادہ سے زیادہ معاشرتی فلاح　ii) کفایت کا اصول
iii) منظوری کا اصول　iv) لچک پزیری

7۔ خسارے کا بجٹ کیا ہوتا ہے؟

جواب: جب حکومت کے اخراجات زیادہ ہوں اور آمدنی کم ہو تو ایسے بجٹ کو خسارے کا بجٹ کہتے ہیں۔

8۔ متوازن بجٹ سے کیا مراد ہے؟

جواب: جب حکومت کی آمدنی اور اخراجات برابر ہوں تو ایسے بجٹ کو متوان بجٹ کہتے ہیں۔

9۔ مالیاتی پالیسی کے چار مقاصد تحریر کریں؟

جواب: درج ذیل ہیں

i) کاروباری اتار چڑھاو　ii) کامل روزگار
iii) آمدنیوں کا فرق کھانا　iv) قیمتوں کی خاص سطح برقرار رکھنا

10۔ فاضل بجٹ کا مفہوم بتائیں؟

جواب: حکومت کی آمدنی زیادہ ہو اور اخراجات کم ہوں تو ایسے بجٹ کو فاضل بجٹ کہا جاتا ہے۔

11۔ محصولاتی تمدن سے کیا مراد ہے؟ (ٹیکس کلچر)

جواب: حکومت کیلئے ٹیکسوں کے ذریعہ آمدنی حاصل کرے، اس شعبہ میں مختلف تدبیر کرنے اور ٹیکسوں کی ادائیگی کے ضمن میں عوام کا تعاون حاصل کرنے کے سلسلہ میں مختلف طریقے اور قوانین وضع کرتے ہوئے جو محصولاتی نظام قائم کیا جاتا ہے اس محصولاتی تمدن (ٹیکس کلچر) کہا جاتا ہے۔

12۔ عشر کا مفہوم واضح کیجئے؟

جواب: زراعت پر ٹیکس کو عشر کہا جاتا ہے۔

13۔ تنزلی ٹیکس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ایسا ٹیکس ہے جسکا بوجھ کم آمدنی والے پر زیادہ اور زیادہ آمدنی والے پر کم پڑے، مثلاً ایسی چیز پر ٹیکس لگانا جنکا استعمال غربا زیادہ کرتے ہیں۔ جیسے آٹے، دال، سائیکل وغیرہ پر ٹیکس۔

14۔ فیس اور ٹیکس میں فرق بیان کریں؟

جواب: فیس: اس سے مراد وہ رقم جو لوگ حکومت سے کوئی خدمت حاصل کرنے کے عوض ادا کرتے ہیں مثلاً لائسنس یا تعلیمی فیس وغیرہ۔

ٹیکس: اس سے مراد شہریوں کے ذمے ایسی واجب الادا رقم ہے جو وہ اپنی دولت یا آمدنی سے حکومت کو دیتے ہیں تا کہ وہ ان اخراجات کو پورا کر سکے جو عوام کے اجتماعی فائدے کیلئے اٹھانے پڑتے ہیں۔

15۔ ایڈم سمتھ نے ٹیکس عائد کرنے کے کونسے بنیادی اصول بیان کیے؟

جواب: i) اصول مساوات　ii) اصول تیقن
iii) اصول سہولت　iv) اصول کفایت

16۔ مالیاتی پالیسی کی تعریف کریں؟

جواب: مالیاتی پالیسی سے مراد ایسا عمل ہے، جس سے سرکاری محصول بندی اور سرکاری اخراجات کو ان مقاصد کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔

i) تجارتی سرگرمیوں میں شدید کمی بیشی کو معتدل بنانا

ii) ایسی معیشت قائم اور بحال کرنا جو ترقی کی طرف رواں دواں ہو جس میں کامل روزگار موجود ہو۔ اور زائد از ضرورت طلب کے باعث نہ افراط زر ہو، نہ تفریط زر۔

17۔ نجی اور سرکاری مالیات کے چار اختلافی نکات لکھیں؟

جواب: درج ذیل ہیں۔

i) حکومت اپنی آمدنی اور اخراجات کا تخمینہ (یعنی بجٹ) ایک سال کیلئے تیار کرتی ہے لیکن عام لوگ اپنا بجٹ ماہوار یا ہفت وار بناتے ہیں۔

awazeinqilab.com
Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

(ii) حکومت خسارے کی سرمایہ کاری کرسکتی ہے لیکن عام عوام نہیں کرسکتیں۔

(iii) سرکاری مالیات میں بڑی بڑی تبدیلیاں ممکن ہیں لیکن ایک شخص کیلئے اپنی آمدنی کو زیادہ بڑھانا یا اخراجات کو گھٹانا دشوار ہوتا ہے۔

(iv) عام افراد اپنی آمدنی و خرچ کا حساب عموماً پوشیدہ رکھتے ہیں لیکن حکومت ایسا نہیں کرتی۔

18۔ حکومت کے اخراجات کی چار بڑی مدات بتائیں؟

جواب: درج ذیل ہیں۔

(i) تعمیراتی کام پر حکومت خرچ کرتی ہے مثلاً سڑکیں وغیرہ

(ii) تعلیم کے نظام کو بہتر بنانے کیلئے حکومت خرچ کرتی ہے۔

(iii) صحت کو برقرار رکھنے پر حکومت خرچ کرتی ہے۔ مثلاً ہسپتال وغیرہ

(iv) دفاع کے نظام کو بہتر بنانے کیلئے حکومت خرچ کرتی ہے۔

19۔ نجی مالیات سے کیا مراد ہے؟

جواب: عام لوگ عموماً ہر ماہ اپنا بجٹ تیار کرتے ہیں اور آمدنی و خرچ کا تخمینہ لگاتے ہیں اسے نجی مالیات کہا جاتا ہے

حصہ دوم (Section II)

سوال 2۔ درج ذیل سوالات کے مفصل جوابات تحریر کریں۔

1) نجی مالیات اور سرکاری مالیات میں فرق بیان کیجئے؟ (سرگودھا بورڈ 2009ء، لاہور بورڈ 2010ء)

2) ٹیکس عائد کرنے کے اصول بیان کریں؟ (ملتان بورڈ 2009ء، سرگودھا بورڈ 2010ء)

3) ٹیکسوں کی مختلف اقسام کی وضاحت کریں؟ (بہاولپور بورڈ 2010ء)

4) حکومت کے مختلف ذرائع آمدنی کی تفصیل بتایئے؟

5) بالواسطہ ٹیکس کے فوائد اور نقصانات بیان کریں؟ (سرگودھا بورڈ 2011ء)

6) براہ راست ٹیکس کی خوبیوں اور خامیوں پر بحث کریں؟ (بہاولپور بورڈ 2011ء، میرپور آزاد کشمیر بورڈ 2011ء)

7) پاکستان کے نظام محصولات کا جائزہ لیجئے؟ (لاہور بورڈ 2011ء)

8) پاکستان میں نظام محصولات بہتر بنانے کے لئے تجاویز پیش کریں؟

سوال 3۔ ہر سوال کے ایک سے زیادہ جواب دئے گئے ہیں ان میں سے درست جواب پر (P) کا نشان لگایئے۔

1) انکم ٹیکس کی نوعیت یہ ہے:
(A) متناسب (B) متزائد ✓ (C) تنزیلی (D) بالواسطہ

2) ٹیکس لگانے کے اصول مساوات کی مطلب ہے:
(A) ایک ہی شرح سے ٹیکس لینا (B) متزائد شرح سے ٹیکس لینا ✓ (C) کم سے کم شرح سے ٹیکس لینا

3) اس ٹیکس کا بوجھ دوسرے شخص پر منتقل کیا جاسکتا ہے:
(A) براہ راست ٹیکس (B) بالواسطہ ٹیکس ✓ (C) پراپرٹی ٹیکس

4) ٹیکس عائد کرنے کے اصول اس ماہر معاشیات نے پیش کئے:
(A) ریکارڈو (B) آدم سمتھ ✓ (C) جے ایس مل (D) مارشل

5) ایکسائز ڈیوٹی اس قسم کا ٹیکس ہے:
(A) براہ راست ٹیکس (B) بالواسطہ ٹیکس ✓ (C) متناسب ٹیکس (D) غیر متناسب ٹیکس

6) انکم ٹیکس کی نوعیت یہ ہوتی ہے:
(A) بالواسطہ (B) بلاواسطہ ✓ (C) تنزیلی (D) مساوی شرح

7) ٹیکسوں کا بہترین نظام یہ ہوتا ہے:
(A) براہ راست ٹیکس (B) بالواسطہ ٹیکس (C) ٹیکس عائد کرنے کے اصول پورے کرے۔ ✓

8) مالیاتی پالیسی کا مقصد:
(A) زیادہ ٹیکس لگانا (B) کم ٹیکس لگانا (C) ملک میں کامل روزگار (Full Employment) برقرار رکھنا ✓

9) اشیاء پر عائد کئے جانے والے ٹیکس کہلاتے ہیں:
(A) بالواسطہ ٹیکس ✓ (B) بلاواسطہ ٹیکس (C) متزائد ٹیکس (D) متناسب ٹیکس

10) کونسا مرکزی حکومت کی آمدنی کا ذریعہ نہیں:
(A) آبیانہ ✓ (B) آمدنی ٹیکس (C) ٹیرف (D) دولت ٹیکس

11) وہ تمام اقدامات جو حکومت وصولیوں اور اخراجات کے لئے کرتی ہے کہلاتے ہیں:
(A) زرعی پالیسی (B) مالیاتی پالیسی ✓ (C) ٹیکس پالیسی (D) ان میں سے کوئی نہیں

12) کس اصول کے تحت ہر شخص اپنی اہلیت کے مطابق ٹیکس ادا کرتا ہے؟
(A) اصول لچک داری (B) اصول مساوات ✓ (C) اصول سہولت (D) اصول تنوع

13) دولت ٹیکس ہے:
(A) تنزیلی ٹیکس (B) زائد قدری ٹیکس (C) متناسب ٹیکس (D) براہ راست ٹیکس ✓

14) کس ٹیکس کا بوجھ غریب لوگوں تک منتقل نہیں ہوتا؟
(A) ایکسائز ٹیکس (B) سیلز ٹیکس (C) انکم ٹیکس ✓ (D) کسٹم ڈیوٹی

15) مرکزی حکومت اپنی آمدنی کا حصہ ٹیکسوں سے اکٹھا کرتی ہے:
(A) 24.63% (B) 75.32% ✓ (C) 50% (D) 68%

16) حکومت پاکستان کا بالواسطہ ٹیکسوں کا حصہ ہے:
(A) 68% ✓ (B) 50% (C) 16% (D) 18%

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

باب 5

بین الاقوامی تجارت

International Trade

بین الاقوامی تجارت کی بنیاد (Basis of international Trade):

دو ملکوں کے درمیان تجارت اس وجہ سے شروع ہوتی ہے کہ ان میں ایک دوسرے سے مختلف چیزیں پیدا ہوتی ہیں' کیونکہ دنیا کے تمام خطوں (Regions) کی زمین یکساں قسم کی نہیں ہے اور نہ تمام علاقوں کی آب وہوا ایک جیسی ہے۔ اس لیے کوئی پٹ سن اگانے کے لیے موزوں ہے (جیسے بنگلہ دیش) اور کوئی کپاس اگانے کے لیے (جیسے پاکستان)' کہیں چائے زیادہ ہوتی ہے' جیسے کینیا اور سری لنکا اور کہیں چاول' جیسے انڈونیشیا اور تھائی لینڈ۔ بعض علاقوں میں پٹرول زیادہ ہوتا ہے' جیسے عراق اور سعودی عرب اور بعض میں سونا' جیسے جنوبی افریقہ۔ بعض ممالک کاریں تیار کرنے میں مشہور ہیں (جیسے جاپان) اور بعض زیتون کا تیل' جیسے سپین' اٹلی اور تیونس ۔۔۔غرض جس خطے میں جو چیز بکثرت پائی جاتی ہے وہ اس جگہ سستی ہوتی ہے' اس لئے وہاں سے دوسرے علاقوں کو برآمد (Export) کی جاتی ہے اور جہاں جس چیز کی قلت ہوتی ہے وہ دوسرے ملکوں سے درآمد (Import) کرلی جاتی ہے۔ گویا ہر ملک کے باشندے صرف وہی چیز بنانے کی طرف توجہ دیتے ہیں جسے وہ آسانی سے بنا سکیں' یا دوسرے ملکوں کی نسبت کم لاگت پر تیار کرسکتیں' اس طرح تمام ممالک' خاص خاص چیزوں کی پیداوار میں تخصیص (Specialization) یعنی مہارت حاصل کرلیتے ہیں۔ اور وہ چیز ایک دوسرے کو بھیج کر اپنی ضرورت کی ایسی اشیاء منگوا لیتے ہیں جو وہ خود کم لاگت پر نہیں بنا سکتے۔ لہٰذا بین الاقوامی تجارت کی بنیاد یہی ہے' یعنی بین الاقوامی تقسیم کار (Division of Labour) یا تخصیص کار۔ غرض مختلف ملکوں کو قدرت نے مختلف ذرائع پیداوار عطا کئے ہیں۔ اس لئے ہر ملک وہی شے پیدا کرتا جس کو تیار کرنے کے لئے اسے خاص وسائل دیئے گئے ہیں۔

ملکی (اندرونی) تجارت اور بین الاقوامی تجارت میں فرق (Difference):

ملکی یا اندرونی تجارت (Domestic or Internal Trade) سے مراد ہے ایک ہی ملک کے مختلف علاقوں کی باہمی علاقائی تجارت جیسے پاکستان کے مختلف صوبوں اور شہروں میں پیدا ہونے والی اشیاء کی ملک کے اندر خرید وفروخت جب کہ بین الاقوامی تجارت کا مطلب ہے مختلف ملکوں کی آپس میں تجارت۔ جیسے پاکستان سے چاول' کپاس اور کپڑا دوسرے ملکوں کو برآمد کیا جاتا ہے اور پڑول اور مشینیں ہم باہر کے ملکوں سے درآمد کرتے ہیں' اگرچہ ملکی اور بین الاقوامی' دونوں قسم کی تجارت کی بنیاد جغرافیائی یا علاقائی ''تقسیم کار'' پر ہے لیکن پھر بھی ان میں بہت سی باتوں کا فرق ہے' جو ذیل میں درج ہیں:

1۔ محنت اور سرمایہ کی نقل پذیری (Mobility of Labour & Capital):

ایک ہی ملک کے اندر عاملین پیدائش' مثلاً مزدور اور سرمایہ ایک حصہ سے دوسرے حصہ میں آسانی کے ساتھ منتقل ہوتے ہیں لہٰذا جن علاقوں میں انہیں کم معاوضہ ملے وہاں سے نکل کر ایسے علاقوں میں پہنچ جاتے ہیں جہاں معاوضہ کی شرح زیادہ ہو۔ اس کے برعکس مختلف ممالک کے درمیان' محنت اور سرمائے کی نقل پذیری کم ہوتی ہے' کیونکہ مزدوروں کو غیر ممالک میں خواہ زیادہ اجرتیں ملیں' وہ اپنا آبائی وطن چھوڑ کر جانے پر عموماً راضی نہیں ہوتے۔ کیونکہ دوسرے ملکوں میں زبان مختلف ہوتی ہے' مذہب اور رسم ورواج بھی جدا ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں مختلف ملکوں نے باہر کے باشندوں کے داخلے پر پابندی لگائی ہوتی ہیں اور پاسپورٹ کے بغیر کوئی شخص داخل نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح ایک ملک کے لوگ اپنا سرمایہ بھی دوسرے ممالک میں بھیجنے کے لئے تیار نہیں ہوتے' بلکہ اسے اپنے ہی ملک کے لوگ اپنا سرمایہ بھی دوسرے ممالک میں بھیجنے کے لئے تیار نہیں ہوتے' بلکہ اسے اپنے ہی ملک کے اندر کاروبار میں لگانے کو ترجیح دیتے ہیں اور اسے محفوظ سمجھتے ہیں۔

2۔ کرنسی (Currency) کا فرق:

ایک ملک میں ایک ہی کرنسی ہوتی ہے' اس لیے وہاں کے باشندے آپس میں لین دین کرتے وقت' اسی سکہ میں ادائیگی اور وصولی کرتے ہیں۔ لیکن مختلف ملکوں کی کرنسیاں مختلف ہوتی ہیں' کسی کی ڈالر' کسی کی پونڈ' کسی کی ریال اور کسی کی روپیہ۔ اس لئے ادائیگیاں اور وصولیاں ایک ہی کرنسی میں نہیں ہوسکتیں' بلکہ انہیں ایک دوسرے میں بدلنا پڑتا ہے اور ''مبادلات خارجہ'' (Foreign Exchange) کے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ کرنسیوں کی باہمی ''شرح مبادلہ'' (Exchange Rate) کا مسئلہ حل کرنا پڑتا ہے' ''ایکس چینج کنٹرول'' کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

3۔ تجارتی پابندیاں (Trade Restrictions):

ایک ملک کے اندر' ایک حصے سے دوسرے حصے' یا ایک شہر سے دوسرے شہر میں' مال تجارت لے جانے پر کوئی خاص پابندی نہیں ہوتی' اس لئے تقریباً تمام چیزیں کثرت والے علاقوں سے قلت والے علاقوں کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہیں' اور قیمت یکساں ہو جاتی ہے۔ لیکن مختلف ملکوں کے درمیان اشیاء کی درآمد وبرآمد پر کئی پابندیاں عائد ہوتی ہیں۔ اگر کسی ملک میں ایک چیز کی قلت ہو تو جب تک حکومت اس کے آنے کی اجازت نہ دے وہ چیز کسی دوسرے ملک سے وہاں نہیں پہنچ سکتی۔ اکثر اوقات حکومتیں درآمدات پر بھاری کسٹم عائد کرتی ہیں۔ ان پابندیوں کی بناء پر ایک چیز کی قیمت تمام ملکوں میں یکساں نہیں ہوسکتی ہے۔

4۔ انسانی صلاحیتوں (Human Capabilities) میں اختلاف:

مختلف ملکوں کے لوگوں کی صلاحیتوں میں فرق ہوتا ہے۔ کسی ملک کے لوگ جسمانی طور پر طاقتور' جفاکش اور محنتی ہوتے ہیں جب کہ دوسرے ملک کے لوگ ذہنی طور پر لائق اور ذہین ہوتے ہیں۔ اس لئے دونوں ملکوں کے لوگوں کی کام کرنے کی استعداد میں فرق کے باعث ان کے ہاں پیدا ہونے والی اشیاء کی مقدار اور نوعیت میں بھی فرق ہوتا ہے۔

5۔ معاشی خود کفالت کا جذبہ: (Spirit of self Sufficiency)

دور حاضر میں ترقی پذیر ممالک میں معاشی لحاظ سے ''خود کفیل'' ہونے اور ''خود انحصاری'' (Self-Sufficiency) حاصل کرنے کا جذبہ فروغ پا گیا ہے۔ اور صرف وہی اشیاء درآمد کی جاتی ہیں جو ناگزیر ہوں' مثلاً مشینیں' اشیائے سرمایہ' دفاعی سامان وغیرہ۔

6۔ عاملین پیداوار میں اختلاف: (Difference in factors of Production)

مختلف ممالک میں مختلف قسم کے عاملین پیداوار ہوتے ہیں' کسی میں زرعی زمین زائد مقدار میں موجود ہے اور کسی میں معدنیات' مثلاً لوہا' تانبا' کوئلہ' گیس' تیل وغیرہ۔ اس لئے ہر ملک میں ایک دوسرے سے کم وبیش مختلف اشیاء پیدا ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس وجہ سے بھی ملک کی اندرونی اور بیرونی تجارت میں فرق رونما ہو جاتا ہے۔

بین الاقوامی تجارت کے فائدے (Advantages):

بین الاقوامی تجارت سے درج ذیل فائدے حاصل ہوتے ہیں:

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

1۔ غیر ملکی اشیاء کا حصول (Availability of Foreign Goods):
ایک ملک دوسرے ملک سے ایسی چیزیں منگوا سکتا ہے، جنہیں وہ خود نہیں بنا سکتا یا جن کے بنانے کے لئے اس کے پاس ضروری ذرائع نہ ہوں، مثلاً دنیا کے کئی ممالک سوتی دھاگہ (کاٹن یارن) خود نہیں بناتے یا بنا نہیں سکتے لہٰذا وہ پاکستان سے درآمد کرتے ہیں۔ پاکستان ہوائی جہاز خود نہیں بنا سکتا لہٰذا یہ دوسرے ملکوں سے درآمد کر لیتا ہے۔

2۔ دقت آمیز پیداوروں کا حصول (Availability of difficult goods):
بین الاقوامی تجارت کی بدولت ایک ملک وہ چیزیں حاصل کر سکتا ہے، جنہیں بنانا اس کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ مثلاً پاکستان بعض قسم کی مشینیں اور کیمیکلز آسانی کے ساتھ نہیں بنا سکتا۔ اس لئے یہ دوسرے ممالک سے درآمد کئے جاتے ہیں۔

3۔ تخصیص اور تقسیم کار کے فائدے (Advantages of Specialization):
بین الاقوامی تجارت کی بدولت ہر ملک اپنے "ذرائع پیدائش" (Productive Resources) کو ان اشیاء کے بنانے میں لگاتا ہے جنہیں وہ کم لاگت پر بنا سکتا ہے۔ اس طرح عمل تخصیص (Division of Labour Specialization) سے ہر ملک فائدہ اٹھاتا ہے مثلاً ہم اپنے سرمائے کو زیادہ تر کپڑے کی صنعت میں لگا رہے ہیں، کیونکہ یہاں کپاس زیادہ ہوتی ہے اور سوتی کپڑا برآمد کر کے یورپ سے مشینیں منگوا لیتے ہیں، کیونکہ وہاں مشینوں کی قیمت کم ہے۔

4۔ قلت (Shortage) کے زمانہ میں اشیاء کی دستیابی:
بین الاقوامی تجارت کے باعث ہر ملک اس قابل ہو جاتا ہے کہ ہنگامی یا برے حالات مثلاً قحط اور آفات کے دنوں میں باہر سے ضروریات زندگی حاصل کر سکے، جیسے پاکستان خشک سالی اور غذا کی قلت کے دور میں امریکہ سے گندم منگوا لیتا ہے اور بھارت سے آلو، ٹماٹر، پیاز، چینی وغیرہ۔

5۔ قیمتوں میں استحکام (Stability in Pakistan):
بین الاقوامی تجارت سے رسد اور طلب میں وسعت پیدا ہوتی ہے، خرید و فروخت کا دائرہ پھیل جاتا ہے اور قیمتوں کا اتار چڑھاؤ کم ہو جاتا ہے، مثلاً اگر ہم کپاس برآمد نہ کریں تو یہاں اس کی قیمت بہت گر جائیگی اور کسانوں کو نقصان ہوگا، جب کہ دوسرے ملکوں میں کپاس کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہوں گی۔ لہٰذا برآمد ہونے کی وجہ سے ایک طرف تو پاکستانی کسانوں کو اپنی پیداوار کی معقول قیمت مل جاتی ہے۔ اور دوسری طرف پاکستان اور درآمد کرنے والے ملکوں میں کپاس کی قیمتوں میں بہت زیادہ فرق باقی نہیں رہتا۔

6۔ علم و ثقافت کا فروغ:
بین الاقوامی تجارت کی بدولت مختلف ممالک کا آپس میں گہرا ربط و تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور تجارتی فوائد حاصل کرنے کے علاوہ تہذیبی و ثقافتی ترقی کے لئے بھی خیالات و نظریات کا تبادلہ کرتے ہیں، مثلاً ہم امریکہ، انگلستان، جاپان اور چین (China) کے علوم و فنون، ٹیکنالوجی اور ترقیاتی انداز فکر سے متاثر ہوتے ہیں۔

7۔ زائد پیداوار کا نکاس (Disposal of Surplus Output):
بین الاقوامی تجارت کی بدولت ایک ملک اپنی زائد پیداوار (جو اس کی ضرورت سے بچ رہتی ہو) دوسرے ملکوں کے پاس فروخت کر کے دولت حاصل کر سکتا ہے۔ اگر بیرونی منڈیوں میں مال تجارت لے جانے کا رواج نہ ہو تو ہر ملک کی زائد پیداوار ضائع ہو جائے۔

8۔ قانون تکثیر حاصل کے فائدے (Benefits of Increasing return to scale):
بین الاقوامی تجارت کی وجہ سے منڈیاں وسیع ہو جاتی ہیں، اشیاء بڑے پیمانے پر پیدا کی جاتی ہیں اور اس طرح قانون تکثیر پیداوار کے

فائدے اور اندرونی و بیرونی کفائتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔

9۔ عالمی امن کا فروغ (World Peace):
بین الاقوامی تجارت عالمی برقرار رکھنے کا باعث بھی بن سکتی ہے، کیونکہ مختلف اقوام کو باہمی تجارت سے بے شمار اقتصادی فائدے حاصل ہو جاتے ہیں اور وہ اس چیز کو سمجھنے لگتی ہیں کہ اگر جنگ شروع ہوگئی تو یہ تمام فائدے جاتے رہیں گے۔ چنانچہ وہ یہ کوشش کرتی ہیں کہ جنگ کا شعلہ لپکنے نہ پائے۔

10۔ تیز رفتار معاشی ترقی (Incnease in Economic Developmeut):
بین الاقوامی تجارت کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس کے باعث ملک کی معاشی ترقی کی رفتار تیز ہو جاتی ہے کیونکہ تجارت خارجہ کے باعث ترقی پذیر ملکوں کی آمدنی بڑھ جاتی ہے اور ان کی بچتوں اور سرمایہ کاری کی شرح میں اضافہ ہو جانے سے ترقیاتی منصوبے مکمل ہو جاتے ہیں۔

11۔ پیداواری ذرائع کا بہترین استعمال (Optimum Utilization):
بین الاقوامی تجارت کے فوائد کے سلسلے میں پروفیسر جے۔ ایس مل (Mill) لکھتے ہیں کہ:

> "اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ دنیا بھر کے پیداواری ذرائع اور قوتوں کو بہتر اور موثر طریقے سے استعمال کیا جاتا ہے، جس کے باعث مجموعی پیداوار بڑھ جاتی ہے۔"

12۔ دستیاب اشیاء میں اضافہ: (Availabillity of mone goods)
بین الاقوامی تجارت کی بدولت ہر ملک کو پہلے سے زیادہ مقدار میں اشیاء دستیاب ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ باہمی تجارت سے دونوں ونفع حاصل ہوتا ہے۔

بین الاقوامی تجارت کے نقصانات (Disadvantages):

بین الاقوامی تجارت کے کچھ نقصانات بھی ہیں:

1۔ پیداوار و روزگار کی محدودیت: (Limitations of production and employment)
بین الاقوامی تجارت کے باعث ہر ملک اپنی ضروریات کی تمام اشیاء پیدا کرنے کی بجائے صرف چند اشیاء کی پیداوار پر ہی توجہ مخصوص کر لیتا ہے۔ اور باقی باہر سے درآمد کر لیتا ہے، لیکن اگر کسی وجہ سے وہ مخصوص صنعت ناکام ہو جائے تو ملک میں بے روزگاری پھیلتی ہے۔ مثلاً اگر غیر ممالک نے کپاس کا کوئی ستا بدل (Subsitute) تلاش کر لیا اور کپاس، کاٹن یارن، کاٹن کلاتھ اور ریڈی میڈ گارمنٹس (تیار پارچہ جات) کی برآمد کم ہوگئی تو اس صورت میں پاکستان کی قومی آمدنی، زر مبادلہ کی آمدنی اور روزگار پر برا اثر پڑے گا۔

2۔ کم ترقی یافتہ ممالک کی صنعتی ترقی میں رکاوٹ: (Hindrance in the development of LDCs)
بین الاقوامی تجارت کی وجہ سے کم ترقی یافتہ (Less-developed) ممالک نقصان اٹھاتے ہیں، کیونکہ ان کی صنعتیں ترقی یافتہ ملکوں سے درآمد ہونے والی اشیاء کا معیار اور قیمت کے لحاظ سے مقابلہ نہیں کر سکتیں، اس لئے انہیں پنپنے (Flourish) کا موقع نہیں ملتا۔ اور روزگار کے مواقع بھی کم ہو جاتے ہیں۔

3۔ بیرونی منڈیوں پر غلبہ کی خواہش (Dominance of Foreign Markets):
بیرونی منڈیوں پر قابو پانے کے لئے بعض ملکوں میں رقابت کی آگ بھڑک اٹھی ہے اور جنگ تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ جیسے برصغیر پاک و ہند کو "سونے کی چڑیا"، سمجھ کر اس پر قبضہ کرنے کی خاطر انگریزوں، فرانسیسیوں اور پرتگالیوں میں جنگ ہوتی رہی۔ اب اکیسویں صدی میں، جن ممالک میں تیل، گیس اور دیگر معدنیات کے ذخائر موجود ہیں، ان پر قبضہ جمانے کے لئے امریکہ اور اس کے مغربی اتحادی ان کے

awazeinqilab.com

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

خلاف جنگ کرنے کے منصوبے بناتے رہتے ہیں۔ جیسے ستمبر 2003ء میں امریکہ کا عراق پر حملہ۔

4۔ غیر متوازن ترقی (Unbalanced Growth):
چونکہ بین الاقوامی تجارت کی وجہ سے ایک ملک کسی خاص چیز کی پیداوار میں خصوصیات (Specialization) حاصل کر لیتا ہے اس لئے وہ دوسری صنعتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ملک میں بعض مفید صنعتیں ترقی نہیں کر پاتیں۔ پاکستان میں کپڑے کی صنعت کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے اور بھاری انجینئرنگ اور لوہے و فولاد کی صنعت نظر انداز کی جاتی رہی ہے حالانکہ اس کا قیام معاشی ترقی کے لئے بہت ضروری ہے۔

5۔ بین الاقوامی معاشی حالات کی اثر پذیری: (Influence of international ewnomic situation)
بین الاقوامی تجارت کی وجہ سے مختلف ملکون کے درمیان گہرا ربط قائم ہو جاتا ہے۔ معاشی لحاظ سے وہ ایک دوسرے کے محتاج ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی ملک میں اقتصادی گڑبڑ پیدا ہو جائے مثلاً سرد بازاری (Slump) یا ضرورت سے زیادہ پیداوار (Over-Production) اور معاشی بحران (Economics Crisis) وغیرہ تو اس کا باقی تمام ملکوں کی اقتصادی زندگی پر پڑتا ہے۔ 1929ء کی عالمی سرد بازاری اس کی واضح مثال ہے۔ اس کا آغاز امریکہ سے ہوا لیکن اس نے ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اسی طرح دوسری جنگ عظیم (1939ء تا 1945ء) کے تحت عالمی تجارت متاثر ہوئی۔ 1974ء میں تیل کی قیمت میں اضافہ اور اکتوبر 2008ء میں امریکہ کے معاشی بحران کے باعث تمام ملکوں کی معیشتیں متاثر ہوئیں۔

6۔ خام مال کی قلت:
جو ملک اپنے خام مال دوسرے ممالک کو برآمد کر دیتا ہے وہاں کے صنعت کار بڑے گھاٹے میں رہتے ہیں کیونکہ غیر ملکی لوگ زیادہ قیمت دے کر خام مال خرید لیتے ہیں اور ملکی صنعت کاروں کے لئے خام مال نہیں بچتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہاں صنعت ترقی نہیں کر سکتی۔

7۔ آزادی و سالمیت کا خطرہ: (Danger to Sovereignty):
غیر ملکی تجارت بعض اوقات سیاسی آزادی کو سخت نقصان پہنچاتی ہے۔ بہت سی کمزور اقوام اسی وجہ سے غلام بن گئیں۔ آپ جانتے ہیں کہ برصغیر پاک و ہند میں انگریز پہلے پہل تجارت کرنے آئے تھے لیکن بعد میں اس پر قابض ہو گئے۔
مذکورہ بالا بحث سے پتہ چلتا ہے کہ بین الاقوامی تجارت کے فائدے بھی ہیں اور نقصانات بھی۔ لیکن ان نقصانات کے باوجود اب کسی قوم کے لئے بین الاقوامی تجارت سے الگ رہنا محال ہے۔ کوئی قوم خود کفیل بن کر نہیں رہ سکتی اس لئے کوشش کرنی چاہئے کہ حتی الامکان بین الاقوامی تجارت کے نقصانات کو ختم کیا جائے اور اس کے فوائد حاصل ہو جائیں۔

بین الاقوامی تجارت کا کلاسیکی نظریہ

CLASSICAL THEORY

بین الاقوامی تجارت کی بنیاد کی وضاحت سب سے پہلے کلاسیکی ماہر معاشیات ڈیوڈ نے کی اور اس سلسلے میں تقابلی مصارف (Comparative Costs) کا نظریہ پیش کیا۔ اس نے بتایا کہ چونکہ ایک ملک کے اندر مزدور ایک پیشہ سے دوسرے پیشہ اور ایک صنعت سے دوسرے صنعت میں منتقل ہوتے رہتے ہیں اس لئے تمام صنعتوں میں اجرت کی شرح یکساں ہو جاتی ہے۔ لیکن چونکہ عام طور پر ایک ملک کے مزدور دوسرے ملک میں منتقل (Migrate) نہیں ہوتے (یعنی مزدوروں میں بین الاقوامی نقل پذیری (Mobility of Labour) موجود نہیں ہے) اس لئے مختلف ملکوں کے درمیان ان کی اجرت کی شرح یکساں نہیں ہو پاتی اور نتیجہ یہ ہوتا ہے وہ ملکوں کے مابین

ایک ہی شے کے مصارف پیدائش مختلف ہوتے ہیں۔ چنانچہ جس ملک میں جس شے کی قیمت اور اخراجات نسبتاً کم ہوں گے وہاں سے وہ دوسرے ملکوں کو جانا شروع ہو جائے گی اور جس ملک میں جس شے کی مصارف نسبتاً زیادہ ہوں گے وہاں وہ آنا شروع ہو جائے گی اور یوں بین الاقوامی تجارت کی بنیاد پڑتی ہے۔ ریکارڈو کے اس نظریہ کو تقابلی مصارف کا قانون کہا جاتا ہے جس کی وضاحت ہم یہاں کرتے ہیں۔

تقابلی مصارف کا قانون

LAW OF COMPARATIVE COSTS

اس قانون کی رو سے بین الاقوامی تجارت اس لئے ہوتی ہے کہ ایک چیز کی قیمت مختلف ملکوں میں مختلف ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ملک ایسی چیزیں پیدا کرتا ہے جن پر اس کی لاگت دوسرے ملکوں کے مقابلہ میں کم آتی ہے۔ اس قانون کی وضاحت کے ضمن میں چند مفروضات قائم کئے گئے ہیں تا کہ مسئلہ با آسانی سمجھ میں آ جائے۔ چنانچہ پہلے ہم اس نظریے کے مفروضات بیان کرتے ہیں:

قانون تقابلی مصارف کے مفروضات (Assumptions):

اس قانون کو بیان کرتے ہوئے درج ذیل باتیں فرض کر لی گئی ہیں:

(i تجارت میں شریک دونوں ملکوں میں اپنے اپنے ہاں مکمل مقابلہ (Perfect Competition) اور کامل روزگار (Full Employment) موجود ہے۔ (یعنی تمام ذرائع پیدائش زیر استعمال ہیں۔)
(ii تمام اشیاء صرف محنت (Labour) سے ہی پیدا ہوتی ہیں اس لئے شے کے مصارف پیدائش فقط مزدوروں کی ''اجرت'' پر ہی مشتمل ہوتے ہیں۔
(iii درآمد و برآمد آزادانہ ہوتی ہے اور حکومتوں کی جانب سے ان پر کوئی پابندی یا مداخلت (Intervention) نہیں ہے۔
(iv ہر ملک کی اپنی اپنی کرنسی ہے لیکن ان کا باہمی ادل بدل آزادانہ ہوتا ہے۔
(v بین الاقوامی تجارت میں صرف ''اشیاء'' شامل ہوتی ہیں ''خدمات'' نہیں۔
(vi اشیاء کی درآمد و برآمد کے وقت ان پر حمل و نقل کے اخراجات (Transportation Cost) نہیں اٹھتے۔
(vii یہ نظریہ ''قیمتوں کے مقدار زر کے نظریے'' پر مبنی ہے۔ کیونکہ اس میں یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ اگر کسی ملک کی (برآمدات سے حاصل ہونے والی) آمدنی اس کی (درآمدات پر خرچ ہونے والی) ادائیگی سے زیادہ ہو جائے تو وہاں قیمتوں کا معیار چڑھ جائے گا۔
(viii دونوں ملکوں میں چیزوں کی پیداوار قانون یکسانی حاصل (Constant Returns) کے تحت ہوتی ہے۔
(ix فنون پیدائش (Techniques of Production) میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوتی۔
(x ایک ملک کے مختلف علاقوں میں تو عاملین پیدائش نقل پذیر (Mobile) ہیں لیکن مختلف ملکوں کے مابین نقل پذیر نہیں۔

کلی برتری (مطلق برتری) (Absolute Advantages) والی کیفیت:

اب فرض کریں کہ پاکستان میں ایک من (یا چالیس کلوگرام) کپاس اگانے پر (محنت کی) تین اکائیاں (یعنی تین مزدور) خرچ ہوتی ہیں لیکن امریکہ میں ایک من کپاس اگانے پر (محنت کی) نو اکائیاں خرچ ہوتی ہیں۔ اس کے ساتھ پاکستان میں ایک من چینی تیار کرنے پر نو اکائیاں صرف ہوتی ہیں لیکن امریکہ میں چینی تیار کرنے پر تین اکائیاں صرف ہوتی ہیں لہٰذا پاکستان صرف کپاس پیدا کرے گا اور امریکہ صرف چینی اور دونوں ملک اپنی اپنی ضروریات کیمطابق ان اشیاء کا تبادلہ کر لیں گے۔ اسے مندرجہ ذیل گوشوارے سے یوں ظاہر کیا جا سکتا ہے: (یہاں ایک من سے مراد ہے تقریباً چالیس کلوگرام)

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

محنت کی اکائیاں	پاکستان کی پیداوار	امریکہ کی پیداوار
تین اکائیاں	ایک من کپاس	ایک من چینی
نو اکائیاں	ایک من چینی	ایک من کپاس

اس گوشوارے سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان جتنی لاگت یعنی (محنت کی) نو اکائیوں سے ایک من چینی پیدا کرسکتا ہے' امریکہ اس سے ایک تہائی لاگت (یعنی تین اکائیوں) سے ایک من چینی پیدا کرسکتا ہے۔ اس کے برعکس امریکہ جتنی لاگت یعنی نو اکائیوں سے ایک من کپاس اگا سکتا ہے۔ پاکستان اس سے ایک تہائی لاگت یعنی تین اکائیوں سے ایک من کپاس پیدا کرسکتا ہے۔ گویا پاکستان کو کپاس اگانے میں امریکہ پر کلی برتری حاصل ہے۔ لہٰذا دونوں اپنی اپنی مخصوص شے پیدا کرکے آپس میں تبادلہ کر سکتے ہیں' اور دونوں ملکوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ پاکستان محنت کی نو اکائیاں خرچ کرکے ایک من چینی حاصل کرسکتا ہے۔ اسی طرح امریکہ محنت کی نو اکائیاں لگا کر ایک من کپاس اگانے کے بجائے صرف تین اکائیوں کی مدد سے ایک من چینی پیدا کرکے اس کے بدلے پاکستان سے ایک من کپاس حاصل کرسکتا ہے۔

تقابلی برتری (Comparative Advantage) والی کیفیت:

لیکن بین الاقوامی تجارت پیدا ہونے کے لیے ضروری نہیں کہ دونوں ملکوں کو ایک دوسرے پر "کلی برتری" حاصل ہو' بلکہ اگر ان میں سے ایک ملک دوسرے ملک سے دونوں چیزیں کم لاگت پر تیار کرسکتا ہو اور دوسرا ملک دونوں چیزیں زیادہ لاگت پر یار کرسکتا ہو تو پھر بھی ان میں تجارت ہوسکتی ہے بشرطیکہ کم لاگت پر تیار کرنے والا ملک صرف وہ شے بنائے جسے وہ مقابلتاً زیادہ سستا بنا سکتا ہے (یعنی جس میں اسے تقابلی برتری زیادہ حاصل ہے) اور زیادہ لاگت پر تیار کرنے والا ملک صرف وہ شے بنائے جسے وہ مقابلتاً سستا بنا سکتا ہے' یعنی جس میں اسے تقابلی کمتری (Comparative Disadvantage) کم حاصل ہو۔ اعداد و شمار سے اس کی وضاحت کرنے سے قبل ہم ایک عام فہم مثال پیش کرتے ہیں۔

ایک لیڈی لیکچرار کی مثال لیجئے' وہ کالج میں طالبات کو پڑھانے کا کام اور گھر میں کھانا تیار کرنے کا کام بہت اچھا کرسکتی ہے۔ یعنی اس کے پاس گھر میں جو باورچن ملازم ہے اس کے مقابلہ میں وہ خود دونوں کام بہتر طریقے سے کرسکتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ صرف ایک کام یعنی طالبات کو پڑھانے کا کام ہی کرتی ہے اور کھانا تیار کرنے کے لئے باورچن ملازم رکھتی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان دونوں میں سے پہلا کام مقابلتاً بہتر (Comparatively Better) کرسکتی ہے۔ اس لئے اپنا وقت اور توجہ وہی کام کرنے میں لگا دیتی ہے۔ اس کے بجائے اگر وہ اپنے وقت کا نصف حصہ کالج میں پڑھانے سے محروم رہے گی۔ کیونکہ وہ بڑھیا کام (یعنی زیادہ آمدنی والا کام) چھوڑ کر ادنیٰ کام (یعنی کم آمدنی والا کام) کرے گی۔

اب یہی حقیقت ہم دو ملکوں کے سلسلے میں بیان کرتے ہیں۔ اگرچہ ایک ملک دوسرے کے مقابلہ میں دونوں چیزیں کم لاگت پر تیار کرسکتا ہے لیکن پھر بھی وہ دونوں اشیاء بنانے کے بجائے صرف اس شے کے بنانے پر محنت لگائے گا جو مقابلتاً کم لاگت پر تیار کرسکتا ہو۔ اور دوسری شے وہ دوسرے ملک سے منگوا لے گا۔ اس کی وضاحت مندرجہ ذیل گوشوارہ سے ہوگی فرض کریں محنت کی ایک اکائی (مثلاً مزدوروں کی اجرت کی شکل میں ہزار روپے) سے امریکہ دس من کپاس یا بیس من چینی پیدا کرتا ہے اور پاکستان اتنی لاگت سے آٹھ من کپاس یا بارہ من چینی پیدا کرتا ہے۔ اگر دونوں ممالک دونوں چیزیں اپنے اپنے ملک میں پیدا کریں تو محنت کی دو اکائیاں یا دو دو ہزار روپے صرف کرنے سے دونوں ملکوں کی پیداوار نقشہ ذیل کے مطابق ہوگی: (ایک من سے مراد تقریباً چالیس کلوگرام ہے)

امریکہ	=	10 من کپاس	+	20 من چینی
پاکستان	=	8 من کپاس	+	12 من چینی
دونوں ملکوں کی مجموعی پیداوار	=	18 من کپاس	+	32 من چینی

اب فرض کریں کہ ہر ملک صرف وہی شے پیدا کرنے میں "تخصیص" حاصل (Specialize) کرتا ہے جس میں اس کے مصارف پیدائش مقابلتاً کم ہوں یعنی وہ شے بنانے میں اسے "تقابلی برتری زیادہ" حاصل ہو' چونکہ امریکہ میں کپاس اور چینی کی پیداوار کی نسبت 2:1 ہے (کیونکہ اس من کپاس پر بھی ایک ہزار روپے خرچ آتے ہیں اور بیس من چینی پر بھی ایک ہزار روپے) لہٰذا وہاں ایک من کپاس' دو من چینی کے برابر ہے' چنانچہ یہ صرف چینی پیدا کرے گا' یعنی پیدا کرنے میں تخصیص حاصل کرے گا۔ دوسری دوسری طرف پاکستان میں کپاس اور چینی کی نسبت 1:5:1 ہے (کیونکہ جتنی لاگت آٹھ من کپاس اگانے پر آتی ہے اتنی ہی بارہ من چینی پیدا کرنے پر آتی ہے) لہٰذا ایک من کپاس ڈیڑھ من چینی کے برابر ہے۔ چنانچہ یہ کپاس اگانے میں بھی امریکہ سے کمتر ہے اور چینی بنانے میں بھی کمتر۔ لیکن کپاس اگانے میں اسے کم کمتری حاصل ہے۔ اس لئے یہ کپاس کی پیداوار میں تخصیص حاصل کرلے گا۔

اب اگر دونوں ملک ایک ایک چیز کی پیداوار پر دونوں اکائیاں صرف کریں' تو پیداوار مندرجہ ذیل نقشہ کے مطابق ہوگی: (ایک من سے مراد ہے تقریباً چالیس کلوگرام)

امریکہ	=	20 من چینی	+	20 من چینی
پاکستان	=	8 من کپاس	+	8 من کپاس
میزان	=	40 من چینی	+	16 من کپاس

گویا امریکہ محنت کی دو اکائیاں (یعنی دو ہزار روپے) سے چالیس من چینی پیدا کرے گا اور پاکستان محنت کی دو اکائیوں سے سولہ من کپاس پیدا کرے گا۔ دونوں کی مجموعی پیداوار سولہ من کپاس اور چالیس من چینی ہوگی۔ لیکن اگر وہ تخصیص نہ کریں یعنی ہر ملک دونوں دونوں چیزیں پیدا کرے تو پچھلے نقشہ کے مطابق دونوں ملکوں کی کل پیداوار اٹھارہ من کپاس اور بتیس من چینی ہوگی۔ اس طرح تخصیص کرنے سے انہیں (40 من منفی 32 من) اٹھ من چینی زیادہ حاصل ہوتی ہے اور (18 من منفی 16 من) دو من کپاس کم لیتی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ انہیں تخصیص کرنے سے فائدہ ہوتا ہے یا تخصیص کئے بغیر۔ اس کے لئے ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ دو من کپاس کی قیمت زیادہ ہے یا آٹھ من چینی کی۔ ہم جانتے ہیں کو من کپاس کی زیادہ سے زیادہ قیمت چار من چینی کے برابر ہے کیونکہ امریکہ میں کپاس اور چینی کی باہمی شرح تبادلہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے (کہ وہاں ہزار روپے سے دس من کپاس پیدا کی جاسکتی ہے یا بیس من چینی) اس لئے آٹھ من چینی سے اگر (دو من کپاس کے برابر چینی یعنی) چار من چینی کا نقصان خارج کردیا جائے تو بھی تخصیص کرنے سے دونوں ملکوں کے پاس چار من چینی زائد بچتی ہے (جسے وہ آپس میں بانٹ سکتے ہیں)

یہاں یہ چیز قابل غور ہے کہ ایک ہی جتنی لاگت سے پاکستان کے مقابلہ میں امریکہ دونوں چیزیں زیادہ پیدا کرسکتا ہے یعنی ایک ہزار روپے لگا کر دس من کپاس یا بیس من چینی اور پاکستان اتنی ہی لاگت سے یعنی ایک ہزار روپے کی مدد سے آٹھ من کپاس یا بارہ من چینی۔ لیکن اس کے باوجود امریکہ اگر دونوں چیزیں پیدا کرنے کے بجائے صرف چینی پیدا کرنے پر دو ہزار روپے صرف کردے اور پاکستان کو چینی بھیج کر اپنی ضرورت کے لئے کپاس منگوا لے تو اسے فائدہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ خود امریکہ میں ایک من کپاس حاصل کرنے کے لئے دو من چینی دینی پڑتی ہے (کیونکہ دس من کپاس پر بھی ہزار روپے خرچ آتے ہیں اور بیس من چینی پر بھی ہزار روپے) لیکن پاکستان میں ایک من

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

کپاس حاصل کرنے کے لئے صرف ڈیڑھ من چینی دینا ہوگی (کیونکہ وہاں آٹھ من کپاس پر بھی ہزار روپے خرچ ہوتے ہیں اور بارہ من چینی پر بھی ہزار روپے) اس لئے امریکہ پاکستان کو دو من سے کم چینی دے کر ایک من کپاس حاصل کرسکتا ہے اسے کپاس لگانے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح پاکستان صرف کپاس پیدا کرے گا' کیونکہ خود پاکستان میں ایک من کپاس کے بدلے صرف ڈیڑھ من چینی ملتی ہے لیکن وہ امریکہ کو ایک من کپاس بھیج کر ڈیڑھ من سے زیادہ چینی حاصل کرسکتا ہے۔ یہی تقابلی مصارف کا قانون ہے۔ یعنی امریکہ اگر چہ دونوں چیزیں پاکستان کے مقابلہ میں کم لاگت پر پیدا کرسکتا ہے' لیکن پھر بھی ان دونوں کے درمیان تجارت شروع ہوجاتی ہے۔ کیونکہ پاکستان کو چینی کی بجائے کپاس اگانے میں کم کمتری حاصل ہے اور امریکہ کو کپاس کی نسبت چینی پیدا کرنے میں برتری حاصل ہے۔ ماہرین معاشیات نے قانون تقابلی مصارت (یا موازنہ مصارف) کی تعریف یوں کی ہے:

> ''ہر ملک کے لئے وہ چیزیں پیدا کرنا مفید ہوتا ہے جن کو پیدا کرنے میں اسے زیادہ تقابلی برتری یا کم کمتری حاصل ہو۔''

ڈائیگرام سے وضاحت:

قانون تقابلی مصارف کو ہم مندرجہ ذیل ڈائیگراموں کے ذریعے بھی واضح کرسکتے ہیں:

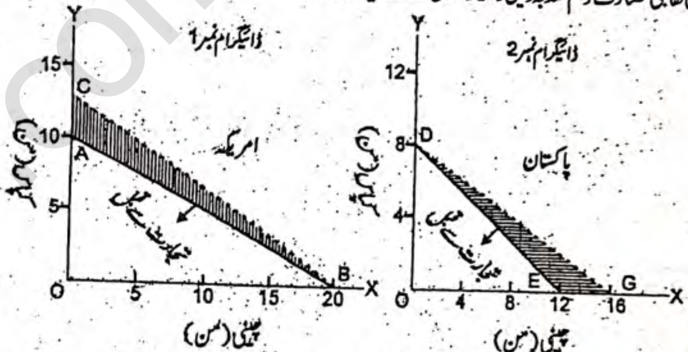

ڈائیگرام نمبر 1 میں امریکہ کی پیداواری صلاحیت دکھائی گئی ہے جس کی رو سے یہ معینہ لاگت کی مدد سے بیس من چینی یا دس من کپاس پیدا کرسکتا ہے۔ گویا خط AB اس کی ''پیداوری امکان کی سرحد'' (Production Possibility Frontier) کا خط ہے جس کی ڈھلان (Slope) چینی اور کپاس کی قیمت کا باہمی تناسب 1/2 ظاہر کررہی ہے۔ ڈائیگرام نمبر 2 میں پاکستان کی پیداواری صلاحیت دکھائی گئی ہے جس کی رو سے یہ معینہ لاگت سے آٹھ من کپاس یا بارہ من چینی پیدا کرسکتا ہے۔ گویا خط DE اس کی ''پیداواری امکان کی سرحد'' کا خط ہے جس کی ڈھلان چینی اور کپاس کی قیمت کا باہمی تناسب 2/3 ظاہر کررہی ہے۔ ریکارڈو کے قول کے مطابق ان خطوط کی ڈھلانوں میں فرق کے باعث ہی دونوں ملکوں کی تجارت نفع مند ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا مثال میں چونکہ امریکہ پاکستان کو چینی دے کر' پاکستان سے اسی نسبت سے کپاس حاصل کرسکتا ہے جس نسبت سے ان دونوں اشیاء کا پاکستان میں باہمی تبادلہ ہوتا ہے' لہٰذا ڈائیگرام نمبر 1 میں نقطہ B سے DE خط کے متوازی ایک خط BC کھینچا گیا ہے۔ گویا پاکستان کے ساتھ تجارت کی بدولت امریکہ میں بھی چینی اور کپاس کے باہمی تبادکہ کی نسبت کا خط BC ہوسکتا ہے۔ اسی طرح ڈائیگرام نمبر 2 میں نقطہ D سے A-B خط کے متوازی ایک خط DG ہوسکتا ہے۔ ان ڈائیگراموں سے پتہ چلا ہے کہ امریکہ کے لئے نفع کی حدود کا تعین رقبہ A.B.C سے ہوتا ہے اور پاکستان کے لئے رقبہ D.E.G سے ہوتا ہے۔

مذکورہ وضاحت کے پیش نظر قانون تقابلی مصارف کی تعریف کہ کی جاتی ہے:

> ''اگر دو ملکوں میں سے کسی ایک ملک کو ہر شے بنانے میں' دوسرے ملک کے مقابلہ میں' خواہ مطلق برتری حاصل ہو یا نہ ہو' لیکن اگر ہر ملک ایسی اشیاء بنانے میں تخصیص حاصل کرلے جس میں اسے تقابلی برتری حاصل ؛ ہو تو دونوں ملکوں میں باہمی تجارت نفع آور ثابت ہوگی اور دونوں ملکوں میں عاملین پیدائش کی حقیقی اجرتیں پہلے سے بڑھ جائیں گی۔''

"The principle of comparative advantage holds that each country will benefit if it specializes in the production and export of those goods that it can produce at relatively low cost. Conversely, each country will benefit if it imports those goods which it produces at relatively high cost." (P.A.S.)

اوپر ہم نے قانون مصارف کی وضاحت کے سلسلے میں دو ممالک اور دو اشیاء کی مثال دی ہے۔ درحقیقت یہ قانون دو سے زیادہ اشیاء اور دو سے زیادہ ممالک کے سلسلہ میں بھی لاگو (Apply) ہوتا ہے یعنی ہر ملک دنیا کے دیگر متعدد ممالک کو ایک سے زیادہ اشیاء برآمد کرتا ہے' اور ان سے ایک سے زیادہ اشیاء درآمد کرتا ہے۔ اسے سمجھنے کے لیے ایک سادہ سے شکل بنائی جاسکتی ہے:

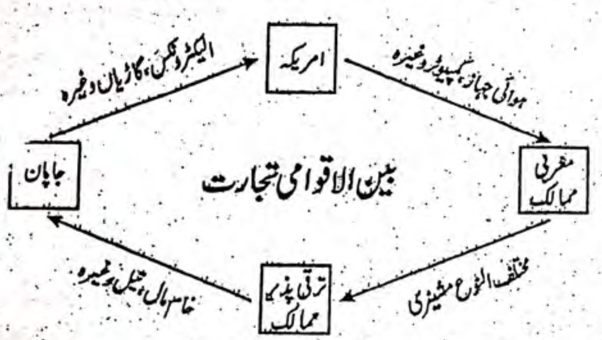

اس شکل سے عالمی سطح پر' مختلف ممالک کے درمیان' مختلف اشیاء کی درآمد اور برآمد کی گردش واضح ہوتی ہے۔ مثلاً امریکہ جاپان سے الیکٹرانک اشیاء درآمد کرتا ہے اور مغربی ممالک کو ہوائی جہاز برآمد کرتا ہے۔ مغربی ممالک' ترقی پذیر (Developing) ممالک کو مختلف قسم کی مشینری برآمد کرتے ہیں اور خود ترقی پذیر ممالک خام مال (Raw Material) اور تیل وغیرہ برآمد کرتے ہیں۔

نظریہ تقابلی مصارف پر تنقید (Criticism):

تقابلی مصارف کے کلاسیکی نظریہ میں کچھ خامیاں پائی جاتی ہیں' اس لئے ماہرین معاشیات نے اس پر مختلف زاویوں سے تنقید کی ہے:

1۔ **بنیادی نظریہ کمزور ہے: (Basic Theory is weak)**

یہ نظریہ ''قدر کے نظریہ محنت'' (Labour Theory of Value) پر مبنی ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہر چیز کی پیداوار کا دارومدار' صرف مزدوروں کی محنت پر ہے اور اس کی لاگت کا بیشتر حصہ' ان مزدوروں کی اجرتوں (Wages) پر مشتمل ہوتا ہے' لیکن حقیقت یہ ہے کہ ''قدر کا نظریہ محنت'' مسترد ہو چکا ہے' کیونکہ ہر شے چار عاملین پیدائش (یعنی زمین' مزدور' سرمایہ اور ناظم) کی باہمی کوشش سے پیدا ہوتی ہے اور محنت ان چاروں میں سے صرف ایک عامل ہے' اس لئے مذکورہ بالا ''نظریہ تقابلی مصارف'' کمزور ہے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

2۔ بین الاقوامی ادائیگیوں کا طریقہ کار: (Mode of international payments)

کلاسیکی نظریہ میں یہ فرض کیا گیا ہے کہ تمام ممالک کی کرنسیوں کا باہمی تبادلہ آزادانہ ہوتا ہے اور باہمی ادائیگی اور وصولی کے لئے ایک دوسرے کی کرنسیاں ایسے ہی قبول کی جاتی ہیں جیسے سونا (Gold) قبول کیا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ آج کل تمام ممالک میں "غیر بدل پذیری کاغذی زر" استعمال ہوتا ہے اور ان کا باہمی تبادلہ آزادی اور آسانی کے ساتھ نہیں ہوتا۔

3۔ آزاد تجارت (Free Trade) کا مفروضہ درست نہیں:

پروفیسر نی ون (Nevin) لکھتے ہیں قانون موازنہ مصارف محض ایک نظریہ ہے، لیکن اس سے نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ حقیقی دنیا میں، ہر ملک کی پیداواری جوجہد، صرف قانون موازانہ مصارف کے تابع ہوتی ہے، کیونکہ یہ قانون فرض کر لیتا ہے کہ مختلف ملکوں کے مابین تجارت آزادانہ ہوتی ہے اور اس پر کوئی پابندی نہیں، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مختلف ملکوں نے اشیاء کے بین الاقوامی تبادلہ پر کئی پابندیاں عائد کر رکھی ہیں، مثلاً تجارتی محصولات (Tariffs)، کوٹہ سسٹم (Quota System) یعنی اشیاء کی مقررہ مقدار میں تجارت اور دیگر رکاوٹیں۔

4۔ نقل و حمل کے خرچہ کا لحاظ: (Transport cost)

قانون تقابلی مصارف کی صداقت پرکھتے ہوئے، اشیاء کی نقل و حرکت پر جو لاگت آتی ہو، اس کے اثر کی گنجائش بھی رکھنی چاہئے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ الف ملک ب ملک کے مقابلہ میں، ایک شے کم لاگت پر بنا سکتا ہو، لیکن اسے ب ملک میں بھیجنے پر جو نقل و حمل کے اخراجات آتے ہوں، وہ اس قدر زیادہ ہوں کہ اگر انہیں اصل لاگت میں شامل کر لیا جائے تو وہ سب ملک کی لاگت سے بڑھ جائے۔ لہٰذا تجارت فائدہ مند نہ رہے یعنی ب ملک اسے الف ملک سے منگوانے کے بجائے خود ہی پیدا کرنا مفید سمجھے۔

5۔ قانون تقلیل حاصل کے نفاذ کا اندیشہ:

شے کی پیداوار کے سلسلے میں مختلف ملکوں کی پیداواری استعداد (Productive Capacity) کے معیار مختلف ہو جانے سے یہ ضروری نہیں کہ وہ ملک اس شے کی پیداوار میں کامل تخصیص حاصل کر لے گا، کیونکہ عین ممکن ہے کہ اگر پیداوار ایک حد سے بڑھا دی جائے تو وہاں قانون تقلیل حاصل کا نفاذ شروع ہو جائے۔ اور اس کے مصارف پیدائش بڑھنے لگیں۔ چنانچہ اس ملک کی پیداواری استعداد میں فوقیت (Superiority) اسی صورت میں برقرار رہ سکتی ہے جب تک وہ اس حد سے زیادہ پیدا نہ کرے۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ تخصیص کے باوجود دیگر ملکوں کو بھی وہ شے کچھ نہ کچھ مقدار میں پیدا کرنی پڑے گی۔

مذکورہ دلائل کے باوجود یہ بات قابل غور ہے کہ "نظریہ تقابلی فوقیت معاشیات کی بنیادی صداقتوں میں سے ایک اہم صداقت ہے۔"

(پروفیسر سیموئلسن)

"The theory of comparative advantage is one of the deepest truths in all of Economics." (P.A.S.)

بین الاقوامی تجارت کے اسباب:

بین الاقوامی تجارت مصارف میں اختلاف کے باعث ہی پیدا نہیں ہوتی، بلکہ اس کے دو اور اسباب بھی ہو سکتے ہیں:

(i) تکثیری پیدائش (Large-Scale Production) اور تقلیل مصارف:

اگر دو ملکوں کے درمیان دو چیزوں کے تقابلی مصارف میں کوئی فرق نہ ہو تو پھر بھی ان کے درمیان تجارت نفع آور ہو سکتی ہے، بشرطیکہ وہ دونوں ایک ایک شے میں تخصیص حاصل کر لیں اور اس کی پیداوار بڑے پیمانے پر (Mass Production) کریں، کیونکہ اس طرح انہیں بڑے پیمانے کی کفائتیں (Economics) حاصل ہوں گی اور مصارف (Costs) کم ہونا شروع ہو جائیں گے، گویا قانون تکثیر حاصل

(Increasing Returns) یا تقلیل مصارف (Diminishing Costs) کے باعث دونوں ملکوں کی پیداوار (Output) میں اضافہ ہو جائے گا۔ لیکن اگر وہ تخصیص نہ کریں تو انہیں بڑے پیمانے کی کفائتیں حاصل نہ ہوں گی۔

(ii) پسند یا طلب میں اختلاف: (Difference in demand or likeness)

اگر دونوں ممالک میں، مصارف پیدائش یکساں ہوں اور بڑے پیمانے پر پیدائش کے باوجود مصارف بڑھتے جاتے ہوں تو پھر بھی ان کے درمیان بین الاقوامی تجارت فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے، اور اس کا سبب "دونوں ملکوں کے لوگوں کی پسند (Taste) میں اختلاف" ہے۔ مثلاً پاکستان اور بنگلہ دیش دونوں میں مچھلی پیدا ہوتی ہے اور بکرے کا گوشت بھی، خواہ یہ برابر مقدار اور نسبت میں پیدا ہوں، لیکن فرض کریں کہ پاکستانی لوگ مچھلی کے بجائے گوشت زیادہ پسند کرتے ہیں، جب کہ بنگلہ دیش کے لوگ گوشت کے بجائے مچھلی زیادہ پسند کرتے ہیں، تو دونوں ملکوں کے درمیان تجارت ہو سکتی ہے، کیونکہ پاکستان سے مچھلی برآمد ہو گی اور بنگلہ دیش سے گوشت، اور دونوں ملکوں کے عوام کی ضرورت پہلے سے بہتر اور حسب ذوق پوری ہونے لگے گی۔ پرفیسر سیموئلسن لکھتے ہیں:

"Even if the absolute efficiencies in two places were identical, trade might occur beacuse of differeces in tastes."(P.A.S.)

بین الاقوامی تجارت کا جدید نظریہ (Modern Theory)

بین الاقوامی تجارت کے جدید نظریئے کی بنیاد سویڈن کے دو ماہرین معاشیات کے نظریات پر قائم ہے، ایک پروفیسر ایلی ہیکشیر اور دوسرے پروفیسر برٹل اوہلن (Ohlin)۔ کلاسیکی نظریہ پیش کرنے والے انیسویں صدی کے ماہرین نے اس بات پر زور دیا تھا کہ اہم ترین عامل پیدائش "محنت" ہے اس لئے اس میں کم بیشی کے باعث مصارف میں فرق پیدا ہو جاتا ہے، اور بین الاقوامی تجارت کا سبب بنتا ہے، لیکن ہیکشیر اور اوہلن نے، اس بات پر زور دیا ہے کہ عاملین پیدائش میں محنت کے علاوہ زمین، سرمایہ اور ناظم بھی شامل ہیں۔ مختلف ملکوں میں عاملین کی مقدار میں اختلاف اور پیداواری احوال میں تنوع ہی (Diversity in conditions of production between different countries) بین الاقوامی تجارت کی بنیاد ہے۔

جدید نظریہ میں یہ کہا گیا ہے کہ باقی امور میں تمام ممالک برابر ہیں، لیکن عاملین پیدائش کی مقدار کے لحاظ سے ان میں فرق ہے، یعنی قدرت نے مختلف ملکوں کو مختلف عاملین پیدائش عطا کئے ہیں، مثلاً کسی میں سرمایہ زیادہ ہے اور محنت کرنے والے کم ہیں اور دوسرے میں سرمایہ کم ہے مگر افرادی قوت (Man-power) زیادہ ہے۔ پہلے ملک کو ہم صنعتیہ (Industria) کہہ سکتے ہیں اور دوسرے کو زراعتیہ (Agraria) عاملین پیدائش کی مقدار میں فرق ہونے کی بنا پر ان کی نسبتی یا اضافی قیمتوں (Relative Prices) میں فرق ہوگا۔ صنعتیہ میں اجرتوں کی شرح بلند ہوگی اور (سرمائے کے معاوضہ یعنی) سود کی شرح کم، لیکن زراعتیہ میں اجرتوں کی شرح پست ہوگی اور سود کی شرح بلند۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کی وجہ سے ہر ملک میں اشیاء کی پیداواری پر کیا اثر پڑتا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مختلف اشیاء بنانے کے لیے عاملین پیدائش کی مختلف مقدار درکار ہوتی ہے۔ ہم دو انتہائیں فرض کرتے ہیں: ایک وہ انتہا جہاں صرف سرمایہ استعمال ہوتا ہے اور محنت کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اب دونوں انتہاؤں کے درمیان مختلف صنعتیں ہوتی ہیں جن میں سے کسی میں زیادہ سرمایہ مگر کم محنت، اور کسی میں کم سرمایہ مگر زیادہ محنت، استعمال ہوتی ہے۔ جن میں زیادہ محنت درکار ہو، انہیں "جاذب محنت" (Labour intensive) کہا جاتا ہے اور جن میں زیادہ سرمایہ درکار ہو، انہیں "جاذب سرمایہ" (Capital Intensive) صنعتیں کہا جاتا ہے۔ چونکہ زراعتیہ میں محنت ارزاں ہوتی ہے اور سرمایہ گراں، اس لئے جن اشیاء کی پیداوار میں محنت زیادہ درکار ہوتی ہے وہ نسبتاً ارزان ہوتی ہیں اور چونکہ صنعتیہ میں سرمایہ ارزاں ہوتا ہے اور

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

محنت گراں' اس لئے وہ اشیاء جن میں زیادہ سرمایہ درکار ہوتا ہے' نسبتاً ارزاں ہوتی ہیں۔ چنانچہ زراعتیہ سے "جاذب محنت" اشیاء برآمد ہوں گی اور صنعتیہ سے "جاذب سرمایہ" اشیاء۔

باہمی تجارت کی اس نوعیت کے باعث زراعتیہ میں محنت کی طلب بڑھتی جائے گی اور سرمایہ کی کم ہوتی جائے گی' لہٰذا یہاں سود کی شرح گرتی اور اجرتوں کی شرح بڑھتی جائے گی۔ اس کے برعکس صنعتیہ میں سرمائے کی طلب بڑھتی جائے گی اور محنت کی کم ہوتی جائے گی' اس لئے سود کی شرح بلندگی اور اجرتوں کی شرح گر جائے گی۔ چنانچہ باہمی تجارت کا ایک اثر یہ ہوتا ہے کہ تجارت شروع ہونے سے قبل زراعتیہ میں محنت ارزاں ہوتی ہے' لیکن بعد میں گراں ہو جاتی ہے جب کہ صنعتیہ میں پہلے محنت گراں ہوتی ہے لیکن بعد میں ارزاں ہو جاتی ہے۔ یہی حال سرمایہ کا ہوتا ہے گویا دونوں ملکوں میں دونوں عاملین پیدائش کی شرحیں ایک دوسرے کے قریب آتی جاتی ہیں' اور اگر یہ تجارت کافی عرصے تک ہوتی رہے تو دونوں ملکوں میں عاملین کی شرحیں تقریباً برابر ہو جائیں گی۔ اس کو "عاملین پیدائش کی تساوئی قیمت کا نظریہ" (Factor-Price Equilization Theorem) کہا جاتا ہے۔

بین الاقوامی تجارت کا جدید نظریہ درحقیقت رسد و طلب کے توازن کا نظریہ ہی ہے۔ جس طرح مختلف افراد کی باہمی صلاحیتوں میں فرق اور ایک ہی ملک کے مختلف علاقوں کی پیداواروں میں فرق ہونے کے باعث' وہ اپنی اپنی خدمات یا پیداواروں کا تبادلہ کر لیتے ہیں۔ اسی طرح مختلف ملکوں میں موجود عاملین پیدائش کی مختلف مقداروں اور معیاروں کے باعث' ان کی قیمتوں' اور ان کی مدد سے پیدا ہونے والی اشیاء کی قیمتوں میں' فرق پیدا ہو جاتا ہے' جس کے باعث ان کے درمیان (بین الاقوامی) تجارت ہوتی ہے۔ نیز جس طرح ایک ملک کے مختلف علاقوں کے مابین تجارت ہوتی ہے' اسی طرح پوری دنیا کے مختلف علاقوں (یعنی ممالک) کے مابین مختلف اشیاء کی رسد اور طلب کے مختلف حجم ہونے کے باعث' تجارت ہوتی ہے۔

اس نظریہ کو مختصر طور پر درج ذیل نکات کی شکل میں پیش کیا جا سکتا ہے:

1۔ عاملین پیدائش کی مقداروں میں فرق:
دنیا کے مختلف ملکوں میں' عاملین پیدائش کی مقداریں مختلف ہیں۔ اس لئے مختلف ملکوں میں ان کی قیمتوں میں فرق ہوتا ہے۔ اس وجہ سے تجارت ہونے لگتی ہے۔

2۔ اشیاء کی قیمتوں میں فرق:
الگ الگ اشیاء کو پیدا کرنے کے لئے عاملین پیدائش کی مقداروں کا تناسب مختلف ہوتا ہے' جس کے باعث ایک ہی شے کے مصارف پیدائش اور قیمت' مختلف ملکوں میں مختلف ہو جاتے ہیں جو بین الاقوامی تجارت کا باعث بنتے ہیں۔

3۔ سرمایہ جاذب (Capital Intensive) اور محنت جاذب (Labour Intensive) اشیاء کا تبادلہ:
جس ملک میں سرمائے کی مقدار نسبتاً زیادہ ہو' وہ ایسی اشیاء برآمد کرے گا جن کے بنانے میں سرمایہ زیادہ استعمال ہوتا ہو اور جس ملک میں محنت کاروں کی تعداد نسبتاً زیادہ ہو وہ ایسی اشیاء برآمد کرے گا جن میں محنت کا استعمال زیادہ ہوتا ہو۔

4۔ عاملین پیدائش کی نقل پذیری کی متبادل صورت:
اگرچہ مختلف ملکوں کے مابین عاملین پیدائش کی نقل پذیری آزادانہ اور وسیع پیمانہ پر نہیں ہوتی' لیکن اگر تجارت آزادانہ ہونے لگے تو اشیا کی درآمد اور برآمد سے عاملینِ پیدائش کی عدم نقل پذیری کی تلافی ہو جاتی ہے' یعنی خود عاملینِ پیدائش کی بجائے ان کی مدد سے تیار کردہ اشیا کی نقل پذیری کی شکل میں ان کی نقل پذیری ہونے لگتی ہے۔

بیرونی ادائیگیوں کا توازن

(BALANCE OF FOREIGN PAYMENTS)

ہر ملک جب دوسرے ممالک سے اشیاء منگواتا ہے تو انہیں قیمت ادا کرتا ہے' اور جب اشیاء بھیجتا ہے تو ان سے قیمت وصول کرتا ہے' اس لئے اسے یہ چیز پیش نظر رکھنی پڑتی ہے کہ اس کی درآمد کی ہوئی اشیاء کی مالیت' برآمد کی ہوئی اشیاء کی مالیت' کے برابر رہے۔ گویا بیرونی تجارت میں توازن قائم رہے۔ اس چیز کو دیکھنے کے لئے ہر ملک ایک فہرست تیار کرتا ہے' جس میں ایک طرف اس کی سالانہ برآمدات کی مالیت (Value of Exports) درج ہوتی ہے اور دوسری طرف سالانہ درآمدات کی مالیت (Value of Imports)۔ تاکہ یہ دیکھے کہ اس کا توازن تجارت (Balance of Trade) موافق (Favourable) ہے یا غیر موافق (Unfavourable) یعنی برآمدات اور درآمدات میں کتنا فرق ہے۔

اگر کسی ملک کی برآمدات اس کی درآمدات سے زیادہ ہوں تو اس کا توازن تجارت موافقت میں سمجھا جاتا ہے کیونکہ اس کا خرچ (Expenditure) (یعنی درآمدات کی مالیت) اس کی آمدنی (Income) (یعنی برآمدات کی مالیت) سے کم ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کے اوپر قرضہ نہیں چڑھے گا بلکہ اسے دوسرے ملکوں سے سونا اور دولت حاصل ہوگی۔ لیکن اگر برآمدات سے درآمدات زیادہ ہوں تو اس کا خرچ اس کی آمدن سے بڑھ جائے گا' اور اس کے اوپر دوسروں کا قرضہ چڑھ جائے گا۔ گویا اس کا توازن تجارت مخالفت میں ہو جائے گا۔

لیکن حقیقی طور پر یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کسی ملک کی غیر ملکی تجارت کا توازن موافقت میں ہے یا مخالفت میں' ہمیں صرف اس کی عام اشیاء (Commodities) کی درآمد و برآمد ہی کو نہیں دیکھنا چاہئے' بلکہ ان تمام مدوں کو سامنے رکھنا چاہئے جو یہ برآمد اور درآمد کرتا ہے' کیونکہ ایک ملک صرف چیزوں کی خرید و فروخت ہی نہیں کرتا' بلکہ مختلف قسم کی کمپنیوں کی خدمات (Services) بھی درآمد یا برآمد کرتا ہے' مثلاً اس کے بحری جہاز دوسرے ملکوں کا مال ایک جگہ سے دوسے جگہ لے جاتے ہیں اور اس کے عوض رقم حاصل کرتے ہیں' اسی طرح اس کی بیمہ کمپنیاں (Insurance) دوسرے ملک کے تاجروں کو بیمہ کی سہولتیں فراہم کرتی ہیں اور اس کا معاوضہ لیتی ہیں۔ اس کے برعکس یہ ملک بھی دوسرے ملکوں کی بیمہ کمپنیوں' جہازی کمپنیوں اور بنکوں کی خدمات سے فائدہ اٹھاتا ہے اور انہیں معاوضہ ادا کرتا ہے۔ چنانچہ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کسی ملک کی تجارت کا توازن موافقت میں ہے یا مخالفت میں' ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ایک ملک کے ذمے ہر قسم کی درآمدات کی کل کتنی رقم واجب الادا ہے' اور دوسرے ملکوں سے اسے اپنی ہر قسم کی برآمدات کی کتنی رقم واجب الوصول ہے۔ گویا ہمیں توازن تجارت دیکھنے کی بجائے ادائیگیوں کا توازن مدنظر رکھنا چاہئے' یہاں ہم دونوں اصطلاحوں میں فرق بیان کرتے ہیں:

توازن تجارت (Balance of Trade):

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے توازن تجارت کا جائزہ لیتے وقت صرف اشیاء (Commodities) کو ہی سامنے رکھا جاتا ہے۔ انہیں مرئی یعنی نظر آنے والی اشیاء (Visible Goods) کہا جاتا ہے۔ اس میں ایک طرف مرئی درآمدات درج ہوتی ہیں' اور دوسرے طرف مرئی برآمدات۔ لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ "توازن تجارت" کی کیفیت بیرونی تجارت کے بارے میں صحیح تصویر پیش نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایک ملک کی مرئی برآمدات (یعنی عام اشیاء) اس کی مرئی درآمدات سے بہت زیادہ ہوں اور بظاہر اس کا توازن تجارت موافقت میں ہو' لیکن اس کی غیر مرئی یعنی بظاہر نظر نہ آنے والی (Invisible Goods) درآمدات' یعنی مختلف کمپنیوں کی خدمات وغیرہ اس کی غیر مرئی برآمدات سے بہت زیادہ ہوں' لہٰذا درحقیقت تمام مرئی اور غیر مرئی مدات (Items) کو ملا کر دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ مجموعی طور پر اس کے ذمے دوسرے ملکوں کی رقوم اس رقم سے زیادہ ہیں یا کم' جو اسے وصول ہوگی۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہمیں کسی ملک کی بیرونی تجارت کی صحیح تصویر دیکھنے کے لئے توازن تجارت کے بجائے اس کا توازن ادائیگیاں دیکھنا چاہئے جس میں مرئی اور غیر مرئی سب چیزیں شامل ہوتی ہیں۔

توازن تجارت کی تعریف (Definition of Balacne of Trade):

توازن تجارت کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے:

''کسی قوم (یا ملک) کی ادائیگیوں کے توازن کا وہ حصہ جس کا تعلق صرف اشیائے تجارت (Merchandise) یا مرئی (یعنی نظر آنے والی اشیاء کی (Visible) درآمدات و برآمدات سے ہو۔''

ادائیگیوں کا توازن (Balance of Payments):

ادائیگیوں کے توازن سے مراد ایسا ریکارڈ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ کسی ملک نے مجموعی طور پر کتنی اشیاء و خدمات درآمد کی ہیں اور کتنی اشیاء و خدمات برآمد کی ہیں' گویا ادائیگیوں کے توازن میں مرئی اور غیر مرئی دونوں قسم کی مدوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ پروفیسر کنڈل برگر (C.P. Kindleberger) ادائیگیوں کے توازن کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

''اس سے مراد تمام معاشی لین دین کا باقاعدہ ریکارڈ ہے جو ایک ملک کے باشندوں اور بیرونی ممالک کے باشندوں کے درمیان ہوتا ہے۔''

پروفیسر ڈیوڈ بیگ (David Regg) ادائیگیوں کے توازن کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"The balance of payments record transactions between residents of one country and the rest of the world."

ادائیگیوں کے توازن کی مدیں (Items):

کسی ملک کی ادائیگیاں کے توازن میں مرئی اشیاء (Visible) یعنی عام چیزوں کے علاوہ مندرجہ ذیل غیر مرئی اشیاء (Invisible) یعنی خدمات بھی شامل کی جاتی ہیں۔

1۔ غیر ملکی کمپنیوں کی خدمات کا معاوضہ:

بیرونی تجارت کے سلسلہ میں ہر ملک دوسرے ملک کی بیمہ کمپنیوں' جہازوں' بنکوں' آڑھتیوں (Commission Agents) دلالوں (Brokers) کی خدمات حاصل کرتا ہے اور انہیں معاوضہ ادا کرتا ہے اور کبھی خود دوسرے ملکوں کی ایسی خدمات مہیا کرتا ہے اور اس کی معاوضہ وصول کرتا ہے۔ گویا یہ خدمات بھی برآمد اور درآمد کی جاتی ہیں۔

2۔ سیر و سیاحت کے اخراجات:

مختلف ملکوں کے باشندوے' سیر و تفریح کے لئے دوسرے ممالک میں آتے جاتے ہیں اور وہاں روپیہ خرچ کرتے ہیں' بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک ملک دیکھنے کے لئے باہر سے کم لوگ آتے ہیں لیکن خود اس ملک کے بہت زیادہ باشندے دوسرے ملکوں کی سیر کو جاتے ہیں۔ اس لیے اسے اتنی رقم وصول نہیں ہوتی جتنی یہاں کے باشندے باہر جا کر خرچ کر آتے ہیں۔ یہ بات بھی اس کے ادائیگیوں کے توازن کو خراب کرنے کا باعث بن سکتی ہے۔

3۔ دوسرے ملکوں میں تعلیم کے اخراجات:

مختلف ملکوں کے باشندے کسی دوسرے ملک میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور وہاں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ ادائیگیوں کے توازن میں اس قسم کے خرچ اور آمدنی کی مدیں بھی درج ہوتی ہیں' مثلاً پاکستان سے کچھ طلبہ' آکسفورڈ' کیمبرج اور امریکی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے جاتے ہیں' اور وہاں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ اسی طرح سعودی عرب' یمن' متحدہ عرب امارات (UAE) اور دیگر ممالک کے

طلبہ پاکستان میں میڈیکل' انجینئرنگ اور دیگر قسم کی تعلیم حاصل کرنے آتے رہتے ہیں اور یہاں رقم خرچ کرتے ہیں۔

4۔ غیر ملکی قرضے پر سود (Interest on Foreign Debt):

ملکی ترقی کیلئے کسی ملک کی حکومت نہ صرف ملک کے اندر سے قرضہ حاصل کرتی ہے' بلکہ دوسرے ملکوں سے بھی قرض لیتی ہے۔ اور ا رقم پر سود ادا کرتی ہے' اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اس ملک نے دوسرے ملک سے مالیات کی خدمات خریدی ہیں' یعنی سرمایہ ادھار لیا ہے ا اسے استعمال کرنے کا معاوضہ سود کی شکل میں ادا کرتا ہے۔ (مارچ 2011ء تک) پاکستان نے دوسرے ملکوں اور حامی اداروں سے پچپن بلی (ارب) ڈالر قرض طے رکھا تھا جس پر اسے سود ادا کرنا پڑتا ہے۔ (2010-11ء کی پہلی نو ماہی میں اس پر 53 ملین ڈالر سود ادا کیا گیا۔)

جب ایک ملک' دوسرے ملک سے قرضہ کے طور پر سرمایہ وصول کرتا ہے تو اس کی سرمایاتی وصولیاں (Capital Receipts) بڑ جاتی ہیں' لیکن جب یہ قرضہ واپس ادا کرتا ہے تو اس سرمایاتی ادائیگیاں بڑھ جاتی ہیں۔ بیرونی قرضہ' غیر ملکی حکومتوں سے بھی حاصل کیا جاس ہے اور غیر ملکی نجی سرمایہ کاروں (Foreign Private Investors) سے بھی۔ ''نجی بیرونی قرضہ'' (Private Foreign Debt) شکل یہ ہو سکتی ہے کہ باہر کے لوگ اپنے سرمایہ سے ہمارے ملک میں صنعتیں قائم کریں یا کسی اور شعبہ / کاروبار میں سرمایہ لگائیں۔ یہ سرمایا قرضہ قلیل المیعاد (Short-term) بھی ہو سکتا ہے۔ اور طویل المیعاد (Long-term) بھی۔

5۔ مالی امداد:

ادائیگیوں کے توازن میں ایک اور غیر مرئی شے جو شامل ہوتی ہے وہ ہے ''امداد'' یعنی Grant یا Aid۔ جب کسی ملک میں کوئی آف آجائے جیسے قحط' سیلاب یا زلزلے تو مختلف ممالک اسے امداد بھیجتے ہیں' پاکستان میں جب ستمبر 1992ء میں زبردست سیلاب آئے پھر اکتو 2005ء میں آزاد کشمیر اور بالاکوٹ (صوبہ سرحد) میں ہولناک زلزلے آئے اور اگست / ستمبر 2010ء اور 2011ء میں تباہ کن سیلاب آئے بیشمار ملکوں نے پاکستان کو مالی اور اشیائی امداد دی تھی۔

6۔ سیاسی امور پر اخراجات:

ہر ملک دوسرے ملکوں میں اپنے سفیر' سیاسی نمائندے اور سرکاری حکام بھیجتا ہے جو وہاں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ ادائیگیوں کے توازن میں یہ رقوم اخراجات کے خانے میں شمار ہوتی ہیں۔ 1993-96ء کے دوران سابق وزیر اعظم بے نظیر بھٹو اور 1996-99ء کے دوران سابق وزیر اعظم میاں نواز شریف نے اپنے دور حکومت میں بے شمار ملکوں کے سیاسی دورے کئے' پھر 2000ء تا 2007ء کے دوران صدر پرویز مشرف' اور 2008ء سے 2012 تک صدر زرداری کے دور حکومت میں خود صدر نے' وزیر اعظم اور پارلیمانی ارکان نے بہت دورے کئے جن پر بے پناہ خرچ ہوا۔ موجودہ حکومت نے اس مد پر آنے والے اخراجات پر قابو پایا ہے۔

7۔ حج و زیارت پر زائرین کے اخراجات:

مختلف مسلم ممالک سے ہر سال بیشمار مسلمان حج' عمرہ اور زیارت کے لئے حجاز مقدس کا سفر کرتے ہیں اور حرمین شریفین جاتے ہیں جدہ' مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں ٹھہرتے ہیں اور وہاں اپنے قیام و طعام اور دیگر ضروریات پوری کرنے کے لئے روپیہ خرچ کرتے ہیں پاکستان سے ہر سال تقریباً ڈیڑھ لاکھ افراد حج اور تقریباً اتنے ہی عمرہ کے لئے حجاز مقدس جاتے ہیں۔ یوں سعودی عرب کی وصولیوں اور دیگ اسلامی ملکوں کی ادائیگیوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

ادائیگیوں کے توازن کی اقسام (Kinds of Balance of Payments):

ادائیگیوں کے توازن کی دو اقسام ہیں:

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

i) ادائیگیوں کے توازن کا رواں حساب (Current Account):

اس میں یہ مدات شامل ہوتی ہیں: اشیائی برآمدات ودرآمدات' مختلف قسم کی خدمات' سفر اور نقل وحمل پر اٹھنے والے اخراجات' بیمہ کمپنیوں کی فیس' بیرونی سرمایہ کاری (Foreign Investment) سے حاصل ہونے والی آمدنی کا حساب وغیرہ۔

پروفیسر بیگ (D. Begg) نے اس کی تعریف (Definition) یوں کی ہے:

''ادائیگیوں کے توازن کے رواں حساب میں ان چیزوں کی آمدورفت کا حساب رکھا جاتا ہے: اشیاء' خدمات اور انتقالی ادائیگیاں۔''

"The current account of the balance of payments records international flows of goods, services and transfer payments."

ii) ادائیگیوں کے توازن کا سرمایاتی حساب (Capital Account):

اس میں سرمایاتی لین دین (یعنی ادائیگی اور وصولی) کا حساب کیا جاتا ہے' مثلاً بیرونی ممالک سے سرمایہ قرض لینا یا دینا' سرمائے کی وصولی اور واپس ادائیگی' غیر ملکی (سرکاری یا نجی) کفالتوں (Securities) کی خرید وفرخت وغیرہ۔

پروفیسر بیگ (Begg) نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

"The capital account of the balance of payments records international purchases and sales of financial assets."

چنانچہ ''ادئیگیوں کے توازن سے مراد ہے: رواں حساب اور سرمایاتی حساب کی مدات کا مجموعہ۔''

ادائیگیوں کے توازن کے رواں حساب اور سرمایاتی حساب کو ملا کر' ادائیگیوں کا مجموعی توازن کہلاتا ہے اور دراصل ی مجموعہ توازن ہی' کسی ملک کی ادائیگیوں کے توازن کی حقیقی کیفیت ظاہر کرتا ہے (ان کی وضاحت آگے بیان کی گئی ہے۔)

1۔ رواں حساب (Current Account):

اس سے مراد عام اشیاء وخدمات کی درآمد یا برآمد کا حساب ہے۔ اسے رواں حساب اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ اشیاء وخدمات عموماً ہر سال درآمد یا برآمد کی جاتی ہیں۔ کسی سال ان کی برآمد سے حاصل ہونے والی رقوم (واجب الوصول) ان کی درآمد پر خرچ ہونے والی رقوم (واجب الادا) سے زیادہ ہوسکتی ہیں اور کسی سال کم۔ اس فرق کو پورا کرنے کے لئے سرمایہ کا حساب قائم کیا جاتا ہے۔

2۔ سرمائے کا حساب (Capital Account):

اگر کسی ملک کے رواں حساب پر ادائیگیوں کا توازن خراب (Adverse) ہوجائے یعنی اس کی واجب الوصول رقوم' اس کی واجب الادا رقوم' سے کم ہوجائیں تو باقی ادائیگی کرنے کے لیے اسے سونا (Gold) بھیجنا پڑتا ہے' یا اگر اس کی واجب الوصول رقوم' اس کی واجب الادا رقوم سے بڑھ جائیں تو باقی ادائیگی اسے سونے کی شکل میں ملتی ہے۔ لیکن اگر سونے (Gold) کی درآمد یا برآمد سے' رواں حساب کا فرق پورا نہ ہوسکے تو سرمائے کی نقل وحرکت سے پورا کیا جاتا ہے' وہ اس طرح کہ جس ملک کے ذمہ دوسروں کی رقم واجب الادا ہو وہ ان سے قرضہ لے لیتا ہے اور جس ملک نے دوسروں سے رقم وصول کرنا ہو وہ دوسروں کو قرضہ دے دیتا ہے۔ گویا غیر ملکی سرمایہ کاری (Foreign Investment) کے ذریعے رواں حساب کے فرق کو دور کیا جاتا ہے۔ سرمائے کی نقل وحرکت کا یہ مطلب ہے کہ ایک ملک کے لوگ کسی دوسرے ملک کے لوگوں کو قرضہ دیں یا وہاں سرمایہ کاری کریں' کاروبار یا صنعت میں روپیہ لگائیں' کوئی کارخانہ قائم کریں' غیر منقولہ جائیداد خریدیں' غیر ملکی بانڈ (Bonds) یا ہنڈیاں خریدیں یا بیرونی بنک میں امانت (Deposit) جمع کرائیں۔ عوام کے علاوہ حکومتیں بھی' سرکاری سطح پر' ایک دوسری کو قرضہ دیتی ہیں یا سرمایہ کاری کرتی ہیں۔ غرض حساب سرمایہ میں وہ تمام بین الاقوامی لین دین (Transaction) شامل ہوتا ہے جو لئے ہوئے قرضہ یا دیئے ہوئے قرضہ کو ظاہر کرتا ہے۔

رواں حساب کا خسارہ پورا کرنے کے لئے جو قرضہ لیا جاتا ہے وہ چار طرح کا ہوسکتا ہے' قلیل المیعاد نجی قرضہ' قلیل المیعاد سرکاری قرضہ' طویل المیعاد سرکاری قرضہ۔

پروفیسر کنڈل برگر لکھتے ہیں کہ:

''رواں حساب میں وہ تمام لین دین شامل ہے جو قومی آمدنی میں اضافہ کرے یا قومی آمدنی کو خرچ کرے' اور حساب سرمایہ میں وہ تمام تبدیلیاں شامل ہیں' جو کسی ملک کے دوسرے ملکوں پر دعادی (Claims) کی شکل میں رونما ہوتی ہیں یا دوسرے ملکوں کے اس ملک پر دعادی کے باعث پیدا ہوتی ہیں۔''

گلوبلائزیشن (عالمگیریت یا عالمی قُرب وملاپ)
GLOBALIZATION

مفہوم:

عہد حاضر میں جدید اور ترقی یافتہ ذرائع مواصلات' اطلاعات' خبر رسانی' آمدورفت' نقل وحمل اور کمپیوٹر ٹیکنالوجی (انٹرنیٹ' ویب سائٹ وغیرہ) کے باعث پوری دنیا کے ممالک تہذیبی' اقتصادی اور تجارتی لحاظ سے ایک دوسرے کے بہت قریب آگئے ہیں۔ ایک ملک کے لوگ دوسرے ممالک کے لوگوں سے نہایت آسانی سے رابطہ کر لیتے ہیں۔ جغرافیائی فاصلے سکڑ گئے ہیں اور یوں لگتا ہے جیسے پورا کرہ ارض (Globe) ایک شہر بن گیا ہو۔ اس سورت حال کو گلوبلائزیشن (یا عالمی قرب وملاپ) کہا جاتا ہے۔

تعریف (Definition):

گلوبلائزیشن کی تعریف یوں کی جاتی ہے: ''اس سے مراد ہے: تکنیکی' معاشی' سیاسی' تعلیمی اور ثقافتی اقدار (Values) عالمی سطح پر باہم تبادلہ' جو جدید نوعیت کے خبر رسانی اور اطلاعاتی ذرائع کے باعث وسیع پیانے پر ہو رہا ہو۔'' سادہ الفاظ میں اس کا مطلب ہے: دنیا بھر کے مختلف ممالک کو لوگوں کا تہذیبی' اقتصادی اور تجارتی لحاظ سے آپس میں فوری' آسان اور وسیع درجے کا میل ملاپ۔

گلوبلائزیشن کے فوائد:

گلوبلائزیشن کے حق میں بنیادی طور پر یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ مختلف ملکوں کے مابین آزادانہ تجارت سے ان کے مجموعی معاشی وسائل کا استعمال اور ان کی تخصیص بہترین انداز سے (Efficient Allocation of Resources) ممکن ہوجاتی ہے جس سے تین فائدے حاصل ہوتے ہیں:

اول: مجموعی پیداوار (Production) بڑھ جاتی ہے۔

دوم: روزگاری مواقع (Employment Opportunities) وسیع ہوجاتے ہیں۔

سوم: اشیاء کی پیداواری لاگت (Cost of Production) اور ان کی قیمت میں کمی آجاتی ہے۔

گلوبلائزیشن اور پاکستان:

گلوبلائزیشن کا حصہ بننے کے لئے پاکستان بین الاقوامی تجارت کے ذریعہ' تین طریقوں سے شامل ہوتا ہے: اول' اشیاء وخدمات (Goods & Services) کی برآمد اور درآمد کے ذریعہ۔ دوم' بیرونی براہ راست سرمایہ کاری (Foreign Direct Investment: FDI) کے ذریعہ اور سوم' کثیر القومی کمپنیوں (MNCs) کو لائسنس اور فرنچائز جاری کرکے۔ (کثیر القومی کمپنیوں کا ذکر آگے آئے گا۔) (پاکستان کی برآمدات اور درآمدات کا ذکر پاکستان کی بین الاقوامی تجارت کے باب میں آئے گا۔) جہاں تک بیرونی براہ راست

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

سرمایہ کاری (FDI) کا تعلق ہے اس سے درج ذیل چار فائدے حاصل ہوتے ہیں:

i) ملک کے بیکار پڑے (Idle) ذرائع اور وسائل زیر استعمال آ جاتے ہیں؛
ii) بڑے پیمانے پر کاروبار کی کفائتیں (Large-Scale Economics) حاصل ہو سکتی ہیں؛
iii) سرمایہ کاروں (Investors) کو اپنا سرمایہ کاروبار میں لگانے کے مواقع مل جاتے ہیں۔ اور
iv) ڈبلیو ٹی او (World Trade Organisation : W.T.O) یعنی عالمی تجارت تنظیم اور اس طرح کے دیگر معاہدوں کی رو سے بین الاقوامی پابندیاں کم ہو رہی ہیں جس سے بعض کم ترقی یافتہ ملکوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

عالمی بنک (World Bank) کی ایک رپورٹ کے مطابق 1991ء تا 2000ء کے عشرہ (دس سالہ عرصہ) کے دوران دنیا میں بیرونی براہ راست سرمایہ کاری (FDI) سالانہ چوبیس فیصد شرح سے بڑھتی گئی ہے' لیکن 2009ء میں عالمی مالی اور معاشی بحران کے باعث اس میں چالیس فیصد کمی ہو گئی۔ پاکستان میں بیرونی براہ راست سرمایہ کاری 99-1998ء میں 403 ملین ڈالر تھی جو بڑھ کر 9-2008ء میں 3220 ملین ڈالر ہو گئی۔ تاہم اس میں وہ رقوم بھی شامل ہیں جو پاکستان میں "سرکاری ادارے" نجی شعبے کے پاس فروخت (Privatization) کرنے سے حاصل ہوئیں۔ پاکستان میں بیرونی براہ راست سرمایہ کاری (FDI) ان شعبوں میں ہوئی: مواصلات' توانائی' مالیات اور تیل و گیس۔

کثیر القومی کمپنیاں (Multinational Companies: MNCs)

پاکستان بین القوامی تجارتی منڈی میں اس طرح بھی شامل ہو سکتا ہے کہ کثیر القومی کمپنیاں یہاں اپنے ادارے اور شاخیں قائم کریں۔ اس کے لئے حالات بہت مناسب ہیں کیونکہ: (الف) حکومتی اجارہ داریاں کم ہو رہی ہیں (نجکاری (Privatization) کا عمل جاری ہے۔) (ب) کاروباری مقابلہ بڑھ رہا ہے اور (ج) ملکی اور بین الاقوامی تجارتی منڈیاں وسیع ہو رہی ہیں۔ یہاں ہم ان کمپنیوں کی تشکیل اور ان کے فائدے اور نقصانات بیان کرتے ہیں۔

مفہوم: (Concept)

سادہ الفاظ میں کثیر القومی کمپنی (MNC) سے مراد ایسا معاشی و کاروباری ادارہ ہے جس کی مختلف ممالک میں شاخیں (Branches) ہوں۔ اس کی تعریف (Definition) یوں کی جاتی ہے: "ایسی کارپوریشن جو قائم کسی ایک ملک میں ہو لیکن اس کے کاروبار کا کثیر حصہ دوسرے ملکوں میں ہو رہا ہو"۔ کمپنی اپنے جس ملک میں بنیادی طور پر قائم ہو اسے "مادر ملک" (Home Country) کہا جاتا ہے۔ اور باہر جس ملک میں اس شاخیں ہوں اسے "میزبان ملک" (Host Country) کہا جاتا ہے۔ یہ کمپنیاں عموماً ایک ہی قسم کے اشیاء یا ان سے ملتی جلتی چیزیں بناتی اور فروخت کرتی ہیں، لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ کسی ملک میں کوئی ایک شے بنائیں مگر دوسرے ملکوں میں وہی شے، بعض دیگر اشیاء بنانے کے لئے بطور مداخل (Input) استعمال کریں۔ غرض کثیر القومی کمپنی (MNC) سے مراد ایک ایسی کمپنی ہے۔ جو (i) مختلف ممالک میں قائم اپنے ساتھ ملحقہ (Affiliated) اداروں کی معرفت اشیاء پیدا کرتی ہو، اور (ii) مختلف ملکوں میں اس کے ساتھ ملحقہ اداروں کی پالیسیوں کو براہ راست کنٹرول کرتی ہو۔

اس وقت بین الاقوامی سطح پر، درج ذیل کثیر القومی کمپنیاں کام کر رہی ہیں: (1) کوکا کولا (مشروب بنانے والی) (2) میکڈونلڈ (فاسٹ فوڈ) (3) ٹیوٹا موٹر (4) بی ایم ڈبلیو (BMW) (5) سونی (Sony) (6) نوکیا (Nokia) (موبائل فون سیٹ) اور (7) برقیاتی چیزیں بنانے والی سام سنگ (Samsung)

میزبان ملک کو ہونے والے فوائد: (Advantages in Hoste Country)

کثیر القومی کمپنی جس میزبان ملک میں کاروباری کرتی ہے اسے درج ذیل فائدے حاصل ہوتے ہیں:

i- کثیر القومی کمپنی جب کسی دوسرے ملک میں کاروبار شروع کرتی ہے تو میزبان ملک کو زرمبادلہ حاصل ہوتا ہے اور جب یہاں سے مال برآمد کیا جاتا ہے تو اس کے زرمبادلہ کے ذخائر میں اضافہ ہوتا ہے۔
ii- کثیر القومی کمپنی کو سرمایہ کاری کے لئے اپنے ملک کی کرنسی کو میزبان ملک کی کرنسی میں تبدیل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے جس سے اس ملک کی کرنسی کی مانگ بڑھ جانے سے کرنسی کی قدر (Value) بھی بڑھ جاتی ہے۔
iii- میزبان ملک کی بیرونی تجارت فروغ پاتی ہے۔
iv- بیرونی کمپنیاں جدید ترین ٹیکنالوجی سے لیس ہوتی ہیں اور اپنی پیداواری استعداد بڑھانے کے لئے نئے سے نئے طریقے دریافت کرتی ہیں جس کے باعث میزبان ممالک بھی نئی ٹیکنالوجی اور پیداوار کے جدید طریقوں سے آگاہ ہو جاتے ہیں۔
v- ان کمپنیوں (MNCs) کو نظم و نسق اور مارکیٹنگ کا وسیع تجربہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کا واسطہ پوری دنیا کے ممالک سے پڑتا ہے۔ نیز ان کا عملہ (Staff) بہت ہنرمند اور تجربہ کار ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کی بیرونی ملک سرمایہ کاری سے میزبان ممالک کے لوگ بھی جدید ترین ہنروں، طریقوں اور تجربوں سے واقف ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ کمپنیاں مقامی لوگوں کو ملازمت دینے کے لئے تربیت دیتی ہیں۔
vi- میزبان ملکوں میں روزگار کے مواقع بڑھتے ہیں۔ نیز ان کی پیداوار بڑھنے سے جی ڈی پی (GDP) زیادہ ہو جاتی ہے۔
vii- میزبان ملک ان کمپنیوں (MNCs) کی آمدنیوں اور منافع پر ٹیکس وصول کرتا ہے۔ اس لئے اس کی سرکاری آمدنی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

میزبان ملک کو ہونے والے نقصانات: (Disadvantages to Hoste Country)

میزبان ملک کو کثیر القومی کمپنی قائم ہونے سے درج ذیل نقصانات ہوتے ہیں۔

i- ایسی کمپنیاں (MNC) اپنا کمایا ہوا منافع واپس اپنے ملک لے جاتی ہیں اور یوں ترقی یافتہ ممالک امیر سے امیر تر ہوتے جاتے ہیں۔ جبکہ میزبان ملکوں کی معاشی حالت نہیں سنورتی، جس کے باعث عالمی سطح پر معاشی عدم مساوات بڑھ جاتی ہے۔
ii- اس بات کا بھی خدشہ ہوتا ہے کہ اگر کثیر القومی کمپنیاں کسی میزبان ملک سے اپنا کاروبار اور سرمایہ کاری بند کر دیں تو میزبان ملک میں بیروزگاری پیدا ہو جائے گی اور اس کی ترقی رک جائے گی۔
iii- یہ کمپنیاں اپنی اصل انتظامیہ اور ہنرمند اسٹاف تو اپنے لک سے لاتی ہیں اور میزبان ملک سے فقط نچلے درجہ کا عملہ بھرتی کرتی ہیں، نیز انہیں تنخواہ کم دیتی ہیں اور کام زیادہ لیتی ہیں۔ اس طرح میزبان ملک استحصال (Exploitation) کا شکار ہوتا ہے۔
iv- باہر کی بڑی بڑی کمپنیوں کے قائم ہو جانے سے میزبان مللکی فرمیں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں اور یوں وہ میدان چھوڑ جاتی ہیں، کیونکہ اول تو ان کے سرمایاتی وسائل کم ہوتے ہیں۔ اور دوم ان کا تصنیعی (Manufacturing) ساز و سامان بھی ہلکے درجے کا ہوتا ہے۔ یوں میزبان ملک خود صنعتی اور تجارتی لحاظ سے ترقی کر پاتا ہے۔
v- بعض کثیر القومی کمپنیاں اشتہار بازی اور فروغ کاروبار کے ذریعہ، میزبان ملک کے اوپر ما اپنے مغربی کلچر کو غالب کرنے کی کوشش کرتی ہیں اور یوں میزبان ملک کا اپنا تہذیب و تمدن پس پردہ چلا جاتا ہے۔
vi- بعض کمپنیاں میزبان ملک کے قدرتی ذرائع (مثلاً تیل، گیس، معدنیات وغیرہ) کو وسیع پیمانے پر استعمال کر کے، بالآخر انہیں ختم کر دیتی ہیں۔ کیونکہ انہیں اس بات کی قطعاً پروا نہیں ہوتی کہ میزبان ملک کے مستقبل کے لئے کچھ پیچھے چھوڑ جائیں، بلکہ ایسا ہوتا ہے کہ جب ایک ملک کے ایسے وسائل ختم ہو جائیں تو وہ کمپنی کسی دوسرے ملک میں ڈیرے ڈال لیتی ہے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

عالمی تجارتی تنظیم

(World Trade Organization: WTO)

عالمی تجارتی تنظیم (ڈبلیوٹی او) 1995ء میں قائم ہوئی۔ یہ ایک بین الاقوامی کثیر پہلو (Multilateral) تنظیم ہے۔ اس کا صدر دفتر (Headquaters) سوئٹزرلینڈ کے شہر جنیوا میں ہے۔ یہ تنظیم عالمی سطح پر ہونے والی تجارت کے سلسلہ میں، قوانین اور ضابطے بناتی ہے، نیز رکن ممالک کے مابین پیدا ہونے والے اختلافات وتنازعات (Disputes) کو رفع کرتی ہیں۔ اس تنظیم کے ارکان نے بنیادی طور پر طے شدہ تیس معاہدوں (Agreements) کو تسلیم کر کے ان پر دستخط کیے ہوئے ہیں۔ اس کے موجودہ ڈائریکٹر نے (سابق ڈائریکٹر سے) یکم ستمبر 2005ء کو چارج لیا تھا۔

اس وقت ڈبلیوٹی او (W.T.O) کے دنیا کے 149 ممالک رکن ہیں۔ (جن میں پاکستان اور سعودی عرب بھی شامل ہیں) تمام ارکان اس بات کے پابند ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو نہایت پسندیدہ ملک (Most Favoured Nation) کا درج دیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ (چند مستثنیات کو چھوڑ کر) تنظیم کا کوئی رکن جو تجارتی مراعات کسی ایک ملک کو دے گا وہ اسے ڈبلیوٹی او کے باقی تمام ارکان کو دینی چاہئیں۔

تنظیم کا مقصد (Mission)

اس تنظیم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ بین الاقوامی تجارت کو فروغ دیا جائے اور اس کی خاطر ایک طرف تو تجارتی پابندیاں اور رکاوٹیں (Trade Barriers) کم سے کم کی جائیں اور دوسری طرف ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کیا جائے جہاں سے تجارتی مذاکرے اور معاہدے ہو سکیں اور رکن ممالک کے درمیان پیدا ہونے والے تنازعات کو حل کیا جائے۔ غرض ڈبلیوٹی او کا اصل مقصد یہ ہے کہ عالمی سطح پر اشیاء و خدمات (Goods and Services) پیدا کرنے والے اداروں، برآمد کنندگان (Exporters) اور درآمد کنندگان (Importers) کو اپنا کاروبار کرنے اور اسے پھیلانے کے لئے ضروری امداد بہم پہنچائی جائے۔

تجارتی نظام کے بنیادی اصول وقواعد (Principles of the Trading System)

عالمی تجارتی تنظیم (ڈبلیوٹی او) کے مذاکرات ومباحثات کے دوران تجارت کے درج ذیل بنیادی اصولوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے:

☆ تجارتی نظام میں کسی قسم کا امتیاز (Discrimination) قائم نہیں ہونا چاہئے: یعنی کوئی ملک دوسرے ممالک کے مقابلہ میں کسی ایک شریک تجارت ملک (Trading Partner) کو مخصوص رعائیت نہیں دے سکتا اور نہ ہی یہ بیرونی ممالک سے آنے والی اشیاء و خدمات میں کوئی امتیاز روا رکھ سکتا ہے۔

☆ تجارتی نظام کا رجحان زیادہ سے زیادہ آزادانہ تجارت کی طرف ہونا چاہیے یعنی (محصولاتی اور غیر محصولاتی پابندیاں اور) رکاوٹیں کم سے کم ہونی چاہئیں۔

☆ تجارتی نظام ایسا ہونا چاہیے جس میں غیر ملکی کمپنیوں اور حکومتوں کو اس بات کی یقین دہانی کرائی جائے کہ تجارتی پابندیاں یک طرفہ مرضی (Arbitrarily) سے نہیں عائد کی جائیں گی، نیز منڈیاں کاروبار کے لئے کھلی رہیں گی۔

☆ تجارتی نظام ایسا ہونا چاہیے جس کے باعث ممالک کا باہمی مقابلہ (Competition) زیادہ سے زیادہ ہو۔

☆ تجارتی نظام کم ترقی یافتہ (Less Developed) ملکوں کے لئے زیادہ رعائت دینے والا ہو یعنی انہیں نئے حالات کے ساتھ موافقت حاصل کرنے کے لئے زیادہ مہلت دی جائے، نسبتاً زیادہ لچک (Flexibility) دکھائی جائے اور زیادہ مراعات دی جائیں۔

معاہدے (Agreements)

ڈبلیوٹی او کے اجلاس میں طے پایا کہ 2015ء تک، دنیا بھر میں اعانہ (Subsidy) دینے کی پالیسی بالکل ختم کر دی جائے۔ اندازہ لگایا گیا کہ اس اقدام سے عالمی سطح پر چھ کھرب ڈالر کی مصنوعات کی قیمتوں میں کمی واقع ہو جے گی نیز امریکہ کی 670 ارب ڈالر کی برآمدات کی قیمتوں میں کمی سے دوسرے ممالک کو بھی فائدہ پہنچے گا۔ یہ بھی اندازہ لگایا گیا کہ سبسڈی ختم کرنے اور منڈیوں کو عالمی تجارت کے لئے آزاد کھول دینے سے درج ذیل تین قسم کے فائدے پہنچیں گے:

(اول)، عالمی آمدنی میں 832 ارب ڈالر کا اضافہ ہوگا جس میں سے 5.39 ارب ڈالر ترقی پذیر (Developing) ممالک میں جائیں گے اور وہاں ہر خاندان کو مجموعی طور پر 544 ڈالر سالانہ کا فائدہ پہنچے گا۔

(دوم)، تیس کروڑ لوگ غربت کی لکیر (Poverty Line) سے باہر آجائیں گے۔

(سوم)، زرعی شعبہ میں امدادی سکیمیں ختم کرنے سے 128 ارب ڈالر کا فائدہ ہوگا جن میں سے تیس ارب ڈالر کا فائدہ ترقی پذیر ممالک کو پہنچے گا۔

ڈبلیوٹی او کا سب سے زیادہ زور اس بات پر ہے کہ منڈیوں کو عالمی تجارت کے لئے کھولا جائے، سبسڈی کو ختم کیا جائے اور تمام ممالک کی معیشتوں کو ایک مجموعی عالمی معیشت (Global Economy) کے طور پر چلایا جائے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

ماڈل پرچہ سوالات

انشائیہ (Subjective) حصہ اول (Section I)

سوال نمبر 1: درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

1۔ بین الاقوامی تجارت کی اصل بنیاد کیا ہے؟

جواب: بین الاقوامی تجارت کی اصل بنیاد مصارف کا فرق ہے۔

2۔ قانونِ تقابلی مصارف کی تعریف کریں؟

جواب: اس قانون کی رو سے بین الاقوامی تجارت اس لیے ہوتی ہے کہ ایک چیز کی قیمت مختلف ملکوں میں مختلف ہوتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ملک صرف ایسی چیزیں پیدا کرتا ہے جن پر اس کی لاگت دوسرے ملکوں کے مقابلہ میں کم آتی ہے۔

3۔ توازن ادائیگی سے کیا مراد ہے؟

جواب: ادائیگیوں کے توازن سے مراد ایسا ریکارڈ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ کسی ملک نے مجموعی طور پر کتنی اشیاء وخدمات درآمد کی ہیں اور کتنی اشیاء وخدمات برآمد کی ہیں، گویا ادائیگیوں کے توازن میں مرئی اور غیر مرئی دونوں قسم کی مدوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔

4۔ توازن ادائیگیاں میں خرابی کا مفہوم بیان کریں؟

جواب: جب درآمدات (Imports) کی مالیت برآمدات (exports) سے زیادہ ہو تو ایسے توازن ادائیگی کو خسارے کا توازن ادائیگی کہا جاتا ہے۔

5۔ توازن تجارت اور توازن ادائیگی میں فرق بنان کریں؟

جواب: "کسی قوم کی ادائیگیوں کے توازن کا وہ حصہ جس کا تعلق صرف اشیائے تجارت یا مرئی (یعنی نظر آنے والی اشیاء) کی درآمدات و برآمدات سے ہو" ادائیگیوں کے توازن سے مراد ایسا ریکارڈ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ کسی ملک نے مجموعی طور پر کتنی اشیاء وخدمات درآمد کی ہیں اور کتنی اشیاء وخدمات برآمد کی ہیں۔ گویا ادائیگیوں کے توازن میں مرئی اور غیر مرئی دونوں قسم کی مدوں کو پیش نظر رکھا جاتا ہے"۔

6۔ لچکدار یا تغیر پزیر شرح مبادلہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: شرح مبادلہ میں تبدیلیاں آتی ہیں۔ ان تبدیلیوں کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں۔ مثلاً درآمدات و برآمدات میں تبدیلی، کرنسی کی طلب اور رسد میں تبدیلی وغیرہ۔ ایسی شرح مبادلہ کو تغیر پزیر شرح مبادلہ کہا جاتا ہے۔

7۔ سرمایہ جاذب اشیاء سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایسی اشیاء جن کی پیداوار کے لیے محنت کی نسبت سرمایہ زیادہ درکار ہو انہیں سرمایہ جاذب اشیاء کہتے ہیں۔

8۔ ادائیگیوں کے توازن کی اقسام بیان کریں؟

جواب: ادائیگیوں کے توازن کلی اقسام درج ذیل ہیں

i) ادائیگیوں کے توازن کا رواں حساب
ii) ادائیگیوں کے توازن کا سرمایاتی حساب

9۔ گلابلائزیشن (عالمگیریت) کی تعریف لکھئے؟

جواب: اس سے مراد ہے "تکنیکی، معاشی سیاسی، تعلیمی اور ثقافتی اقدار کا عالمی سطح پر باہم تبادلہ جو جدید نوعیت کے خبر رسانی اور اطلاعاتی

ذرائع کے باعث وسیع پیمانے پر ہو رہا ہو" سادہ الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے دنیا بھر کے مختلف ممالک کے لوگوں کا تہذیبی اقتصادی اور تجارتی لحاظ سے آپس میں فوری آسان اور وسیع درجے کا میل ملاپ۔

10۔ کثیر القومی کمپنی سے کیا مراد ہے؟

جواب: "ایسی کارپوریشن جو قائم کسی ایک ملک میں ہو لیکن اس کے کاروبار کا کثیر حصہ دوسرے ملکوں میں ہو رہا ہو"۔

11۔ بین الاقوامی تجارت کے چار فوائد لکھئے؟

جواب: i) غیر ملکی اشیاء کا حصول
ii) دقت آمیز پیداواروں کا حصول
iii) تخصیص اور تقسیم کار کے فائدے
iv) قلت کے زمانہ میں اشیاء کی دستیابی

12۔ غیر مرئی مدات کونسی ہیں؟

جواب: ایسی اشیاء جو نظر نہ آ ئیں، نہ ہی وزن رکھیں اور نہ جگہ گھیریں لیکن ان کے تبادلے کے لیے زر مبادلہ استعمال ہو مثلاً تعلیم، علاج ومعالجہ، سیر وسیاحت وغیرہ۔

13۔ گلوبلائزیشن کے چار فوائد تحریر کیجئے؟

جواب: i) مجموعی پیداوار بڑھ جاتی ہے
ii) روزگاری مواقع وسیع ہو جاتے ہیں
iii) اشیاء کی پیداواری لاگت اور ان کی قیمت میں کمی آجاتی ہے
iv) تہذیب وثقافت سے آشنائی ہوتی ہے۔

14۔ ملکی اور بین الاقوامی تجارت میں فرق واضح کریں؟

جواب: ملکی یا اندرونی تجارت سے مراد ہے ایک ہی ملک کے مختلف علاقوں کی باہمی علاقائی تجارت جیسے پاکستان کے مختلف صوبوں اور شہروں میں پیدا ہونے والی اشیاء کی تجارت یا ملک کے اندر خرید وفروخت جب کہ بین الاقوامی تجارت کا مطلب ہے مختلف ملکوں کی آپس میں تجارت جیسے پاکستان چاول، کپاس دوسرے ملکوں کو برآمد کرتا ہے اور پٹرول اور مشینیں باہر کے ملکوں سے درآمد کرتا ہے۔

15۔ عالمی تجارتی تنظیم (WTO) کے تین فوائد لکھئے؟

جواب: i) عالمی آمدنی میں 832 ارب ڈالر کا اضافہ ہوگا جس میں سے 5.39 ارب ڈالر ترقی پزیر ممالک میں جائیں کے اور وہاں ہر خاندان کو مجموعی طور پر 544 ڈالر سالانہ کا فائدہ پہنچے گا۔

ii) تیس کروڑ لوگ غربت کی لکیر سے باہر آجائیں گے۔

iii) زرعی شعبہ میں امدادی سکیمیں ختم کرنے سے 128 ارب ڈالر کا فائدہ ہوگا جن میں سے تیس ارب ڈالر کا فائدہ ترقی پزیر ممالک کو پہنچے گا۔

16۔ شرح مبادلہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: کوئی ملک اپنی کرنسی کو کسی اور ملک کی کرنسی کے ساتھ جس شرح سے بدلتا ہے اُسے شرح مبادلہ کہا جاتا ہے۔

17۔ مستقل یا معین شرح مبادلہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: جب دو ممالک کرنسیوں کا سونے کی ایک خاص مقدار کیساتھ موازنہ کر کے شرح مبادکہ کا تعین کریں تو ایسی شرح مبادلہ کو مستقل شرح مبادلہ کہا جاتا ہے۔ اس کے لیے دونوں ممالک کا طلائی معیارِ زر کے تحت ہونا ضروری ہے۔ آج کل یہ شرح IMF طے کرتا ہے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

18۔ جاذبِ محنت طریقہ کار سے کیا مراد ہے؟
جواب: اگر اشیاء کی پیداوار میں سرمایہ کی نسبت محنت کا زیادہ استعمال کی جائے تو ایسے طریقہ کار کو جاذبِ محنت طریقہ کار کہتے ہیں۔

19۔ مرئی اشیاء سے کیا مراد ہے۔؟
جواب: ایسی اشیاء جو نظر آئیں، وزن رکھیں اور جگہ گھیریں۔ مرئی اشیاء کہلاتی ہیں کہ۔ مثلاً مشینری، گندم اور فرنیچر وغیرہ۔

20۔ رواں حساب سے کیا مراد ہے؟
جواب: اس سے مراد عام اشیاء و خدمات کی درآمد و برآمد کا حساب ہے اسے رواں حساب اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اشیاء و خدمات عموماً ہر سال درآمد یا برآمد کی جاتی ہیں۔

21۔ سرمائے کا حساب سے کیا مراد ہے؟
جواب: حسابِ سرمایہ میں وہ تمام بین الاقوامی لین دین (Transactions) شامل ہوتا ہے جو لیے ہوئے قرضہ یا دیئے ہوئے قرضہ کو ظاہر کرتا ہے۔

22۔ بین الاقوامی تجارت کے چار نقصانات لکھیں؟
جواب: (i) پیداوار و روزگار کی محدودیت (ii) کم ترقی یافتہ ممالک کی صنعتی ترقی میں رکاوٹ
(iii) بیرونی منڈیوں پر غلبہ کی خواہش (iv) غیر متوازن ترقی

23۔ ادائیگیوں کے توازن میں خرابی کی چار اہم وجوہات بتائیں؟
جواب: (i) درآمدات میں اضافہ اور برآمدات میں کمی (ii) غیر موافق نسبت درآمد و برآمد
(iii) غیر ملکی قرضوں کی بھاری مقدار (iv) غیر ملکی منڈیوں میں "مندے" کا رجحان

24۔ ادائیگیوں کے توازن کی اصلاح کے لیے پانچ اقدامات تجویز کریں؟
جواب: (i) توازن تجارت میں اصلاح (ii) زر کی مقدار میں کمی
(iii) کرنسی کی بیرونی قدر میں کمی (iv) ایکسچینج کنٹرول
(v) بین الاقوامی زری فنڈ سے امداد

25۔ تامین سے کیا مراد ہے؟
جواب: تامین کا لفظی مطلب تحفظ ہے۔ معاشی اصطلاح میں تامین کی پالیسی سے مراد ایسی پالیسی ہے جس کے تحت حکومت غیر ملکی مصنوعات کی درآمدات پر بھاری ٹیکس عائد کر کے یا اُن کا کوٹہ مقرر کر کے ملکی صنعتوں کو غیر ملکی مقابلہ سے تحفظ فراہم کرتی ہے

حصہ دوم (Section II)

سوال نمبر 2: درج ذیل سوالات کے مفصل جوابات تحریر کریں:

1) ملکی اور بین الاقوامی تجارت میں فرق کی وضاحت کریں۔ (سرگودھا بورڈ 2009ء، بہاولپور بورڈ 2009ء، میرپور آزاد کشمیر بورڈ 2010ء، ملتان بورڈ 2011ء)
2) بین الاقوامی تجارت کے فائدے بیان کریں۔ (سرگودھا بورڈ 2009ء)
3) پاکستان کے توازن ادائیگی میں خرابی کی وجوہات لکھیں۔ (لاہور بورڈ 2009ء)
4) بین الاقوامی تجارت کے تقابلی مصارف کی برتری کے نظریہ کی تشریح کیجئے۔ (گوجرانوالہ بورڈ 2009ء)

5) بین الاقوامی تجارت کے فوائد اور نقصانات بیان کیجئے۔ (لاہور بورڈ 2011ء، سرگودھا بورڈ 2010ء)
6) نظریہ تقابلی مصارف کی تعریف کریں اور وضاحت بھی کریں۔ (بہاولپور بورڈ 2010ء، سرگودھا بورڈ 2011ء)
7) نظریہ تقابلی مصارف کا تنقیدی جائزہ پیش کیجئے۔
8) گلوبلائزیشن سے کیا مراد ہے؟ اس کے فوائد بیان کیجئے۔
9) کثیر القومی کمپنیوں کے فوائد اور نقصانات پر بحث کریں۔
10) عالمی تجارت تنظیم (WTO) کے اصول و قواعد اور کارکردگی بیان کیجئے۔

معروضی (Objective)

سوال نمبر 3: ہر سوال کے ایک سے زیادہ جوابات دیئے گئے ہیں ان میں سے درست جواب پر (P) کا نشان لگائیے۔

1) تقابلی مصارف کا نظریہ اس ماہر معاشیات نے پیش کیا۔
(A) آدم سمتھ (B) مارشل (C) ریکارڈو ✓ (D) کینز

2) برآمدی محصول ان اشیاء پر لگایا جاتا ہے۔
(A) صنعتی پیداوار (B) زرعی پیداوار (C) برآمدات ✓ (D) درآمدات

3) توازن تجارت میں یہ شامل ہوتے ہیں۔
(A) غیر ملکی قرضہ پر سود (B) مرئی اشیاء ✓ (C) سیاسی امور پر اخراجات (D) مالی امداد

4) توازن ادائیگیاں میں یہ مدات شامل ہوتی ہیں:
(A) مرئی اشیاء (B) غیر مرئی اشیاء (C) مرئی اور غیر مرئی دونوں ✓

5) اگر برآمدات کی مالیت درآمدات سے زیادہ ہو تو توازن تجارت ہوگا:
(A) فاضل ✓ (B) خسارے کا (C) غیر موافق

6) ادائیگیوں کے توازن میں خرابی کی یہ وجہ ہوتی ہے:
(A) برآمدات میں اضافہ (B) برآمدات میں کمی ✓ (C) درآمدات میں کمی

7) ادائیگیوں کا توازن درست کرنے کے لئے ضروری ہے:
(A) درآمدات میں اضافہ (B) برآمدات میں اضافہ ✓ (C) کرنسی کی بیرونی قدر میں اضافہ

8) شرح مبادلہ بڑھنے سے برآمدات:
(A) بڑھتی ہے (B) گھٹتی ہے ✓ (C) یکساں رہتی ہیں (D) سب غلط

9) گلوبلائزیشن سے کیا مراد ہے؟
(A) سیر و سیاحت (B) سیاسی میل جول (C) عالمی سطح پر تجارتی لحاظ سے فوری رابطہ ✓

10) کثیر القومی کمپنی سے مراد ہے:
(A) اجارہ داری (B) بڑا کاروباری ادارہ (C) معاشی ادارہ جس کی مختلف ممالک میں شاخیں ہوں ✓

11) بین الاقوامی تجارت کی بنیاد ہے:
(A) قانون تقلیل افادہ (B) قانون طلب (C) مصارف میں تقابلی برتری ✓ (D) قانون تقلیل حاصل

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

(12) بین الاقوامی تجارت سے عموماً یہ فوائد حاصل کرتے ہیں ماسوائے:

(A) منڈی کی ناکاملیات ✓ (B) ضروریاتِ زندگی کا حصول

(C) دفاعی ضروریات کا حصول (D) مشینری کا حصول

(13) بیرونی قدر میں کمی سے اس ملک کی برآمدات:

(A) کم ہو جاتی ہیں (B) بڑھ جاتی ہیں ✓

(C) یکساں رہتی ہیں (D) ان میں سے کوئی بھی نہیں

۞۞۞

باب 6

معیشتِ پاکستان کا تعارف

Introduction of Pakistan's Economy

پاکستان ایک آزاد خود مختار اسلامی جمہوری ملک ہے، جس کا قیام طویل نظریاتی اور سیاسی جدوجہد کے بعد 14 اگست 1947ء کو عمل میں آیا۔ یہ دنیا کا پہلا ملک ہے جو مذہب (اسلام) کے نام پر قائم ہوا۔ اس کا بنیادی مقصد اسلامی طرزِ حیات کے مطابق انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو گزارنا ہے۔ ملک کے سیاسی اقتصادی اور معاشرتی نظام کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی اشد ضرورت ہے۔

پاکستان اپنے محل وقوع، قدرتی وسائل، آب و ہوا، طبعی ساخت اور اسلامی آئین کے لحاظ سے گراں قدر ملک ہے۔ اس کا کل رقبہ 7,96,096 مربع کلومیٹر ہے۔ محلِ وقوع کے باعث پاکستان کے دیگر اسلامی ممالک خصوصاً افغانستان، ترکی، سعودی عرب، ایران اور وسطی ایشیائی ریاستوں سے تجارتی اور ثقافتی رشتے قائم ہیں۔ اس کے علاوہ ہمسایہ ملک چین کے ساتھ تجارتی راہداری (CPEC) کے معاہدے نے چین کے ساتھ ہمارے تعلقات کو مزید مضبوط بنا دیا ہے۔ ہماری آبادی کا بیشتر حصہ نوجوانوں پر مشتمل ہے جو کہ ملکی ترقی میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

پاکستان میں دریائے سندھ اور اس کے معاون دریاؤں کی مدد سے بہترین نہری نظام موجود ہے۔ یہاں چاروں موسم پائے جاتے ہیں، لہٰذا مختلف قسم کی فصلیں، سبزیاں، پھل، خشک میوہ جات وافر مقدار میں تیار ہوتے ہیں جو ملکی ضرورت کو پوری کرنے کے علاوہ دوسرے ملکوں کو برآمد بھی کیے جاتے ہیں۔ بعض زرعی پیداوار یں صنعتوں کو خام مال مہیا کرتی ہیں۔ معدنیات مثلاً کوئلہ، قدرتی گیس، گریفائٹ اور یورینیم ملکی معیشیت کو چار چاند لگا سکتے ہیں۔

معیشتِ پاکستان کے مختلف شعبے (Section of Pakistan Economy)

1۔ زرعی شعبہ: (Agricultural Sector)

زرعی شعبہ نے نمایاں کارکردگی دکھائی ہے۔ زرعی شعبہ کا خام قومی پیداوار میں حصہ 18.9 فیصد ہے جبکہ اس کی شرح نمو 3.81 فیصد ہے، جو کہ گزشتہ برس کی 2.07% سے زیادہ ہے۔ شرح نمو میں یہ اضافہ زائد پیداوار، بہتر قیمت اور حکومت کی کسان دوست پالیسی کی وجہ سے ہے۔

افرادی قوت کا 42.3 فیصد حصہ زرعی شعبہ سے منسلک ہے۔ زرعی شعبہ کے درجِ ذیل چار اہم حصے ہیں:

i۔ فصلیں: (Crops)

فصلوں کی شرح نمو 3.83 فیصد رہی، جو کہ پچھلے سال 0.91 فیصد تھی۔ گنا اور چاول خریف کی اہم فصلیں ہیں اور دونوں کی پیداوار اپنے اہداف سے زائد حاصل ہوئی۔

ii۔ مویشی: (Livestock)

اس شعبہ کی شرح نمو 3.76 فیصد رہی، جو کہ سابقہ مالی سال کے 2.99 فیصد سے زائد ہے۔ اہم مویشیوں میں بھینس، بھیڑ، بکری، اونٹ، گھوڑے اور خچر وغیرہ شامل ہیں۔ پولٹری بھی زراعت کا اہم شعبہ ہے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

iii- جنگلات: (Forestry)

جنگلات کی شرح نمو 7.17 فیصد رہی۔ شرح نمو کو بڑھانے میں خیبر پختونخواہ صوبے کی پیداوار کا اہم حصہ ہے۔

iv- ماہی گیری: (Fisheries)

اس شعبہ کی شرح نمو 1.63 فیصد رہی، جو کہ پچھلے سال کی 1.23 فیصد سے زیادہ ہے۔

زرعی شعبہ کی پیداوار کا دارومدار پانی کی دستیابی پر ہے۔ معاشی جائزہ کے مطابق خریف اور ربیع دونوں فصلوں کو پانی کی فراہمی پہلے سے کم ہوئی۔ حکومت کو پانی کی فراہمی یقینی بنانے کے لیے جنگی بنیادوں پر اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

2- صنعتی شعبہ: (Industrial Sector)

صنعتی شعبہ کا جی ڈی پی میں حصہ 20.87 فیصد ہے۔ صنعتی شعبہ کی شرح نمو 5.80 فیصد رہی، جو کہ پچھلے مالی سال میں 4.40 فیصد تھی۔ نظامِ بینکاری میں قرضوں کی فراہمی، بہتر شرح سود، کم افراطِ زر اور مضبوط اندرونی طلب صنعتی شعبہ کی رفتارِ ترقی کے اہم محرک ہیں۔ شعبہ صنعت کے مزید حصے درج ذیل ہیں:

i- بڑے پیمانے پر پیداوار کا شعبہ: (Large-scale manufacturing sector)

اس شعبہ کا صنعت میں حصہ 80 فیصد جبکہ جی ڈی پی میں حصہ 10.8 فیصد ہے۔ بڑے پیمانے پر پیداوار کے شعبوں میں ڈیپ فریزر، جیپ، کاریں، سیمنٹ، کپڑا، کھادیں، گھی، پیٹرول کی مصنوعات اور سگریٹ وغیرہ شامل ہیں۔

ii- چھوٹے پیمانے پر پیداوار کا شعبہ: (Small-scale Manufacturing Sector)

اس شعبہ کا صنعتی پیداوار میں حصہ 13.8 فیصد جبکہ جی ڈی پی میں اس کا حصہ 1.9 فیصد ہے۔ قالین بافی، کھدر کا کپڑا، چادریں، کڑھائی والا کپڑا، برتن، لکڑی کی بنی ہوئی اشیا اور کھیلوں کا سامان وغیرہ اسی شعبہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

iii- مذبح خانہ کی صنعت: (Slaughtering Industry)

اس شعبہ کا صنعتی پیداوار میں حصہ 6.5 فیصد ہے جبکہ جی ڈی میں اس کا حصہ 0.9 فیصد ہے۔ اس شعبہ میں جانوروں کی کھال اور گوشت سے بننے والی مصنوعات شامل کی جاتی ہیں۔

iv- کان کنی: (Mining and Quarrying)

شعبہ کان کنی کی شرح نمو 3.04 فی صد ہے۔ کوئلہ، قدرتی گیس، کروڈ آئل، کرومائیٹ، جپسم اور ماربل وغیرہ اس شعبہ کی اہم پیداواریں ہیں۔

3- خدمات کا شعبہ: (Service Sector)

خدمات کے شعبہ کا جی ڈی پی میں حصہ 60.23 فیصد ہے، جو کہ پچھلے مالی سال میں 60 فیصد سے کم تھا۔ خدمات کے شعبہ کی شرح نمو 6.43 فیصد رہی، جو کہ طے شدہ ہدف 5.70 فیصد سے زیادہ ہے۔ اس کے چھ ذیلی شعبہ جات ہیں:

(i) ٹرانسپورٹ (ii) ذرائع رسل ورسائل
(iii) تھوک و پرچون فروشی (iv) بینکاری و بیمہ کاری
(v) ہاؤسنگ (vi) سرکاری و نجی شعبہ کی خدمات

4- فی کس آمدنی: (Per Capita Income)

فی کس آمدنی معاشی ترقی کا جائزہ لینے کا ایک اہم اعشاریہ ہے۔ فی کس آمدنی میں 0.5 فی صد ہوا ہے اور یہ پچھلے مالی سال کے 1,629 ڈالر سے بڑھ کر 1,641 ڈالر ہو گئی ہے۔

5- بچت اور سرمایہ کاری: (Saving and Investment)

پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے معدنی اور قدرتی وسائل کے ساتھ ساتھ پہاڑوں، صحراؤں اور زرخیز زمین سے نوازا ہے۔ معاشی سروے کے مطابق بچت اور سرمایہ کاری کی صورتِ حال میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

6- بیرونی ترسیلات: (Foreign Remmittances)

بیرونی ترسیلات زرِ مبادلہ کا اہم ذریعہ ہوتی ہیں۔ پاکستان محنت کو برآمد کرنے والے ممالک میں شمار ہوتا ہے۔ مالی سال 2017-18ء کے جولائی تا مارچ کے مہینوں میں بیرونی ترسیلات میں 3.6 فی صد اضافہ ہوا، جو کہ پچھلے مالی سال کے اسی عرصہ میں 2 فی صد تھا۔ اس طرح بیرونی ترسیلات پچھلے سال کے 14.1 بیلین ڈالر سے بڑھ کر 14.6 بلین ڈالر ہو گئیں۔ ترسیلات کا زیادہ حصہ سعودی عرب، دبئی، برطانیہ اور امریکہ سے وصول ہوتا ہے۔

7- افراطِ زر: (Inflation)

افراطِ زر کی اوسط 3.78 فیصد رہی، جو کہ پچھلے مالی سال کے دوران 4.01 فی صد تھی۔ افراطِ زر کی شرح میں کمی سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیمتوں میں کمی اہم حکومتی ترجیح ہے۔

8- تجارت اور ادائیگیاں: (Trade and Payments)

پچھلے کچھ سالوں کے دوران پاکستان کی برآمدات میں کمی ریکارڈ کی گئی تھی، لیکن چونکہ اب بین الاقوامی منڈیاں بحال ہو رہی ہیں تو پاکستانی برآمدات میں بھی بہتری نظر آ رہی ہے۔ پچھلے سال برآمدات میں کمی 12.2 فی صد تھی، جو کہ اس مالی سال کے دوران 1.76 فی صد ہے۔ برآمدات کا ہدف 23.09 بلین ڈالر رکھا گیا تھا، جو کہ پہلے نو ماہ میں 14.8 بلین ڈالر تک حاصل ہو سکا، جو کہ پچھلے سال کی نسبت 11.6 فیصد زیادہ ہے۔

دوسری جانب درآمدات کا ہدف 48.82 بلین ڈالر مقرر کیا گیا تھا۔ موجودہ مالی سال کے پہلے آٹھ ماہ کے دوران درآمدات میں 17.1 فی صد اضافہ ہوا اور درآمدات کی مالیت 33.4 بلین ڈالر تک پہنچ گئی۔ بڑھتی ہوئی درآمدات پر قابو پانے کے لیے، حکومت نے درآمدات پر ریگولیٹری ڈیوٹی عائد کر دی ہے۔

کرنٹ اکاؤنٹ کا خسارہ پہلے نو ماہ کے دوران 12,029 ملین ڈالر ہو گیا، جو کہ پچھلے مالی سال کے اسی عرصہ میں 7,990 ملین ڈالر تھا۔

9- سرکاری قرض: (Public Debt)

کُل سرکاری قرض (فروری 2017ء تک) 23,608 بلین روپے ہے جبکہ حکومتی قرض 21,552 بلین روپے ہے۔ اندرونی قرضے میں 1,093 بلین روپے کا اضافہ ہوا جبکہ بیرونی قرضے میں 1,107 بلین روپے کا اضافہ ریکارڈ کیا گیا۔

10- تعلیم کا شعبہ: (Education Sector)

معیارِ تعلیم جانچنے کے لیے تین بنیادی پیمانے ہیں:

(i) انرولمنٹ ریٹ (ii) تعلیمی اداروں کی تعداد (iii) اساتذہ کی تعداد

ان تینوں میں موجودہ مالی سال کے دوران معمولی بہتری دیکھنے میں آئی ہے۔ 2016-17ء میں کل انرولمنٹ 48.062 ملین تھی، جو کہ 2015-16ء کے دوران 46.223 ملین تھی۔ اس طرح انرولمنٹ میں 3.97 فی صد اضافہ ہوا۔ 2017-18ء کے دوران یہ تعداد 50.426

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

ملین ہونے کی توقع ہے۔

2017-18ء میں تعلیمی ادارے 267.7 ہو جائیں گے، جوکہ 2016-17ء میں 260.8 ملین تھے۔اسی طرح اساتذہ کی تعداد 1.726 ملین سے بڑھ کر 1.808 ملین ہوجائے گی۔

11۔ صحت کا شعبہ: (Health Sector)

اٹھارہویں ترمیم کے بعد صحت کا شعبہ وفاقی حکومت سے صوبائی حکومتوں کو منتقل ہو چکا ہے۔سرکاری ہسپتالوں کی تعداد بڑھ کر 1211، بنیادی مراکزِ صحت 5508، دیہی مراکزِ صحت 676 جبکہ ڈسپنسریوں کی تعداد 5697 ہوگئی ہے۔ملک میں 208007 ڈاکٹر، 20463 ماہرِ دندان جبکہ نرسوں کی تعداد 103777 ہے۔اس طرح 957 لوگوں کے لیے ایک ڈاکٹر، 9730 لوگوں کے لیے ایک ماہرِ دندان اور 1580 لوگوں کے لیے ایک بیڈ دستیاب ہے۔

اہم کھانے والی اشیاء سے ہر فرد روزانہ 2500 کیلریز حاصل کرتا ہے، جوکہ پچھلے مالی سال سے بہتر ہے۔

12۔ آبادی، افرادی قوت اور روزگار: (Population, Manpower and Employment)

ملک میں انیس سال بعد مردم شماری کا انعقاد کیا گیا، جوکہ ہر دسویں سال کروانا آئین کے تحت لازم ہے۔مردم وخانہ شماری 15 مارچ تا 25 مئی 2017 کے دوران ہوئی۔اس مردم شماری کے مطابق پاکستان کی کل آبادی 207.77 ملین افراد پر مشتمل ہے۔آبادی میں اضافے کی شرح 2.40 فی صد ہے۔دیہاتی آبادی 63.6% جبکہ شہری آبادی 36.4 فی صد ہے۔

مرد آبادی 106.45 ملین، خواتین 101.32 ملین جبکہ 10418 خواجہ سرا ہیں۔

افرادی قوت 61.04 ملین افراد پر مشتمل ہے، جس میں سے 57.4 ملین برسرِ روزگار ہیں جبکہ 3.62 ملین افراد بے روزگار ہیں۔اس طرح بے روزگاری کی شرح 5.9 فی صد ہے۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ پچھلے تین سال سے افرادی قوت کا سروے نہیں کروایا گیا۔اوپر بتائے گئے اعداد و شمار سال 2014-15ء سے تعلق رکھتے ہیں۔

13- زر اور قرضے: (Money and Debt)

جنوری 2018ء تک شرح سود 5.75 فی صد رکھی گئی، جوکہ تاریخ کی کم ترین سطح ہے۔اس کے بعد اس شرح کو بڑھا کر 6 فیصد کر دیا گیا۔

حالیہ مالی سال کے جولائی تا مارچ میں نجی شعبہ کو قرض کی فراہمی بڑھا کر 469.2 بلین روپے کر دی گئی، جوکہ پچھلے مالی سال کے اسی عرصہ کے دوران 438.6 بلین روپے تھی۔

14- توانائی: (Energy)

حکومت توانائی پیدا کرنے سے متعلق منصوبے لگانے میں کامیاب ہوئی ہے۔حکومت کوئلے، پانی اور دیگر Renewable ذرائع سے توانائی پیدا کرنے کے منصوبے لگا رہی ہے۔ایسے 39 منصوبے لگائے گئے ہیں جن کی مجموعی پیداوار 12,230 میگا واٹ ہے۔فروری 2018ء میں Installed capacity 29,573 میگاواٹ ہوگئی، جوکہ 2013ء میں 22,812 میگاواٹ تھی۔تاہم پیداوار کو بڑھانے کے لیے مداخل (Inputs) کی فراہمی وغیرہ رکاوٹ بنتے ہیں۔

15- ماحولیاتی تبدیلی: (Climate Change)

پوری دنیا کی طرح پاکستان بھی ماحولیاتی تبدیلیوں سے متاثر ہو رہا ہے۔وزارتِ ماحولیاتی تبدیلی اس سلسلے میں اہم اقدامات کر رہی ہے۔گرین پاکستان پروگرام کے تحت 100 ملین درخت لگانے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ماحولیاتی تبدیلیوں سے نمٹنے کے لیے پاکستان کو ہر سال 7 سے 14 بلین ڈالرز درکار ہیں۔

GROSS NATIONAL PRODUCT AT CONSTANT BASIC PRICES OF 2005-06

Sectors	2010-11	2011-12	2012-13	2013-14	2014-15	2015-16 F	2016-17 R	2017-18 P	% Change 2016-17/ 2015-16	% Change 2017-18/ 2016-17
A. Agriculture	1,977,178	2,048,794	2,103,600	2,156,117	2,202,043	2,205,433	2,251,006	2,336,771	2.07	3.81
1. Crops	806,162	832,128	844,860	867,133	868,494	822,689	830,203	862,004	0.91	3.83
Important Crops	485,722	523,936	524,839	562,707	553,568	521,125	532,498	551,511	2.18	3.57
Other Crops	264,934	245,007	258,670	243,890	250,006	251,005	244,323	252,454	-2.66	3.33
Cotton Ginning	55,506	63,185	61,351	60,536	64,920	50,559	53,382	58,039	5.58	8.72
2 Livestock	1,087,406	1,130,740	1,169,712	1,198,671	1,246,512	1,288,373	1,326,948	1,376,861	2.99	3.76
3 Forestry	42,121	42,874	45,695	46,555	40,761	46,592	45,487	48,749	-2 37	7.17
4. Fishing	41,489	43,052	43,333	43,758	46,276	47,779	48,368	49.157	1.23	1.63
B. Industrial Sector	1,935,022	1,984,316	1,999,207	2,089,776	2,198.02.	2,323,169	2,449,392	2,591,336	5.43	5.80
1 Mining & Quarrying	269,798	283,727	294,727	298,856	313,707	333,121	331,849	341,934	-0.38	3.04
2. Manufacturing	1,227,091	1,252,670	1,313,365	1,387,556	1,441,461	1,494,591	1,581,528	1,680,161	5.82	6.24
Large Scale	1,007,331	1,018,706	1,064,185	1,122,266	1,159,052	1,193,569	1,260,676	1,338,010	5.62	6.13
Small Scale	133,556	144,713	156,691	169,677	183,607	198,652	214,843	232,413	8.15	8.18
Slaughtering	86,204	89,251	92,489	95;613	98,802	102,370	106,009	109,738	3.55	3.52
3. Electricity Generation & Distribution & Gas Distribution	221,379	224,490	165,275	164,054	186,174	203,661	215,506	219,463	5.82	1.84
4 Construction	216,754	223,429	225,840	239,310	256,685	291,796	320,509	349,778	9.84	9.13
Commodity Producing Sector (A+B)	3,912,200	4,033,110	4,102,807	4,245,893	4,400,070	4,528,602	4,700,398	4,928,107	3.79	4.84
C. Services Sector	5,208,136	5,437,145	5,716,248	5,971,163	6,231,579	6,588,200	7,013,740	7,464,526	6.46	6.43
1 Wholesale & Retail Trade	1,718,014	1,746,511	1,808,124	1,894,410	1,943,612	2,035,509	2,187,360	2,351,726	7 46	7.51
2. Transport, Storage & Communication	1,198,896	1,254,126	1,304,697	1,355,570	1,424,255	1,493,830	1,560,175	1,616,045	4 44	3.58
3 Finance & Insurance	274,674	279,171	302,392	315,428	335,448	356,981	395,453	419,690	10.78	6.13
4 Housing Services (Ownership of Dwellings)	614,460	639,003	664,542	691,093	718,674	747,343	777,148	808,222	3.99	4 00
5 General Government Services	569,191	032,130	703,717	723,823	758,746	832,505	882,015	982,748	5 95	11.42
6 Other Private Services	832,901	886,204	932,776	990,839	1,050,844	1,122,032	1,211,589	1,286,095	7.98	6 15
GDP ((Total of GVA at bp (A+B+C))	9,120,336	9,470,255	9,819,055	10,217,056	10,631,649	11,116,802	11,714,138	12,392,633	5.37	5.79
Indirect Taxes	504,829	533,424	519,054	556,679	616,350	724,998	795,386	779,332	9.71	-2.02
Subsidies	221,063	269,772	176,255	136,844	107,861	85,976	83,545	71,254	-2.83	-14.71
GDP (GVA + T + S)	9,404,102	9,733,907	10,161,854	10,636,891	11,140,138	11,755,824	12,425,979	13,100,711	5.70	5.43
Net Factor Income from Abroad	372,728	386,559	403,132	474,006	548,903	675,096	669,552	692,657	-0 82	3.45
Gross National Income	9,776,830	10,120,466	10,564,986	11,110,897	11,689,041	12,430,920	13,095,531	13,793,368	5.35	5.33
Population (in million)	175.31	178.91	182.53	186.19	189.87	193.56	197.26	200.96	1.91	1.88

P: Provisional, R: Revised, F: Final

Source: Pakistan Bureau of Statistics

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

ماڈل پرچہ سوالات

مختصر سوالات

1- معیشتِ پاکستان میں زرعی شعبہ کی اہمیت بیان کریں۔

جواب: زرعی شعبہ کی معیشتِ پاکستان میں درج ذیل اہمیت ہے:

(i) اہم ترین ذریعہ معاش (ii) دیہاتی آبادی کا ذریعہ روزگار

(iii) غریب کے خاتمے کا ذریعہ (iv) زرمبادلہ کمانے کا ذریعہ

(v) صنعتوں کے لیے خام مال

2- زرعی مداخل سے کیا مراد ہے؟

جواب: زرعی مداخل سے مراد وہ مداخل (Inputs) ہیں، جو زرعی پیداوار حاصل کرنے کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ مثلاً پانی، کھادیں اور بیج وغیرہ۔

3- پی آئی ڈی سی (P.I.D.C) پر نوٹ لکھیں۔

جواب: یہ کارپوریشن جنوری 1952ء میں قائم کی گئی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جن صنعتوں کی جانب نجی سرمایہ راغب نہیں ہوتا، ان کے قیام کی ذمہ داری یہ کارپوریشن سنبھالے اور تمام کارخانوں کو چلا رہی ہے۔ اس کے باعث ان شعبوں میں سرمایہ کاری ہوئی: کان کنی، کیمیاجات، ادویات، پیٹروکیمیکل، ٹرانسپورٹ اور تعمیرات وغیرہ۔

4- معیشتِ پاکستان میں صنعت کی اہمیت کے سلسلے میں چار نکات لکھیں۔

جواب: (i) قومی آمدنی میں اضافہ کا ذریعہ (ii) برآمدات میں حصہ

(iii) روزگار کی ترقی (iv) خام مال کا بہتر استعمال

5- پاکستان میں کون کون سی صنعتیں موجود ہیں؟ نام بتائیں۔

جواب: (i) ٹیکسٹائل صنعت (ii) سیمنٹ کی صنعت (iii) گاڑیوں کی صنعت

(iv) گھریلو مصنوعات کی صنعت (v) کھیلوں کے سامان کی صنعت

6- (SMEDA) کس کا مخفف ہے؟

جواب: (Small and Medium Enterprise Development Authority)۔

7- زرعی شعبہ کے چار اہم مسائل بیان کیجیے۔

جواب: (i) پانی کی قلت (ii) ناقص نظامِ اراضی (iii) منڈیوں کا ناقص نظام

(iv) کسانوں کی غربت و جہالت

8- پاکستان کے صنعتی شعبہ کے چار مسائل بیان کریں۔

جواب: (i) سرمایہ کی قلت (ii) ذرائع قوت کی کمی (iii) بلند شرح سود

(iv) امن و امان کا مسئلہ

9- پاکستان میں کتنی سٹاک ایکسچینج کام کر رہی ہیں؟

جواب: پاکستان میں درج ذیل سٹاک ایکسچینج کام کر رہی ہیں:

(i) کراچی سٹاک ایکسچینج (ii) اسلام آباد سٹاک ایکسچینج (iii) لاہور سٹاک ایکسچینج

10- پاکستان کی معیشت کی شرح نمو کیا ہے؟

جواب: پاکستان کی معیشت کی شرح نمو 5.79% ہے۔

11- خام قومی پیداوار میں صنعتوں کا کتنا حصہ ہے؟

جواب: 21.02% ہے۔

12- خام قومی پیداوار میں زراعت کا کتنا حصہ ہے؟

جواب: 18.9% ہے۔

13- خام قومی پیداوار میں خدمات کا کتنا حصہ ہے؟

جواب: 60.23% ہے۔

14- پاکستان کی شرح خواندگی کتنی ہے؟

جواب: پاکستان کی شرح خواندگی 58% ہے۔

15- پاکستان کی آبادی کتنی ہے؟

جواب: پاکستان کی آبادی 207.7 ملین ہے جبکہ اس میں شرح نمو 2.4% ہے۔

16- پاکستان میں فی کس آمدنی کتنی ہے؟

جواب: پاکستان کی فی کس آمدنی 1641 ڈالر ہے۔

17- زرعی شعبہ کی شرح نمو کتنی ہے؟

جواب: 3.81%

2- مندرجہ ذیل سوالات کے چار ممکنہ جوابات میں سے درست جواب کا انتخاب کر کے (✓) کا نشان لگائیں۔

1- پاکستان کی جی ڈی پی میں زرعی شعبہ کا حصہ اتنا ہے:

(A) 42 فیصد (B) 18.9 فیصد ✓ (C) 34 فیصد (D) 19 فیصد

2- پاکستان کی افرادی قوت کا اتنے فیصد حصہ زراعت سے وابستہ ہے:

(A) 47 فیصد (B) 57 فیصد (C) 42.3 فیصد ✓ (D) 77 فیصد

3- زرعی شعبہ کا سب سے بڑا مسئلہ ہے:

(A) کم پیداواریت ✓ (B) قرضہ کی قلت (C) ناقص نظامِ حقیتِ اراضی (D) کھاد کی کمی

4- جی ڈی پی میں صنعتی شعبہ کا حصہ اس قدر ہے:

(A) 15 فیصد (B) 20.87 فیصد ✓ (C) 21 فیصد (D) 25 فیصد

5- پاکستان کی برآمدات میں مصنوعات کا حصہ اس قدر ہے:

(A) 48 فیصد (B) 58 فیصد (C) 68 فیصد (D) فیصد ✓

awazeinqilab.com

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

6- پاکستان کی سب سے بڑی صنعت یہ ہے:
(A) چینی کی صنعت (B) کپڑے کی صنعت ✓ (C) کھاد کی صنعت (D) سیمنٹ کی صنعت

7- پاکستان کی ترقیاتی کارپوریشن اس سال قائم ہوئی:
(A) 1949ء (B) 1952ء ✓ (C) 1960ء (D) 1965ء

8- گھریلو صنعت سے کیا مراد ہے:
(A) کھیلوں کے سامان کی صنعت (B) دستی کھڈی کی صنعت
(B) چھوٹے پیمانے پر اشیا پیدا کرنے کی صنعت ✓ (D) ہوزری کی صنعت

9- پاکستان میں فصلوں کی بیماریاں اور کیڑے مکوڑوں سے سالانہ کتنے فیصد پیداوار تباہ ہو جاتی ہے:
(A) دس فیصد (B) 3.83 فیصد ✓ (C) بیس فیصد (D) پچیس فیصد

10- صنعتی قرضہ اور سرمایہ کاری کی کارپوریشن (PICIC) کس سال قائم ہوئی:
(A) 1950ء (B) 1952ء (C) 1957ء (D) 1960ء

11- پاکستان میں شرح خواندگی ہے:
(A) 64% (B) 56.4% (C) 58% ✓ (D) 53.3%

12- میں پاکستان کی کل آبادی کتنے ملین افراد پر مشتمل تھی:
(A) 158.9 (B) 161.7 (C) 159.5 (D) 207.77 ✓

13- پاکستان کی فی کس سالانہ آمدنی ہے:
(A) 750ڈالر (B) 1000ڈالر (C) 900ڈالر (D) 1641ڈالر ✓

14- 2017-18ء کے دوران پاکستان میں حقیقی خام ملکی پیداوار کی شرح نمو رہی:
(A) 7.2% (B) 5.78% ✓ (C) 3.8% (D) 5%

15- پاکستان کی جی ڈی پی میں زرعی شعبہ کا حصہ اس قدر ہے:
(A) 18.9% ✓ (B) 24.1% (C) 30% (D) 18%

16- پاکستان کا زرعی شعبہ جمیعت محنت کو روزگار فراہم کرتا ہے:
(A) 60% (B) 55% (C) 42.3% ✓ (D) 70%

17- پاکستان آبادی کے لحاظ سے دنیا کا کتنا بڑا ملک ہے:
(A) دوسرا (B) پہلا (C) چھٹا ✓ (D) نواں

18- پاکستان معاشی لحاظ سے کس صنف میں آتا ہے:
(A) ترقی پزیر ممالک ✓ (B) ترقی یافتہ ممالک (C) پسماندہ ممالک (D) صنعتی/زرعی ممالک

19- پاکستان کی معیشت کا سب سے بڑا شعبہ ہے:
(A) تجارت (B) زراعت (C) صنعت (D) خدمات ✓

20- پاکستان میں سٹاک ایکسچینج کی تعداد ہے:
(A) 1 ✓ (B) 2 (C) 3 (D) 5

❁❁❁

باب 7

پاکستان کی قومی آمدنی

National Income of Pakistan

کسی ملک کی معاشی ترقی اور خوشحالی کا تخمینہ لگانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کی قومی آمدنی اور اس میں اضافہ کی رفتار کا جائزہ لیا جائے' اگر مختلف شعبوں کی پیداوار میں اضافہ ہو تو قومی آمدنی بڑھ جاتی ہے' اور اگر ان کی کارکردگی سست ہو تو آمدنی میں اضافہ تسلی بخش نہیں ہوتا۔

قومی آمدنی کا حجم (Size) اور مختلف شعبوں کا حصہ (Sectoral Contribution)

پاکستان ایک غریب مگر ترقی پذیر ملک (Developing Country) ہے یعنی یہ ترقی کے راستہ پر گامزن ہے' اس لیے ہماری قومی آمدنی کم ہے۔ ملکی آمدنی کا اہم ذریعہ پیدائش ''زراعت'' ہے جہاں سے مجموعی داخلی پیداوار (G.D.P) کا 19.53 فیصد حاصل ہوتا ہے' دوسرا اہم ذریعہ ''صنعت'' ہے' جس کا مجموعی قومی پیداوار میں حصہ 20.88 فیصد ہے' اور تھوک و پرچون ''تجارت'' کا 18.5 فیصد' ان کے علاوہ باقی شعبے غیر ترقی یافتہ ہیں' جن میں کان کنی (Mining)' تعمیرات (Construction)' بجلی و گیس' مواصلات اور خدمات (Servicing) شامل ہیں۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے شعبوں کی رفتار ترقی تیز کی جائے جو کسی ملک کے معاشی ارتقاء کے لیے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ مثلاً صنعتکاری' مواصلات' بجلی' بنکاری اور تعمیرات۔ لہٰذا جب تک ایک طویل المیعاد منصوبے (Long-term Planning) کے تحت پوری معیشت کی ترقی کے لیے باقاعدہ پروگرام بنا کر اسے عملی جامہ نہیں پہنایا جاتا' پاکستان کی قومی آمدنی میں معقول اضافہ نہیں ہو سکتا۔

پاکستان کو مختلف شعبوں سے حاصل ہونے والی قومی آمدنی کا اندازہ نقشہ نمبر 1 سے ہوتا ہے۔

Gross National Income at Constant Price of 2005-06

خام قومی آمدنی (2005-06 کی معین قیمت کے لحاظ سے)

پاکستان کی قومی پیداوار (آمدنی) ان شعبوں سے حاصل ہوتی ہے: زراعت' صنعت' کان کنی' تعمیرات' بجلی اور گیس کی تقسیم کاری، نقل و حمل و مواصلات، اندرونی تجارت، بنکاری اور دیگر خدمات وغیرہ۔

2- پاکستان میں فی کس آمدنی مسلسل بڑھتی گئی ہے، مثلاً (عاملین کی اُجرت یا مصارف Factor Cost:FC کے لحاظ سے) فی کس آمدنی 2000-1999ء میں 25314 روپے تھی جو بڑھ کر 2010-11ء میں 34289 روپے ہوگئی۔ فی کس آمدنی 2016 میں 1531 ڈالرز سے بڑھ کر 2017 میں 1629 ڈالرز ہوگئی۔

3- 1990ء کے عشرے (Decade) کے مقابلہ میں 2010-11ء کے دوران حقیقی ترقی (Real Growth) کی شرح حوصلہ افزا نہیں۔ اس کی بڑی وجوہ یہ ہیں: مارشل لاء حکومتیں، صنعتوں کی قومیانے (Nationalization) کی پالیسی، غیر منصوبہ بند (Unplanned) معاشی پالیسیاں، حکومت کا تزلزل، سیاسی عدم استحکام، پالیسیوں کا عدم تسلسل، سیاسی اور حکومتی سطح پر کرپشن، تاجروں، صنعتکاروں اور سرمایہ کاروں کو عدم تحفظ کا احساس، سرمائے اور ہنر مند افراد کا بیرونِ ملک فرار، توانائی کی قلت، (لوڈ شیڈنگ) محصولاتی آمدنی کا ناکافی ہونا، سرکاری سطح پر غیر ضروری اور پُرتعیش اخراجات کی بھرمار، بدامنی، بین الاقوامی سطح پر کشیدگی وغیرہ۔

awazeinqilab.com
Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

مختلف شعبوں کا حصہ: (Share of Various Sectors)

پاکستان کی قومی پیداوار میں معیشت کے مختلف شعبوں کا حصہ، نقشہ نمبر 2 سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ گزشتہ پندرہ سال کے عرصہ میں مجموعی داخلی پیداوار (GDP) میں زرعی شعبہ کا حصہ کم ہو کر 19.53 فیصد ہو گیا ہے اور صنعت کا حصہ بڑھ گیا ہے۔ باقی شعبوں کا تناسب کم و بیش وہی رہا ہے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ ان شعبوں کو مضبوط و مستحکم بنایا جائے۔

(نقشہ نمبر 2) حقیقی مجموعی داخلی پیداوار (GDP) میں مختلف شعبوں کا حصہ (فیصد)

Sectoral Share in GDP (%)

Sector	2010-11	2011-12	2012-13	2013-14	2014-15	2015-16 F	2016-17 R	2017-18 P
A. AGRICULTURE	21.7	21.6	21:4	21.10	20.71	19.84	19.22	18.86
1 Crops	8.8	8.8	8.6	8.5	8.17	7.40	7.09	6.96
Important Crops	5.3	5.5	5.3	5.5	5.21	4.69	4.55	4.45
Other Crops	2.9	2.6	2.6	2.4	2.35	2.26	2.09	2.04
Cotton Ginning	0.6	0.7	0.6	0.6	0.61	0.45	0.46	0.47
2. Livestock	11.9	11.9	11.9	11.7	11.72	11.59	11.33	11.11
3. Forestry	0.5	0.5	0.5	0.5	0.38	0.42	0.39	0.39
4. Fishing	0.5	0.5	0.4	0.4	0.44	0.43	0.41	0.40
B. INDIVIDUAL SECTOR	21.2	21.0	20.4	20.45	20.67	20.90	20.91	20.91
1. Mining & Quarrying	3.0	3.0	3.0	2.9	2.95	3.00	2.83	2.76
2. Manufacturing	13.5	13.2	13.4	13.6	13.56	13.44	13.50	13.56
Large Scale	11.0	10.8	10.8	11.0	10.90	10.74	10.76	10.80
Small Scale	1.5	1.5	1.6	1.7	1.73	1.79	1.83	1.88
Slaughtering	0.9	0.9	0.9	0.9	0.93	0.92	0.90	0.89
3. Electricity Generation & Distribution & Gas Distribution	2.4	2.4	1.7	1.6	1.75	1.83	1.84	1.77
4. Construction	2.4	2.4	2.3	2.3	2.41	2.62	2.74	2.82
COMMODITY PRODUCING SECTOR (A+B)	42.9	42.6	41.8	41.6	41.39	40.74	40.13	39.77
C. SERVICES SECTOR	57.1	57.4	58.2	58.44	58.61	59.26	59.87	60.23
1. Wholesale & Retail Trade	18.8	18.4	18.4	18.5	18.28	18.31	18.67	18.98
2. Transport, Storage & Communication	13.1	13.2	13.3	13.3	13.40	13.44	13.32	13.04
3. Finance & Insurance	3.0	2.9	3.1	3.1	3.16	3.21	3.38	3.39
4. Housing Services (Ownership of Dwellings)	6.7	6.7	6.8	6.8	6.76	6.72	6.63	6.52
5. General Government Services	6.2	6.7	7.2	7.1	7.14	7.49	7.53	7.93
6. Other Private Services	9.1	9.4	9.5	9.7	9.88	10.09	10.34	10.38
GDP (Total of GVA at bp (A + B + C))	100.0	100.0	100.0	100.0	100.00	100.00	100.00	100.00

P: Provisional, R: Revised, F: Final — Source: Pakistan Bureau of Statistics

پاکستان میں قومی آمدنی ماپنے کا طریقہ:

جیسا کہ پیچھے بتایا گیا ہے، کسی ملک کی قومی آمدنی ماپنے کے لیے تین طریقے اختیار کیے جاتے ہیں: اول، پیدا ہونے والی اشیاء و خدمات کی رائج الوقت قیمتوں کے لحاظ سے مالیت (Product Method)۔ دوم، تمام عاملینِ پیدائش کے معاوضوں کا مجموعہ (Income Method)۔ سوم، مختلف اشیاء و خدمات پر ہونے والے سرکاری و نجی اخراجات کا مجموعہ (Expenditure Method)۔ لیکن چونکہ پاکستان میں تمام شعبوں سے متعلق صحیح معلومات اور اعداد و شمار نہیں ملتے، اس لیے یہاں قومی آمدنی کی پیمائش کے لیے کوئی ایک طریقہ استعمال نہیں کیا جاتا، بلکہ حسبِ حالات تینوں طریقے استعمال کر لیے جاتے ہیں۔ چنانچہ قومی آمدنی کا تخمینہ لگانے کے لیے پاکستانی معیشت کو مندرجہ ذیل تین شعبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور پھر ان شعبوں سے حاصل ہونے والی پیداوار کی مالیت یا خدمات کی مالیت معلوم کر کے جمع کیا جاتا ہے۔ تمام شعبوں سے متعلق معلومات اور اعداد و شمار حکومتِ پاکستان کا محکمہ "وفاقی ادارہ شماریات" (Federal Bureau of Statistics) فراہم کرتا ہے۔

(i) اشیاء کی پیداوار کے شعبے (Commodity Producing Sectors):

اس میں یہ شعبے شامل ہیں: زراعت، حیوانات، ماہی گاہیں، صنعت، کان کنی، تعمیرات اور بجلی و گیس کی تقسیم۔ 2010-11ء کے دوران میں خام داخلی پیداوار کا 46.7 فیصد حصہ انھی شعبوں سے حاصل ہوا۔ جو 2017 میں خام داخلی پیداوار 40.41 فیصد ہو گئی۔ ہماری معیشت کا سب سے بڑا اشیاء پیدا کرنے والا شعبہ زراعت ہے۔ اس شعبہ میں یہ ذیلی شعبے شامل ہیں: بڑی بڑی فصلیں، چھوٹی فصلیں، حیوانات، ماہی گیری اور جنگل بانی۔ معیشت کا دوسرا بڑا شعبہ صنعت کاری ہے۔

(ii) خدمات کے شعبے (Services Sectors):

ان میں یہ شعبے شامل ہیں: مواصلات، سٹوریج، رسل و رسائل، تھوک و پرچون تجارت، بنکاری، بیمہ کاری، ملکیت مکانات، نظم و نسق عامہ، دفاع اور خدمات 2010-11ء میں خام داخلی پیداوار کا 53.3 فیصد انھی شعبوں سے حاصل ہوا۔ جو کہ 2017 میں بڑھ کر 59.59 فیصد ہو گیا۔

(iii) بیرونی ممالک سے خالص آمدنی (Net Income Form Abroad):

پاکستان سے جو لوگ دوسرے ممالک میں ملازمت یا کاروبار کے سلسلے میں گئے ہوئے ہیں، وہ اپنی آمدنی اور منافع واپس وطن بھیجتے رہتے ہیں، علاوہ ازیں بیرونی تجارت سے جو منافع حاصل ہوتا ہے وہ بھی اس مد میں شمار ہوتا ہے۔

قومی آمدنی ماپنے میں مشکلات (Difficulties in Measurement of National Income)

کسی ملک کی قومی آمدنی ماپنا آسان بات نہیں، بلکہ اس میں کئی مشکلات پیش آتی ہیں۔ خاص طور پر پاکستان جیسے ترقی پذیر (Underdeveloped) ممالک کی قومی آمدنی کا حساب لگانے میں کئی رکاوٹیں حائل ہیں، جن کا ذکر ذیل میں کیا گیا ہے:

(1) اعداد و شمار (Statistics) کی کمی:

پاکستان ایک پسماندہ ملک ہے، اس لیے یہاں قومی معیشت کے مختلف شعبوں سے متعلق اعداد و شمار اکٹھے کرنے کا عمدہ انتظام نہیں ہو سکتا۔ زرعی ملک ہونے کے باعث قومی آمدنی کا بیشتر حصہ زراعت سے حاصل ہوتا ہے، لیکن اس اہم شعبے میں بھی اعداد و شمار اکٹھے کرنے کا سائنٹیفک طریقہ اختیار نہیں کیا گیا۔

(2) تربیت یافتہ عملہ (Trained Staff) کی کمی:

قومی پیداوار کے متعلق اعداد و شمار اکٹھے کرنے کے لیے ہمارے ہاں تربیت یافتہ عملہ کی بہت کمی ہے۔ ملک بھر میں ہونے والی زرعی

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

پیداوار، ہزاروں کارخانوں کی مصنوعات اور لاکھوں افراد کی خدمات کے بارے میں صحیح طور پر عددی معلومات حاصل کرنے کے لیے بہت زیادہ عملہ کی ضرورت ہے، جو ایک غریب ملک برقرار نہیں رکھ سکتا۔

(3) بلا معاوضہ خدمات(Voluntary Services):

قومی آمدنی میں دراصل تمام پیداواری خدمات کو شامل کرنا چاہیے خواہ ان کے بدلے کوئی مالی معاوضہ ملے یہ نہ ملے، کیونکہ درحقیقت ان خدمات کی قدر و قیمت تو ہوتی ہے لیکن معاشی نظریے کی رُو سے قومی آمدنی میں صرف وہی خدمات شمار ہوتی ہیں جن کے بدلے مالی معاوضہ ملتا ہے، کیونکہ بلا معاوضہ خدمات شمار کرنا کافی مشکل ہوتا ہے۔ مثلاً دیہات میں بے شمار عورتیں اپنے مردوں کے دوش بدوش کھیتوں پر کام کرتی ہیں، لیکن ان کی یہ خدمات شمار میں لانا مشکل ہے، کیونکہ انھیں اس کی الگ اُجرت نہیں ملتی۔ اسی طرح گھر کے چمن میں سبزیاں اُگا لینا یا قمیص سی لینا اور اپنا جوتا پالش کر لینا بھی پیداواری خدمت ہے، جس کی مالیت قومی آمدنی میں شمار کرنی چاہیے، لیکن ایسی خدمات کا ریکارڈ نہیں رکھا جاتا۔

(4) غیر زری شعبہ(Non- Monetary Sector):

پاکستان کے دیہی علاقوں میں بعض لوگ خرید و فروخت کے وقت زر یعنی روپیہ پیسہ استعمال نہیں کرتے، بلکہ چیزوں کے بدلے چیزیں لیتے اور دیتے ہیں: مثلاً کپڑا خریدنے کے لیے گھر سے گندم دے دی یا جوتا لینے کے لیے کپاس دے دی۔ زرعی پیداوار کا کچھ حصہ (مثلاً گندم، چنے، چاول) زمیندار اپنے گھروں میں سال بھر کے استعمال کے لیے رکھ لیتے ہیں اور منڈیوں میں فروخت کے لیے نہیں لاتے۔ لہٰذا قومی آمدنی کا حساب لگاتے وقت وہ مقدار شامل ہونے سے رہ جاتی ہے۔

(5) عوام کا عدم تعاون(Non-Cooperation):

قومی پیداوار سے متعلق اعداد و شمار فراہم کرنے میں ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ عوام حکومت کے شماریاتی محکموں سے تعاون نہیں کرتے، کیونکہ جب کارخانہ داروں اور تاجروں سے ان کی سالانہ پیداوار یا آمدنی کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو ایکسائز ٹیکس یا انکم ٹیکس بچانے کے لیے وہ صحیح جواب دینے سے گریز کرتے ہیں۔ مئی 2000ء میں حکومت نے معیشت کو دستاویزی بنانے (Documentation of Economy) کے لیے ٹیکس سروے فارم (Survey Forms) تقسیم کرنے چاہے، لیکن اسے تاجروں کی طرف سے کافی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔

(6) کئی کئی کام کرنا: (Performing Several Tasks)

بعض لوگ ایک سے زیادہ کام کر کے روزی کماتے ہیں، جیسے دیہات میں کاشت کار کھیتی باڑی کے علاوہ بہت سے اور کام بھی کرتا ہے، مثلاً بھیڑ بکریاں پالنا، مرغیاں پالنا، دودھ بیچنے کے لیے گائے بھینس رکھنا۔ لہٰذا ان تمام ذرائع سے ہونے والی آمدنی معلوم کرنا دشوار ہے۔ اسی طرح ایک لیکچرار یا ٹیچر ملازمت کے علاوہ پرائیویٹ طور پر ٹیوشن پڑھا کر یا امتحانی پرچوں کی مارکنگ کر کے آمدنی کماتا ہے۔ لیکن حساب کتاب میں صرف اس کی تنخواہ سامنے آتی ہے، باقی آمدنی نہیں۔

پاکستان میں فی کس آمدنی(Per Capita Income in Pakistan)

1999-2000ء کے ساکن مصارف عامل(Constant Factor Cost: fc) کے لحاظ سے پاکستان میں فی کس آمدنی 25314 روپے تھی جو بڑھ کر 2010-11ء میں 34,289 روپے ہو گئی، گویا دس سال میں اس میں 35 فیصد اضافہ ہوا۔ اس وقت موجودہ یا مروجہ معیار قیمت(Current:mp) کے لحاظ سے ہمارے ملک میں اوسط فی کس آمدنی (Average per capita income) 1629 ڈالر سالانہ ہے، جس سے زندگی کی بنیادی ضرورتیں بھی پوری نہیں کی جا سکتیں۔ اگر اس کا دنیا کے دیگر ترقی یافتہ اور نیم ترقی یافتہ ملکوں سے موازنہ

کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ پاکستان میں فی کس آمدنی مقابلتاً بہت کم ہے۔ اور اس کا نمبر 162 واں ہے۔ مثلاً امریکہ کی 35 ہزار ڈالر ہے۔ سوئٹزرلینڈ کی 38 ہزار، ترکی کی 2500 اور چین کی 940 ڈالر۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں فی کس آمدنی نہ صرف ترقی یافتہ ملکوں سے کم ہے بلکہ بہت سے نیم ترقی یافتہ ملکوں کی فی کس آمدنی سے بھی پست ہے۔ مثلاً ترکی، ایران، مصر، انڈونیشیا، چین وغیرہ۔

یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ پاکستان کے سبھی لوگوں کی آمدنی برابر نہیں، بلکہ مختلف لوگوں کی آمدنیاں مختلف ہیں، کسی کی زیادہ، کسی کی کم۔ ہمارے ملک کے جن لوگوں کی آمدنی بہت زیادہ ہے ان میں یہ شامل ہیں: بڑے بڑے جاگیردار، زمیندار، صنعت کار، کارخانہ دار، کاروباری افراد، تاجر، ایکسپورٹر، امپورٹر اور افسر۔ لیکن اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن کی آمدنی کم ہے، مثلاً چھوٹے چھوٹے کاشت کار، دکاندار، ملازمین، دست کار، مزدور، مزارع، کلرک، چپڑاسی اور گھریلو نوکر وغیرہ۔ اس طرح بیشتر افراد کو سال بھر میں 1,31,512 روپے بھی نہیں ملتے۔ یہ تو صرف اس صورت میں مل سکتے ہیں، جب قومی آمدنی تمام افراد میں برابر برابر بانٹ دی جائے۔

ممتاز ماہر معاشیات ڈاکٹر محبوب الحق مرحوم نے بیان کیا کہ ”1960ء کی دہائی میں کوریا، ملائیشیا اور تھائی لینڈ سے ہم فی کس آمدنی میں آگے تھے، آج یہ ممالک ہم سے 27 گنا آگے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان ممالک نے تعلیم اور زرعی اصلاحات کو ترجیح دے کر وہاں جاگیرداری نظام کو ختم کر دیا۔“ (10-1-98)

پاکستان میں نہ صرف غربت بہت زیادہ اور فی کس آمدنی کم ہے بلکہ امیر اور غریب کی آمدنی کا فرق بہت وسیع ہے، مثلاً نچلی بیس فیصد آبادی کو مجموعی آمدنی کا صرف 7.4 فیصد حصہ ملتا ہے، درمیانے ساٹھ فیصد طبقہ کو 47.6 فیصد اور اونچے بیس فیصد طبقہ کو مجموعی آمدنی کا 45 فیصد حصہ ملتا ہے۔ گویا ملکی آمدنی کا تقریباً نصف حصہ آبادی کے صرف پانچویں حصہ کے قبضہ میں چلا جاتا ہے۔

فی کس آمدنی کم ہونے کے اسباب

پاکستان کے باشندوں کی فی کس آمدنی کم ہونے کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

1- قدرتی ذرائع کی قلت(Shortage of Natural Resources):

کسی ملک کی قومی آمدنی اور معاشی ترقی کا دار و مدار وہاں کے قدرتی ذرائع، مثلاً زمین، جنگلات، دریا، معدنیات وغیرہ پر ہوتا ہے۔ پاکستان میں اس قسم کے ذرائع تھوڑے ہیں، مثلاً پاکستان میں ”فی کس اوسط کاشتہ زرعی رقبہ“ (Per-head cultivated area) 0.3 ہیکٹر ہے جو بالکل ناکافی ہے۔ ہمارے ہاں کل رقبہ کا صرف 4.3 فیصد حصہ (یعنی 35 لاکھ ہیکٹر زمین) پر جنگلات ہیں جب کہ بین الاقوامی معیار کے مطابق بیس تا پچیس فی صد حصہ جنگلات کے نیچے ہونا چاہیے۔ پاکستان میں معدنیات بھی کم ہیں۔ بالخصوص تیل، لوہے اور کوئلے کی شدید قلت ہے۔

2- لوگوں کی پست استعدادِ عمل(Low Efficiency):

پاکستان میں فی کس آمدنی کے پست ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں کے لوگوں کی اکثریت ناخواندہ، بے ہنر، غیر تربیت یافتہ، قدامت پسند اور ٹیکنالوجی کے جدید تمدن سے ناآشنا ہے، نیز ہمارے ہاں کل آبادی میں کام کرنے والوں (Working Population) کا تناسب صرف 31.3% فیصد ہے (باقی آبادی بچوں، بوڑھوں اور عورتوں پر مشتمل ہے) حالانکہ مغربی ممالک میں کل آبادی کے پچاس فیصد لوگ کام کرتے ہیں، کیونکہ وہاں عورتیں بھی مردوں کے دوش بدوش معاشی جدوجہد میں حصہ لیتی ہیں۔

3- سرمائے کی قلت(Shortage of Capital):

پاکستان میں سرمائے کی قلت ہے۔ اس لیے زراعت اور صنعت کو ترقی دینے کے لیے مشینیں، آلات اور صنعتی خام مواد وغیرہ حاصل

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

نہیں کیا جاسکتا۔ جدید فنونِ پیدائش اختیار نہیں کیے جاسکتے۔ سرمائے کی کمی کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہمارے لوگوں کی آمدنی کم ہے اور وہ اس میں سے معقول رقم نہیں بچاسکتے۔ اس لیے سرمایہ کاری کم ہوتی ہے۔ سرمائے کی کمی ایک منحوس چکر (Vicious Circle) کا نتیجہ ہے یعنی چونکہ ہمارے ہاں قدرتی ذرائع کم ہیں، جس کے باعث پیداوار کم ہوتی ہے اور لوگوں کو کم آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ اس میں سے وہ تھوڑا روپیہ بچاسکتے ہیں، اس لیے سرمایہ کاری بھی تھوڑی ہوتی ہے اور پیداوار بھی کم رہتی ہے۔

4- افراطِ آبادی (Over-Population):

بعض ماہرینِ معاشیات کی رائے میں پاکستان میں فی کس آمدنی کم ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہاں آبادی وسائل سے زیادہ ہے، آبادی میں سالانہ 1.9% شرح سے اضافہ ہورہا ہے، جو جنوبی ایشیا اور مسلم ممالک کے مقابلہ میں سب سے زیادہ ہے۔ اس کے باعث ہر سال آبادی میں تقریباً 36 لاکھ افراد کا اضافہ ہوجاتا ہے لیکن ذرائع پیداوار، اقتصادی وسائل، قومی آمدنی اور ملازمت و روزگار کے مواقع میں اتنی تیزی سے اضافہ نہیں ہورہا ہے، اس لیے فی کس آمدنی پست ہے۔

5- ناقص منصوبہ بندی (Defective Planning):

پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی میں بعض خامیاں موجود رہی ہیں جن کے باعث ملک خوش حالی کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکا، مثلاً ان منصوبوں میں زرعی اصلاحات کی طرف کم توجہ دی گئی، چند جاگیرداروں اور زمینداروں کے قبضہ میں زرعی اراضی کے ارتکاز (Concentration of Land in a Few Hands) کو نہیں روکا گیا۔

6- قومیانے کی پالیسی (Nationalization):

پیپلز پارٹی حکومت نے اپنے پہلے دورِ اقتدار (1972ء تا 1977ء) میں بہت سی صنعتوں کو قومی تحویل میں لے لیا تھا جس سے ایک طرف نجی صنعتی و کاروباری شعبے (Private Sector) کی شدید حوصلہ شکنی ہوئی، بچتوں و سرمایہ کاری کی رفتار سست پڑ گئی اور دوسری جانب سرکاری تحویل میں لیے جانے والے صنعتی و تجارتی اداروں کی رفتارِ ترقی ڈھیلی (Slack) پڑ گئی، کیونکہ سرکاری شعبے (Public Sector) کی انتظامیہ "نفع" پر توجہ نہیں دیتی اس لیے عملہ کی استعدادِ کار (Effeciency) کم ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ سرکاری شعبے کے کئی یونٹ برسوں بند پڑے رہے لیکن حکومت کو ان کے ملازمین کو بدستور تنخواہیں ادا کرنی پڑی تھیں۔ چنانچہ قومی آمدنی اور فی کس آمدنی بری طرح متاثر ہوئی۔ لہٰذا اسلامی جمہوری اتحاد کی نئی حکومت (جو 1990ء کے آخر میں برسرِ اقتدار آئی) نے دسمبر 1990ء میں نج کاری (Privatization) کا آغاز کردیا اور کئی صنعتی اور بنکاری ادارے نجی شعبے کو فروخت اور منتقل کرنے شروع کردیے۔

نئی حکومت میں بھی قومی مفاہمتی آرڈیننس یعنی این آر او 2008ء (National Reconciliation Ordinance # NRO) کے طفیل بددیانتی، لوٹ مار اور کرپشن (Corruption) میں بدنام حکمران برسرِ اقتدار آگئے جس کے باعث ملک معاشی، صنعتی، مالی اور معاشرتی لحاظ سے زوال پذیر ہوتا گیا۔ موجودہ حکومت بھی نج کاری کی پالیسی کو جاری رکھے ہوئے ہے۔

7- زراعت پر دارومدار: (Dependence on Agriculture)

ہماری تقریباً باسٹھ فیصد آبادی کھیتی باڑی سے روزی کماتی ہے، برآمدی تجارت سے ہونے والی آمدنی کا 18 فیصد حصہ زرعی برآمدات سے حاصل ہوتا ہے، اور لیبر فورس (یعنی جمعیتِ محنت کے 45 فیصد حصہ کو اسی شعبہ سے روزگار ملتا ہے، لیکن زراعت کا دارومدار موزوں آب و ہوا پر ہوتا ہے، اس لیے جب بھی موسمی حالات خراب ہوجائیں، زرعی پیداوار کم ہوجاتی ہے۔ کھیتی باڑی میں "حرکی قوت" (Power) کے لیے پچھتر فیصد کام بیلوں سے لیا جاتا ہے اور صرف چودہ فی صد مشینوں سے، نیز ہمارے ملک میں کاشت کاری کے طریقے بہت پرانے ہیں،

زرعی مشینوں، ٹریکٹروں اور کیمیاوی کھاد کا استعمال کم کیا جاتا ہے اور گزشتہ سالوں کے دوران بجلی اور سوئی گیس کی لوڈشیڈنگ اور زیادہ بارشوں اور سیلاب کے باعث فصلوں کی پیداوار کم ہوئی، اس لیے کاشت کار طبقہ غریب ہے۔

8- غیر مساوی تقسیمِ دولت: (Unequal Distribution of Wealth)

فی کس آمدنی کم ہونے، یا معیارِ زندگی پست ہونے کا ایک سبب یہ ہے کہ ملکی دولت کی تقسیم غیر منصفانہ اور غیر مساویانہ بنیادوں پر ہوتی ہے، ماضی میں ملک کی صنعتی دولت کا بیشتر حصہ بائیس خاندانوں کے قبضے میں جمع ہوگیا، جس کے باعث غریب اور متوسط طبقہ معاشی ترقی کرنے سے محروم رہ گیا، دوسری جانب امیر طبقہ اپنی زائد دولت کو کاروبار میں لگانے کے بجائے عیش و عشرت میں اُڑاتا رہا، اور یوں قومی پیداوار اور فی کس آمدنی کم ہی رہی ہے۔ تقسیمِ دولت کا نظام مزید بگڑتا چلا گیا۔ 1999ء میں ان خاندانوں کی تعداد دگنی یعنی 44 ہوگئی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گزشتہ عرصے میں ہونے والی معاشی ترقی کا ثمرہ اور بیشتر حصہ امیر طبقے کی جانب منتقل ہوتا گیا ہے۔ تاجر، صنعت کار اور سرمایہ دار طبقہ مہنگائی اور منافع خوری کے ذریعے غریب طبقے کی دولت کھینچ کھینچ کر خود سمیٹتا چلا گیا ہے اور ملک کی عظیم اکثریت غریب سے غریب تر ہوتی چلی گئی ہے۔

9- بیرونی تجارت میں عدم توازن (Disequilibrium in Balance of Trade):

پاکستان کی بیرونی تجارت میں شدید عدم توازن پایا جاتا ہے۔ ہماری غیر ممالک کو برآمد ہونے والی اشیاء کی تعداد بھی تھوڑی ہے اور مقدار بھی، یہ عموماً خام اشیاء اور زرعی پیداواریں ہیں جب کہ ہماری درآمد ہونے والی چیزوں کی مقدار بھی زیادہ ہے اور تعداد بھی۔ نیز یہ عموماً مصنوعات پر مشتمل ہوتی ہے، اس لیے تجارت کا توازن (Balance of Trade) سال بہ سال خراب ہوتا جارہا ہے، اور ہماری قومی آمدنی اور فی کس آمدنی میں خاص اضافہ نہیں ہوسکا۔

10- جاگیرداری نظام (Fuedalism):

پاکستان میں قومی آمدنی کم ہونے اور معیارِ زندگی پست ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ یہاں جاگیرداری نظام رائج ہے۔ ممتاز ماہرِ معاشیات اور سابق وزیرِ خزانہ ڈاکٹر محبوب الحق مرحوم نے بیان کیا کہ "ملک کا سب سے بڑا مسئلہ جاگیرداری ہے۔ جب تک اس کا خاتمہ نہیں ہوگا ترقی نہیں ہوسکتی"۔ اقوامِ متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان میں زرعی زمین کی تقسیم انتہائی ناقص اور غیر منصفانہ ہے۔ پنجاب میں بیس فیصد زرعی زمین پر 0.5 فیصد جاگیردار (ملک، ٹوانے، لغاری، مخدوم اور کھوسے وغیرہ) قابض ہیں۔ سندھ کی تیس فیصد زمین پر ایک فیصد جاگیردار (جام، جتوئی اور پیر وغیرہ) قابض ہیں۔ صوبہ سرحد کے ساڑھے بارہ فیصد رقبہ پر 0.1 فیصد جاگیردار (باچے، خٹک، آفریدی، نواب اور میر) قابض ہیں۔ بلوچستان کے سو فیصد جاگیردار (مری، بگٹی، مینگل) وہاں کی ایک ایک انچ زمین پر قابض ہیں۔ دوسری طرف پاکستان کے 93 فیصد چھوٹے کسان صرف 37 فیصد زمین کے مالک ہیں۔ جاگیردار اپنی زرعی فصلوں سے سالانہ تقریباً پچاس ارب روپے کماتے ہیں لیکن ٹیکس بالکل نہیں دیتے۔ ان کے کتے تازہ گوشت کھاتے ہیں لیکن ان کے پندرہ لاکھ ملازمین گوشت کھانے کے لیے عیدِ قربان کا انتظار کرتے ہیں۔

11- سیاسی عدم استحکام (Political Instability):

آزادی کے بعد اب تک ملک کو صحیح سیاسی استحکام نصیب نہیں ہوسکا۔ یکے بعد دیگرے جلد جلد حکومتیں بدلتی رہیں، اور ناقص حکمرانی (Poor Governance) کا شکار رہا ہے، اس لیے معاشی ترقی کے لیے طویل المیعاد اور ٹھوس بنیادوں پر منصوبے نہیں بنائے جاسکے۔ 1954ء میں دستور ساز اسمبلی توڑ دی گئی۔ 1958ء میں مرحوم ایوب خان نے ملک میں مارشل لاء نافذ کردیا۔ ستمبر 1965ء میں بھارت سے

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

جنگ ہوگئی۔1968ء کے آخر میں سابق صدر ایوب خان کے خلاف ملک گیر ہنگامے ہوئے، مارچ 1969ء میں صدر یحییٰ خان نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا، 1970ء میں قومی الیکشنوں کے باعث حالات مخدوش رہے، 1971ء کے دوران شیخ مجیب الرحمٰن کے چھے نکات مصیبت کا باعث بنے رہے، 1971ء میں بھارت سے جنگ لگ گئی اور ملک دو حصوں میں ٹوٹ گیا۔1972ء سے پیپلز پارٹی کا دورِ حکومت شروع ہوا، بنک، بیمہ کمپنیاں اور بہت سے صنعتی ادارے قومی تحویل میں لے لیے گئے، جس کے باعث نجی کاروباری شعبہ کی سخت حوصلہ شکنی ہوئی اور پیداوار کم ہوگئی۔ مارچ 1977ء کے الیکشن کے بعد ملک گیر تحریک چلی تا آنکہ 5 جولائی 1977ء کو بھٹو حکومت کا تختہ الٹ کر جنرل ضیا نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔

اگست 1988ء میں صدر ضیا مرحوم کے انتقال کے بعد جماعتی بنیادوں پر قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لیے الیکشن ہوئے، جس میں پیپلز پارٹی نے مرکز اور صوبہ سرحد و سندھ میں اپنی حکومت بنائی جب کہ پنجاب اور بلوچستان میں پیپلز پارٹی کی مخالف جماعتوں نے حکومتیں قائم کیں۔اس اختلاف کے باعث سیاسی استحکام اور معاشی ترقی میں سخت رکاوٹ پڑی۔ چھے اگست 1990ء کو صدر غلام اسحاق خان نے پیپلز پارٹی کی بے نظیر حکومت ختم کر دی اور قومی و صوبائی اسمبلیاں توڑ دیں، جس کے باعث معاشی حالات پھر تعطل کا شکار ہو گئے۔ اکتوبر 1990ء میں ازسرِ نو الیکشن ہوئے جن کے نتیجہ میں پیپلز پارٹی کو شکست ہوئی اور اسلامی جمہوری اتحاد نے حکومت تشکیل دی۔

اپریل 1993ء میں ایک مرتبہ پھر صدر پاکستان نے (پانچ سال میں تیسری بار) قومی اسمبلی توڑ کر کابینہ کو برخاست کر دیا۔ جون میں سپریم کورٹ کے فیصلے سے یہ بحال ہوگئی مگر صدر (غلام اسحاق خاں) اور وزیراعظم (نواز شریف) کی باہمی محاذ آرائی اور کشمکش کے باعث وزیراعظم کو استعفیٰ دینا پڑا اور پھر چھے اکتوبر اور نو اکتوبر 1993ء کو قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لیے الیکشن کرائے گئے اور اکتوبر 1993ء میں تیسری مرتبہ پیپلز پارٹی کی (بے نظیر) حکومت برسرِ اقتدار آئی جس کے دور میں کراچی کے اندر حکومت اور (سیاسی پارٹی) ایم کیو ایم کے مابین زبردست محاذ آرائی ہوئی۔ قتل و غارت کا بازار گرم ہوگیا۔ ہڑتالوں کا سلسلہ طویل ہوتا گیا اور لاقانونیت اور بدامنی کے باعث معاشی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔

آخر کار 5 نومبر 1996ء کو صدر پاکستان فاروق خان لغاری نے بے نظیر حکومت کو برطرف کر دیا اور مرکزی و صوبائی اسمبلیاں توڑ کر نوے دن کے بعد ازسرِ نو الیکشن کرانے کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ 3 فروری 1997ء کو منعقد ہونے والے قومی اور صوبائی الیکشنوں میں پاکستان مسلم لیگ (ن) بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئی۔ پھر وزیراعظم نواز شریف اور فوج کے سربراہ جنرل پرویز مشرف کے مابین محاذ آرائی شروع ہوگئی اور 12 اکتوبر 1999ء کو جنرل مشرف نے حکومت کو برطرف کر کے چیف ایگزیکٹو کی حیثیت سے ملک کا انتظام سنبھال لیا اور میاں نواز شریف کو جلاوطن کر دیا۔

جنرل پرویز مشرف کے دورِ حکومت میں، امریکہ کو افغانستان کے خلاف جنگ میں پاکستان کے پانچ ہوائی اڈے دیے گئے جہاں سے 57,800 حملوں کی اجازت دی گئی۔ نیز تقریباً آٹھ لاکھ امریکی فوجی پاکستان کے راستے افغانستان گئے جس سے حکومت پاکستان کو بارہ ارب ڈالر کا نقصان ہوا لیکن اس کے بدلے پاکستان کے صرف ایک ارب ڈالر کے قرضے معاف کیے گئے۔

پھر فروری 2008ء کے الیکشن کے بعد پیپلز پارٹی کے آصف زرداری صدر اور یوسف رضا گیلانی وزیراعظم مقرر ہوئے۔ غرض قیامِ پاکستان کے سال 1947ء سے لے کر 2011ء تک کے گزشتہ 64 سالہ عرصہ میں ملک کے چوبیس وزیراعظم بنے۔ جس کے باعث ایک وزیراعظم کا اوسط عرصہ اقتدار اڑھائی سال بنتا ہے اور اگر اس میں سے فوجی اقتدار کا عرصہ نکال دیا جائے تو اوسط عرصہ صرف سوا سال ہی رہ جاتا ہے۔ غرض قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک حکومت کے اس طرح غیر مستحکم اور متزلزل ہونے کے باعث، اور وقفہ وقفہ سے سیاسی بحرانوں کے پیدا ہو جانے سے، معاشی ترقی میں شدید رکاوٹ پڑتی رہی ہے۔

12- بددیانتی اور سرکاری خزانے کی لوٹ کھسوٹ:

ہماری قومی زندگی کے تقریباً تمام شعبوں میں بددیانتی (Dishonesty) اور بدعنوانی (Corruption) سرایت کر چکی ہے۔ حکمرانوں اور نظم و نسق میں، کاروبار و تجارت میں، سیاست اور معیشت میں، مزدور۔مالک تعلقات میں فرائض کی انجام دہی اور دفتری کارروائیوں میں، غرض بدعنوانی بہت عام ہوگئی ہے، جس کے باعث معاشی ترقی کی راہ میں بے شمار مشکلات پیدا ہو چکی ہیں، اور قومی آمدنی اور فی کس آمدنی پست سطح پر ٹھہر گئی ہے۔ سیاسی کرپشن، سرکاری مشینری کی بدعنوانی، اختیار و اقتدار کا ناجائز استعمال، مفاد پرستی، خود غرضی اور ہوسِ زر کے باعث پاکستان کے سرکاری خزانے کی لوٹ کھسوٹ کے نہایت افسوسناک اور مکروہ واقعات کا انکشاف ہوتا رہتا ہے۔ جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

13- بدامنی، ہنگامے اور لاقانونیت کے اثرات:

ایک رپورٹ کے مطابق صدر مشرف کے پانچ سالہ دورِ حکومت (نومبر 2002ء تا دسمبر 2007ء) میں ملک میں 1600 دن ایمرجنسی نافذ رہی، چار ہزار سپننگ یونٹس بند ہوئے' 625 فیصد بیروزگاری مزید بڑھی، 5100 افراد نے خودکشی کی، حکمرانوں سمیت بااثر لوگوں کے 79 ارب روپے کے قرضے معاف کیے گئے۔ 5428 افراد بم دھماکوں اور خودکش حملوں میں مارے گئے۔ 19,560 ڈکیتی اور 98,750 چوری کی وارداتیں ہوئیں۔ 1,26,500 گاڑیاں چھینی اور چوری کی گئیں۔ پانچ لاکھ موبائل چھینے گئے۔ (روزنامہ جنگ 2077-11-16)

ملکی اور بین الاقوامی سطح پر دہشت گردی کے سبب ہماری معیشت پستی کا شکار ہوئی ہے۔ دفاع اور امنِ عامہ پر اخراجات بڑھ گئے ہیں۔ سرمایہ کاروں کا اعتماد بھی کم ہوگیا ہے جس کی وجہ سے سرمایہ ملک سے باہر منتقل ہو رہا ہے۔

پاکستان میں ٹیکس کلچر

حکومت کی مالیاتی پالیسی (یعنی ٹیکسوں کے ذریعہ سرکاری مالیات حاصل کرنے اور خرچ کرنے کی حکمتِ عملی) کے بڑے بڑے مقاصد یہ ہوتے ہیں: معاشی افزائش کی شرح (Rate of Growth) تیز کرنا، روزگاری مواقع (Jobs) بڑھانا، معاشرتی فلاح و ترقی (Social Development) کے منصوبے مکمل کرنا، تقسیمِ دولت کے نظام کو منصفانہ (Fair) بنانا، غرباء کی بنیادی ضروریات پوری کرنا، ایسی معاشی فضا پیدا کرنا جس میں نجی اور سرکاری شعبہ میں اشیاء و خدمات کی رسد میں اضافہ ہو اور کلیاتی ڈھانچہ مضبوط ہو جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ نظامِ محصولات (Tax System) ایسا قائم کیا جائے جس سے حکومت کو اتنی آمدنی ہو کہ سرکاری اخراجات پورے ہو سکیں اور قرضہ کی ضرورت نہ پڑے۔ چنانچہ لازم ہے کہ ملک میں ٹیکس کلچر کو بہتر بنایا جائے یعنی ٹیکس دہندگان کی تعداد بڑھائی جائے، ان میں ٹیکس دینے (اور سرکاری مالیات میں حصہ ڈالنے) کا شعور اور ذمہ داری کا احساس پیدا کیا جائے، ٹیکسوں کا نظام متزائد (Progressive) نوعیت کا ہو یعنی ان کا بوجھ دولتمند طبقہ پر پڑے جبکہ کم آمدنی والوں کو آسانی (Relief) ملے۔ لیکن پاکستان میں ٹیکس کلچر صحیح شکل میں فروغ نہیں پا سکا جس کے باعث نہ حکومت کو بقدرِ ضرورت محصولاتی آمدنی حاصل ہوتی ہے اور نہ تقسیمِ دولت کا نظام منصفانہ ہو سکا ہے۔

پاکستان میں ٹیکس کلچر کی کمزوریاں (Limitations):

پاکستان میں حکومت کو ملنے والے ٹیکس اس کی ضرورت سے کہیں کم ہیں جس کے باعث اسے اندرون اور بیرونِ ملک سے قرضہ لینا پڑتا ہے، اس کی وجوہات یہ ہیں:

1- زرعی شعبہ اور چھوٹے چھوٹے کاروبار:

قومی پیداوار کا 19.53 فیصد زراعت سے حاصل ہوتا ہے اور جمعیتِ محنت کا 45 فیصد زرعی شعبہ سے روزی کماتا ہے۔ گویا معیشت

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

پاکستان کا ڈھانچہ ایسا ہے جس میں زیادہ تر حصہ ان شعبوں کا ہے جن پر انکم ٹیکس، سیلز ٹیکس وغیرہ کی تشخیص، نفاذ اور وصولی بہت مشکل اور محدود ہے۔ مثلاً کاشتکار، چھوٹے چھوٹے کاروبار، دستکار، گھریلو صنعتیں، ملازمت پیشہ افراد اور معمولی درجہ کی معاشی سرگرمیاں وغیرہ۔ یوں چھوٹے چھوٹے بے شمار اور ملک بھر میں بکھرے ہوئے افراد کی آمدنی کی تشخیص اور ان سے ٹیکس کی وصولی پیچیدہ اور مشکل مسئلہ ہے۔ چنانچہ ان حلقوں میں ٹیکس کلچر فروغ نہیں پاسکا۔

-2 ناخواندگی (illiteracy)

پاکستان میں روزی کمانے والے بے شمار لوگ اَن پڑھ ہونے کی وجہ سے ٹیکس کی ادائیگی کے شعور سے ہی ناواقف ہیں۔ بیشتر لوگ اپنے کاروبار کا حساب کتاب رکھتے ہی نہیں اور نہ ٹیکس کی ادائیگی کی پرواکرتے ہیں۔

-3 مستعد عملہ کی کمی:

ٹیکس انتظامیہ (Tax Administration) کے پاس حسبِ ضرورت مطلوبہ تعداد میں مستعد، تربیت یافتہ اور دیانتدار عملہ (Staff) موجود نہیں ہے۔ نیز ''عمدہ نظامِ محصولات'' قائم کرنے کے لیے سٹاف کو معقول تنخواہیں پڑتی ہیں جس کا یہ محکمہ متحمل نہیں ہے۔

-4 ٹیکس چوری (Tax Evasion):

کاروباری طبقہ میں بیشتر افراد اپنی آمدنی اور بکری (Sale) کا پورا پورا حساب محکمہ انکم ٹیکس کو پیش نہیں کرتے جس کے باعث ٹیکس چوری کی روش عام ہوگئی ہے، یوں ٹیکس کلچر پروان نہیں چڑھ سکا۔

-5 غیر مساویانہ تقسیم دولت:

پاکستان میں تقسیمِ دولت کا نظام مساویانہ اور منصفانہ (Equitable) نہیں ہے۔ لہٰذا جاگیردار اور دولت مند لوگ اپنی بے انتہاء آمدنی کو ذاتی اثر ورسوخ کے باعث چھپا لیتے ہیں اور پورا ٹیکس ادا نہیں کرتے جبکہ غریب طبقہ ٹیکس دینے کے ویسے ہی اہل نہیں اور یوں ٹیکس دہندگان کی تعداد تھوڑی ہے۔

ٹیکسوں کے نظام کی اصلاح کے لیے حکومت نے یہ اقدامات کیے ہیں:

(i) ٹیکسوں کی شرح (Rate) کم کردی گئی ہے۔
(ii) ٹیکسوں کی بنیاد وسیع کرنے کے لیے ایسے طبقات پر ٹیکس عائد کیے گئے ہیں جو پہلے زیرِ ٹیکس (Untaxad) نہیں تھے یا کم ٹیکس دیتے (Under Taxed) تھے۔
(iii) درآمدات (Imports) اور سرمایہ کاری پر ٹیکس کا نفاذ کم کردیا گیا ہے تاکہ پیداوار اور سرمایہ کاری میں اضافہ ہو۔
(iv) صرف دولت اور آمدنیوں پر ٹیکس کی شرح بڑھادی گئی ہے۔
(v) جنرل سیلز ٹیکس (GST) کی شرحوں میں موافقت پیدا کی گئی ہے۔
(vi) معاشی ترقی کی رفتار کو متاثر کیے بغیر ٹیکس۔ جی ڈی پی نسبت'' (Tax GDP Ratio) بہتر بنائی جائے گی اور ''ٹیکس عملہ انتظامیہ'' کو مستعد بنایا جائے گا۔
(vii) 2005ء میں حکومت نے ٹیکس انتظامیہ کی اصلاح کا پروجیکٹ :(Tax Administration Reform Project TARP) کا آغاز کیا جس کے لیے عالمی بنک (World Bank) نے تعاون کیا ہے اور اس پر 149 ملین ڈالر خرچ آئے گا۔ یہ پروگرام آئندہ پانچ سال میں مکمل ہوگا۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ: ٹیکس ادائیگی کا کلچر بہتر بنایا جائے، رابطہ پروگرام کو ترقی دی جائے، نیز کمپیوٹر کا استعمال اور رجسٹریشن کا مناسب نظام قائم کیا جائے۔ امید ہے کہ پاکستان میں ٹیکس کلچر بہتر ہوتا جائے گا۔

اب پاکستان میں بالواسطہ ٹیکسوں کا حصہ 82 فیصد سے کم ہو کر 68.6 فیصد ہوگیا ہے جس کے باعث نچلے طبقہ کو کچھ ریلف ملا ہے۔

پاکستان میں قومی آمدنی اور فی کس آمدنی بڑھانے کے طریقے

پاکستان میں قومی آمدنی بڑھانے، فی کس آمدنی بلند کرنے اور لوگوں کے ''معیارِ زندگی'' کو بہتر بنانے کے لیے مندرجہ ذیل طریقے اختیار کرنے چاہئیں:

-1 عزم وجرات:

پاکستان میں معاشی ترقی کی رفتار تیز کرنے اور قومی آمدنی بڑھانے کے لیے سب سے پہلے شرط یہ ہے کہ لوگوں کے اندر ترقی کرنے کی خواہش پیدا ہو، اور ان میں آگے بڑھنے کا نیا ولولہ اور جوش وجذبہ جنم لے، ان میں یہ عزم بھی ہونا چاہیے کہ وہ اس مقصد کے لیے اپنی تمام قوتیں اور صلاحیتیں استعمال کریں گے۔ ترقی کی عمارت خود ملکی ذرائع کی بنیاد پر تعمیر کریں گے، اور اپنے اس فرض کے لیے مسلسل کوشش کرتے رہیں گے۔ جب تک کوئی قوم اپنی حالت خود بہتر بنانے کا عزم نہ کرے اس کی حالت نہیں بدل سکتی اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ (الرعد:11)

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

-2 تعلیم اور فنی تربیت (Technical Training):

معاشی ترقی کا حقیقی دارومدار انسان کی اپنی صلاحیت اور استعداد پر ہے، لہٰذا جس حد تک ممکن ہو، عوام کو زیادہ سے زیادہ تعلیم وتربیت اور فنی وتکنیکی ٹریننگ مہیا کرنے کی سہولتیں دینی چاہئیں۔ زراعتی، صنعتی، تجارتی، بنکاری اور انتظامی اُمور میں ماہرانہ اور خصوصی تربیت والے ادارے قائم کرنے چاہئیں تاکہ لوگوں کی کام کرنے کی صلاحیت (Efficiency) بڑھے، نئے نئے فنونِ پیدائش (Technology) اختیار کرنے کی ترغیب ملے، پیشہ ورانہ نقل پذیری میں اضافہ ہو۔ انسانی ذرائع (Human Resources) کی ترقی کی بہت زیادہ فعال اور بار آور (Fruitful) بنانے کی ضرورت ہے۔

-3 سرمایہ اندوزی (Capital Accumulation):

قومی آمدنی بڑھانے اور معاشی ترقی کے لیے تشکیلِ سرمایہ (Capital Formation) بہت ضروری ہے۔ اس سے مراد ہے ایسی اشیاء وخدمات کی مقدار میں اضافہ کرنا جو عام ضرورت کی چیزیں تیار کرنے میں مدد دیں، مثلاً صنعتی کارخانے، مشینیں، ٹریکٹر، ٹیوب ویل، بجلی گھر، آب پاشی کے منصوبے اور ذرائع مواصلات وغیرہ۔ چنانچہ پاکستان میں سرمایہ اندوزی کے لیے درج ذیل اقدامات کرنے چاہئیں:

- لوگوں کو سادہ زندگی اور کفایت شعاری اختیار کرنی چاہیے۔
- نمود ونمائش اور دکھاوے کے لیے فضول خرچی سے پرہیز کرنا چاہیے۔
- بچا ہوا روپیہ کاروبار میں لگانے والے اداروں میں لگانا چاہیے، مثلاً بینک اور سرمایہ کاری کی کارپوریشنیں وغیرہ۔
- سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کے لیے ٹیکسوں کی مراعات دینی چاہئیں۔
- تعیشاتی اشیائے صارفین کی درآمد بند کرنی چاہیے تاکہ لوگ ان پر روپیہ خرچ نہ کرسکیں۔
- دیہات میں جو لوگ برسرِ روزگار نہیں یا فالتو ہیں یا مخفی بیروزگاری (Disguised Unemployment) کا شکار ہیں انھیں دیہاتی معیشت کے ترقیاتی کاموں، مثلاً سڑکوں، پلوں، سکولوں، ہسپتالوں اور بندوں (Dams) وغیرہ کی تعمیر پر لگا کر اشیائے سرمایہ میں

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

4- زرعی ترقی: (Agricultural Development)

ہماری مجموعی قومی پیداوار کا 19.53 فیصد حصہ زراعت سے حاصل ہوتا ہے، لیکن ابھی تک یہ پرانے طریقوں پر چلائی جارہی ہے، جدید طرز کی مشینوں کو استعمال نہیں کیا جاتا، سیم وتھور اور کٹاؤ کی وجہ سے زمین کی پیداوار گھٹتی جارہی ہے اور ہمارے ملک میں، ایک ایکڑ کی اوسط پیداوار کم ہے، لہٰذا قومی آمدنی میں اضافہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کھیتی باڑی کا نظام بہتر بنایا جائے، زرعی اصلاحات نافذ کی جائیں، فصلیں بونے، کاٹنے، فروخت کرنے اور مصنوعات میں ڈھالنے کے تمام مرحلوں میں اصلاح کی جائے۔ اعلیٰ کھاد اور بیج استعمال کرنے چاہئیں، زرعی شعبہ میں بارآوری (Productivity) بڑھانی چاہیے یہ بھی ضروری ہے کہ زرعی پیداوار میں تنوع (Diversification) پیدا کی جائے، یعنی مختلف قسم کی چیزیں، مثلاً خوردنی تیل، گنا، سبزیاں، پولٹری، مچھلی، گوشت اور ڈیری کی پیداواریں بڑھائی جائیں، زرعی مشینوں کا استعمال مقبول بنایا جائے اور چھوٹے کاشت کاروں کو جدید زرعی ٹیکنالوجی مہیا کی جائے۔

5- صنعتی ترقی:

پاکستان کی معاشی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ صنعتوں کو ترقی دی جائے اور بھاری صنعتیں (Heavy industry) (یعنی مختلف اشیاء تیار کرنے کے لیے مشینیں بنانے والی صنعتیں) قائم کی جائیں تاکہ آئندہ معاشی ترقی کی رفتار تیز کرنے کے لیے ضروری ساز وسامان ملک کے اندر ہی سے مل سکے۔ اس وقت ہم اپنی ضرورت کی "اشیائے سرمایہ کاری" (Investment Goods) کا ستر فیصد غیر ممالک سے درآمد کرتے ہیں۔ غیر ممالک سے مشینوں کی درآمد اور قرضہ کی بہم رسانی کے اُمور سہل بنائے جائیں، ٹیکسوں کا نظام بہتر بنایا جائے، مالک اور مزدور کے تعلقات میں کشیدگی ختم کر کے حالات کو خوشگوار بنایا جائے۔

6- خاندانی منصوبہ بندی (Family Planning):

جدید ماہرینِ معاشیات کا خیال ہے کہ ہمارے ہاں فی کس آمدنی کے پست ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے، اور ملک کے اقتصادی ذرائع پر آبادی کا بوجھ بڑھتا جارہا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ آبادی کے بڑھنے کی رفتار کم کی جائے۔ پاکستان میں خاندانی منصوبہ بندی کی مہم کا آغاز 1960ء میں کیا گیا تھا۔

اس وقت (2011ء میں) پاکستان آبادی کے لحاظ سے دنیا کا چھٹا بڑا ملک (6th most populous country) ہے۔ ماہرین کے اندازے کے مطابق اگر پاکستان کی آبادی موجودہ شرح اضافہ یعنی 2.05 فیصد شرح سے بڑھتی رہی تو اُنتالیس سال بعد کل آبادی دگنی ہو جائے گی، جس سے ملک کے تحتی ڈھانچہ (Infrastructure) پر بہت دباؤ پڑے گا۔ مثلاً مکانات، مواصلات، بجلی، پانی، نکاسی آب، ماحولیاتی صفائی، صحت اور تعلیم کی سہولیات وغیرہ۔

7- اقتصادی منصوبہ بندی (Economic Planning):

قومی آمدنی میں اضافہ کے لیے ضروری ہے کہ پوری معیشت کو ایک ضابطہ کا پابند بنایا جائے، معاشی منصوبہ بندی کے ذریعے زراعت، صنعت، تجارت، مواصلات، بنکاری اور دیگر شعبوں کے لیے ترقیاتی پروگرام بنائے جائیں اور انھیں عملی جامہ پہنا کر ملک میں اشیاء وخدمات کی پیداوار بڑھائی جائے۔

8- منصفانہ (Equitable) تقسیم دولت:

فی کس آمدنی بڑھانے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جس حد تک ممکن ہو، ملکی دولت مساویانہ اور منصفانہ طریقے سے تقسیم کی جائے، کیونکہ اس طرح ایک طرف تو ارتکازِ دولت کا مسئلہ ختم ہو جائے گا اور متمول طبقہ کے پاس اندھادھند دولت جمع نہیں ہوگی کہ وہ اسے عیش وہ

عشرت میں اڑائیں، اور دوسری طرف متوسط اور غریب طبقہ کے پاس بھی اتنی دولت آجائے گی کہ وہ اپنی پیداواری صلاحیتوں سے بہتر فائدہ اٹھانے کے قابل ہو جائیں گے اور یوں قومی آمدنی میں اضافہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: "تاکہ وہ (مال) تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔" (سورۃ الحشر: 7)

9- اسلام کا معاشی نظام: (Islamic Economic System)

اگر پاکستان میں اسلام کا مکمل معاشی نظام نافذ کر دیا جائے تو ہماری معیشت میں جو بنیادی خامیاں پائی جاتی ہیں، وہ سب ختم ہو جائیں گی، اور معیشت مضبوط و مستحکم بنیادوں پر استوار ہو جائے گی کیونکہ اس میں ایسے ادارے قائم ہو جاتے ہیں جو معیشت میں ایک حسین توازن اور اعتدال پیدا کر دیتے ہیں، مثلاً زکوٰۃ، عُشر، صدقات، قرضِ حسن، مضاربت، حلال وحرام کی تمیز، ارتکازِ دولت میں رکاوٹیں، سود کا خاتمہ، استحصال کا خاتمہ محتاجوں اور محروموں کی حق رسی، دیانت وامانت، سادگی اور کفایت شعاری، فضول خرچی کی ممانعت۔ ایسے حالات میں قومی آمدنی بڑھ جاتی ہے، اور طبقاتی تفریق بھی نمایاں طور پر پیدا نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے

"اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ!" (البقرہ: 208) اس لیے موجودہ معاشی نظام میں اسلام کی پیوند کاری کرنے اور جزوی طور پر بعض اسلامی قوانین نافذ کرنے کی بجائے پورے اجتماعی، معاشرتی، سیاسی اور معاشی نظام کو اسلامی نظامِ حیات میں ڈھال دینا چاہیے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

باب 8

معاشی ترقی اور منصوبہ بندی

Economic Development and Planning

جدید ماہرین معاشیات کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ایسے اصول اور عملی طریقے دریافت کئے جائیں جن کی مدد سے پس ماندہ ممالک (Backward Countries) کو ترقی کی راہ پر ڈالا جا سکے۔ تاکہ ان کی قومی آمدنی بڑھے اور عوام خوشحال ہو جائیں۔ اس وقت دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ (لوگ) خط افلاس (Poverty Line) سے نیچے (یعنی اوسطاً ایک ڈالر یومیہ کی آمدنی پر) زندگی گزار رہے ہیں۔ 49 ممالک نہ صرف انتہائی غریب ہیں بلکہ تشویشناک امر یہ ہے کہ غریب اور امیر ممالک کا درمیانی فرق بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کا اندازہ یوں ہوتا ہے کہ اس وقت دنیا کی سالانہ مجموعی پیداوار (GDP) تیس ٹریلین (Trillion) ڈالر ہے یعنی تین سو کھرب یا تیس ہزار ارب ڈالر، جس کا 80 فیصد، دنیا کی صرف بیس فیصد آبادی، کے تصرف میں آتا ہے جو تنظیم برائے معاشی تعاون و ترقی (Organisation for Economic Cooperation and Development: OECD) کے علاوہ میں آباد ہے (اس میں یہ ممالک شامل ہیں: امریکہ، کینیڈا، بلجیم، فرانس، مغربی جرمنی، اٹلی، نیدرلینڈ، یوکے، ناروے، سویڈن اور جاپان) اور عالمی پیداوار کا بیس فیصد حصہ' دنیا کی باقی ماندہ 80 فیصد آبادی کو ملتا ہے۔ یہاں کے لوگ زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے بھی محروم ہیں اور رہائش، تعلیم، تفریح اور صحت کی مناسب سہولتوں سے ناآشنا ہیں۔ تنگ دستی، جہالت، بیماری اور بیروزگاری سے دوچار ہیں۔ وہ ایسی بے بسی اور غربت میں زندگی گزار رہے ہیں جس کا مغربی دولت مند ملکوں کے لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے:

"Most of the world's people live in poverty beyond the imagination of people in rich western countries." (S. Fischer)

اس لئے ماہرینِ معاشیات غور و فکر کرتے ہیں کہ کس طرح معاشی ترقی کی رفتار تیز کر کے، لوگوں کو غربت سے نجات دلائی جائے۔

معاشی ترقی کا مفہوم: (Concept of Economic Development)

مختلف ماہرینِ معاشیات نے معاشی ترقی کی تعریف مختلف انداز سے کی ہے۔ مثلاً پروفیسر ہیرلڈ ولیم سن، اپنی کتاب ''معاشی ترقی'' میں لکھتے ہیں:

''معاشی ترقی سے مراد وہ عمل (Process) ہے جس کے ذریعے، کسی ملک یا علاقہ کے لوگ، موجودہ ذرائع کو استعمال کر کے، اشیاء و خدمات کی، فی کس مقدار میں، معقول اضافہ کرتے ہیں۔''

اس کی تعریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاشی ترقی سے تین باتیں مراد ہیں:

1- اشیاء و خدمات کی پیداوار میں اضافہ۔
2- اشیاء و خدمات کی پیداوار میں اضافہ کی شرح، افزائشِ آبادی کی شرح سے زیادہ ہو، تاکہ فی کس آمدنی بڑھ سکے۔
3- اشیاء کی پیداوار میں اضافہ دو عوامل کی مدد سے ہوتا ہے: لوگ اور قدرتی ذرائع۔

معاشی ترقی کی تعریف (Definition):

پروفیسر آرتھر لیوس (A. Lewis) معاشی ترقی کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''معاشی ترقی سے مراد ہے اشیاء و خدمات کی پیداوار میں اضافہ۔''

معاشی ترقی کی جامع تعریف پروفیسر مائر اور بالڈون (Meier & Baldwin) نے یوں کی ہے:

''معاشی ترقی سے مراد ایسا عمل (Process) ہے جس کے باعث کسی ملک کی حقیقی قومی آمدنی، ایک طویل عرصہ وقت میں، بڑھ جائے اور اگر معاشی ترقی کی شرح، آبادی کی شرح افزائش سے' زیادہ ہو تو فی کس حقیقی آمدنی بڑھ جاتی ہے۔''

معاشی ترقی کی مذکورہ تعریف میں تین اصطلاحیں بنیادی اہمیت رکھتی ہیں جن کی وضاحت ضروری ہے:

1- عمل: (Process)

معاشی ترقی ایک ایسے عمل کا نام ہے جو مختلف تغیرات کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، اور جن کے مجموعی نتیجہ کے طور پر' حقیقی آمدنی بڑھ جاتی ہے۔

2- حقیقی قومی آمدنی: (Reall National Income)

اس سے مراد اشیاء و خدمات کی وہ مقدار ہے جو ایک خاص مدت میں، کسی ملک میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کی پیائش کرتے وقت، قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کے علاوہ مشینوں، عمارتوں اور گاڑیوں کے گھساؤ (Depreciation) کا بھی لحاظ رکھ لینا چاہیے۔

3- طویل عرصۂ وقت (Long Period):

اس سے مراد بیس تا پچیس سال کا عرصہ ہے کیونکہ معاشی ترقی (یعنی قومی پیداوار میں اضافہ) کی پیائش، سالانہ کی بجائے دس سالانہ کی جانی چاہیے۔

- اشیاء پیدا کرنے کے طریقے پہلے سے بہتر ہو جائیں۔
- فنی ہنرمندی (Skill)، توانائی (Energy) اور سرمائے میں اضافہ کی مدد سے، اشیاء و خدمات کی پیداوار بڑھ جائے۔
- معاشرتی اور اداراتی تنظیموں میں خوشگوار انقلاب برپا ہو جائے۔
- مجموعی قومی پیداوار اور فی کس قومی پیداوار میں اضافہ ہو جائے، تکنیکی اور فنیاتی معلومات، مہارت اور طور طریقوں میں اصلاح و ترقی ہو جائے۔
- قومی پیداوار میں اضافہ کے باعث قومی بچتوں اور سرمایہ کاری یعنی تشکیلِ سرمایہ (Capital Formation) میں اضافہ ہو جائے۔
- سرمایاتی وسائل بڑھ جانے سے، فی کس سرمائے کی دستیابی زیادہ ہو جائے اور نتیجہ کے طور پر مزدوروں' کسانوں، کارکنوں، کاریگروں، دستکاروں، ہنرمندوں اور محنت کشوں کی کام کرنے کی صلاحیت اور پیداواریت (Efficiency) بڑھ جائے۔
- ملک میں مالیاتی' بنکاری اور بیمہ کاری کے اداروں میں اضافہ ہو جائے اور قرضہ و کریڈٹ کی سہولتیں بڑھ جائیں۔
- مواصلات، آمدورفت، بار برداری اور خبر رسانی کے ذرائع زیادہ ہو جائیں۔
- تعلیم، صحت، تفریح، ثقافت، تہذیب اور تمدن (Civilization) کا معیار بہتر ہو جائے۔

غرض مختصراً معاشی ترقی یا معاشی افزائش (Growth) کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"Economic growth means an increase in the total output of a nation overtime. Economic growth is usually measured as the annual rate of increase in a nation's real G.D.P." (Samuelson)

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

معاشی ترقی کی پیمائش(Measurement of Economic Development):

ماہرین معاشیات کے سامنے یہ مسئلہ رہا ہے کہ معاشی ترقی کی پیمائش کے لئے کون سی کسوٹی استعمال کی جائے یا کون سی تبدیلی کو علامت یا مظہر (Indication) سمجھا جائے جس سے پتا چل جائے کہ معاشی ترقی ہوئی ہے یا نہیں، اور اگر ہوئی ہے تو کس قدر؟ ماہرین میں اس علامت پر کافی اختلاف موجود ہے، جیسا کہ ان کی آراء سے معلوم ہوتا ہے۔ مختلف ماہرین مندرجہ ذیل کو معاشی ترقی کی علامت سمجھتے ہیں:

1- قومی پیداوار میں اضافہ:

معاشی ترقی سے مراد ہے قومی آمدنی یا قومی پیداوار میں اضافہ۔

2- فی کس آمدنی میں اضافہ:

معاشی ترقی سے مراد ہے فی کس آمدنی میں اضافہ۔

3- فی مزدور پیداوار میں اضافہ:

معاشی ترقی کی علامت یہ ہے کہ فی مزدور پیداوار بڑھ جائے۔

4- ثانوی پیشوں کی اہمیت میں اضافہ:

ترقی کا مظہر یہ ہے کہ ابتدائی ذرائع روزگار مثلاً زراعت' کان کنی اور ماہی گیری وغیرہ کی اہمیت کم ہو جائے اور ان کی بجائے' ثانوی نوعیت کے پیشوں، مثلاً صنعت، تعمیرات، مواصلات اور تجارت کی اہمیت بڑھ جائے۔

5- اشیائے سرمایہ (Capital Goods) کی پیداوار میں اضافہ:

معاشی ترقی کی علامت یہ ہے کہ اشیائے صارفین کی پیداوار کے مقابلہ میں اشیائے سرمایہ، مثلاً مشینیں وغیرہ کی پیداوار میں، اضافہ ہوتا چلا جائے۔

6- سرمایہ کاری کی شرح میں اضافہ:

معاشی ترقی کا اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ سرمایہ کاری(Investment) کی رفتار پہلے سے بڑھ جائے۔

معاشی ترقی کی پیمائش کے طریقے:

1- حقیقی قومی آمدنی میں اضافہ:

اس طریقے کے حامی مائیر' بالڈون' سنائیڈر اور کنڈل برگر ہیں۔ ان ماہرین کے مطابق اگر کسی ملک کی حقیقی قومی آمدنی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہو تو وہ ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر اس ملک کی حقیقی قومی آمدنی نہیں بڑھ رہی تو وہ ملک ترقی نہیں کر رہا۔ ان ماہرین میں زری آمدنی کی بجائے حقیقی قومی آمدنی کو ترقی کا معیار بنایا ہے۔ یعنی اس آمدنی کو پیشِ نظر رکھا جائے گا جو قیمتوں کے اثر کو زائل کرنے کے بعد ہو۔ اس سلسلے میں ترقی کی شرح کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ لہٰذا قومی آمدنی کے معیار اور اس میں اضافے کی شرح دونوں کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ ایک ملک جو کہ زیادہ شرح سے ترقی کر رہا ہو گا وہ اپنے سے زائد آمدنی والے ملک سے جلد آگے نکل سکتا ہے۔

رکاوٹیں:

اس طریقے میں درج ذیل رکاوٹیں حائل ہیں:

(i) درست اعداد و شمار کا دستیاب نہ ہونا۔

(ii) ٹیکسوں اور اعانوں کی وجہ سے چیزوں کی صحیح قیمت کا اندازہ نہ ہونا۔

(iii) عوام کا عدم تعاون۔

2- فی کس آمدنی میں اضافہ:

اس طریقے کے حامی پروفیسر آرتھر لیوس، جیکب وائز، ایچ ایف ولیم سن اور لیبن سٹائن ہیں۔ ان کے مطابق کوئی ملک اس وقت ترقی کرتا ہے جب اس کی فی کس آمدنی بڑھ رہی ہو۔ فی کس آمدنی قومی آمدنی کو آبادی پر تقسیم کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ فی کس آمدنی اسی صورت بڑھ سکتی ہے جب آمدنی میں اضافے کی شرح زیادہ ہو اور آبادی میں اضافے کی شرح کم ہو۔

رکاوٹیں:

اس طریقے میں درج ذیل رکاوٹیں حائل ہیں۔

(i) درست اعداد و شمار کا دستیاب نہ ہونا۔

(ii) صرف فی کس آمدنی معیارِ زندگی کی ضمانت نہیں ہے۔

(iii) فی کس آمدنی، آمدنی کی تقسیم کے ہمیشہ مساوی ہونے کو ظاہر کرتی ہے جو کہ عملی زندگی میں ممکن نہیں۔

(iv) اکثر ماہرین کے خیال میں فی کس آمدنی معاشی ترقی کی پیمائش کا بہتر طریقہ نہیں۔

3- معیارِ زندگی بطور پیمانہ معاشی ترقی:

جدید ماہرین مندرجہ بالا دونوں طریقوں سے مطمئن نہیں ہے۔ ان ماہرین میں نارمن ہکس اور پال سٹریٹن شامل ہیں۔ ان کے مطابق کوئی ملک اس وقت ترقی کرتا ہے: جب اسے زندگی کی بنیادی ضروریات بہتر طور پر دستیاب ہوں۔ ان بنیادی ضروریات میں درج ذیل شامل ہیں:

(i) صحت کی سہولیات (ii) بہتر تعلیم

(iii) اچھی خوراک و رہائش (iv) آب رسانی و نکاسی

(v) نقل و حمل کے ذرائع

ان سہولیات کی وجہ سے بنیادی حاجات کی تسکین ہوگی اور غربت میں کمی آئے گی۔

ترقی پذیر معیشت کے مسائل

(Problems of Developing Economy)

کم ترقی یافتہ یا ترقی پذیر(Developing) ممالک اور معیشتوں کو درج ذیل مسائل درپیش ہیں:

پاکستان بھی ایک ترقی پذیر ملک ہے کیونکہ اس میں درج ذیل خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

1- پست فی کس آمدنی: (Low Per.capita Income)

نیم ترقی یافتہ ملکوں میں فی کس آمدنی بڑی قلیل ہوتی ہے۔ جبکہ ترقی یافتہ ملکوں میں زیادہ' مثلاً اس وقت جاپان میں فی کس سالانہ اوسط آمدنی 33 ہزار ڈالر اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کی پینتیس ہزار ڈالر سے زیادہ ہے۔ لہٰذا نیم ترقی یافتہ ممالک کے باشندے اپنی روزمرہ زندگی کی بنیادی ضرورتیں بھی اچھی طرح پوری نہیں کر سکتے۔

2- افراط آبادی(Population Pressures):

نیم ترقی یافتہ ملکوں کا ایک مسئلہ یہ ہے کہ ان کی آبادی ان کے ذرائع سے زیادہ ہے اور آبادی کے بڑھنے کی رفتار بھی تیز ہے۔ ماہرین کی رائے میں ان کے ذرائع بڑھتی ہوئی آبادی کے متحمل نہیں ہو سکتے' اس لئے معیارِ زندگی ایک پست سطح پر ٹھہر گیا ہے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

3۔ قدرتی ذرائع کا بے کار پڑے رہنا(Underdeveloped Resources):

بیشتر پس ماندہ ممالک کے پاس معدنیات' جنگلات' پانی' بجلی کے وسائل موجود ہیں لیکن وہ تو بالکل بے کار پڑے ہیں' یا ان پر پورا پورا فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔اس کی کئی وجوہ ہوسکتی ہیں' مثلاً سرمائے کی قلت' ہنر مند مزدوروں اور ماہرین کی قلت' ذرائع نقل وحمل کی قلت ۔ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان ملکوں کے پاس قدرتی ذرائع موجود ہی نہیں کیونکہ خود ان کی تلاش کا دارومدار تکنیکی مہارت پر ہے۔لہٰذا یہ کہنے کی بجائے کہ غریب ممالک میں قدرتی ذرائع کی قلت ہے یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ ان کی غربت کا اصل سبب یہ ہے کہ یہ معاشرتی اور اقتصادی تنظیم اور ٹیکنالوجی میں مناسب تغیرات لاکر قدرتی ذرائع کی قلت کو دور کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔پاکستان میں کالا باغ ڈیم کا مسئلہ کافی مدت سے معرض التواء میں پڑا ہوا ہے' اس کی بھی سیاسی اور مالی وجوہ ہیں۔

4- پست استعدادِ کار(Low Efficiency):

پس ماندہ ممالک کا،ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ یہاں کے باشندوں کی کارکردگی اور استعداد کا معیار بڑا پست ہے۔وہ اپنے گردوپیش کے ذرائع کو مسخر کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ان کی یہ پست صلاحیت، مندرجہ ذیل شکلوں میں ظاہر ہوتی ہے:

- مزدوروں کی استعدادِ کار پست ہے
- عاملینِ پیدائش میں نقل پذیری(Mobility) کم ہے۔
- تخصیص کار(Specialization) بڑی محدود ہے۔
- ناظمانہ صلاحیتوں(Entrepreneurial Qualities) کی کمی ہے۔
- معاشی تقاضوں اور معلومات سے ناآشنا ہیں۔
- معاشرتی ماحول معاشی انقلاب کے لئے تحریک کا باعث نہیں۔

پست صلاحیت واستعداد کی وجوہ یہ ہیں:

گھٹیا خوراک ملتی ہے، صحت کا معیار بڑا پست ہے، ناخواندگی عام ہے، فنی تربیت کی سہولتیں کم ہیں، پیشہ ورانہ نقل پذیری میں رکاوٹیں ہیں اور طبی سہولتوں کی کمی ہے۔لیکن وباؤں کی کثرت ہے۔پاکستان میں خواندگی کی شرح 58% فیصد ہے جبکہ ترقی یافتہ ملکوں کی 95 فیصد اور چین کی 93 فیصد ہے۔

5- سرمائے کی قلت(Capital Deficiency):

غریب ممالک کا ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ ان میں سرمائے کی قلت ہے۔صرف سرمائے کی ذخیرہ ہی کم نہیں بلکہ سرمایہ جمع ہونے کی رفتار بھی سست ہے، بہت سے پسماندہ ملکوں میں سرمایہ اندوزی کی شرح اتنی پست ہے کہ بڑھتی ہوئی آبادی کے پیشِ نظر فی کس سرمایہ کی مقدار یکساں سطح پر بھی برقرار نہیں رکھی جاسکتی۔

6- خام مال(Raw Material) کی برآمد:

پس ماندہ ملکوں کا ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ ان میں عموماً خام اشیاء پیدا ہوتی ہیں جو مصنوعات میں ڈھالے بغیر برآمد کردی جاتی ہیں اور ان کی قیمت کم ملتی ہے۔جہاں تک غریب ممالک کی درآمدات کا تعلق ہے یہ عام اشیائے صارفین، مصنوعات، مشینیں اور دیگر اشیائے سرمایہ پر مشتمل ہوتی ہیں۔چونکہ ان چیزوں کی قیمت بڑھتی جاتی ہے اور خام مال کی قیمت کم ہوتی جاتی ہے، اس لئے ان ملکوں کی ''نسبت درآمد وبر آمد''(Terms of Trade) خراب تر ہوتی جارہی ہے۔

7- غیر موافق توازنِ ادائیگیاں(Adverse Balance of Payments):

پس ماندہ ممالک کے توازن ادائیگیاں میں اکثر خرابی ہوتی رہتی ہے۔یعنی ان کی برآمدات کم ہوتی ہیں اور درآمدات زیادہ، اس لیے وہ دوسرے ملکوں کے مقروض ہوتے ہیں۔اس کی اہم وجوہات حسبِ ذیل ہیں:

(الف) ان ممالک کی برآمدات زرعی پیداواروں اور خام اشیاء(Primary Goods) پر مشتمل ہوتی ہیں اور ان کی مقدار گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔

(ب) ''درآمد و برآمد کی نسبت'' ناموافق ہوتی ہے یعنی یہ ممالک جو اشیاء منگواتے ہیں ان کی قیمتوں کا رجحان اوپر کو ہے اور جو اشیاء برآمد کرتے ہیں ان کی قیمتوں کا رجحان نیچے کو ہے۔

8- دولت کی غیر مساویانہ تقسیم: (Unequal Distribution of Wealth)

پس ماندہ ملکوں میں دولت کی تقسیم غیر مساویانہ اور غیر منصفانہ ہوتی ہے۔ایک طرف انتہائی دولت مند طبقہ ہوتا ہے جو ملک کی بیشتر دولت پر قابض ہوتا ہے اور دوسری طرف انتہائی غریب طبقہ جو روکھی سوکھی روٹی پر گزارہ کرتا ہے۔اس سے نہ صرف معاشرتی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، بلکہ معاشی برائیاں بھی جنم لیتی ہیں۔سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ ملک میں سرمایہ کاری کی رفتار سست پڑجاتی ہے کیونکہ غرباء کی آمدنی کم ہوتی ہے اور وہ سرمایہ کاری کے لئے کچھ نہیں بچاسکتے۔امراء اپنی بچتیں سرمایہ کاری پر صرف کرنے کی بجائے عیش وعشرت میں اُڑا دیتے ہیں۔

9- مشینوں کا کم استعمال: (Less use of Mechines)

ترقی یافتہ ممالک میں سائنس اور ٹیکنالوجی نے بہت زیادہ ترقی کی ہے۔ہر قسم کی شے بنانے کے لئے خود کار مشینیں اور آلات استعمال کئے جاتے ہیں جن کی بدولت اشیاء زیادہ مقدار میں بنتی ہیں، اعلیٰ قسم کی بنتی ہیں اور کم خرچ پر تیار ہوجاتی ہیں، لیکن پس ماندہ ممالک میں مشینوں کا استعمال بہت کم ہوتا ہے کیونکہ ان کے پاس مشینیں اور مشینیں چلانے والے افراد کی بھی کمی ہوتی ہے۔

10- فنی ماہروں کی قلت: (Lack of Technical Experts)

ترقی یافتہ ممالک میں فنی ماہرین کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔انجینئر، میکینک، ٹیکنیشن، کمپیوٹر آپریٹر، اکاؤنٹنٹ، مینیجر اور طرح طرح کے دیگر تربیت یافتہ لوگ اپنے اپنے میدان میں بڑی مستعدی سے کام کرتے ہیں لیکن پس ماندہ ممالک میں ایسے لوگوں کی سخت قلت ہوتی ہے۔

11- زراعت پر دارومدار: (Dependence on Agriculture)

زیرترقی ممالک کی ایک اور خاصیت یہ ہے کہ یہاں پر سب سے اہم ذریعہ معاش زراعت ہے۔ساٹھ سے ستر فیصد آبادی کا دارومدار کھیتی باڑی پر ہے کیونکہ غیر زرعی پیشوں اور صنعتوں نے اسی رفتار سے ترقی نہیں کی جس رفتار سے آبادی بڑھی ہے۔زراعت پر بہت زیادہ دباؤ کی وجہ سے قومی آمدنی کی بنیاد کمزور رہتی ہے، زمین چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہوتی جارہی ہے اور فی کس زرعی زمین کا حصہ گھٹتا جا رہا ہے۔پاکستان کی قومی پیداوار میں اب زرعی پیداوار کا حصہ 21 فیصد ہے۔بھارت میں 35 فیصد اور چین میں 36 فیصد جب کہ ترقی یافتہ ممالک کی قومی پیداوار میں زراعت کا حصہ کم ہوتا ہے اور صنعت کا زیادہ۔مثلاً امریکہ میں قومی پیداوار کا صرف 2 فیصد، برطانیہ میں 5 فیصد اور جاپان میں 3 فیصد زرعی پیداوار پر مشتمل ہوتا ہے۔

12-\ آبادی کی تیز شرح افزائش: (Papid Population Growth)

ترقی یافتہ ممالک میں آبادی کی شرح افزائش بھی کم ہے، مثلاً 0.7 فیصد سالانہ جب کہ پسماندہ ملکوں میں اوسطاً 2.6 فیصد۔ویسے الگ

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

الگ ممالک کی شرح یوں ہے: بنگلہ دیش 1.7 فیصد، انڈونیشیا 1.9 فیصد، بھارت 1.5 فیصد، پاکستان 2.5 فیصد، چین 2.3 فیصد، مصر 1.8 فیصد، ترکی 1.3 فیصد، ایران 1.4 فیصد، انڈونیشیا 1.2 فیصد اور مائیشیا 1.7 فیصد ہیں۔ جب کہ یہ شرح جاپان میں 0.3 فیصد ہے، یوکے 0.4 فیصد، جرمنی 0.5 فیصد، فرانس 0.5 فیصد، سوئٹزرلینڈ 0.8 فیصد اور امریکہ 1.1 فیصد۔

13- آبادی کی گنجانی (Density of Population)

پسماندہ ملکوں میں آبادی کی گنجانی (یعنی فی مربع کلومیٹر آبادی کی اوسط تعداد) نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے ملک کی کل آبادی کو، کل رقبہ پر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس وقت پاکستان میں فی مربع میل اوسط آبادی 166 افراد ہے، بھارت میں 353 افراد، بنگلہ دیش میں 965 اور جنوبی ایشیا کے ممالک کی گنجانی آبادی 273 افراد ہے۔ جب کہ ترقی یافتہ ممالک کی گنجانی آبادی کم ہوتی ہے، مثلاً کینیڈا کی 3 افراد، سویڈن کی 22، امریکہ کی 31، اور بلندترین آمدنی والے ممالک کی اوسط گنجانی 29 افراد ہے۔ تاہم بعض ترقی یافتہ ممالک میں گنجانی آبادی بھی زیادہ ہے لیکن ان کی معاشی ترقی کے باعث ان کا معیارِ زندگی بلند ہے۔ مثلاً سوئٹزرلینڈ 180 افراد، یوکے 244 افراد، جرمنی 231 افراد اور جاپان 349 افراد۔

14- شیر خوار بچوں کی شرح اموات (Infant Mortality):

پسماندہ ملکوں میں شیر خوار یعنی پانچ سال سے کم عمر کے بچوں کی شرح اموات زیادہ ہے۔ کیونکہ انہیں طبی اور غذائی سہولتیں پوری نہیں ملتیں۔ یہ شرح فی ہزار شمار ہوتی ہے۔ مختلف ممالک کی ڈنما شرح یوں ہے: بھارت 88 بچے فی ہزار، بنگلہ دیش 104، نیپال 117، نائیجیریا 122، پاکستان 74، ایتھوپیا 175 اموات فی ہزار۔ اور تمام کم ترقی یافتہ ممالک کی اوسط 97 اموات فی ہزار۔ ان کے برعکس ترقی یافتہ ممالک میں شیر گان کی شرح اموات یوں ہے: جاپان 6، ڈنمارک 6، جرمنی 6، سوئٹزرلینڈ 6، یوکے 7، کینیڈا 8 اموات فی ہزار اور ترقی یافتہ ممالک کی اوسط شرح اموات بچگان 7 ہے۔

غرض یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ دنیا کے چالیس غریب ترین ممالک میں دنیا کی پچپن فیصد آبادی رہتی ہے لیکن پوری دنیا کی آمدنی کا صرف چار فیصد حاصل ہوتا ہے نیز ماہرین کی رائے کے مطابق اگلے بیس سال میں غریب ممالک عالمی آبادی میں ڈیڑھ ارب افراد کا، جب کہ بلند آمدنی والے ممالک فقط پانچ کروڑ افراد کا اضافہ کریں گے۔

15- تحتی ڈھانچہ (Infrastructur) کی تعمیر:

معاشی ترقی، سرمایہ کاری کے فروغ، صنعت افروزی اور تجارتی توسیع کے لئے ضروری ہے کہ بعض بنیادی سہولتیں مہیا کی جائیں، مثلاً ذرائع آمد و رفت، نقل و حمل اور خبر رسانی (یعنی سڑکیں، ریلیں، ڈاک خانے، تار گھر، ٹیلی فون وغیرہ) قوت و توانائی (Energy) کی پیداوار اور تقسیم۔ شہروں اور صنعتی علاقوں میں رہائشی سہولیات، منڈیاں اور مالی ادارے، تقسیم کار و تخصیص (Specialization) وغیرہ۔ لیکن ترقی پذیر ممالک کا تحتی ڈھانچہ بہت کمزور ہے۔

معاشی ترقی کے عوامل

(Factors of Economic Development)

پچھلے صفحات میں اس مسئلہ کی وضاحت ہو چکی ہے کہ غریب اور پس ماندہ ملکوں کے مسائل کیا ہیں اور ان کی معاشی ترقی میں کیا رکاوٹیں حائل ہیں۔ اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ غریب ملکوں کی معاشی ترقی کے لئے کون سے اقدامات کرنے چاہئیں۔ بنیادی طور پر معاشی نمو اور افزائش و ترقی (Growth) ان چار پہیوں پر سوار ہوتی ہے:

(i) انسانی ذرائع (ii) قدرتی ذرائع

(iii) تشکیل سرمایہ (iv) ٹیکنالوجی

ان چار پہیوں کی تفصیل یہ ہے:

(i) انسانی ذرائع سے مراد ہے، لیبر فورس (یعنی کارکنوں کی تعداد، تعلیم، ہنرمندی، نظم و نسق)۔

(ii) قدرتی ذرائع سے مراد ہے، تیل، گیس، زمین اور آب و ہوا۔

(iii) تشکیلِ سرمایہ سے مراد ہے، ساز و سامان، کارخانے، معاشرتی بالائی سرمایہ یعنی سڑکیں، آبپاشی کے منصوبے، صحتِ عامہ کے لئے اقدامات، تحتی ڈھانچہ (Infrastructure) جو عموماً سرکاری سطح پر کئے جاتے ہیں۔

(iv) ٹیکنالوجی اور تنظیم سے مراد ہے: سائنس و انجینئرنگ کی معلومات کا معیار، انتظامی مہارت، نئی دریافتوں اور ایجادوں کی حوصلہ افزائی وغیرہ۔

تاہم ترقی کے یہ عوامل معاشی، معاشرتی اور سیاسی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ پہلے ہم معاشی عوامل کا ذکر کرتے ہیں۔

معاشی عوامل (Economic Factor's)

1- عزم و جرأت (Determination):

سب سے پہلی شرط جو کسی ملک کی ترقی کے لیے ضروری ہے وہ ہے ترقی کرنے کا عزم۔ نہ صرف عزم بلکہ ان میں یہ جرأت بھی ہونی چاہئے کہ وہ اس مقصد کے لئے اپنی تمام قوتیں اور صلاحیتیں وقف کر دیں گے اور ترقی کی عمارت خود ملکی ذرائع کی بنیاد پر تعمیر کریں گے۔ جب تک وہ غیر ملکی سہارے تلاش کرتے رہیں گے ان کی ترقی عارضی اور ناپائیدار ہوگی۔

2- کامل منڈی (Perfect Market) کے تقاضے:

معاشی ترقی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ منڈی کے نظام کو مکمل اور نقائص سے پاک کر دیا جائے یعنی ایسے حالات پیدا کرنے چاہئیں کہ عاملینِ پیدائش آزادی کے ساتھ، ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک پیشے سے دوسرے پیشے میں منتقل ہو سکیں، اجارہ دارانہ (Monopolistic) کیفیات ختم کی جائیں، بازارِ سرمایہ مضبوط بنایا جائے اور قرضہ کی سہولتیں بڑھائی جائیں تا کہ کاشتکار، صنعت کار اور تاجر ملکی ذرائع کا بہتر استعمال کر سکیں۔

3- سرمایہ اندوزی (Capital Formation):

معاشی ترقی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ کثیر مقدار میں سرمایہ فراہم کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے تین طریقے اختیار کئے جا سکتے ہیں:

الف۔ لوگ اپنی ساری آمدنی اشیائے ضرورت پر صرف نہ کریں بلکہ اس کا کچھ حصہ پس انداز کریں۔

ب۔ اگر اس طرح کافی روپیہ حاصل نہ ہوتا ہو تو حکومت ٹیکس لگا کر روپیہ جمع کرے۔

ج۔ اگر اس طرح بھی حسبِ ضرورت سرمایہ حاصل نہ ہو تو غیر ممالک سے قرض لے لیا جائے۔ تاہم یہ چیز قابلِ غور ہے کہ بہترین ذریعہ ملک کی اندرونی بچتیں ہی ہیں۔ ملک میں قرضہ لینے اور دینے کا ایک مضبوط نظام ہونا چاہیے تا کہ یہ بچتیں عام کاروباری لوگ یا حکومت حاصل کر لے اور کاروباری لوگ یا حکومت ان حاصل کردہ بچتوں کو، سرمایہ کاری پر خرچ کریں، یعنی انہیں ایسے مقاصد کے لئے استعمال کریں جہاں سے مزید آمدنی حاصل ہوتی ہو، مثلاً نئے کارخانے قائم کرنا، یا نئے تجارتی اور صنعتی ادارے بنانا۔ سرمائے کی مقدار بڑھانے کے عمل کو تشکیلِ سرمایہ یا سرمایہ اندوزی (Capital Formation) کہا جاتا ہے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

4- جدید ٹیکنالوجی:

ترقی یافتہ ملکوں نے عرصہ گذشتہ میں، ٹیکنیکی (یعنی فنیاتی) ترقی میں قدم بہت آگے بڑھائے ہیں، جس کی بنا پر ان کی اشیاء پیدا کرنے کی قوت میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے، مگر پس ماندہ ملکوں میں جدید ٹیکنالوجی کا صرف معمولی سا حصہ ہی پہنچتا ہے۔ پسماندہ ممالک کو چاہئے کہ بیرونی دنیا سے ٹیکنالوجی حاصل کریں اور اپنے مخصوص حالات اور تقاضوں کے مطابق مطلوبہ ترمیم کر کے، صنعتی ترقی کی جانب قدم بڑھائیں۔ اس سلسلہ میں جاپان کی مثال قابلِ تقلید ہے۔ جاپان صنعتی دوڑ میں بہت بعد میں شامل ہوا تھا لیکن انیسویں صدی کے اواخر میں اس نے ایک طرف اپنے طلبہ کو مغربی ممالک میں فنی تربیت لینے کے لئے بھیجنا شروع کیا اور دوسری طرف حکومت نے معاشی فروغ کے لئے سازگار حالات پیدا کئے۔ جس کے باعث بیرونی ٹیکنالوجیز کو اپنے حالات کے مطابق ڈھال کر آج جاپان دنیا کا دوسرا سب سے بڑا صنعتی ملک بن چکا ہے۔

5- معاشرتی بالائی سرمایہ (Social Overhead Capital) کی بہم رسانی:

صنعت افرازی (Industrialization) اور زرعی پیداوار کی خرید و فروخت کے لئے بعض ابتدائی اور بنیادی سہولتوں کی ضرورت ہوتی ہے، جیسے ذرائع نقل و حمل اور مواصلات (مثلاً سڑکیں، ریلیں، ٹیلی فون)' منڈیاں، بند (Dams)، آبپاشی کے منصوبے، بجلی اور توانائی کی بہم رسانی، وبائی امراض کا انسداد وغیرہ۔ جب تک یہ سہولتیں موجود نہ ہوں، لوگ سرمایہ کاری کی طرف راغب نہیں ہوتے۔ گویا یہ بیرنی کفایات (External Economies) کا کام دیتی ہیں' لہٰذا یہ سہولیات مہیا کی جانی چاہئیں۔

سیاسی عوامل: (Political Facors)

کسی ملک کی معاشی ترقی کے لئے اقتصادی عوامل کے ساتھ ساتھ، سیاسی عوامل کا سازگار ہونا بھی ضروری ہے، اس کا یہ مطلب ہے کہ حکومت ملک کو ترقی دینا چاہتی ہو، اسے زرعی دور سے نکال کر صنعتی اور جوہری توانائی کے دور میں لانے کی خواہش مند ہو۔ انتظامی مشینری مستعد اور محنتی ہو۔ عہدِ حاضر میں پس ماندہ ممالک میں، معاشی ترقی کی زبردست خواہش پیدا ہوئی ہے، اور ان کی حکومتیں اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داریاں محسوس کرتی ہیں، لیکن پاکستان میں سیاسی حالات بڑے تغیر پذیر، ہنگامہ خیز اور غیر مستحکم رہے ہیں۔ پاکستان کی معاشی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ سیاسی اور انتظامی مشینری نہایت دیانتدار، مستعد اور ایثار پیشہ ہو۔ پاکستان ایک اسلامی جمہوریہ ہے لیکن یہاں بیسیوں سیاسی جماعتیں ہیں جن کے الگ الگ منشور ہیں حالانکہ اسلامی نظامِ حیات تو ایک واضح، مسلمہ، دائمی اور ابدی حقیقت ہے اور صرف یہی منشور مطلوب و موجود ہونا چاہئے۔ (پاکستان میں سیاسی عدم استحکام اور ٹوٹ پھوٹ پر گزشتہ صفحات میں بحث ہو چکی ہے)

معاشرتی عوامل: (Social Factors)

معاشی ترقی میں ''معاشرتی عوامل'' بھی بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اگر معاشرتی ماحول، تمدن روایات، سماجی رسوم و نظریات سازگار ہوں تو معاشی ترقی کا عمل تیز ہوتا ہے ورنہ سست۔ اگر لوگ محنتی اور جفاکش ہوں، مہذب اور تعلیم یافتہ ہوں، دوراندیش اور کفایت شعار ہوں، خوش حال اور ترقی پذیر زندگی گزارنے کے خواہش مند ہوں، تو معاشی ترقی کا راستہ خود بخود ہموار ہو جاتا ہے۔ پس ماندہ ممالک میں بعض لوگ اَن پڑھ، جاہل، اوہام پرست، کام چور، پیشہ ور بھکاری، کاہل اور فضول خرچ ہوتے ہیں، اور یہی باتیں ان کی معاشی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔

پاکستان میں بیشتر آبادی اَن پڑھ ہے، سائنس اور ٹیکنالوجی کے جدید تقاضوں سے بے خبر ہے، لوگ معاشی ترقی کے لئے اجتماعی کوشش کرنے کے شعور سے محروم ہیں، فضول خرچی اور نمود و نمائش کے عادی ہیں، محنت اور جفاکشی سے جی چراتے ہیں، اس لئے جب تک لوگوں

کے نظریہ حیات میں انقلاب نہ لایا جائے وہ عہدِ جدید کے معاشرتی تقاضوں کو پورا نہیں کر سکیں گے۔

معاشرتی عوامل کو سازگار بنانے میں تعلیم بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے، لہٰذا معاشی ترقی کے لیے ایسے نظامِ تعلیم کی ضرورت ہے جو:

- ہماری معیشت کو سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور میں داخل ہونے میں مدد دے۔
- سیاسی، سماجی اور اقتصادی ترقی میں معاون ثابت ہو۔
- تعلیمی معیار کو بلند کر دے تاکہ قوم کے نوجوان، قومی ذمہ داریوں کو کماحقہٗ نبھا سکیں۔

معاشی منصوبہ بندی

(Economic Planning)

معاشی منصوبہ بندی کا تصور (Concept of Economic Planning):

عہدِ حاضر میں دنیا کے بیشتر ممالک ان مسائل سے دوچار ہیں: غربت، بیماری، ناخواندگی، بے روزگاری، زرعی و صنعتی پس ماندگی، پست معیارِ زندگی، غیر مساوی تقسیمِ دولت، گرانی و مہنگائی، افراطِ زر، بیرونی ادائیگیوں میں عدم توازن، غیر ملکی قرضہ کا بوجھ، بجٹ میں خسارہ وغیرہ۔

اگرچہ غربت و افلاس کا وجود عہدِ قدیم سے ہے لیکن اس سے چھٹکارا پانے کی خواہش اور یہ امید کہ چھٹکارا پایا جا سکتا ہے، زمانہ حال کی پیداوار ہیں، کیونکہ نہ صرف سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی کی بدولت وسائل کا بہتر استعمال ممکن ہو گیا ہے، بلکہ معاشی منصوبہ بندی کا تصور بھی بہت مقبول ہو گیا ہے اور بعض اقوام نے معاشی منصوبہ بندی کی بدولت قابلِ رشک ترقی کی ہے۔

معاشی منصوبہ بندی کی تعریف: (Defination of Economic Planning)

معاشی منصوبہ بندی کی تعریف مختلف معاشیین نے مختلف انداز سے کی ہے، مثلاً پروفیسر لیوس لارون (Lewis Larwin) لکھتے ہیں:

''معاشی منصوبہ بندی سے مراد معاشی تنظیم کی ایک ایسی تدبیر ہے جس میں مختلف کارخانوں، کاروباری تنظیموں اور صنعتوں کو کسی ایک واحد نظام کی معاون باہم اکائیاں تصور کیا جاتا ہے تاکہ ایک معینہ مدت میں، تمام موجودہ ذرائع اور وسائل سے استفادہ کر کے لوگوں کی ضروریات کو بدرجہ احسن پورا کیا جائے۔''

پروفیسر ڈکن سن (Dickenson) اپنی کتاب ''معاشیات اشتراکیت'' میں منصوبہ بندی کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''معاشی منصوبہ بندی سے مراد کسی ملک کی مقتدر اور ذمہ دار اتھارٹی کے بعض بڑے بڑے فیصلے ہیں، مثلاً کون سی اشیاء پیدا کی جائیں، کتنی مقدار میں کی جائیں اور کن کے لئے کی جائیں' یہ فیصلے پورے معاشی نظام کا مکمل جائزہ لے کر کئے جاتے ہیں۔''

مختصراً، معاشی منصوبہ بندی میں تین باتیں مرکزی حیثیت رکھتی ہیں:

اول، عقل و دانش سے کام لے کر مقاصد (Objectives) متعین کرنا۔

دوم، ملک کے تمام ذرائع کو اس طرح کام میں لانا کہ مطلوبہ مقاصد حاصل ہو جائیں۔

سوم، منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک ذمہ دار اتھارٹی قائم کرنا جسے مرکزی اختیارات حاصل ہوں۔

پاکستان میں منصوبہ بندی کی ضرورت و اہمیت: (Need of Economic Planning in Pakistan)

پاکستان ایک پسماندہ (Backward) اور ترقی پذیر (Developing) ملک ہے۔ اسے مختلف مسائل درپیش ہیں، مثلاً کم قومی پیداوار، پست فی کس آمدنی، افراطِ آبادی، افراطِ زر، فنی معلومات کی قلت، ادائیگیوں کا خراب توازن، بیرونی قرضوں کا بوجھ، زراعت میں مشینوں کا کم استعمال، غیر موافق نسبت درآمد و برآمد، بے روزگاری، تقسیمِ دولت کا ناقص نظام وغیرہ۔ ان تمام مسائل کا علاج ہے:

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

معاشی منصوبہ بندی۔ پاکستان میں اقتصادی منصوبہ بندی کی ضرورت واہمیت درجِ ذیل باتوں سے واضح ہوجاتی ہے:

1- نجی شعبہ (Private Sector) کی کمزوریاں:

پاکستان میں نجی شعبہ کے تاجر اور صنعتکار اپنے مخصوص اور محدود مقاصد کے پیشِ نظر ہی معاشی سرگرمیاں اختیار کرتے ہیں، اور ایسے تمام شعبے نظر انداز کردیتے ہیں جو ملکی معیشت کے لئے بنیادی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے کاموں کے لئے یا تو کثیر مقدار میں سرمایہ درکار ہوتا ہے، یا ان سے نفع دیر کے بعد حاصل ہوتا ہے یا ان سے حاصل ہونے والے نفع کی شرح کم ہوتی ہے۔ اس لئے ضروری ہوتا ہے کہ حکومت مداخلت کرکے، قومی نقطہ نگاہ سے' معاشی ترقی اور مختلف شعبوں میں سرمایہ کاری کی راہ متعین کرے۔

2- قیمتوں کی میکانیت (Price Mechanism) کے نظام کی کمزوریاں:

قیمتوں کی میکانیت (Price Mechanism) کے نظام سے مراد یہ ہے کہ ملک میں اشیاء وخدمات کی پیداوار اور صَرف کا معاملہ وغیرہ کو طلب ورسد اور قیمتوں کے آزادانہ اثرات وکارفرمائی پر چھوڑ دینا۔ لیکن تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ اس نظام کے تحت ملکی ذرائع کا استعمال بھرپور طریقہ سے نہیں ہوتا۔ لہٰذا معاشی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے تاکہ خصوصی مقاصد کے پیشِ نظر، قومی ذرائع کو اس طرح استعمال کیا جائے کہ ان کا کوئی حصہ ضائع نہ ہونے پائے۔

3- سرمائے کی قلت: (Shortage of Capital)

پاکستان میں سرمائے کی قلت ہے، جس کے باعث بڑے بڑے صنعتی اور ترقیاتی پروجیکٹ مکمل نہیں ہوسکتے۔ اس کام کے لئے بھی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے تاکہ لوگوں کو روپیہ پس انداز کرنے اور دوبارہ کاروبار میں لگانے کی ترغیب دی جائے۔ ضرورت ہے کہ باقاعدہ منصوبہ بندی کی معرفت اور ایک سوچے سمجھے ہوئے پروگرام کے تحت ملک میں کفایت شعاری کی مہم چلائی جائے تاکہ بچتوں میں اضافہ ہو اور سرمایہ کاری کی مقدار بڑھ جائے۔

4- تقسیم دولت کی اصلاح: (Correct Distribution of Wealth)

پاکستان میں منصوبہ بندی کی اہمیت اس لئے بھی زیادہ ہے کہ آمدنی ودولت کی تقسیم میں وسیع فرق کو کم کیا جائے کیونکہ یہ معاشی اور سماجی ترقی میں رکاوٹ کا باعث ہے۔ اس وقت زمین کی ملکیت (Land Ownership) میں جو فرق پایا جاتا ہے وہ نہ صرف ناپسندیدہ ہے بلکہ نقصان دہ بھی ہے۔ اس سے ترقی کرنے کے جذبے کو ٹھیس پہنچتی ہے اور کثیر آبادی کے لئے زندگی کے حالات ناسازگار ہوجاتے ہیں۔ دولت اور ذرائع پیدائش کا چند ہاتھوں میں مرتکز (Concentrate) ہونے سے عام شہری کے مفاد کو سخت دھچکا لگتا ہے۔ منصوبہ بندی کے ذریعے ان حالات کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔

5- تعیشانہ مصرف (Luxurious Consumption) پر کنٹرول:

ہمارے ہاں متمول طبقہ انتہائی پُرتعیش اور پُرشکوہ انداز میں زندگی گزارتا ہے، اس کا اظہار مختلف طریقوں میں ہوتا ہے۔ نہایت قیمتی ذرائع نقل وحمل، پُرتکلف دعوتیں، بڑے بڑے عیاشیانہ عشرت کدے اور آئے دن غیر ملکی سیر وسیاحت اور دورے۔ اس صورت حال سے نچلے طبقے میں سخت بےزاری، بددلی اور بےاطمینانی پیدا ہوتی ہے اور معاشرتی استحکام وہم آہنگی میں رخنہ پڑتا ہے۔ امراء کو اس روش سے باز رکھنے کے لئے بھی مناسب اقدامات کرنے چاہئیں اور اس غرض کے لئے منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔

6- مخفی بےروزگاری (Disguised Unemployment) کا علاج:

پاکستان میں مستور بےروزگاری بھی موجود ہے یعنی زرعی شعبہ میں کثیر تعداد ایسے لوگوں کی مصروف ہے جو صحیح معنوں میں جذب نہیں

ہوسکتے۔ لہٰذا منصوبہ بندی کے ذریعہ ہم ان لوگوں کو ایسے شعبہ سے نکال کر زیادہ بارآور شعبوں میں کام پر لگاسکتے ہیں۔ چنانچہ مربوط دیہی ترقیاتی پروگرام کی ضرورت ہے۔

7- بیرونی قرضہ اور سرمایہ کاری: (External Rebt and Investment)

معاشی منصوبہ بندی کے ذریعہ ہم یہ معلوم کرسکتے ہیں کہ ترقیاتی پروگراموں کے لئے کس قدر بیرونی امداد اور بیرونی سرمایہ کاری کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ملکی سرمایہ کاروں کو مختلف پروجیکٹوں کی تکمیل کے لئے سرمایہ کاری کی ترغیب دی جاسکتی ہے۔ نیز بین الاقوامی مالی اداروں سے قرضہ لیا جاسکتا ہے۔

پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی اس لئے بھی ضروری ہے کہ وہ مقاصد حاصل کیے جاسکیں جو ترقی پذیر ممالک کے پیشِ نظر ہوتے ہیں، مثلاً قومی آمدنی میں اضافہ، فی کس آمدنی میں اضافہ، روزگاری مواقع میں اضافہ، غذائی پیداوار میں خودکفالت، قیمتوں میں استحکام، غیر ملکی مقابلہ کی خرابیوں سے بچاؤ، افزائشِ سرمایہ کی بلند شرح، ادائیگیوں کے توازن کی اصلاح وغیرہ۔

پاکستان منصوبہ بندی کمشن

(Planning Commission)

حکومتِ پاکستان نے جولائی 1953ء میں ایک منصوبہ بندی بورڈ قائم کیا جس سے 1955ء تا 1960ء کی مدت کے لئے پہلا پانچ سالہ منصوبہ تیار کیا۔ (1958ء میں اس کا نام منصوبہ بندی کمشن رکھ دیا گیا)

پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کا آغاز 1955ء سے ہوا، جب پہلا منصوبہ 1955ء تا 1960ء بنایا گیا، اس کے بعد 1960ء تا 1965ء کے عرصہ کے لئے دوسرا پانچ سالہ منصوبہ تیار کیا گیا، پھر 1965ء تا 1970ء تیسرا منصوبہ اور 1970ء تا 1975ء چوتھا منصوبہ بنایا گیا لیکن 1971ء میں مشرقی پاکستان کے الگ ہوجانے کے باعث اس پر عمل نہ ہوسکا، چنانچہ اس عرصے کے دوران میں مناسب سمجھا گیا کہ معاشی منصوبہ بندی کا سال بہ سال پروگرام بنایا جائے، لہٰذا اس مدت میں معاشی منصوبہ بندی کے اہم انداز یہ تھے:

سالانہ ترقی پروگرام (Annual Development Programme: ADP) اور سالانہ منصوبے۔

گذشتہ عرصے کے تجربات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ سالانہ ترقیاتی پروگراموں کی مدد سے معاشی ترقی کے مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ پانچ سالہ ترقیاتی منصوبوں کا سابقہ طریقہ کار شروع کیا جائے۔ لہٰذا یکم جولائی 1978ء کو پانچویں پانچ سالہ منصوبے 1978ء تا 1983ء کا آغاز کردیا گیا۔

پہلا پانچ سالہ منصوبہ (1955ء-1960ء):

اس منصوبے کا حجم 1080 کروڑ روپے تھا۔ اس میں سے 750 کروڑ سرکاری شعبہ پر جب کہ 350 کروڑ پرائیویٹ شعبہ پر خرچ کرنا۔ اس منصوبے کا مقصد قومی آمدنی میں اضافہ، ادائیگیوں کے توازن میں بہتری، روزگار کے مواقع، تعلیم اور رہائش کی سہولیات وغیرہ مہیا کرنا۔ یہ منصوبہ دیر سے لاگو کیا گیا لہٰذا یہ اپنے مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہا۔

دوسرا پانچ سالہ منصوبہ (1960ء-1965ء):

اس منصوبے کا مقصد ترقی کی رفتار کو تیز کرنا تھا۔ مزید یہ کہ معیشت کے تمام شعبوں میں ترقی کی رفتار کو یکساں رکھا جائے۔ اہم اہداف ملکی قومی آمدنی میں اور فی کس آمدنی میں اضافہ' اناج کی پیداوار میں اضافہ' درمیانے اور بڑے درجے کی صنعتوں کی ترقی' روزگار کی فراہمی، بچتوں میں اضافہ، کم ترقی یافتہ صوبوں پر توجہ اور زرِمبادلہ کے ذخائر میں اضافہ کرنا شامل ہیں۔ اس منصوبے کا حجم 1900 کروڑ روپے تھا۔ یہ

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

منصوبہ سیاسی استحکام، سرمایہ کاروں کو سہولیات، بیرونی امداد اور بہتر موسمی حالات کی وجہ سے کامیاب رہا۔

تیسرا پانچ سالہ منصوبہ (1965ء-1970ء):

اس منصوبے کا حجم 5200 کروڑ روپے تھا، اس میں سے 3000 ہزار کروڑ روپے سرکاری شعبہ پر جبکہ 2200 کروڑ روپے نجی شعبہ پر خرچ کرنا تھا۔ اس منصوبے کے اہم اہداف میں جی این پی میں اضافہ، علاقائی تفاوت کو کم کرنا، بیروزگاری میں کمی، ادائیگیوں کے توازن میں بہتری، بنیادی صنعتوں کا قیام زرعی پیداوار میں اضافہ اور آبادی پر قابو پانا شامل تھے۔ یہ منصوبہ انڈیا کے ساتھ جنگ، امریکی امداد کی منسوخی اور سیلاب اور خشک سالی کی وجہ سے ناکام رہا۔

چوتھا پانچ سالہ منصوبہ (1970ء-1975ء):

اس منصوبے کا حجم 7500 کروڑ روپے تھا۔ اس میں سے 4900 کروڑ سرکاری شعبہ پر جبکہ 2600 کروڑ نجی شعبہ پر خرچ کرنا تھا۔ اس کے اہم اہداف میں قدرتی اور انسانی ذرائع کو استعمال کر کے معاشی ترقی کو بڑھانا، فی کس آمدنی کے لحاظ سے علاقائی تفاوت کو کم کرنا، خود کفالت، سماجی انصاف اور معاشی و معاشرتی قوتوں کو استعمال کر کے منصفانہ معاشرہ قائم کرنا۔ یہ منصوبہ 1971ء کی پاک بھارت کی جنگ کی وجہ سے ناکام رہا۔

پانچواں پانچ سالہ منصوبہ (1978ء تا 1983ء):

پانچواں پانچ سالہ منصوبہ (1978ء تا 1983ء) نوے فیصد کامیاب ہو گیا۔ باوجود اس حقیقت کے کہ غیر معمولی طور پر بیرونی مشکلات پیش آئیں، اور "درآمد اور برآمد کی نسبت" خراب ہو گئی۔ منصوبے کی کامیابی کا ثبوت ان باتوں سے ملتا ہے۔

- مجموعی داخلی پیداوار G.D.P میں سالانہ چھ فیصد اضافہ ہوتا گیا۔
- غذائی قلت، غذائی کفالت میں تبدیل ہو گئی۔
- 1978ء میں افراطِ زر کی شرح 16 فیصد تھی جو کم ہو کر 1983ء میں 5 فیصد ہو گئی۔
- کم ترقی یافتہ علاقوں کی رفتار ترقی تیز ہو گئی۔
- صنعتی شعبے میں شرح ترقی 9 فیصد رہی۔
- جتنے دیہات کو بجلی تیس سال میں مہیا کی گئی اس سے زیادہ دیہات کو بجلی ان پانچ سالوں میں مہیا کی گئی۔

چھٹا پانچ سالہ منصوبہ (1983ء تا 1988ء):

جولائی 1983ء سے چھٹے منصوبے کا آغاز ہوا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ملک کو تیزی کے ساتھ مساویانہ طریقے سے معاشی ترقی دی جائے تا کہ اقتصادی خوش حالی کے فوائد لوگوں میں وسیع پیمانے پر تقسیم کئے جا سکیں۔

ساتواں پانچ سالہ منصوبہ (1988ء تا 1993ء):

ساتویں منصوبے کے بنیادی مقاصد حسب ذیل تھے:

1- مکمل روزگار کا حصول، بالخصوص تمام تعلیم یافتہ نوجوانوں کو روزگار مہیا کرنے کی کوشش کرنا۔

2- زیادہ سے زیادہ آبادی کو یہ سہولتیں مہیا کرنا: خوراک، رہائش، صحت، تعلیم، نقل و حمل اور دیگر عوامل خدمات۔

3- انسانی وسائل کو ترقی دینا اور افرادی قوت کو تعلیم اور فنی تربیت مہیا کرنا۔

4- قومی زندگی کے تمام پہلوؤں اور شعبوں میں بتدریج خود انحصاری (Self-Reliance) کے مرحلے تک پہنچنا اور بیرونی قرضوں

(Foreign Loans) اور بیرونی ٹیکنالوجی پر دارومدار اور محتاجی کو گھٹانا۔

5- سرمایہ کاری اور معاشی ترقی کے مالی بوجھ کی ذمہ داری سرکاری شعبے سے منتقل کر کے نجی شعبے پر ڈالنا، اور پرائیویٹ سیکٹر کو زیادہ سے زیادہ فروغ دینے کے لئے ڈی ریگولیشن (De-Regulation) (عدم ضابطگی یا تحلیل ضوابط) کی پالیسی پر زور دینا۔

6- مناسب صنعتی پالیسی، تجارتی پالیسی اور شرح مبادلہ پالیسی اختیار کر کے برآمدات کو فروغ دینا تا کہ بیرونی ادائیگیوں کا توازن بہتر بنایا جا سکے۔

7- زری پالیسی یعنی "قرضے کے اجراء اور شرح سود کی پالیسی" کو سخت اور محدود رکھ کر قیمتوں میں استحکام (Price Stability) پیدا کرنا۔

آٹھواں پانچ سالہ معاشی منصوبہ (1993ء تا 1998ء):

آٹھویں پانچ سالہ معاشی منصوبے کی مدت جولائی 1993ء تا جون 1998ء تھی۔ اس کا مقدم ترین مقصد تھا عوام کی معاشرتی اور اقتصادی بہبود میں اضافہ۔ اس منصوبے کے مقاصد (Objectives) اور اہداف (Targets) کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

1- قومی آمدنی میں اضافہ:

مجموعی داخلی پیداوار (GDP) میں سالانہ سات فیصد اضافہ کرنا: زرعی شعبہ میں سالانہ 4.9 فیصد اضافہ ہوگا اور صنعتی شعبہ میں 9.9 فیصد۔ اس غرض کے لئے اندرونی و بیرونی وسائل کو متحرک (Mobilize) کیا جائے گا۔ آٹھویں منصوبے کی مدت میں جی ڈی پی میں چالیس فیصد اور فی کس آمدنی میں بائیس فیصد اضافہ ہوگا۔

2- روزگاری مواقع (Job Opportunities):

باسٹھ لاکھ نئے روزگاری مواقع پیدا کرنا، اس کے لئے ایک طرف نجی شعبہ میں اقدام کرنا ہوگا اور دوسری طرف سرکاری پالیسیوں اور پروگراموں کے ذریعہ نئے بار آور طریقے اور امکانات کو بڑھانا ہوگا۔

3- غربت کم کرنا: (Reclution in Poverty)

ملک سے غربت گھٹانے کے لئے یہ طریقے اختیار کرنا: لوگوں کی آمدنیاں بڑھانا، معاشرتی اور اجتماعی خدمات و سہولیات مہیا کرنا، انسانی وسائل کو ترقی دینا، طبعی تحتی ڈھانچہ (Physical Infrastructure) وسیع کرنا، بہبودِ آبادی کے لئے اقدامات کرنا، پسماندہ طبقوں اور علاقوں کے لئے خصوصی پروگرام بنانا۔

4- قومی بچتوں کے تناسب میں اضافہ: (Increase in National Sarirgs)

1992-93ء میں قومی بچتیں جی ڈی پی کے 15.8 فیصد کے برابر تھیں۔ اس "نسبت" (Ratio) کو بڑھا کر 1997-98ء میں 19.9 فیصد کرنا۔ نیز بیرونی وسائل کا تناسب 4.2 فیصد سے کم کر کے 2.1 فیصد کرنا۔

5- شرح خواندگی میں اضافہ: (Increase in Literacy)

ملک میں شرح خواندگی کو (موجودہ) پینتیس فیصد سے بڑھا کر اڑتالیس فیصد کرنا۔

آٹھویں منصوبے کا حجم: (Volume of 8th plan)

آٹھویں منصوبے کی تکمیل پر 1700.5 بلین روپے خرچ کرنے کا پروگرام تھا۔ یہ رقم ساتویں منصوبے پر خرچ ہونے والی رقم سے اڑتالیس فیصد زیادہ ہے۔ سرکاری شعبے میں ترقیاتی خرچ، ساتویں منصوبے کے مقابلہ میں 36.1 فیصد زیادہ تھا جب کہ "نجی معینہ سرمایہ کاری" گزشتہ منصوبے کی نسبت 59.1 فیصد زیادہ تھی۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

پانچ سالہ معاشی منصوبوں کا تعطل:

آٹھویں منصوبے کی مدت جون 1998ء میں ختم ہونے کے بعد آئندہ پانچ سالہ منصوبے بنانے کا عمل رک گیا جس کی چند وجوہ یہ ہیں:

- حکومت کا عدم استحکام۔
- مئی 1998ء میں پاکستان کا ایٹم بم کا دھماکہ۔
- اکتوبر 1998ء میں سندھ میں گورنر راج کا نفاذ۔
- 1999ء کے دوران حکومت مخالف سیاسی جماعتوں کے احتجاجی مظاہرے۔
- 12 اکتوبر 1999ء کو جنرل پرویز مشرف کی طرف سے نواز شریف حکومت کی برطرفی۔
- 11 ستمبر 2001ء کو امریکہ کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے ساتھ جہازوں کا ٹکرانا۔
- 7 اکتوبر 2001 کو امریکہ کا افغانستان پر حملہ وغیرہ۔

ان وجوہ کی بنا پر حکومت منصوبہ بنانے کی طرف توجہ نہ دے سکی۔ تاہم اس کے بعد حکومت نے 2005ء تا 2010ء ایک پانچ سالہ منصوبہ بنایا جس کا آگے ذکر کیا گیا ہے۔

اوسط المیعاد ترقیاتی منصوبہ (Medium Term Development Framework MTDF):

پاکستان منصوبہ بندی کمیشن (Planning Commission) نے ایک پانچ سالہ منصوبہ جولائی 2005ء تا جون 2010ء تیار کیا۔ یہ "حکمتِ عملی برائے تخفیف غربت کی دستاویز" (Poverty Reduction Strategy Paper) کی ایک شکل ہے جو دراصل سالانہ منصوبوں (Annual Plans) پر مشتمل ہے تا کہ حالات میں تغیرات کے پیشِ نظر اس میں مطلوبہ ترمیم (Adjustment) کی جا سکے۔ یہ ڈھانچہ درحقیقت پچیس سالہ ایک طویل مدتی (Long Term) تناظر (Vision) برائے 2005ء تا 2030ء کا حصہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ ملکی ذرائع کے تیز تر استعمال اور مستقل ترقیاتی کوششوں سے پاکستان کو ایک نہایت ترقی یافتہ، صنعت یافتہ اور خوشحال ملک بنا دیا جائے۔

منصوبہ کے اغراض و مقاصد:

اس منصوبہ کے بنیادی مقاصد حسبِ ذیل ہیں:

1- ایک ایسا منصفانہ اور دیرپا معاشی نظام قائم کیا جائے جس سے غربت کم ہو جائے۔
2- آئندہ پچیس سالہ عرصہ میں پاکستان کو صنعتی لحاظ سے ترقی یافتہ ملک بنانے کے لیے ایک ایسی معیشت قائم کی جائے جو مستعد، متوازن، بین الاقوامی سطح پر مقابلیاتی طاقت رکھنے والی اور فنیاتی و تکنیکی لحاظ سے (Technologically) اعلیٰ درجہ کی ہو۔
3- پاکستان کے مختلف علاقوں کی ترقی مساویانہ اور منصفانہ بنیادوں پر ہو۔
4- ہر شہری کے ترقی کرنے کے حق کو پورا تحفظ دیا جائے بالخصوص بچگان (Children)، نوجوانان، خواتین اور اقلیتوں کے حقوق۔

منصوبہ کے اہداف (Targets):

اس منصوبہ میں مندرجہ ذیل اہداف پیشِ نظر رکھے گئے ہیں:

1- قومی پیداوار:

اس عرصہ میں مجموعی قومی پیداوار (G.D.P) کی سالانہ اوسط شرح نمو (Growth) 7.6 فیصد ہوگی جبکہ 2009-10ء میں یہ شرح 8.2 فیصد ہو جائے گی۔

2- سرمایہ کاری:

پانچ سالہ عرصہ میں مجموعی سرمایہ کاری (Investment) آٹھ ٹریلین (یعنی اسی کھرب) روپے درکار ہوگی جو 2004-05ء میں جی ڈی پی کے 16.8 فیصد سے بڑھ کر 2009-10ء میں 20.7 فیصد ہو جائے گی۔ پینسٹھ فیصد سرمایہ کاری نجی شعبہ (Private Sector) میں ہو گی اور پینتیس فیصد سرکاری شعبہ (Public Sector) میں۔ اس سرمایہ کاری کا 88.3 فیصد ملک کی اندرونی بچتوں (Internal Savings) پر مشتمل ہوگا اور بارہ فیصد بیرونی ذرائع (Foreign Resources) پر۔

3- بیرونی ادائیگیوں کا توازن (Balance of Foreign Payments):

بیرونی ادائیگیوں کے توازن کو بہتر بنانے کے لئے منصوبے کے دوران کوشش کی جائے گی کہ برآمدات میں نیرنگی اور تنوع (Diversification) پیدا کی جائے۔ نیز شرح مبادلہ (Exchange Rate) میں استحکام اور برآمدات (Exports) میں مقابلہ کی صلاحیت پیدا کی جائے۔

4- سرکاری شعبہ میں ترقیاتی پروگرام (PSDP):

سرکاری شعبہ کے ترقیاتی پروگرام کے تحت کل 2042 بلین روپے کی سرمایہ کاری کی جائے گی۔ گویا 5-2004ء کے مقابلہ میں 2009-10ء میں یہ تین گنا بڑھ جائے گی اور جی ڈی پی کا 6.3 فیصد ہوگی۔ یہ رقم ان شعبوں پر خرچ ہوگی: توانائی، مواصلات، خبر رسانی، آبی ذرائع، تعلیم، پیشہ ورانہ ٹریننگ، صحتِ عامہ، طبعی (Physical) منصوبہ بندی اور مکانات۔

5- تخفیفِ غربت:

اس وقت پاکستان کی کل آبادی کا ایک تہائی (یعنی 33 فیصد) خطِ غربت (Poverty Line) سے نیچے زندگی گزار رہا ہے۔ نئے منصوبہ کے تحت 2010ء تک تخفیفِ غربت میں اکیس فیصد کمی کی جائے گی اور اس سلسلہ میں بھی درجِ ذیل حکمتِ عملی اختیار کی جائے گی:

1- غرباء کو روزگار دلانے کی سکیموں پر زور۔
2- زراعت، چھوٹے کاروباروں اور تعمیرات کے شعبوں کی معاشی نمو کی شرح (Growth Rate) میں اضافہ۔
3- خوشحال پاکستان، تعمیرِ پاکستان اور خشک سالی کے سلسلہ میں غرباء کو ریلیف، وغیرہ پروگراموں پر زور۔
4- زراعت اور چھوٹے کاروباروں کو چھوٹے قرضوں (Micro Credits) کا اجراء۔
5- معاشرتی تحفظ۔
6- انسانی وسائل (Human Resources) کی ترقی یعنی تعلیم و صحت پر زیادہ توجہ۔
7- بے زمین (Landless) دیہاتی لوگوں کو سرکاری زمینیں الاٹ کرنا۔

6- رہائشی مکانات:

اس وقت پاکستان میں ضرورت سے ساٹھ لاکھ مکانات کم ہیں اور 2010ء تک مزید تیس لاکھ مکانات کی ضرورت پیدا ہو جائے گی۔ گویا ہر سال پانچ لاکھ ستر ہزار مزید مکانات کی ضرورت پڑتی ہے جبکہ صرف تین لاکھ نئے مکانات سالانہ تیار ہوتے ہیں۔ چنانچہ منصوبہ کے دوران کوشش کی جائے گی کہ:

1- تعمیرِ مکانات کے لیے مالی اداروں کی معرفت معینہ شرح پر طویل المیعاد قرضوں کی بہم رسانی آسان بنائی جائے۔
2- کم آمدنی والے لوگوں کے لئے چھوٹے رہائشی پلاٹ تیار کیے جائیں۔
3- تعمیرِ مکانات کی ٹیکنالوجی کو بہتر بنایا جائے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

-4 علاقوں میں مکانات کی تعمیر کے لئے کم شرح پر قرضہ بہم پہنچایا جائے۔
-5 تعمیر کا معیار بہتر بنانے کے لئے کارندوں کی تربیت کی جائے وغیرہ۔
-7 روزگار اور آمدنی کی تقسیم:

2004-5ء میں جمعیتِ محنت (Labour Forfce) (یعنی کارکنوں کی تعداد) چار کروڑ سرسٹھ لاکھ تھی جو بڑھ کر 2009-10ء میں پانچ کروڑ بائیس لاکھ ہو جائے گی، گویا اس میں ساڑھے پچپن لاکھ افراد کا اضافہ ہو جائے گا۔ چنانچہ اس عرصہ میں ساختی تغیرات (Structural Changes) کی معرفت محنتِ جاذب (Labour Absorption) طریقوں میں اصلاح وترقی کی بدولت انہتر لاکھ ستر ہزار زائد روزگاری مواقع پیدا کئے جائیں گے جس کے نتیجے میں بیروزگاری کی شرح ساڑھے سات فیصد سے کم ہو کر چار فیصد رہ جائے گی۔ چونکہ بین الاقوامی طور پر افرادی قوت (Manpower) کی برآمد بڑھتی جا رہی ہے، اس لئے منصوبہ کے دوران کارکنوں کو ایسے ہنر (Skill) اور فنون کی تربیت دی جائے گی جن سے پاکستان کی اپنی اور سمندر پار ممالک (میں جانے والے کارکنوں) کی ضرورت پوری ہو سکے۔

-8 پیداوار میں اضافہ کی شرح تیز تر کرنا:

منصوبہ کے دوران مختلف شعبوں کی پیداوار میں اضافہ کی شرح تیز تر کی جائے گی۔

زرعی شعبہ: (Agricultural Sector)

اس شعبہ کی ترقی کے لیے یہ اُمور پیشِ نظر رکھے جائیں گے: زرعی اشیاء کی پیداوار میں خود کفالت، اشیائے خوراک کی پیداوار میں اضافہ، فصلوں کی پیداوار میں اضافہ کے لیے نئی ٹیکنالوجی سے استفادہ، کاشتکاری کے سائنٹیفک طریقوں کا استعمال اور فروغ۔ آبپاشی کے نظام کی اصلاح، زیادہ مالیتی فصلوں (High Value Crops) کی افزائش اور برآمد، زرعی قرضوں کی بہم رسانی، منڈیاتی نظام کی اصلاح، زرعی مداخلی (Inputs) کے معیار کو بہتر اور ان کی بہم رسانی کو آسان بنانا، زرعی تحقیق کے اداروں کی مضبوطی، سیم وتھور کا سدِ باب، کھیت سے منڈی تک سڑکوں کو بہتر بنانا۔

صنعتی شعبہ: (Industrial Sector)

منصوبہ کے دوران صنعتی شعبہ کی اوسط سالانہ شرح ترقی 11.6 فیصد رکھی جائے گی اور اس سلسلہ میں یہ اقدامات کئے جائیں گے: ٹیکنالوجی کے معیار کی بہتری، صنعتی پیداوار میں تنوع (Diversity) پیداواری صلاحیت میں اضافہ، طبعی اور معاشرتی تحتی ڈھانچہ (Physical and Social Infrastructure) کی اصلاح وترقی۔

بیرونی تجارت کا شعبہ:

عالمی معاشی تنظیم (WTO) کے نئے دور کا مقابلہ کرنے کے لئے یہ اقدامات کئے جائیں گے: بیرونی پیداواروں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت میں اضافہ، برآمدات میں اضافہ، بڑھتی ہوئی جمعیتِ محنت کے لیے روزگاری مواقع بڑھانے کی مساعی، محنتِ جاذب (Labour Absorbing) صنعتوں کا قیام، چھوٹے اور درمیانے درجہ کے کاروبار کا فروغ، کارکنوں کی ہنر مندی میں اضافہ، صنعتی ٹیکنالوجی کی ترقی (Industrial Technology Development) کے ذریعے تیز تر صنعتی نمو کی خاطر ایک قومی عملی منصوبہ (National Plan of Action) تیار کیا جائے گا۔ صنعتوں کی تنویع کے لئے ایسی صنعتوں کی ترقی پر زور دیا جائے گا جن میں پاکستان کو تقابلی برتری (Comparative Advantage) حاصل ہے اور ان میں یہ شامل ہیں: فوڈ پروسیسنگ پیٹروکیمیکل، انجینئرنگ کی صنعتیں، آٹو موبائلز اور برقی اشیا (Electronics)۔

توانائی (Energy) کا شعبہ:

فی کس توانائی کا استعمال (جو کہ ترقی اور معیارِ زندگی کے لئے اشاریہ کا کام دیتا ہے) پاکستان میں کم ہے۔ حکومت نے 2030ء تک کے لئے ایک طویل المیعاد قومی توانائی سیکورٹی منصوبہ (National Energy Security Plan) منظور کیا ہے جس میں یہ اُمور شامل ہیں:

-1 تیل، گیس اور کوئلہ کے نئے ذخائر کی دریافت اور پیداوار میں اضافہ۔
-2 موجودہ وسائل سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر کے تیل کی درآمد پر انحصار کم کرنا۔
-3 توانائی کی پیداوار بڑھانے میں نجی شعبہ کی حوصلہ افزائی کرنا۔

ہنر مندی اور پیشہ ورانہ تعلیم کا فروغ (Skills and Vocational Development):

یہ منصوبہ بنایا گیا ہے کہ مرکزی اور صوبائی سطح پر فنی تعلیم اور پیشہ ورانہ تربیت کے مقتدرہ جات (Technical Education and Vocational Training Authorities) قائم کئے جائیں۔ سکولوں میں جماعت آٹھ تا دس ''ہنر مندی اور ٹیکنالوجی'' کو بطور لازمی مضمون پڑھایا جائے گا۔ منصوبہ کے دوران دس لاکھ نوجوانوں کو فنی ٹریننگ دی جائے گی۔

پاکستان میں زرعی شعبہ کے مسائل

(Problems of Agricultural Sector of Pakistan)

اگرچہ ہماری معیشت میں زراعت کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے لیکن دیگر ممالک کے مقابلہ میں یہ بہت پسماندہ حالت میں ہے کیونکہ فی ایکڑ اوسط پیداوار (Per Acre Yield) بڑی کم ہے۔ ہم خوراک کی پیداوار (Food Crops) میں خود کفیل نہیں، جدید آلات کا شتکاری استعمال نہیں ہو رہے، پانی کی قلت ہے، سندھ کے میدان میں نہری آبپاشی کے باعث سیم وتھور (Waterlogging and Salinity) جیسے مسائل پیدا ہو چکے ہیں، پھر پہاڑی علاقوں میں پانی کے باعث اور جنوب مغربی خشک علاقوں میں آندھیوں کے باعث زمین کٹاؤ (Soil Erosion) کا شکار ہوتی جا رہی ہے۔ کاشتکاروں کے کھیت چھوٹے چھوٹے ہیں اور مختلف مقامات پر بکھرے پڑے ہیں، کسانوں کو حسب ضرورت قرضہ نہیں ملتا، کھیت چھوٹے ہونے کے باعث ان پر مشینوں کا استعمال نہیں ہو سکتا۔ نظامِ ملکیت اراضی (Land Tenure System) ناقص ہونے کے باعث جاگیرداروں اور زمینداروں نے کاشتکار طبقہ کے دبائے رکھا ہے۔ ان مسائل کے باعث ملک میں زرعی پیداوار کم ہوتی ہے۔ نئی زرعی شعبے کا سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ زرعی پیداوار اور زرعی پیداواریت (Productivity) یعنی فی ہیکٹر زرعی پیداوار کم ہے، اس کے اسباب یہ ہیں:

-1 غیر معاشی قطعات (Uneconomic Holding):

زرعی پیداوار کم ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ آبادی کے بڑھ جانے سے کسانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، لیکن زمین کی مقدار جوں کی توں ہے، اس لئے فی کس رقبہ (per head Area) کم ہوتا جا رہا ہے۔ پاکستان میں ایک تہائی قابلِ کاشت رقبہ (Cultivable Land) ساڑھے بارہ ایکڑ سے چھوٹے کھیتوں پر مشتمل ہے۔ جن پر مشینوں کا استعمال نہیں ہو سکتا اور نہ پیداوار بڑھائی جا سکتی ہے۔

-2 ناکافی آب پاشی: (Insufficient Irrigation)

پاکستان میں فصلوں کا زیادہ دارومدار بارش پر ہے۔ لیکن بعض اوقات بارشیں بروقت نہیں ہوتیں یا کم ہوتی ہیں تو پیداوار گھٹ جاتی ہے، اور اگر بارشیں بہت زیادہ ہو جائیں تو سیلابوں کا روپ دھار لیتی ہیں اور کھڑی فصلیں برباد ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ ستمبر 1992ء میں پنجاب اور سندھ میں اور اگست 2010ء اور 2011ء میں خیبر پختونخوا کے، بلوچستان، سندھ اور پنجاب میں زبردست سیلاب آئے اور فصلوں،

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

مویشیوں اور مکانوں کی تباہی کے باعث کھربوں روپے کا نقصان ہوا۔ اکتوبر 2008ء میں بھارت نے دریائے چناب کا پانی روک دیا جس سے ہماری فصلوں کو بہت نقصان ہوا۔

3- فرسودہ آلاتِ کاشت کاری (Obsolete Implements):

کھیتی باڑی میں کام آنے والے اوزار پرانی قسم کے ہیں۔ ان سے اچھی طرح زمین کو کاشت نہیں کیا جا سکتا۔ ہل اور رہٹ چلانے کے لئے مویشیوں سے کام لیا جاتا ہے۔ مشینوں کا استعمال کم ہوتا ہے اس وجہ سے زمین سے پورا فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا اور پیداوار کم رہتی ہے۔

4- کھاد (Fertilizer) کا کم استعمال:

پیداوار بڑھانے کے لئے کیمیاوی کھاد کا استعمال بہت ضروری ہے۔ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ اگر کھاد زیادہ استعمال کی جائے تو پیداوار میں پچاس فیصد اضافہ ہو سکتا ہے لیکن پاکستان میں کھاد کی پیداوار کم ہوتی ہے لہٰذا اس کا استعمال کم ہوتا ہے۔

5- بڑھیا بیج کی قلت:

پاکستان میں کاشت کار ناقص قسم کے بیج استعمال کرتے ہیں۔ اگر خالص اور عمدہ بیج بوئے جائیں تو پیداوار بڑھائی جا سکتی ہے۔

6- پودوں کی بیماریاں (Plant Diseases):

اندازہ لگایا گیا ہے کہ پاکستان میں فصلوں کی بیماریوں اور کیڑے مکوڑوں سے سالانہ پندرہ فیصد پیداوار تباہ ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مناسب اقدام کر کے اس نقصان کو ختم کیا جائے۔

7- زرعی قرضہ کی قلت:

ہمارے کاشت کار کے اپنے مالی وسائل کم ہیں، اس لئے وہ دوسرے لوگوں یا سرکاری اداروں اور بنکوں سے قرضہ لیتا ہے، لیکن اسے اپنی ضرورت سے کہیں کم قرضہ دستیاب ہوتا ہے۔ اس لئے سرمائے کی قلت کے باعث وہ ترقی نہیں کر سکتا۔

8- ناقص نظامِ حقیت اراضی (Land Tenure System):

پاکستان میں زیادہ تر جاگیرداری (Feudalism) اور زمینداری نظام (Landlordism) رائج ہے، جس کے باعث زمین کا بیشتر حصہ بڑے بڑے زمینداروں اور جاگیرداروں کے قبضے میں ہے اور کاشت کاروں کی کثیر تعداد بطور مزارع (Tenant) ان کی زمینیں کاشت کرتی ہے، لہٰذا ان کے اندر پیداوار بڑھانے کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔

9- زمین کی ذیلی تقسیم اور انتشار:

پاکستان کے اس شعبہ کا ایک مسئلہ یہ ہے کہ قانونِ وراثت اور دیگر اسباب کے باعث بیشتر کسانوں کی ملکیتیں (Holdings) ذیلی تقسیم (Sub-Division) کی وجہ سے چھوٹی چھوٹی ہو گئی ہیں اور وہ مختلف مقامات پر بکھر گئی ہیں۔

10- منڈیوں کا ناقص نظام:

زرعی پیداوار کو فروخت کرنے کا نظام انتہائی خراب ہے۔ کاشت کار کو اپنی فصل کی جائز قیمت وصول نہیں ہوتی۔ زرعی منڈیاں غیر منظم ہیں۔ گوداموں کی کمی ہے۔ ذرائع نقل و حمل کی عدم دستیابی کی وجہ سے کسان شہری منڈیوں میں مال نہیں لا سکتے اور اپنے نزدیکی دوکان داروں یا بیوپاریوں کے ہاں اپنی فصل کم قیمت پر بیچنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

11- کاشت کار کی جہالت:

پاکستان میں شرح خواندگی صرف 58% ہے۔ ان میں وہ افراد بھی شامل ہیں جو صرف اپنا نام لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ ان افراد کی اکثریت

دیہاتوں میں رہتی ہے جن کا بنیادی پیشہ زراعت ہے۔ یہ کسان جدید طریقہ کاشت کاری سے ناواقف ہیں۔ لہٰذا زرعی پیداوار کم رہتی ہے۔

12- قلتِ سرمایہ:

کسانوں کی غربت کی وجہ سے ان کی بچتیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے کسان اچھے بیج، کھادیں اور جدید زرعی آلات خریدنے کے قابل نہیں ہیں۔ نیز کیڑے مار ادویات اور مویشیوں کے علاج کے لیے بھی رقم درکار ہوتی ہے۔ ٹیوب ویل لگانے کے لیے بھی کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے۔ لیکن کسان اپنی غربت کی وجہ سے یہ تمام اشیاء حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ لہٰذا زرعی پیداوار بڑھ نہیں پاتی۔

13- لڑائی جھگڑے:

کسان اپنی جہالت کی وجہ سے اپنا قیمتی سرمایہ مقدمہ بازی میں ضائع کرتے رہتے ہیں جبکہ یہ رقم زرعی پیداوار کو بڑھانے میں بھی استعمال ہو سکتی ہے۔

14- سیم وتھور: (Water logging and Salinity)

زیرِ زمین پانی کی سطح کے بلند ہونے کو سیم کہتے ہیں۔ اور اگر یہ پانی زمین کی سطح پر سفید نمکیات کی تہ جما دے تو اسے تھور کہتے ہیں۔ پاکستان میں اب تک 15 لاکھ ایکڑ رقبہ اس بیماری کی وجہ سے بیکار ہو چکا ہے۔

15- سیاسی عدم استحکام: (Plitical Instability)

آزادی کے بعد اب تک ملک کو صحیح سیاسی استحکام نصیب نہیں ہو سکا۔ یکے بعد دیگرے جلد جلد حکومتیں بدلتی رہیں، اور ملک ناقص حکمرانی (Poor Governance) کا شکار رہا ہے، اس لئے معاشی ترقی کے لئے طویل المیعاد اور ٹھوس بنیادوں پر منصوبے نہیں بنائے جا سکے۔ 1954ء میں دستور ساز اسمبلی توڑ دی گئی۔ 1958ء میں مرحوم ایوب خان نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ ستمبر 1965ء میں بھارت سے جنگ ہو گئی۔ 1968ء کے آخر میں سابق صدر ایوب خان کے خلاف ملک گیر ہنگامے ہوئے، مارچ 1969ء میں صدر یحییٰ خان نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا، 1970ء میں قومی الیکشنوں کے باعث حالات مخدوش رہے، 1971ء کے دوران شیخ مجیب الرحمٰن کے چھے نکات مصیبت کا باعث بنے رہے، 1971ء میں بھارت سے جنگ لگ گئی اور ملک دو حصوں میں ٹوٹ گیا۔ 1972ء سے پیپلز پارٹی کا دورِ حکومت شروع ہوا، بنک، بیمہ کمپنیاں اور بہت سے صنعتی ادارے قومی تحویل میں نئے لئے گئے، جس کے باعث نجی کاروباری شعبہ کی سخت حوصلہ شکنی ہوئی اور پیداوار کم ہو گئی۔ مارچ 1977ء کے الیکشن کے بعد ملک گیر تحریک چلی تا آنکہ 5 جولائی 1977ء کو بھٹو حکومت کا تختہ الٹ کر جنرل ضیا نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔

اگست 1988ء میں صدر ضیا مرحوم کے انتقال کے بعد جماعتی بنیادوں پر قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے الیکشن ہوئے، جس میں پیپلز پارٹی نے مرکز اور صوبہ سرحد و سندھ میں اپنی حکومت بنائی جب کہ پنجاب اور بلوچستان میں پیپلز پارٹی کی مخالفت جماعتوں نے حکومتیں قائم کیں۔ اس اختلاف کے باعث سیاسی استحکام اور معاشی ترقی میں سخت رکاوٹ پڑی۔

چھے اگست 1990ء کو صدر غلام اسحاق خان نے پیپلز پارٹی کی بے نظیر حکومت ختم کر دی اور قومی و صوبائی اسمبلیاں توڑ دیں، جس کے باعث معاشی حالات پھر تعطل کا شکار ہو گئے۔ اکتوبر 1990ء میں ازسرِ نو الیکشن ہوئے جن کے نتیجہ میں پیپلز پارٹی کو شکست ہوئی اور اسلامی جمہوری اتحاد نے حکومت تشکیل دی۔

اپریل 1993ء میں ایک مرتبہ پھر صدر پاکستان نے (پانچ سال میں تیسری بار) قومی اسمبلی توڑ کر کابینہ کو برخاست کر دیا۔ جون میں سپریم کورٹ کے فیصلے سے یہ بحال ہو گئی مگر صدر (غلام اسحاق خان) اور وزیر اعظم (نواز شریف) کی باہمی محاذ آرائی اور کشمکش کے باعث

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

وزیراعظم کو استعفیٰ دینا پڑا۔ پھر چھے اکتوبر اور نو اکتوبر 1993ء کو قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے الیکشن کرائے گئے اور اکتوبر 1993ء میں تیسری مرتبہ پیپلز پارٹی کی (بےنظیر) حکومت برسرِ اقتدار آئی جس کے دور میں کراچی کے اندر حکومت اور (سیاسی پارٹی) ایم کیو ایم کے مابین زبردست محاذ آرائی ہوئی۔ قتل و غارت کا بازار گرم ہوگیا۔ ہڑتالوں کا سلسلہ طویل ہوتا گیا اور لاقانونیت اور بدامنی کے باعث معاشی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔

آخر کار 5 نومبر 1996ء کو صدر پاکستان فاروق خان لغاری نے بےنظیر حکومت کو برطرف کر دیا اور مرکزی و صوبائی اسمبلیاں توڑ کر نوے دن کے بعد از سرِ نو الیکشن کرانے کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ 3 فروری 1997ء کو منعقد ہونے والے قومی اور صوبائی الیکشنوں میں پاکستان مسلم لیگ (ن) بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئی۔ پھر وزیراعظم نواز شریف اور فوج کے سربراہ جنرل پرویز مشرف کے مابین محاذ آرائی شروع ہوگئی اور 12 اکتوبر 1999ء کو جنرل مشرف نے حکومت کو برطرف کر کے چیف ایگزیکٹو کی حیثیت سے ملک کا انتظام سنبھال لیا اور میاں نواز شریف کو جلاوطن کر دیا۔

جنرل پرویز مشرف کے دورِ حکومت میں امریکہ کو افغانستان کے خلاف جنگ میں پاکستان کے پانچ ہوائی اڈے دیے گئے جہاں سے 57,800 حملوں کی اجازت دی گئی۔ نیز تقریباً آٹھ لاکھ امریکی فوجی پاکستان کے راستے افغانستان گئے جس سے حکومت پاکستان کو بارہ ارب ڈالر کا نقصان ہوا لیکن اس کے بدلے پاکستان کے صرف ایک ارب ڈالر کے قرضے معاف کئے گئے۔

پھر فروری 2008ء کے الیکشن کے بعد پیپلز پارٹی کے آصف زرداری صدر اور یوسف رضا گیلانی وزیراعظم مقرر ہوئے۔ غرض قیامِ پاکستان کے سال 1947ء سے لے کر 2011ء تک کے گزشتہ 64 سالہ عرصہ میں ملک کے چوبیس وزیراعظم بنے۔ جس کے باعث ایک وزیراعظم کا اوسط عرصہ اقتدار اڑھائی سال بنتا ہے اور اگر اس میں سے فوجی اقتدار کا عرصہ نکال دیا جائے تو اوسط عرصہ صرف سوا سال ہی رہ جاتا ہے۔ غرض قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک حکومت کے اس طرح غیر مستحکم اور متزلزل ہونے کے باعث، اور وقفہ وقفہ سے سیاسی بحرانوں کے پیدا ہو جانے سے، معاشی ترقی میں شدید رکاوٹ پڑتی رہی ہے۔

16- کمزور اور لاغر جانور: (Weak Animals)

جو جانور کاشتکاری کے لیے استعمال ہوتے ہیں، وہ کمزور ہیں، لہٰذا وہ اپنی پوری استعداد کے مطابق کام نہیں کر سکتے۔ مزید یہ کہ دودھ دینے والی گائے، بھینس، اور بکریوں کی تعداد کم ہے اور یہ دودھ بھی کم دیتی ہیں۔ اچھا چارہ دستیاب نہیں ہے نیز جانوروں کے علاج کے لیے ہسپتالوں کی بھی ضرورت ہے۔

17- پرانے طریقۂ کاشت کرنا: (Backward Cultivation Method)

ہمارے کسان جدید زرعی ٹیکنالوجی سے ناواقف ہیں۔ بہت سے علاقوں میں آج بھی بیلوں کے ذریعے ہل چلایا جاتا ہے۔ کھادوں، اچھے بیجوں اور پانی کی انتہائی کمی ہے۔ کسان پرانی روایات اور اپنے ہی بنائے ہوئے غیر سائنسی طریقوں سے فصلیں کاشت کرتے ہیں، جن کی وجہ سے زرعی پیداوار کم رہتی ہے۔

زرعی شعبہ کے مسائل کا حل

(Solution of Agriculture Problems)

1- زرعی اصلاحات: (Agricultural Preforms)

پاکستان میں مختلف ادوار میں زرعی اصلاحات کا اعلان کیا جاتا رہا لیکن ان پر صحیح معنوں میں عمل درآمد نہیں ہو سکا، جس کے باعث زرعی

ترقی کی رفتار سست رہی ہے۔ مثلاً 1959ء میں کل زمین کا صفر اعشاریہ تین فیصد اور 1972ء کی زرعی اصلاحات کے تحت فقط 0.01 فیصد حاصل کیا جا سکا، لہٰذا زرعی پس ماندگی کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پاکستان میں زرعی اصلاحات صحیح معنوں میں نافذ کی جائیں۔

2- زرعی قرضہ کی فراہمی: (Provision of Agrcultural Credit)

مختلف زرعی مداخل اور مشینری وغیرہ خریدنے کے لئے کسان کو سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ قرضہ دینے والے تمام اداروں نے قرضہ جاری کرنے کی پالیسی میں نرمی اختیار کی ہے۔ اس وقت اداراتی قرضہ تین ذرائع سے دیا جا رہا ہے:

(i) زرعی ترقیاتی بنک لمیٹڈ (ii) تجارتی بنک

(iii) پنجاب پروونشل کوآپریٹو بنک لمیٹڈ

3- کھادوں کا استعمال: (Use of Fetilizers)

زرعی پیداوار میں اضافہ کے لئے کیمیاوی کھاد کا استعمال بڑھانا چاہیے۔ اب کاشتکار کھاد کے زیادہ سے زیادہ استعمال کی جانب راغب ہو رہے ہیں۔ حکومت نے عزم کر رکھا ہے کہ پاکستان کھاد کی پیداوار میں خودکفیل ہو جائے۔ نیز ملاوٹ کو روکا جائے۔ پاکستان کھاد کی پیداوار میں خودکفیل نہیں ہے۔ اس لئے بیرونِ ملک سے درآمد کرنا پڑتی ہے۔

4- عمدہ بیجوں کا استعمال: (Use of Seeds)

پیداوار بڑھانے کے لئے ضروری ہے کہ خالص اور اعلیٰ بیجوں کا استعمال کیا جائے۔ بیجوں کی پیدائش اور تقسیم زرعی ترقیاتی کارپوریشن کے ذمہ ہے۔ پاکستان میں بیجوں کی فراہمی اور تقسیم کے لئے چار سرکاری شعبوں کی تنظیمیں موجود ہیں۔ ان اداروں کے کردار کو بہتر بنا کر زرعی پیداوار کو بڑھایا جا سکتا ہے۔

5- جدید آلات: (Modern Equipment)

زرعی پیداوار بڑھانے کے لئے ضروری ہے کہ کاشت کاری کے لئے جدید مشینی آلات استعمال کئے جائیں۔ اس وقت ہمارے ملک میں مشینی کاشت (Mechanized Cultivation) عموماً چھوٹی مشینوں سے کی جاتی ہے۔ زرعی مشینری ملک کے اندر بھی تیار ہوتی ہے اور غیر ممالک سے بھی درآمد کی جاتی ہے۔ اس وقت تین فرمیں پاکستان میں ٹریکٹر بنا رہی ہیں۔

6- امدادی قیمت: (Support Price)

کاشتکاروں کی آمدنی میں اضافہ کرنے اور زرعی شعبہ کی ترقی کے لئے حکومت نے "تائیدی قیمت پالیسی" وضع کر رکھی ہے۔ اس سکیم کے تحت اگر زرعی پیداوار کی قیمتوں کا رجحان نیچے کی طرف ہو تو حکومت یہ اشیاء تائیدی قیمتوں پر خرید لیتی ہے۔ اس پولیسی کو جاری رکھنے سے کسانوں کی حوصلہ افزائی ہوگی اور وہ زرعی پیداوار میں اضافہ کریں گے۔

7- آبپاشی کے نظام کی اصلاح: (Reforms in Irrigation System)

آبپاشی کے لئے پانی کی رسد بڑھانے کی خاطر مختلف علاقوں میں ڈیم اور نہریں بنانے کے لئے پروجیکٹ زیرِ تعمیر ہیں جن پر انیس (19) ارب روپے خرچ ہوں گے۔

8- زرعی منڈیوں کی اصلاح: (Reformes in Agriculral Markete)

پاکستانی کاشتکاروں کو منڈی میں اپنی پیداوار فروخت کرتے وقت کئی مسائل درپیش ہوتے ہیں، جن کے باعث انہیں پوری قیمت نہیں ملتی۔ اس کی وجوہات یہ ہیں: کھیت سے منڈی تک ناقص سڑکیں، دلالوں اور کمیشن ایجنٹوں کے ہتھکنڈے، گوداموں کی قلت، غیر معیاری

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

باث، منظم منڈیوں کی کمی۔ان حالات کو بہتر بنا کر زرعی پیداوار بڑھائی جاسکتی ہے۔

9- زرعی تعلیم: (Agricultural Education)

زرعی شعبہ کو جدید بنانے کے لیے اس شعبہ میں تعلیم اور تربیت کی اشد ضرورت ہے۔زرعی کالجوں اور یونیورسٹیوں کا قیام ناگزیر ہے۔دیہاتی علاقوں میں کام کرنے والے سکولوں میں زرعی تعلیم کا مضمون لازمی قرار دینا چاہیے۔نیز کسانوں کی عملی تربیت کے لیے ورک شاپس کا انعقاد بھی ہونا چاہیے۔

10- جنگلاتی پیداوار: (Forest Production)

اس وقت ملک کے کل رقبہ کے 5 فیصد حصہ پر جنگلات موجود ہیں حالانکہ بین الاقوامی معیار کے لحاظ سے یہ رقبہ 25 فیصد ہونا چاہیے۔ حکومت پاکستان کا پروگرام ہے کہ 2015ء تک یہ رقبہ بڑھا کر چھ فیصد کر دیا جائے۔اس کے لئے مزید دس لاکھ اکاون ہزار ہیکڑ رقبہ پر جنگلات اگانے ہوں گے۔

11- زرعی گودام: (Agricultral Warehouses)

کسان جس وقت فصل اگاتے ہیں، فصل اسی وقت منڈی میں بیچنا ممکن نہیں ہوتا۔مناسب قیمت حاصل کرنے کے لیے اور فصل کو محفوظ بنانے کے لیے گوداموں کی ضرورت ہے۔نجی گودام کافی مہنگے ہیں، لہٰذا سرکاری سرپرستی میں گوداموں کے قیام کی ضرورت ہے۔

12- زرعی خام مال کا استعمال: (Use of Agricultral Raw Material)

بہت سی صنعتوں کا دارومدار زرعی خام مال پر ہوتا ہے۔ان صنعتوں میں شوگر مل، ٹیکسٹائل، سگریٹ، ڈیری مصنوعات وغیرہ شامل ہیں۔ ان صنعتوں کی حوصلہ افزائی کر کے صنعتی خام مال کو بہتر طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔جس سے صنعت اور زراعت دونوں ترقی کریں گے۔

پاکستان کے صنعتی شعبہ کے مسائل

(Problems of Industrial Sector of Pakistan)

1- کمزور صنعتی وراثت: (Weak Industrial Inheritence)

جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو متحدہ ہندوستان میں کل 921 بڑے کارخانے تھے۔ان میں سے صرف 34 کارخانے پاکستان کے حصہ میں آئے۔مسلمان صنعتوں کو چلانے کا تجربہ نہیں رکھتے تھے اور سرمایہ کی قلت کی وجہ سے وہ بڑی سرمایہ کاری کرنے سے بھی گھبراتے تھے۔صنعتیں لگانے کا تمام بوجھ حکومت پر تھا۔

2- تربیت یافتہ عملہ کی کمی: (Lake of Trained Staff)

صنعتیں چلانے کے لئے خاص قسم کا تربیت یافتہ عملہ درکار ہوتا ہے جن میں مستری، مکینک، ٹیکنیشن، انجینئر اور مشین مین شامل ہیں۔ پاکستان میں اس قسم کے لوگ زیادہ تعداد میں موجود نہیں ہیں۔کاری گروں کو فنی تربیت دینے کے لیے سہولتیں دستیاب نہیں ہیں۔لہٰذا ان کی استعداد کم ہے اور وہ زیادہ اور بہتر اشیاء پیدا نہیں کر سکتے۔

3- توانائی کی قلت اور گرانی : (Insufficient and Expensive Power Resources)

صنعتی کارخانے چلانے کے لئے برقی توانائی ایک لازمی ضرورت ہے۔لیکن پاکستان میں بجلی کم بھی ہے اور مہنگی بھی، جس کی وجہ سے صنعتی پیداوار پر زیادہ لاگت آتی ہے۔نیز لوڈ شیڈنگ بھی ہوتی رہتی ہے۔بجلی کے ساتھ ساتھ گیس کی لوڈ شیڈنگ نے صنعتی پیداوار کو بہت متاثر کیا ہے۔

4- ناظموں کی قلت: (Lack of Enterprenuers)

ملک میں صنعتی ادارے قائم کرنے اور کامیابی سے چلانے کے لئے جرأت مند اور تجربہ کار ناظموں کی ضرورت ہے۔لیکن ہمارے ملک میں ناظموں کی قلت ہے۔صنعتی شعبہ کو ترقی دینے کے لئے ایسے افراد درکار ہیں جو صنعتوں سے متعلق وسیع معلومات، تجربہ، جرأت، خطرہ مول لینے کا حوصلہ، مزدوروں کو کنٹرول کرنے کی صلاحیت، مارکیٹنگ کی مہارت اور مشینوں کے بارے میں جدید ٹیکنالوجی سے واقف ہوں، لیکن پاکستان میں ایسے افراد کی کمی ہے۔

5- غیر معیاری مصنوعات: (Sub-Standard Products)

پاکستانی مصنوعات بین الاقوامی معیار کی نہیں ہیں۔ہماری مصنوعات کی کوالٹی گھٹیا ہوتی ہے اور ان کی درجہ بندی بھی نہیں کی جاتی۔بین الاقوامی اور ملکی منڈیوں میں ہماری اشیاء کو پسند نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے ان کی طلب کم ہے۔

6- مشاورتی مراکز کی کمی: (Lack of Consultation Centres)

صنعتوں کی ترقی کے لیے جدید آلات کی تیاری، اشیاء پیدا کرنے کے نئے طریقے، دیسی خام مال کا استعمال مقبول بنانے کی کوشش، ناظموں کی تربیت اور مشورے وغیرہ کے لیے مشاورتی مراکز کی ضرورت بہت زیادہ ہے۔لیکن پاکستان میں ان مراکز کی کمی ہے۔

7- پرانی ٹیکنالوجی: (Old Technology)

کسانوں کی طرح ہمارے صنعت کار بھی پرانی اور فرسودہ ٹیکنالوجی کو استعمال کرتے ہیں۔اس کی وجہ سرمایہ کی قلت اور ہنر مند افراد کی کمی ہے۔اَن پڑھ افراد جدید مشینوں کے استعمال سے ناواقف ہیں، پرانی مشینوں کے استعمال کی وجہ سے پیداوار کم اور اشیاء کا معیار گھٹیا رہتا ہے۔

8- محدود منڈیاں: (Limited Markets)

ملکی اور بین الاقوامی منڈیوں کا محدود ہونا بھی صنعتی ترقی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔لوگوں کی کم قوتِ خرید، معیاری اشیاء کی کمی اور بلند لاگتِ پیدائش کی وجہ سے منڈیاں محدود ہیں۔بین الاقوامی منڈیوں میں اشیاء کی طلب کم ہے۔

9- سیاسی عدم استحکام : (Political Instability)

آزادی کے بعد اب تک ملک کے صحیح سیاسی استحکام نصیب نہیں ہو سکا۔یکے بعد دیگرے جلد جلد حکومتیں بدلتی رہیں، اور ملک ناقص حکمرانی (Poor Governance) کا شکار رہا ہے، اس لئے معاشی ترقی کے لئے طویل المیعاد اور ٹھوس بنیادوں پر منصوبے نہیں بنائے جا سکے۔1954ء میں دستور ساز اسمبلی توڑ دی گئی۔1958ء میں مرحوم ایوب خان نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ستمبر 1965ء میں بھارت سے جنگ ہوگئی۔1968ء کے آخر میں سابق صدر ایوب خان کے خلاف ملک گیر ہنگامے ہوئے، مارچ 1969ء میں صدر یحییٰ خان نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا، 1970ء میں قومی الیکشنوں کے باعث حالات مخدوش رہے، 1971ء کے دوران شیخ مجیب الرحمٰن کے چھ نکات مصیبت کا باعث بنے رہے، 1971ء میں بھارت سے جنگ لگ گئی اور ملک دو حصوں میں ٹوٹ گیا۔1972ء سے پیپلز پارٹی کا دور حکومت شروع ہوا، بنک، بیمہ کمپنیاں اور بہت سے صنعتی ادارے قومی تحویل میں لے لئے گئے، جس کے باعث نجی کاروباری شعبہ کی سخت حوصلہ شکنی ہوئی اور پیداوار کم ہوگئی۔مارچ 1977ء کے الیکشن کے بعد ملک گیر تحریک چلی تا آنکہ 5 جولائی 1977ء کو بھٹو حکومت کا تختہ الٹ کر جنرل ضیا نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔

اگست 1988ء میں صدر ضیا مرحوم کے انتقال کے بعد جماعتی بنیادوں پر قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے الیکشن ہوئے، جس میں پیپلز پارٹی نے مرکز اور صوبہ سرحد و سندھ میں اپنی حکومت بنائی جب کہ پنجاب اور بلوچستان میں پیپلز پارٹی کی مخالف جماعتوں نے حکومتیں قائم

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

گیں۔اس اختلاف کے باعث سیاسی استحکام اور معاشی ترقی میں سخت رکاوٹ پڑی۔

چھے اگست 1990ء کو صدر غلام اسحاق خان نے پیپلز پارٹی کی بے نظیر حکومت ختم کردی اور قومی وصوبائی اسمبلیاں توڑ دیں، جس کے باعث معاشی حالات پھر تعطل کا شکار ہو گئے۔اکتوبر 1990ء میں ازسرِ نو الیکشن ہوئے جن کے نتیجہ میں پیپلز پارٹی کو شکست ہوئی اور اسلامی جمہوری اتحاد نے حکومت تشکیل دی۔

اپریل 1993ء میں ایک مرتبہ پھر صدر پاکستان نے (پانچ سال میں تیسری بار) قومی اسمبلی توڑ کر کابینہ کو برخاست کر دیا۔جون میں سپریم کورٹ کے فیصلے سے یہ بحال ہوگئی مگر صدر (غلام اسحاق خاں) اور وزیرِ اعظم (نواز شریف) کی باہمی محاذ آرائی اور کشمکش کے باعث وزیرِ اعظم کو استعفیٰ دینا پڑا۔ پھر چھے اکتوبر اور نو اکتوبر 1993ء کو قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے الیکشن کرائے گئے اور اکتوبر 1993ء میں تیسری مرتبہ پیپلز پارٹی کی (بے نظیر) حکومت برسرِ اقتدار آئی جس کے دور میں کراچی کے اندر حکومت اور (سیاسی پارٹی) ایم کیو ایم کے مابین زبردست محاذ آرائی ہوئی۔قتل وغارت کا بازار گرم ہوگیا۔ ہڑتالوں کا سلسلہ طویل ہوتا گیا اور لاقانونیت اور بدامنی کے باعث معاشی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔

آخرکار 5 نومبر 1996ء کو صدر پاکستان فاروق خان لغاری نے بے نظیر حکومت کو برطرف کر دیا اور مرکزی وصوبائی اسمبلیاں توڑ کر نوے دن کے بعد ازسرِ نو الیکشن کرانے کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ 3 فروری 1997ء کو منعقد ہونے والے قومی اور صوبائی الیکشنوں میں پاکستان مسلم لیگ (ن) بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئی۔ پھر وزیرِ اعظم نواز شریف اور فوج کے سربراہ جنرل پرویز مشرف کے مابین محاذ آرائی شروع ہوگئی اور 12 اکتوبر 1999ء کو جنرل مشرف نے حکومت کو برطرف کر کے چیف ایگزیکٹو کی حیثیت سے ملک کا انتظام سنبھال لیا اور میاں نواز شریف کو جلاوطن کر دیا۔

جنرل پرویز مشرف کے دورِ حکومت میں امریکہ کو افغانستان کے خلاف جنگ میں پاکستان کے پانچ ہوائی اڈے دیے گئے جہاں سے 57,800 حملوں کی اجازت دی گئی۔ نیز تقریباً آٹھ لاکھ امریکی فوجی پاکستان کے راستے افغانستان گئے جس سے حکومت پاکستان کو بارہ ارب ڈالر کا نقصان ہوا لیکن اس کے بدلے پاکستان کے صرف ایک ارب ڈالر کے قرضے معاف کئے گئے۔

پھر فروری 2008ء کے الیکشن کے بعد پیپلز پارٹی کے آصف زرداری صدر اور یوسف رضا گیلانی وزیرِ اعظم مقرر ہوئے۔غرض قیامِ پاکستان کے سال 1947ء سے لے کر 2011ء تک کے گزشتہ 64 سالہ عرصہ میں ملک کے چوبیس وزیرِ اعظم بنے۔جس کے باعث ایک وزیرِ اعظم کا اوسط عرصہ اقتدار اڑھائی سال بنتا ہے اور اگر اس میں سے فوجی اقتدار کا عرصہ نکال دیا جائے تو اوسط عرصہ صرف سوا سال ہی رہ جاتا ہے۔غرض قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک حکومت کے اس طرح غیر مستحکم اور متزلزل ہونے کے باعث، اور وقفہ وقفہ سے سیاسی بحرانوں کے پیدا ہو جانے سے، معاشی ترقی میں شدید رکاوٹ پڑتی رہی ہے۔

10- بنیادی تحتی ڈھانچہ کی کمی: (Lack of Basic Infrastructure)

پاکستان میں بجلی، تیل، گیس اور دیگر ایندھن کی کمی ہے۔ذرائع نقل وحمل کی کمی ہے۔بجلی کی لوڈ شیڈنگ ایک بہت بڑا مسلہ بنی ہوئی ہے۔ان ذرائع کی قلت کی وجہ سے صنعتیں ترقی نہیں کر رہیں۔

11- سرمایہ کی قلت: (Shortage of Capital)

صنعتوں کے قیام کے لیے کثیر سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔جاذب سرمایہ صنعتیں مثلاً لوہا، فولاد، کیمیکل، ٹیکسٹائل، قالین بافی، شوگر اور کاغذ وغیرہ میں سرمایہ کی کافی ضرورت ہوتی ہے۔ان صنعتوں کے قیام اور ترقی کے لیے سرمایہ کی فراہمی اشد ضروری ہے۔

12- سمگلنگ: (Smuggling)

پاکستان میں بنائی گئی اشیاء کو غیر ملکی اشیاء کا غیر قانونی مقابلہ کا بھی سامنا ہے۔سرحدی علاقوں سے بہت سی اشیاء سمگل ہو کر منڈیوں میں آجاتی ہیں۔یہ اشیاء ملک کے اندر بنی ہوئی اشیاء سے سستی اور معیاری ہوتی ہیں۔لہٰذا عوام ملکی اشیاء کو خریدنے کی بجائے سمگل شدہ اشیاء کو ترجیح دیتے ہیں۔اس سے ملکی صنعت پر برا اثر پڑتا ہے۔

13- بین الاقوامی مقابلہ: (Internationl Compitition)

پاکستان میں بنی ہوئی اشیاء مہنگی اور غیر معیاری ہوتی ہیں۔ملکی اور بین الاقوامی منڈیوں میں ہماری مصنوعات کی طلب بہت کم ہے۔جس کی وجہ سے منڈیاں محدود ہو کر رہ گئی ہیں۔

14- عوام کا عدم تعاون: (Uncooperative Pcople)

ہم غیر ملکی درآمد شدہ اشیاء کو استعمال کرنے میں ہم فخر محسوس کرتے ہیں۔اس سے ملکی صنعت کاروں کی حوصلہ افزائی نہیں ہوتی۔ہم بہت ساری اشیاء بلاضرورت بھی خریدتے ہیں۔جو پاکستانی ملک سے باہر کام کے لیے گئے ہوئے ہیں، وہ پاکستان آتے ہوئے اپنے ساتھ ٹیلی ویژن، ٹیپ ریکارڈر، لیپ ٹاپ، موبائل اور میک اَپ کا سامان وغیرہ لے آتے ہیں۔جس سے لوگوں میں غیر ملکی مصنوعات کو استعمال کرنے کا شوق بڑھتا ہے اور وہ ملکی اشیاء استعمال کرنا پسند نہیں کرتے۔

15- بلند شرح سود: (High Rate of Interest)

صنعتیں چلانے والوں کو سرمایہ حاصل کرنے میں دشواری پیش آتی ہے۔کیونکہ تجارتی بینک اور دیگر مالیاتی ادارے بہت زیادہ سود کا مطالبہ کرتے ہیں۔تجارتی بینک قرض دیتے ہوئے خطرہ محسوس کرتے ہیں۔لہٰذا صنعت کار نئی قسم کے آلات نہ خرید کر اپنے کاروبار کو ترقی نہیں دے سکتے۔

صنعتی شعبہ کے مسائل کا حل
(Solution of Industrial Problums)

1- نجی شعبہ کی حوصلہ افزائی: (Cncourging Private Sector)

ہمارے ملک میں صنعتی ترقی کی رفتار سست ہونے کی ایک وجہ یہ رہی ہے کہ 1972ء میں بھٹو حکومت نے بہت سی صنعتوں کو قومی تحویل میں لے لیا جس کے باعث نجی صنعت کاروں کی سخت حوصلہ شکنی ہوئی۔لہٰذا صنعتی شعبے کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ نجی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کی جائے۔موجودہ حکومت بھی نجکاری کی پالیسی کو جاری رکھے ہوئے ہے۔

2- ٹیکسوں کی مراعات: (Tax Concessions)

صنعتی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ نئے صنعت کاروں کو ابتدائی مرحلے پر ٹیکسوں کی مراعات دی جائیں۔حکومت پاکستان نے دسمبر 1990ء میں اعلان کیا کہ نئی صنعتوں کے قیام کے لئے مختلف شرائط کے تحت تین، آٹھ اور پانچ سال کی ٹیکس ہالیڈے (ٹیکسوں کی معافی) دی جائے گی۔نیز صنعتی پلانٹ اور مشینری درآمد کرنے پر کسٹم ڈیوٹی میں کافی کمی کر دی گئی ہے۔

3- اہم صنعتوں کی ترقی: (Development of Important Industries)

ملک میں کلیدی نوعیت کی صنعتوں کو ترقی دینی چاہیے۔مثلاً انجینئرنگ، الیکٹرونکس اور اعلیٰ ٹیکنالوجی کی صنعتیں، کیونکہ صنعتی شعبے کی بنیاد و

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

سیع کرنے کے لئے ایسی ہی صنعتوں کا قیام ضروری ہے۔

4- انڈسٹریل مشینری کی تیاری: (Prepartion of Industrial Machinary)

اس وقت سرکاری شعبے میں سیمنٹ، چینی، بناسپتی گھی اور چند دیگر صنعتوں کے لئے انڈسٹریل مشینری اور پلانٹ ملک کے اندر ہی تیار ہو رہے ہیں، نجی شعبے میں بھی کچھ یونٹ تیار ہوتے ہیں۔ ضرورت یہ ہے کہ نجی شعبے کے اشتراک سے جدید ترین ٹیکنالوجی اختیار کر کے اہم صنعتوں کے لئے ملک کے اندر ہی انڈسٹریل مشینری اور پلانٹ بنانے کا انتظام کیا جائے۔

5- چھوٹی صنعتوں کی حوصلہ افزائی: (Cncourgement of Small Industries)

یہ عام مشاہدہ ہے کہ ملک میں روزگار کے مواقع پیدا کرنے، اور آمدنی کی تقسیم بہتر بنانے کے معاملے میں بڑی صنعتوں کی نسبت چھوٹی صنعتیں زیادہ مفید ثابت ہوتی ہیں۔ پاکستان میں صنعتی لیبر کا اسی (80) فیصد چھوٹی صنعتوں میں کام کرتا ہے۔ لہٰذا پاکستان میں چھوٹی صنعتوں کی ترقی کی جانب ترجیحی بنیادوں پر توجہ دینی چاہیے۔

6- بیرونی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی: (Cncouragement of Foreign Investement)

پاکستان کے اندر بیرونی سرمایہ کاری کے لئے بہترین حالات و مواقع موجود ہیں کیونکہ یہاں مادی اور انسانی ذرائع وافر مقدار میں موجود ہیں۔ ہمارا ملک مشرقِ افریقہ، مشرقِ وسطیٰ، سنٹرل ایشیا، چین اور مشرقِ بعید کے مرکز اور ہمسائیگی میں واقع ہے۔ نیز یہاں دیگر ممالک کے مقابلہ میں بیرونی سرمایہ کاروں کو زیادہ مراعات اور ترغیبات دے کر صنعتی ترقی کی رفتار کو بڑھایا جاسکتا ہے۔

7- ایکسپورٹ پروسیسنگ زون: (Export Processing Zones)

1980ء میں حکومت نے ایکسپورٹ پروسیسنگ اتھارٹی قائم کی تا کہ اہم مقامات پر پروسیسنگ زون قائم کرے۔ کراچی ایکسپورٹ پروسیسنگ قائم کیا گیا ہے۔ تاکہ برآمدی اشیاء پیدا کرنے والی صنعتوں کے لئے غیر ممالک سے بیرونی سرمایہ کاری، اعلیٰ ٹیکنالوجی اور انتظامی مہارت حاصل کرنے کے لئے ترغیب دے۔ ایسا ہی ایک زون سیالکوٹ میں بھی قائم کیا گیا ہے۔ لاہور، راولپنڈی، پشاور، ملتان اور رسالپور میں ایسے زون قائم کر کے صنعتوں کو ترقی دی جاسکتی ہے۔

8- انڈسٹریل اسٹیٹس: (Industrial States)

اس وقت ملک بھر میں 72 انڈسٹریل اسٹیٹس قائم ہیں۔ ان میں درآمدی مشینری پر کسٹم ڈیوٹی معاف ہے۔ نجی شعبہ کو اجازت دی گئی ہے کہ ملک کے جس حصہ میں چاہے انڈسٹریل اسٹیٹس قائم کر لیں، اور اپنے صنعتی کارخانوں کے لئے توانائی بھی خود ہی پیدا کر لیں۔

9- نج کاری: (Privatization)

نجی شعبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے نج کاری کی پالیسی اختیار کی گئی ہے۔ چنانچہ سرکاری ملکیت کے ادارے نجی شعبہ کی طرف منتقل کئے جا رہے ہیں۔ نج کاری کی ذیل میں کئی شعبے آتے ہیں۔ صنعت، بینک، ترقیاتی مالی ادارے، ٹیلی کمیونیکیشن، توانائی کی پیداوار، شاہراہیں، تعمیرات، تجارت، جہاز رانی، ایئر لائنز وائر پورٹ، تحتی ڈھانچہ (Infrastructure)، تیل و گیس کا شعبہ اور پبلک یوٹیلیٹیز وغیرہ۔ اس سے نجی شعبہ کی حوصلہ افزائی ہوگی اور صنعتیں ترقی کریں گی۔

10- معیاری اشیاء کی پیداوار: (Standard Goods)

معیاری اشیاء پیدا کر کے ملکی اور بین الاقوامی منڈیوں میں اشیاء کی طلب کو بڑھایا جاسکتا ہے۔ معیاری اشیاء پیدا کرنے کے لیے ہنر مند افراد اور جدید ٹیکنالوجی کی ضرورت ہے۔

11- مشاورتی مراکز کا قیام: (Establisment of Consultation Centres)

صنعتوں کی ترقی کے لیے جدید آلات کی تیاری، اشیاء پیدا کرنے کے نئے طریقے، دیسی خام مال کا استعمال مقبول بنانے کی کوشش، ہاتھوں کی تربیت اور مشورے وغیرہ کے لیے مشاورتی مراکز کی ضرورت بہت زیادہ ہے۔ لیکن پاکستان میں ان مراکز کی کمی ہے۔ ان مراکز کے قیام سے صنعتیں ترقی کریں گی۔

12- تامین کی پالیسی: (Policy of Protectionism)

نئی قائم ہونے والی صنعتوں کو بین الاقوامی مقابلہ سے بچانے کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے تحت حکومت درآمد ہونے والی اشیاء پر بھاری ٹیکس عائد کرتی ہے اور ان کا کوٹہ مقرر کرتی ہے۔ اس کام کے لیے ایک ٹیرف بورڈ قائم کیا گیا ہے۔ ٹیکس عائد کرنے سے درآمد شدہ اشیاء مہنگی ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا لوگ ملکی اشیاء خریدنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

13- شرح سود میں کمی: (Decrease in Interest Rate)

صنعت کار بینکوں سے اسی صورت قرض حاصل کر پائیں گے جب شرح سود کم ہوگی۔ قرض حاصل کرنے کے لیے صنعت کاروں کو ضمانتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ حکومت کو ایسی پالیسی بنانی چاہیے کہ کم ضمانت رکھوا کر بھی قرض حاصل کیا جا سکے۔ غرض یہ کہ قرض حاصل کرنے کی شرائط میں نرمی کر کے اور شرح سود کو کم کر کے صنعتی سرمایہ کاری کو بڑھایا جاسکتا ہے۔

14- بجلی و گیس کی فراہمی: (Provisim of Electricity and Gas)

صنعتی کارخانے چلانے کے لئے برقی توانائی ایک لازمی ضرورت ہے۔ لیکن پاکستان میں بجلی کم بھی ہے اور مہنگی بھی جس کی وجہ سے صنعتی پیداوار پر زیادہ لاگت آتی ہے۔ نیز لوڈ شیڈنگ بھی ہوتی رہتی ہے۔ بجلی کے ساتھ ساتھ گیس کی لوڈ شیڈنگ نے صنعتی پیداوار کو بہت متاثر کیا ہے۔ بجلی و گیس فراہم کر کے صنعتوں کو ترقی دی جاسکتی ہے۔

15- صنعتی پالیسی: (Industrial Policy)

حکومت کو ایک مربوط اور منظم صنعتی پالیسی بنانے کی اشد ضرورت ہے۔ صنعتی پالیسی کے بغیر صنعتی ترقی ناممکن ہے۔

awazeinqilab.com

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

ماڈل پرچہ سوالات

مختصر سوالات

انشائیہ (Subjective) حصہ اول (Section I)

سوال نمبر 1: درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

1۔ نیم ترقی یافتہ ملک سے کیا مراد ہے؟

جواب: "نیم ترقی یافتہ ملک سے مراد ایسا ملک ہے جس کی فی کس آمدنی ترقی یافتہ ممالک مثلاً کینیڈا، امریکہ، برطانیہ، فرانس اور جاپان کی فی کس آمدنی کے مقابلہ میں کم ہو البتہ اس میں وہ صلاحیتیں اور ذرائع ضرور موجود ہوں جن کی بدولت وہ ترقی کر سکتا ہو"۔

2۔ ترقی پزیر ملکوں کے پانچ بنیادی مسائل بتائیں؟

جواب: i) پست فی کس آمدنی ii) افراط آبادی iii) قدرتی ذرائع کے بے کار پڑے رہنا
iv) پست استعداد کار v) سرمائے کی قلت

3۔ معاشی ترقی کے چار عوامل لکھیں؟

جواب: i) انسانی ذرائع (لیبر فورس) ii) قدرتی ذرائع (تیل، گیس، زمین اور آب وہوا)
iii) تشکیل سرمایہ (سازوسامان وغیرہ) iv) ٹیکنالوجی (سائنس اور انجینئرنگ کی معلومات)

4۔ تشکیل سرمایہ کی مختصر تشریح کریں؟

جواب: تشکیل سرمایہ سے مراد سازوسامان، کارخانے معشرتی نالائی سرمایہ یعنی سڑکیں، آبپاشی کے منصوبے، صحت عامہ کے لئے اقدامات، تحتی ڈھانچہ جو عموماً سرکاری سطح پر کیے جاتے ہیں۔

5۔ معاشی ترقی کی تعریف بیان کریں؟

جواب: پروفیسر مائرو بالڈون نے معاشی ترقی کی تعریف یوں کی ہے:
"معاشی ترقی سے مراد ایسا عمل ہے جس کے باعث کسی ملک کی حقیقی قومی آمدنی ایک طویل عرصہ وقت میں بڑھ جائے اور اگر معاشی ترقی کی شرح، آبادی کی شرح افزائش سے زیادہ ہو تو فی کس حقیقی آمدنی بڑھ جاتی ہے"۔

6۔ معاشی منصوبہ بندی سے کیا مراد ہے؟

جواب: "معاشی منصوبہ بندی سے مراد معاشی تنظیم کی ایک ایسی تدبیر ہے جس میں مختلف کارخانوں کاروباری تنظیموں اور صنعتوں کو کسی ایک واحد نظام کی معاون باہم اکائیاں تصور کیا جاتا ہے تاکہ ایک معینہ مدت میں تمام موجودہ ذرائع اور وسائل سے استفادہ کر کے لوگوں کی ضروریات کو بدرجہ احسن پورا کیا جائے"۔

7۔ معاشی ترقی کی پیائش کے طریقے لکھیں؟

جواب: i) قومی پیداوار میں اضافہ ii) فی کس آمدنی میں اضافہ
iii) فی مزدور پیداوار میں اضافہ iv) سرمائے کی شرح میں اضافہ

8۔ معاشی منصوبہ بندی کی اہمیت بتائیں؟

جواب: معاشی منصوبہ بندی کی درج ذیل اہمیت ہے:

i) نجی شعبہ کی کمزوریاں دور کرنا ii) سرمائے کی قلت دور کرنا
iii) تقسیم دولت کی اصلاح iv) تعیشانہ مصرف پر کنٹرول

9۔ حکومت پاکستان کے ملک سے غربت ختم کرنے کے لیے کوئی سے دو اقدامات کا ذکر کیجیے؟

جواب: حکومت پاکستان نے ملک سے غربت ختم کرنے کے لیے درج ذیل دو اقدامات کئے۔
i) بینظیر انکم سپورٹ پروگرام ii) زکوٰۃ اور عشر کا نظام

10- اوسط المیعاد ترقیاتی منصوبہ (MTDF) سے کیا مراد ہے؟

جواب: پاکستان منصوبہ بندی کمیشن نے ایک پانچسالہ منصوبہ جولائی 2005ء تا جون 2010ء تیار کیا یہ حکمت عملی برائے تخفیف غربت کے دستاویز کی ایک شکل ہے جو دراصل سالانہ منصوبوں پر مشتمل ہے تاکہ حالات میں تغیرات کے پیش نظر اس میں مطلوبہ ترمیم کی جاسکے یہ ڈھانچہ درحقیقت پچیس سالہ ایک طویل مدتی تناظر برائے 2005ء تا 2030 کا حصہ ہے۔

11۔ پاکستان میں فی کس آمدنی میں کمی کے چار اسباب لکھیں؟

جواب: i) قدرتی ذرائع کی کمی ii) آبادی میں اضافہ
iii) سرمائے کی قلت iv) بیروزگاری

12۔ فی کس آمدنی کا فارمولا لکھیں۔

جواب:

$$\text{فی کس آمدنی} = \frac{\text{قومی آمدنی}}{\text{کل آبادی}}$$

13۔ ٹیکس کلچر سے کیا مراد ہے؟

جواب: حکومت کی مالیاتی پالیسی میں بڑے بڑے مقاصد کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ نظام محصولات ایسا قائم کیا جائے جس سے حکومت کو اتنی آمدنی ہو کہ سرکاری اخراجات پورے ہو سکیں اور قرضہ کی ضرورت نہ پڑے اس عمل کو ٹیکس کلچر کہا جاتا ہے۔

14۔ فی کس آمدنی بڑھانے کے چار طریقے تحریر کیجیے؟

جواب: i) زراعت کی ترقی ii) صنعت کی ترقی
iii) سرمائے کی تشکیل iv) آبادی کی منصوبہ بندی

15- زرعی شعبہ کے چار مسائل بیان کریں۔

جواب: ا۔ اَن پڑھ کسان ب۔ کھادوں کا کم استعمال
ج۔ فرسودہ طریقہ کاشت کاری د۔ قدرتی آفات

16- زرعی شعبہ کے مسائل کا حل لکھیں۔

جواب: ا۔ کسانوں کو قرض کی فراہمی ب۔ کسانوں کی تربیت
ج۔ عمدہ بیجوں کی دستیابی د۔ زرعی اجناس کی مناسب قیمتیں

17- صنعتی شعبہ کے چار مسائل بیان کریں۔

جواب: ا۔ کمزور صنعتی وراثت ب۔ تربیت یافتہ عملہ کی کمی

awazeinqilab.com

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

ج۔ ذرائع قوت کی عدم دستیابی　　د۔ خام مال کی قلت

18- صنعتی شعبہ کے مسائل کا حل لکھیں۔

جواب: ا۔ نجی شعبہ کی حوصلہ افزائی　　ب۔ غیر ملکی سرمایہ کاری

ج۔ ٹیکسوں میں مراعات　　د۔ جدید مشینری کی دستیابی

حصہ دوم (Section II)

سوال نمبر2: درج ذیل سوالات کے مفصل جوابات تحریر کریں۔

(i) پاکستان میں معیارِ زندگی پست ہونے کے اسباب بیان کیجئے۔ (لاہور بورڈ 2009ء)

(ii) پاکستان میں فی کس آمدنی کی کمی کے اسباب تحریر کیجئے۔ (ملتان بورڈ 2009ء، لاہور بورڈ 2010ء)

(iii) پاکستان کی فی کس آمدنی پست ہونے کی وجوہات تحریر کریں۔ (ملتان بورڈ 2011ء)

(iv) پاکستان کی قومی آمدنی میں اضافہ کس طرح کیا جاسکتا ہے؟

(v) معاشی ترقی کے لئے کون سے عوامل ضروری ہوتے ہیں؟

(vi) پاکستان کے صنعتی شعبہ کے بڑے بڑے مسائل بیان کیجئے۔

(vii) معاشی منصوبہ بندی کی اہمیت اور فوائد بیان کیجئے۔ (لاہور بورڈ 2009ء، گوجرانوالہ بورڈ 2009ء)

(viii) پاکستان میں معاشی منصوبہ بندی کے اہم مقاصد کیا ہوتے ہیں؟

معروضی (Objective)

سوال نمبر3: ہر سوال کے ایک سے زیادہ جوابات دیے گئے ہیں۔ ان میں سے درست جواب پر (P) کا نشان لگائیے۔

(i) قومی آمدنی جیسے مسائل کا مطالعہ معاشیات کی اس برانچ میں کیا جاتا ہے۔

(الف) جزوی　(ب) مالیاتی　(ج) کلیاتی ✓　(د) ریاضیاتی

(ii) پاکستان کی قومی آمدنی کی پیمائش کے لئے یہ طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔

(الف) پیداوار کا طریقہ　(ب) کل خرچ کا طریقہ　(ج) عاملین کی آمدنیوں کے مجموعہ کا طریقہ　(د) درج بالا تینوں ✓

(iii) پاکستان بنیادی طور پر ایسا ملک ہے۔

(الف) صنعتی　(ب) تجارتی　(ج) زرعی ✓　(د) ترقی یافتہ

(iv) پاکستان کی حقیقی داخلی پیداوار (GDP) میں اس شعبہ کا حصہ زیادہ ہوتا ہے۔

(الف) تجارت　(ب) زراعت ✓　(ج) صنعت　(د) مواصلات

(v) یہ گھریلو صنعت ہے۔

(الف) گھی کی صنعت　(ب) سٹیل مل　(ج) کھیلوں کا سامان ✓　(د) ٹیکسٹائل انڈسٹری

(vi) معاشی ترقی کی بہتر اور جامع تعریف پیش کی ہے۔

(الف) کنڈل برگر　(ب) آرتھر لیوس　(ج) مائر اینڈ بالڈون ✓　(د) پروفیسر سنائڈر

(vii) درج ذیل میں سے ایک معاشی ترقی پر اثر انداز نہیں ہوتا:

(الف) قدرتی وسائل　(ب) زبان (Language) ✓　(ج) سیاسی صورتحال　(د) سماجی برائیں (Social Evils)

(viii) معاشی ترقی کا مفہوم یہ ہے۔

(الف) زرعی ترقی　(ب) صنعتی ترقی　(ج) حقیقی قومی آمدنی میں اضافہ ✓　(د) آبادی میں اضافہ

(ix) پاکستان کا یہ منصوبہ سب سے زیادہ کامیاب رہا۔

(الف) دوسرا منصوبہ　(ب) تیسرا منصوبہ ✓　(ج) پانچواں منصوبہ　(د) آٹھواں منصوبہ

(x) پاکستان کے دوسرے پانچ سالہ منصوبے کی مدت یہ تھی۔

(الف) 1950ء تا 1955ء　(ب) 1955ء تا 1960ء

(ج) 1960ء تا 1965ء ✓　(د) 1965ء تا 1970ء

(xi) ترقی پذیر ممالک کی خصوصیات میں یہ شامل نہیں۔

(الف) افراطِ آبادی　(ب) سرمائے کی بھاری مقدار ✓　(ج) زراعت پر انحصار　(د) خام مال کی برآمد

(xii) پاکستان میں صنعتوں کو قومی تحویل میں لیا گیا۔

(الف) 1972ء ✓　(ب) 1974ء　(ج) 1975ء　(د) 1976ء

(xiii) پاکستان کے آٹھویں پانچ سالہ منصوبے کی مدت تھی۔

(الف) 1960-65ء　(ب) 1993-98ء ✓　(ج) 1989-94ء　(د) 1998-2003ء

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

باب 9

مواصلات، ذرائع نقل وحمل اور انسانی ذرائع کی ترقی

Communication, Transportation and Human Resources Development

ذرائع نقل وحمل (آمدورفت)(Transportation) میں یہ شامل ہیں: ریلیں، سڑکیں، بحری جہاز اور ہوائی جہاز جبکہ ذرائع مواصلات (خبررسانی)(Communication) میں یہ شامل ہیں: ڈاک، تار (ٹیلیگرام)، ٹیلیفون، موبائل فون، ٹیلکس، فیکس، ریڈیو، ٹیلی وژن اور کمپیوٹر وغیرہ۔ یہ تمام ذرائع کسی ملک کی معاشی، سماجی اور سیاسی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ دفاع کو مضبوط بنانے، نظم ونسق مستحکم کرنے، امن وامان قائم رکھنے، تہذیب وتمدن اور علم وہنر کو فروغ دینے کے لئے ان کا وجود بہت ضروری ہے۔ قومی سالمیت اور خوشحالی انھی سے وابستہ ہے۔ یہاں ہم ان کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی فائدے (بالخصوص پاکستان کے حوالہ سے) بیان کرتے ہیں۔

ذرائع مواصلات اور حمل ونقل کے اہمیت وافادیت (Importance)

معاشی فائدے:

معاشی لحاظ سے ذرائع آمدورفت کے مندرجہ ذیل فائدے ہیں:

1- خام مال کارخانوں تک پہنچانا:

ذرائع نقل وحمل کی مدد سے خام مال کو پیدا ہونے والی جگہوں سے اٹھا کر کارخانوں تک پہنچایا جاتا ہے۔ مثلاً بیل گاڑیوں، ٹرکوں اور ریلوں کی مدد سے، کپاس کو کھیتوں سے اٹھا کر کپڑے کی ملوں میں پہنچایا جاتا ہے۔ اگر خام مال فیکٹریوں تک لانے کی سہولتیں موجود نہ ہوں تو ایک طرف کارخانے بند پڑے رہیں اور دوسری طرف یہ چیزیں کھیتوں میں پڑی گل سڑ جائیں۔

2- مصنوعات منڈیوں تک پہنچانا:

کارخانوں کی بنی ہوئی چیزیں، مختلف شہروں اور منڈیوں میں پہنچائی جاتی ہیں۔ تاکہ ضرورت مند لوگ ان کو خرید سکیں۔ مثلاً باٹا فیکٹری میں تیار ہونے والے جوتے ملک بھر کے شوسٹوروں تک پہنچائے جاتے ہیں۔

3- خودکفالتی زندگی کا خاتمہ:

آمدورفت کی بدولت ہمارے دیہات اور پس ماندہ علاقوں کی خودکفیل زندگی (یعنی اپنی ضرورتیں خود ہی پوری کر لینے) کا رجحان ختم ہو گیا ہے اور ان کا شہروں کے ساتھ رابطہ قائم ہو رہا ہے۔ پرانے وقتوں میں یہ کہا جاتا تھا کہ ہمارے دیہات صرف نمک، ماچس اور مٹی کے تیل کے لیے شہروں کے محتاج ہیں کیونکہ ضرورت کی باقی چیزیں وہ خود ہی تیار کر لیتے ہیں۔ لیکن آج ذرائع آمدورفت کی ترقی کے باعث، شہروں اور دیہات میں، اس قدر گہرا رابطہ پیدا ہو گیا ہے کہ دیہاتی بھی ریفریجریٹر، ٹیلی ویژن، ٹریکٹر، موبائل اور بیسیوں ایسی چیزیں استعمال کرنے لگے ہیں جو سمندر پار ملکوں میں تیار ہوتی ہیں۔

4- تقسیم کار (Division of Labour) میں وسعت:

نقل وحمل کی بدولت تقسیم کار (یعنی آپس میں بانٹ کر کام کرنے) کا حلقہ بھی وسیع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ملک کے مختلف علاقے صرف وہ چیزیں پیدا کرنے میں خصوصیت حاصل کر لیتے ہیں جو کم لاگت پر تیار کر سکتے ہیں اور بعد میں ایک دوسرے کی چیز کے ساتھ تبادلہ کر لیتے ہیں۔ اس طرح ہر علاقہ، دوسرے علاقہ میں پیدا ہونے والی چیزوں کو استعمال کرنے کے لائق ہو جاتا ہے، جیسے پاکستان کے مختلف علاقے کھیلوں کا سامان سیالکوٹ سے منگوا لیتے ہیں، برقی پنکھے گجرات سے، اخروٹ پاراچنار سے اور چھوہارے سکھر سے۔

5- قیمتوں میں یکسانیت:

ذرائع نقل وحمل کی بدولت مختلف کارخانوں اور علاقوں میں پیدا ہونے والی اشیاء ملک کے گوشے گوشے میں پہنچ جاتی ہیں۔ دکانداروں میں مکمل مقابلہ ہوتا ہے اور اس طرح ان کی قیمتیں ہر جگہ یکساں ہو جاتی ہیں، ڈالڈا گھی کا ڈبہ آپ لاہور سے خریدیں یا پشاور سے ایک ہی قیمت پر ملے گا۔

6- مزدوروں کی نقل مکانی (Mobility of Labour):

ذرائع آمدورفت کی مدد سے مزدور ایک مقام سے دوسرے مقام تک آسانی سے پہنچ سکتے ہیں۔ ان کی نقل پذیری میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اجرتوں کی شرح یکساں ہو جاتی ہے اور تمام کارخانوں کو اپنی اپنی ضرورت کے مطابق مزدور مل جاتے ہیں۔

7- قدرتی وسائل سے استفادہ:

اگر آمدورفت کے وسائل موجود نہ ہوں تو بہت سے ایسے قدرتی ذرائع سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا جو دور دراز واقع ہوں اور جن تک رسائی نہ ہو سکتی ہو۔

8- اشیائے ضرورت کی مناسب تقسیم:

ذرائع نقل وحمل کی بدولت جن علاقوں میں جو شے مقامی ضرورت سے زائد تیار ہوتی ہے وہاں سے ان علاقوں تک پہنچائی جا سکتی ہے جہاں اس کی قلت ہو۔ گویا ہر چیز ملک کے مختلف علاقوں میں ان کی ضرورت کے مطابق خود بخود تقسیم ہو جاتی ہے۔

9- روزگاری مواقع میں اضافہ:

بہت سے لوگوں کو روزگار مل جاتا ہے۔ پاکستان میں محکمہ ریلوے، روڈ ٹرانسپورٹ، پی۔ آئی۔ اے اور دیگر ائر لائنز میں لاکھوں افراد ملازمت کر رہے ہیں۔ اس وقت برسر روزگار افراد کا چھ فیصد حصہ اس شعبہ میں مشغول ہے۔

10- آبادی کا علاقائی پھیلاؤ:

ذرائع نقل وحمل کی بدولت ملکی آبادی چند مقامات پر گنجان ہونے نہیں پاتی، بلکہ ملک کے مختلف علاقوں میں پھیل جاتی ہے اور یوں پس ماندہ علاقے بھی ترقی کر جاتے ہیں۔ اچھے مواصلات کے باعث بیرونی سیاحوں، سرمایہ کاری اور سرکاری آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔

معاشرتی فائدے (Social Benefits):

معاشرتی نقطہ نظر سے بھی ذرائع آمدورفت کے بہت سے فائدے ہیں لوگوں کو باہم ملنے اور تبادلہ خیالات کا موقع ملتا ہے، وہ ایک دوسرے سے بہت کچھ سیکھتے ہیں۔ تہذیب وتمدن اور کلچر نکھرتا ہے، تعلیمی اشاعت ہوتی ہے۔ آج سرزمین پنجاب کے علامہ اقبالؒ کا کلام تمام پاکستانیوں میں وہی ولولہ پیدا کرتا ہے جو خیبر پختونخواہ کے خوشحال خاں خٹک کا اور سندھ کے شاہ لطیف بھٹائی کا۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

سیاسی فائدے (Political Benefits):

ذرائع نقل وحمل کی سیاسی اہمیت بھی بہت زیادہ ہے۔ ملک کے نظم ونسق کو بہتر بنانے کے لئے ان سہولتوں کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ اگر ملک کے اندر گڑبڑ، ہنگامہ یا فساد رونما ہوجائے تو اس پر قابو پانے کے لئے پولیس کو جلدی سے متاثرہ علاقوں کی طرف منتقل کیا جاسکتا ہے، اور اگر کسی بیرونی دشمن کے حملے کا خطرہ ہو تو فوجی دستے بڑی تیزی کے ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقام تک لے جائے جاسکتے ہیں۔

آمدورفت کے روایتی ذرائع (Traditional Means of Transportation)

ان میں یہ شامل ہیں:

سڑکیں (Roads)، شاہراہیں (Highways)، ریلیں، ہوائی جہاز (Airlines)، بندرگاہیں (Ports) اور بحری جہاز رانی (Shipping) وغیرہ۔ پاکستان میں ان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

سڑکوں کا جال

(Road Network)

پاکستان میں سڑکوں کی اہمیت:

پاکستان میں سڑکوں کی اہمیت مندرجہ ذیل باتوں سے ظاہر ہوتی ہے:

1- ہمارا ملک زرعی ہے اور کسان کو اپنی فصل منڈی میں لے جانے، شہر سے اپنی ضروریات کی اشیاء لانے اور مقامی آمدورفت کے لئے بیل گاڑی استعمال کرنی پڑتی ہے، جو نہ صرف ریل گاڑی کے اوقات اور ضابطوں سے آزاد ہے، بلکہ اسے ہر وقت اور ہر جگہ پہنچنے میں آسانی مہیا کرتی ہے۔
2- ہمارے ملک کی 64 فیصد آبادی دیہات میں رہتی ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے دیہات تھوڑے تھوڑے فاصلے پر آباد ہیں۔ ان سب کو باہم ملانے کے لیے ریلوں کی نسبت سڑکیں زیادہ موزوں ہیں، جن پر لوگ اپنی سواری پر بہ آسانی سفر کرسکتے ہیں۔ چنانچہ ان راستوں پر لاریاں، ٹرک، کاریں، بیل گاڑیاں، اونٹ گاڑیاں، یکے، ریڑھے، تانگے، سائیکل اور سکوٹر بکثرت چلتے رہتے ہیں۔
3- جن علاقوں میں دریا، ندی، نالے، پہاڑ اور نشیب وفراز ہوں وہاں بھی ریلوے کی بجائے سڑکیں تعمیر کرنا آسان ہے۔ بڑے بڑے شہروں کے مضافات سے بے شمار لوگ ہر روز ملازمت، کاروبار، تجارت یا مزدوری کے سلسلے میں شہروں میں آتے اور جاتے ہیں، جنھیں صبح سے لے کر رات گئے تک، موٹریں اور بسیں منزلِ مقصود تک پہنچاتی رہتی ہیں۔
4- منصوبہ بندی کمیشن لکھتا ہے کہ روڈ ٹرانسپورٹ کی بدولت کئی اشیاء کے نقل وحمل کے اخراجات کم ہوگئے ہیں۔ تیز اور قابل اعتماد سروس میسر آگئی ہے۔ اشیاء کو منتقل کرنے کے دوران ان کے گم ہونے یا نقصان ہوجانے کے امکانات گھٹ گئے ہیں۔
5- غذا میں خود کفالت اور ملک میں کھاد کی پیداوار میں اضافہ سے روڈ ٹرانسپورٹ کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔

روڈ ٹرانسپورٹ:

پاکستان میں موٹر گاڑیوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا ہے۔ اس اضافہ کی بڑی وجوہ یہ ہیں:

- قومی پیداوار اور فی کس آمدنی میں اضافہ ہوگیا ہے۔
- شہری آبادی بڑھتی گئی ہے۔
- چھوٹے فاصلے کے لیے ریلوے کے مقابلہ میں روڈ ٹرانسپورٹ زیادہ مفید ہے۔

- روڈ ٹرانسپورٹ (Door-to-Door Service) مہیا کردیتی ہے اس لئے اس کا انتظام مقامی حالات کے مطابق بہتر طور پر ہوسکتا ہے۔ ساتویں پانچ سالہ منصوبے (1986ء تا 1993ء) کے دوران سڑکوں کے تعمیراتی پروگرام کے لئے ستائیس بلین (ارب) روپے مختص کئے گئے اور آٹھویں منصوبے (یعنی 1993ء تا 1998ء) کے دوران سڑکوں کے ترقیاتی پروگرام کے لئے چوہتر ارب اڑسٹھ کروڑ روپے رکھے گئے تھے۔

سڑکوں کے شعبہ میں ترقیاتی کام:

شہروں کو باہم ملانے والی اور کھیتوں کو منڈیوں سے ملانے والی سڑکوں کی تعمیر وترقی کی ذمہ داری، سرکاری شعبہ پر ہے لیکن شہروں کی اندرونی سڑکوں کی تعمیر مقامی حکومتوں اور اداروں پر ہے۔

موٹروے (Motorway):

پاکستان موٹروے کا پہلا حصہ لاہور، اسلام آباد کے درمیان چھے رویہ (Six-lane) موٹروے پر مشتمل ہے جو دسمبر 1994ء میں مکمل ہوا۔ جس کی لمبائی 339 کلومیٹر ہے۔ دوسرا حصہ اسلام آباد-پشاور ہے جو 160 کلومیٹر لمبا ہے۔ تیسرا حصہ شیخوپورہ-ملتان پر مشتمل ہے۔ نیشنل ہائی وے (N-5) کراچی-لاہور-پشاور روٹ کو دوہرا کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔ موٹروے کا منصوبہ 2003ء میں مکمل ہوگیا۔

پاکستان میں ٹرانسپورٹ اور مواصلات کا شعبہ (مجموعی قومی پیداوار) جی ڈی پی کا 10.3 فیصد حصہ مہیا کرتا ہے۔ نیز معینہ سرمایہ کاری (Fixed Investment) کا سولہ فیصد اور روزگار (Employment) کا چھے فیصد۔ یہ "سرکاری شعبہ کے ترقیاتی پروگرام" (Public Sector Development Programme: PSDP) کا پندرہ فیصد حصہ ہے۔

روڈ ٹرانسپورٹ (یعنی سڑکوں کے ذرائع آمدورفت) پاکستان کے پورے ٹرانسپورٹ سسٹم کی ریڑھ کی ہڈی (Backbone) ہے کیونکہ مجموعی طور پر بانوے (92) فیصد مسافر سڑکوں کے ذریعہ سفر کرتے ہیں اور چھیانوے (96) فیصد مال واسباب سڑکوں کے ذریعہ منتقل کیا جاتا ہے۔ گذشتہ دس سالوں کے دوران ملک کی معاشی ترقی کی نسبت روڈ ٹریفک (مسافر اور سامان) کی ترقی زیادہ تیز رفتاری سے ہوئی ہے۔

اس وقت پاکستان میں سڑکوں کی کل لمبائی 259،463 کلومیٹر ہے جن میں سے 1،80،866 کلومیٹر اعلیٰ درجہ کی سڑکیں ہیں اور 81,761 کلومیٹر کمتر درجہ کی۔ نیشنل ہائی وے اور موٹروے کا جال 9,518 کلومیٹر پر مشتمل ہے جو سڑکوں کی کل لمبائی کا 3.7 فیصد ہے لیکن پاکستان کی مجموعی ٹریفک کا نوے (90) فیصد حصہ انہی کے ذریعہ منتقل ہوتا ہے۔ اس وقت پاکستان میں فی مربع کلومیٹر سڑکوں کی گنجانی (Road Density Km/sq: km) فی مربع کلومیٹر رقبہ کے لئے اوسطاً 0.32 کلومیٹر لمبی سڑک ہے جو کہ مطلوبہ معیار سے کم ہے کیونکہ عالمی طور پر ترقی پذیر ملکوں کے لیے مسلمہ معیار 0.5 کلومیٹر فی مربع کلومیٹر ہے۔ آئندہ پانچ سالوں میں 2015ء تک اسے بڑھا کر دگنا (یعنی 0.64 کلومیٹر فی مربع کلومیٹر) کردیا جائے گا۔ (جاپان میں یہ نسبت 3.07 کلومیٹر ہے اور بھارت میں 1 کلومیٹر)۔

پاکستان میں سڑکوں کی تعمیر وقیام کی ذمہ داری نیشنل ہائی وے اتھارٹی (NHA) کے سپرد ہے۔ یہ کوشش کررہی ہے کہ ایک مستعد، محفوظ اور سہل نقل وحمل کے نظام کو ترقی دی جائے۔ اس وقت یہ اتھارٹی بین الصوبائی رابطہ کی اٹھارہ بڑی شاہراہوں کی نگران ہے جنہیں نیشنل ہائی ویز کہا جاتا ہے۔

نیشنل ہائی وے اتھارٹی نے 1610 کلومیٹر این-5 (N-5) کو بحال کیا ہے اور 757 کلومیٹر انڈس ہائی وے کو بہتر بنایا ہے۔ 2010ء اور 2011ء میں آنے والے سیلابوں کے باعث سڑکوں اور پلوں کی بہت تباہی ہوئی کیونکہ 736 کلومیٹر سڑکیں اور 48 پل تباہ ہوگئے جن کی بحالی پر "نیشنل ہائی وے اتھارٹی" (NHA) کو ساڑھے تئیس ارب روپے خرچ کرنے ہوں گے۔ اس وقت (2011ء میں) پینسٹھ ارب روپے کے ترقیاتی پروجیکٹ زیر تکمیل ہیں جن میں سڑکوں، پلوں، فلائی اوورز، انٹرچینجز (Interchanges) وغیرہ کی تعمیر کا کام شامل ہے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

پاکستان ریلوے (Paksitan Railway):

پاکستان ریلوے کے ذریعے حمل ونقل کا کام ایک اجارہ داری کی شکل میں انجام دیا جارہا ہے، اگر چہ ریلوے کے مقابلے میں روڈ ٹرانسپورٹ بھی موجود ہے، یعنی بسیں، ویگنیں اور ٹرک وغیرہ۔ لیکن جو سہولتیں ریلوے کے سفر میں میسر ہیں، وہ بسوں اور ٹرکوں میں حاصل نہیں نیز کسی اور فرم اور کاروباری ادارے کو ریلیں چلانے کی اجازت نہیں' اس لئے پاکستان ریلوے کو اجارہ داری کی حیثیت حاصل ہے۔ اور اب اس کا نظم ونسق ایک خودمختار ''پاکستان ریلوے بورڈ'' کے پاس ہے۔

اس وقت ریلوے لائن کی لمبائی 7,791 کلومیٹر ہے۔ پاکستان ریلوے کے پاس کل 781 سٹیشن ہیں۔ اس وقت 1592 انجن 4,250 مسافر ڈبے اور 22,052 مال ڈبے ہیں۔ لیکن ان اثاثوں کی کیفیت اطمینان بخش نہیں ہے کیونکہ ریلوں کا 55 فیصد حصہ' 60 فیصد ڈیزل انجن، سو فیصد سٹیم اور الیکٹرک انجن' 7 فیصد مسافر اور مال ڈبے زائد العمر (Over-age) ہیں اور دراصل ناکارہ ہو چکے ہیں۔

گذشتہ کچھ عرصہ سے پاکستان ریلوے کی حالت زوال پذیر ہے کیونکہ

(i) قومی ترقیاتی منصوبوں میں ریلوے کی بجائے سڑکوں کی تعمیر وترقی کی طرف زیادہ توجہ دی جاتی رہی ہے۔

(ii) ریلوے کی ترقی کی طرف توجہ کم ہو جانے کے باعث ریلوے کی تجدید اور قیام وبقا کے لیے حسب ضرورت فنڈ مہیا نہیں کئے جاتے رہے۔

(iii) زائد از ضرورت عملہ (سٹاف)، ناقص انتظامیہ اور دیگر شعبوں میں غفلت وکوتاہی کے باعث ریلوے انحطاط کا شکار ہو گئی ہے' چنانچہ ریلوے پٹریوں، انجنوں اور ڈبوں کی تجدید کے لئے بھاری سرمایہ کاری کی ضرورت ہے۔ حکومت پاکستان نے ریلوے کی بحالی کے لئے 2001ء تا 2010ء ایک تناظری منصوبہ (Perspective Plan) بنایا جس پر مجموعی طور پر 105 بلین روپے خرچ کئے جائیں گے تاکہ ریلوے کے تحت ڈھانچہ' انجن، ڈبے، سگنلنگ اور ٹیلی کمیونیکیشن کے نظام کی بحالی اور تجدید کی جائے۔

ریلوے کی اہمیت وافادیت (Importance)

ہماری معیشت میں ریلوے کی اہمیت کا اندازہ مندرجہ ذیل باتوں سے لگایا جاسکتا ہے:

- ریلوے کے ملازمین کی کل تعداد تقریباً ڈیڑھ لاکھ ہے۔ گویا یہ محکمہ اس قدر لوگوں کو روزگار مہیا کرتا ہے۔ ریلوے کی سالانہ مجموعی کمائی سترہ ارب روپے ہے۔
- یہ محکمہ ہر سال تنخواہوں اور اُجرتوں کی صورت میں پچاس کروڑ روپے ادا کرتا ہے، اور ہر سال تقریباً 60 کروڑ روپے کا ایندھن اور دیگر اشیاء خریدتا ہے۔
- ریلوے کی کل 7,791 روٹ کلومیٹر لمبائی ہے' جو ہر موسم میں محفوظ قسم کی مواصلاتی خدمات بہم پہنچاتی ہے' جن میں اربوں ''افراد- کلومیٹر'' اور اربوں ''ٹن- کلومیٹر'' سامان منتقل کیا جاتا ہے۔
- اگر زرعی شعبہ اپنے پیداواری ہدف حاصل کرنا چاہے تو ضرورت ہے کہ بیرونِ ملک سے حاصل ہونے والی اور ملک کے اندر تیار ہونے والی کھاد ملک بھر میں کھیتوں تک پہنچائی جائے تاکہ وہ صحیح وقت پر صحیح جگہ تک پہنچ جائے۔
- ریلوے کے ذریعے لاکھوں ٹن مال بندرگاہوں سے ملک کے اندرونی حصوں تک پہنچایا جاتا ہے۔ تیل اور تیل کی پیداواریں ملک بھر کے صارفین تک ریلوے کے ذریعے پہنچائی جاتی ہیں تاکہ صنعت کے پہیے چلتے رہیں۔
- تعمیراتی مقاصد کے لئے سیمنٹ اور کوئلہ دور دراز فاصلوں تک ریلوے کے ذریعے پہنچایا جاتا ہے۔
- برآمدی مقاصد کے لئے چاول، کپاس، زرعی پیداواریں، اور نیم مصنوعہ اشیاء کراچی کی بندرگاہ تک ریلوں کے ذریعے پہنچائی جاتی ہیں۔ دانا کہتے ہیں کہ پاکستان کی دو ریڑھ کی ہڈیاں ہیں: ایک دریائے سندھ اور دوسری پاکستان ریلوے۔

- اس سے نہ صرف ملک کی معاشی ترقی کو فروغ ملتا ہے بلکہ قومی یکجہتی بھی مضبوط و مستحکم ہوتی ہے۔

ریلوے کے مسائل:

تاہم پاکستان ریلوے نظام درجِ ذیل وجوہات کے باعث ابتر ہو گیا ہے۔ انتظامیہ میں خرابیاں، غیر صحت مندانہ ٹریڈ یونین سرگرمیاں اور بدعنوانی (کرپشن) وغیرہ۔

پاکستان انٹرنیشنل ائرلائن (PIA):

ہوائی جہازوں کے ذریعہ سفر اور مال واسباب منتقل کرنے کی سہولت معیشت کا اہم شعبہ ہے کیونکہ اس سے دنیا کے مختلف علاقوں تک رسائی آسان اور جلد ہو جاتی ہے۔ پاکستان کی ہوائی سروس کی کمپنی یعنی پی آئی اے نے 2010ء میں 107 بلین (ارب) روپے کمائے۔ لیکن بعض وجوہات کی بناء پر یہ زوال پذیر ہے۔ اس کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے تیل کی قیمتوں میں عالمی سطح پر اضافہ۔

جہاز رانی (Shipping):

پاکستان کی معاشی زندگی میں جہاز رانی کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ قیامِ پاکستان کے وقت ہمارا تجارتی بیڑا صرف تین جہازوں پر مشتمل تھا۔ جن کی بار برداری کی گنجائش فقط اٹھارہ ہزار ٹن تھی اس لئے زیادہ مال واسباب غیر ملکی جہازوں کی معرفت آتا جاتا تھا، اور اس پر کافی زرِ مبادلہ خرچ ہو جاتا، لہٰذا حکومت نے جہازوں کی تعداد بڑھانے کی کوشش کی۔ یکم جنوری 1974ء کو حکومت نے جہاز راں کمپنیوں کو سرکاری تحویل میں لے لیا۔ پاکستان نیشنل شپنگ کارپوریشن (PNSC) کا بیڑا 15 جہازوں پر مشتمل ہے اور یہ ان روٹوں پر جہاز چلاتی ہے: یوکے، یورپ، امریکہ، کینیڈا، چین، خلیج فارس اور مشرق بعید کے روٹ 2011ء کی آخری سہ ماہی میں کارپوریشن نے چھے ارب دو کروڑ روپے کمائے۔

بندرگاہیں:

سقوطِ ڈھاکہ (یعنی مشرقی پاکستان کے الگ ہو جانے) سے قبل مشرقی اور مغربی پاکستان اڑھائی ہزار میل لمبے سمندری راستے سے آپس میں ملے ہوئے تھے لیکن اس وقت پاکستان کے ساحل کی لمبائی ایک ہزار کلومیٹر ہے۔ آزادی کے وقت پاکستان کے حصے میں دو بندرگاہیں آئیں: کراچی اور چٹا گانگ۔ لیکن سقوطِ ڈھاکہ کے بعد پاکستان میں صرف کراچی کی بندرگاہ رہ گئی، چنانچہ پاکستان کی ساری بحری تجارت اسی بندرگاہ کی معرفت ہوتی رہی۔ علاوہ ازیں افغانستان کی راہداری تجارت بھی یہیں سے ہوتی تھی۔

پورٹ قاسم:

چونکہ پاکستان کی بڑھتی ہوئی بحری تجارت کے پیشِ نظر کراچی کی واحد بندرگاہ کافی نہیں تھی اس لئے حکومت نے یہ پروگرام بنایا کہ ایک دوسری بندرگاہ قائم کی جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے ملکی اور غیر ملکی ماہرین نے تحقیق کے بعد یہ تجویز پیش کی کہ کراچی سے 42 کلومیٹر جنوب مشرق کی طرف گہرا پانی موجود ہے جہاں دوسری بندرگاہ بنائی جاسکتی ہے۔ چنانچہ عظیم مسلمان مجاہد محمد بن قاسمؒ کے نام پر یہاں قاسم پورٹ بنانے کے لئے جون 1973ء میں حکومت نے ''پورٹ قاسم اتھارٹی'' قائم کردی۔ اس بندرگاہ کا محلِ وقوع ملکی اور بین الاقوامی تجارت کے لئے موزوں ہے۔ چنانچہ یہ بندرگاہ اب مکمل ہو چکی ہے۔

نجی شعبہ میں جہاز رانی کی خدمات میں اضافہ کرنے کے لئے بہت سی مراعات اور ترغیبات دی گئی ہیں۔ چنانچہ نجی شعبہ کی شرکت سے بلوچستان میں ہرمز کی آبناؤں کے نواح میں ایک تیسری بندرگاہ ''گوادر بندرگاہ'' قائم کی جارہی ہے جو کراچی سے 290 بحری کوس کے فاصلے پر ہے۔

awazeinqilab.com
Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

گوادر پورٹ پر 2002ء میں کام شروع ہوا تھا جو 2008ء میں مکمل ہو گیا۔ پہلے مرحلہ پر کل لاگت سترہ ارب تیس کروڑ روپے آئی تھی اور اس میں حکومتِ چین نے مالی اور فنی (ٹیکنیکل) امداد فراہم کی تھی۔ گوادر پورٹ کا انتظام، ایک چالیس سالہ معاہدہ کے تحت ''پورٹ آف سنگاپور اتھارٹی'' (PSA) کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ یہ اتھارٹی اس کام میں عالمی سطح پر معروف ہے اور اس وقت یہ گیارہ ممالک میں انیس بندرگاہیں چلا رہی ہے۔

خشک گودیاں یا بری بندرگاہیں (Dry Ports):

پاکستان میں بحری بندرگاہوں (Sea Ports) کے علاوہ چھے عدد بری بندرگاہیں بھی ہیں جن کا انتظام وانصرام پاکستان ریلوے (Pak Railways) کے پاس ہے۔ سب سے پہلی ڈرائی پورٹ لاہور میں (مغلپورہ سٹیشن پر) 1973ء میں قائم کی گئی۔ اس کے بعد ان مقامات پر بری بندرگاہیں قائم کی گئیں: کراچی (1974ء میں)، کوئٹہ (1984ء میں)، پشاور (1986ء میں)، ملتان (1988ء میں) اور راولپنڈی (1990ء میں)۔ ان کے علاوہ چار بری بندرگاہیں ایسی ہیں جو نجی شعبہ (Private Sector) کے زیرِ انتظام ہیں، اور ان مقامات پر قائم کی گئی ہیں:

1- سمبڑیال (ضلع سیالکوٹ)، 2- فیصل آباد، 3- نیشنل لاجسٹک سیل (NLC) لاہور۔ اور 4- این ایل سی، کوئٹہ۔

کارگزاری:

بیرونی ممالک سے پاکستان کے لئے درآمد شدہ مال پہلے کراچی کی بحری بندرگاہ میں پہنچتا ہے اور پھر وہاں سے پاکستان ریلوے کے ذریعہ ملک کی دیگر بری بندرگاہوں (Dry Ports) تک پہنچتا ہے۔ اس بات کا اختیار حکومت نے ''پاکستان ریلوے'' کو دیا ہے۔ پھر ان بری بندرگاہوں سے بیرونی ممالک سے مال درآمد کرنے والے (Importers) قوانین کے مطابق اپنے مال پر کسٹم ڈیوٹی اور دیگر اخراجات وغیرہ ادا کر کے مال اپنے مطلوبہ مقامات پر لے جاتے ہیں۔ ان بندرگاہوں کے دو شعبے ہیں:

1- درآمد شدہ مال کراچی کی بحری بندرگاہ سے وصول کر کے مطلوبہ شہروں کی بری بندرگاہوں تک پہنچانا۔
2- برآمد ہونے والا مال مختلف شہروں کی بری بندرگاہوں سے وصول کر کے کراچی کی بحری بندرگاہ تک پہنچانا۔

عملی افادیت:

ان بری بندرگاہوں کے قائم ہونے سے پاکستان کے برآمدی و درآمدی تاجروں (Exporters and Importers) کو بڑی سہولت ہو گئی ہے کیونکہ ان سے پہلے برآمد کنندگان کو اپنا مال کراچی لے جا کر بحری جہازوں کے سپرد کرنا پڑتا تھا۔ لیکن اب وہ اپنے شہر کی بری بندرگاہ تک مال پہنچاتے ہیں اور آگے ریلوے اپنی ذمہ داری پر یہ مال کراچی لے جاتی ہے۔ اسی طرح درآمد کنندگان کو بھی اپنا مال وصول کرنے کے لئے کراچی نہیں جانا پڑتا بلکہ مذکورہ بالا چھے شہروں میں سے کسی ایک بری بندرگاہ پر جا کر اپنا مال وصول کر لیتے ہیں۔

ذرائع مواصلات (Means of Communication):

پاکستان میں مواصلات کے یہ ذرائع موجود ہیں: ڈاک، تار (ٹیلیگرام)، ٹیلیفون، ٹیلکس، وائرلیس، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور کمپیوٹر وغیرہ۔

ڈاک:

قیامِ پاکستان کے وقت ملک میں 3,036 ڈاک خانے تھے جو بڑھ کر 2010ء میں 22,835 ہو گئے۔ اب ملک کے اندر بڑے بڑے شہروں میں ڈاک ہوائی ذریعہ سے پہنچتی ہے۔ ملک کے اہم شہروں میں ڈاک خانے قائم کر کے اوقات کار میں اضافہ کیا گیا ہے۔ پوسٹ آفس ''سیونگز بنکوں'' کے قیام اور ترقی کی جانب بھی خصوصی توجہ دی جا رہی ہے۔ ڈاک خانے میں سیونگز سرٹیفکیٹ فروخت کئے جاتے ہیں جن

سے عوام کو روپیہ بچانے کی ترغیب ملتی ہے۔ تمام یوٹیلٹی بل وصول کرتے ہیں۔ یونیورسل پوسٹل یونین (UPU) کے معیار کی رُو سے 20 تا 40 مربع کلومیٹر اور تین تا چھے ہزار کی آبادی کے لئے ایک ڈاک خانہ موجود ہونا چاہیے۔ اس کے قواعد کے مطابق پاکستان (اسرائیل کے سوا) دنیا کے تمام ملکوں کے ساتھ ڈاک کا تبادلہ کرتا ہے۔ گزشتہ سال پاکستان پوسٹ نے کمشن کی شکل میں 40 کروڑ روپے کمائے۔

تار (Telegraph):

قیامِ پاکستان کے وقت ہمارے ہاں ٹیلی گرام کی سہولتیں بھی ناکافی تھیں۔ لیکن بعد میں کراچی، لاہور اور راولپنڈی میں ٹیلی پرنٹر ایکسچینج نصب کئے جا چکے ہیں۔ کراچی کو بین الاقوامی ریڈیو ٹیلی گراف سرکٹ کے ذریعے ان شہروں سے ملایا گیا ہے: تہران، ماسکو، پیرس، لندن، نیویارک، ایمسٹرڈم، اوساکا، ہیمبرگ اور جدہ۔

پاکستان ٹیلی کام اتھارٹی (PTA):

2011ء کے آغاز میں ملک میں معینہ نوعیت (Fixed Line) ٹیلی فون کنکشن کی تعداد مسلسل کم ہو کر 34 لاکھ اور موبائل فون کے صارفین کی کل تعداد بڑھ کر دس کروڑ بیس لاکھ ہو گئی۔ گویا کل آبادی کے 19 فیصد کے پاس فون کی سہولت تھی۔ اس شعبہ کو منضبط کرنے کے لیے جنوری 1997ء میں ایک ادارہ پاکستان ٹیلی کام اتھارٹی (پی ٹی اے) قائم کیا گیا۔ یہ ٹیلی کمیونی کیشن نظاموں کے قیام اور عملداری کو باقاعدہ اور باضابطہ بناتا ہے اور صارفین کے مفادات کو تحفظ دیتا ہے تاکہ انہیں اچھی سروس باکفائت خرچہ پر مہیا کی جائے۔

حکومت نے اس شعبہ میں نجکاری پالیسی اختیار کی اور معینہ (فکسڈ لائن) اور موبائل فون کے لئے لائسنس جاری کرنے کا اختیار پی ٹی اے کو دے دیا۔ اس شعبہ کی ترقی کے لئے حکومت نے بہت سی مراعات دی ہیں اور ٹیکسوں اور ڈیوٹیوں میں کمی کر دی ہے۔

اب ٹیلی کمیونی کیشن کسی ملک کی معیشت کے مختلف شعبوں کی ترقی اور تجدید کے لئے بنیادی ضرورت بن گئی ہے کیونکہ جیسے جیسے کوئی معیشت افزائش کے مرحلے طے کرتی جائے، مواصلاتی سہولتوں کی ضرورت بڑھتی جاتی ہے تاکہ پھیلتے ہوئے معاشی اور کاروباری معاملات بہ آسانی طے کئے جا سکیں۔ چنانچہ پاکستان میں صرف ٹیلی کام شعبہ کا جی ڈی پی میں حصہ بڑھ کر تین فیصد ہو گیا۔ اس شعبہ میں بیرونی براہِ راست سرمایہ کاری (FDI) دو ارب ڈالر سے زائد ہو گئی۔

اس شعبہ سے حکومت کی آمدنی میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ چنانچہ 10-2009ء میں یہاں سے ٹیکسوں اور ڈیوٹیوں کی شکل میں حکومت کو 357 بلین (ارب) روپے حاصل ہوئے جبکہ 02-2001ء میں صرف دس ارب روپے حاصل ہوئے تھے۔ نیز اس شعبہ کی ترقی کے باعث روزگاری مواقع بھی بڑھ گئے ہیں، چنانچہ 2010ء میں اس شعبہ میں براہِ راست اور بالواسطہ طور پر دس لاکھ سے زائد لوگوں کو روزگار ملا۔

اس وقت پاکستان میں موبائل فون سروس مہیا کرنے والی سات کمپنیاں ہیں (جن میں موبی لنک (Mobilink)، ٹیلی نار (Telenor) اور وارد (Warid) بڑی کمپنیاں ہیں)۔ چنانچہ ان کے مابین سخت مقابلہ کے باعث صارفین کو کم قیمت پر زیادہ سہولیات مل رہی ہیں جس کے باعث 2000ء میں صرف تین لاکھ افراد کے پاس موبائل فون تھے جبکہ 2011ء میں ان کی تعداد بڑھ کر دس کروڑ بیس لاکھ ہو گئی۔

فکسڈ لائن سروس کا اختیار پہلے صرف ایک ادارے کے پاس تھا یعنی پاکستان ٹیلی کمیونی کیشن لمیٹڈ (PTCL) لیکن 2003ء میں اس کی اجارہ داری ختم کر دی گئی۔ ٹیلی کام شعبہ کی اعدام ضابطگی کے (Deregulation) پالیسی کی ذمہ داری اب پاکستان ٹیلی کام اتھارٹی (PTA) کے پاس ہے اعدضابطگی کے باوجود اس وقت حکومت کے پاس پی ٹی سی ایل کے باسٹھ فیصد حصص ہیں۔ اس وقت ملک کے اندر عوام کی سہولت کے لئے ساڑھے تین لاکھ پبلک کال آفس (PCOs) ہیں۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

کمپیوٹر اور اطلاعاتی ٹیکنالوجی (Computer and Information Technology):

دورِ حاضر کی ایک نہایت مفید ایجاد کمپیوٹر ہے جس کے باعث اطلاعاتی، تجارتی، معاشرتی اور سیاسی شعبوں میں ایک عظیم انقلاب برپا ہو گیا ہے۔ اس سلسلہ میں انٹرنیٹ (Internet)، ای۔میل (E-mail) اور دیگر کمپیوٹر نیٹ ورکس وغیرہ کی ٹیکنالوجی استعمال ہو رہی ہے۔ کمپیوٹر کے لفظی معنی ہیں: حساب کتاب کرنا یعنی کسی قسم کے ڈیٹا (Data) کو حل کر کے اس کا رزلٹ دینا ای میل کا مطلب ہے الیکٹرونکس میل یعنی ایسی ڈاک جو بجلی کے اشاروں سے اپنی منزل تک پہنچتی ہے۔ گویا ایک کمپیوٹر سے دوسرے کمپیوٹر پر جو تحریری پیغام بھیجا جاتا ہے اسے ای میل کہا جاتا ہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعہ کسی بھی ملک میں فون کیا جا سکتا ہے اور اس کے اخراجات بھی بہت کم ہوتے ہیں لہٰذا اپنے دفتر میں ہی بیٹھے دنیا بھر سے ہر قسم کی معلومات حاصل کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ کاروباری لوگ مختلف ملکوں کے تاجروں سے کمپیوٹر نیٹ ورک کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں۔ غرض کمپیوٹر ساری دنیا کی مارکیٹوں سے مطلوبہ ہر قسم کی تفصیل گھر بیٹھے مہیا کر سکتا ہے۔ یوں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے باعث پوری دنیا ایک ہی بڑا شہر (Global Village) کی شکل اختیار کر گئی ہے اور اس کے ذریعہ آپ سارے جہاں کی علمی اور فکری تحقیق کے نتائج سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔

اطلاعاتی ٹیکنالوجی (Information Technology)

عہد حاضر میں کسی معیشت (Economy) کے ہر شعبہ اور معاشی سرگرمیوں میں ترقی کا دارومدار اطلاعاتی و خبر رسانی کی ٹیکنالوجی (Information and Communication Technology : ICT) پر ہو گیا ہے۔ آج کل کاروبار، تجارت، بیرونِ ملک درآمد برآمد اور معاشی کارکردگی کو بہتر اور تیز تر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ٹیلی کام (Tele Com) کے نظام اور ڈھانچے کو جدید تر اور ترقی یافتہ بنانا جائے کیونکہ اطلاعاتی ٹیکنالوجی نے معاشی دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے۔ اس لئے موجودہ اکیسویں صدی کو اطلاعاتی ٹیکنالوجی کی صدی (I.T. Century) کہا جاتا ہے۔ اس ٹیکنالوجی کی ترقی اور فروغ سے افراد، کاروبار اور مختلف اداروں و تنظیموں کو بہت فائدہ پہنچا ہے، گویا اس وقت پوری دنیا ایک اطلاعاتی معیشت (Information Economy) کی شکل اختیار کر چکی ہے۔

اطلاعاتی ٹیکنالوجی سے مراد ہے "ایسی ٹیکنالوجی جو معلومات کو حاصل کرے، دوبارہ استعمال کے لئے کام میں لائے، معلومات کا ذخیرہ کرے، ان کا تجزیہ کرے، منتقل کرے، دوبارہ پیش کرے اور ان کا اظہار کرے۔"

اس کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

"The technology employed in the capturing, inputting, storing, processing, transmitting, retrieving and displaying of information."

پاکستان کی معاشی خوشحالی میں ذرائع مواصلات کا کردار (Role of Communication in Pakistan's Prosperity):

گذشتہ صفحات میں بیان کیا گیا ہے کہ کسی ملک کی معاشی ترقی میں ذرائع مواصلات بڑا اہم کردار ادا کرتے ہیں، چنانچہ پاکستان میں بھی ان ذرائع کا ملکی خوشحالی میں اہم حصہ ہے۔ (جو اس باب کے آغاز میں بیان کیا گیا ہے) تاہم مختصر طور پر یہاں ان کا ذکر کیا جاتا ہے:

پاکستان میں برقی ذرائع ابلاغ (یعنی ریڈیو اور ٹی وی کے سلسلہ میں) 2002ء میں ایک ادارہ اس نام سے قائم کیا گیا: "پاکستان برقی ذرائع ابلاغ کی باقاعدگی کا مقتدرہ" یعنی پاکستان الیکٹرک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی: پیمرا (PEMRA)۔ یہ ادارہ نجی شعبہ میں ریڈیو، ٹی وی، کیبل ٹی وی اور ایسے ہی دیگر ذرائع ابلاغ قائم کرنے کے لئے لائسنس جاری کرتا ہے۔ چنانچہ 2005ء تک ایف۔ ایم (FM) ریڈیو کی نشریات کے لئے 23 لائسنس جاری کر دیئے گئے۔ اس طرح نو (9) سیٹلائٹ ٹی وی چینلز نے اپنا کام شروع کر دیا۔ اس وقت پاکستان ٹیلی وژن کارپوریشن (PTV) چار چینلز چلا رہی ہے۔ پی ٹی وی 1، پی ٹی وی 2، (پی ٹی وی ورلڈ)، پی ٹی وی 3، اور پی ٹی وی نیشنل۔ پاکستان براڈ کاسٹنگ کارپوریشن (PBC) نے پچیس براڈ کاسٹنگ ہاؤسز قائم کر رکھے ہیں جہاں سے دیگر پروگراموں کے علاوہ عوام کو حالات سے باخبر رکھنے کے لئے دن میں کئی مرتبہ 31 زبانوں میں خبریں نشر کی جاتی ہیں۔

کسی ملک کی معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی زندگی میں خبر رسانی کے ذرائع بڑی اہمیت رکھتے ہیں، مثلاً:

1- حکومت عوام کے ساتھ رابطہ قائم کر سکتی ہے اور ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے ہنگامی حالات میں انہیں ضروری ہدایات دے سکتی ہے۔ دور دراز اور وسیع طور پر پھیلے ہوئے دیہاتی عوام تک سرکاری ہدایات پہنچانے کا اس سے بہتر اور مستعد اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔

2- ان ذرائع کی بدولت منڈیاں وسیع ہوتی ہیں کیونکہ کاروباری لوگ دور دراز بیٹھے، ٹیلی فون کے ذریعے براہ راست سودے طے کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کراچی سے پشاور تک، اور کوئٹہ سے لاہور تک، بیشتر اشیاء کے نرخ کافی حد تک یکساں ہوتے ہیں اور ہر لحظہ کاروبار انہ نوعیت کے ٹیلی فون ہوتے رہتے ہیں۔

3- ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے، صنعت کار اپنی اپنی مصنوعات کی تشہیر کر سکتے ہیں اور کاروبار کو فروغ دے سکتے ہیں۔

4- ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے کاشت کاروں کو بہتر کاشت کاری کے طریقے بتائے جا سکتے ہیں۔

5- ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعے تعلیم اور تفریح کا پروگرام بھی مہیا کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ سکول براڈ کاسٹ اور یونیورسٹی پروگرام طلبہ و طالبات کے علم میں کافی اضافہ کرتے ہیں۔ موسیقی، ڈرامے اور فیچر لوگوں کی تفریح طبع کا ذریعہ بنتے ہیں۔

6- علاوہ ازیں ذرائع مواصلات کے شعبہ میں لاکھوں افراد کو روزگار ملا ہے، ملک کی اندرونی اور بیرونی تجارت میں اضافہ ہوا ہے، صنعتی ترقی کی رفتار تیز ہو گئی ہے، ملک کی پیداوار بڑھ رہی ہے۔ نیز ذرائع مواصلات کے باعث پورے ملک میں باہمی یگانگت، سیاسی اتحاد اور تہذیب و تمدن میں ہم آہنگی پیدا ہو رہی ہے جو معاشی خوشحالی اور ترقی کے لئے ضروری ہے۔

انسانی محنت کی اہمیت (Significance of Labour):

دولت اور چیزوں کی پیداوار میں انسانی محنت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ زمین (Land) کو ایک غیر فعال عاملِ پیدائش تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن محنت کو ایک مستعد اور فعال عامل (Active Factor of Production) قرار دیا گیا ہے۔ آج کل ہمارے استعمال میں بے شمار اشیاء آتی ہیں، جن کا زمانہ قدیم میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ سب انسانی محنت اور اس کی جسمانی یا ذہنی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔ کاریں، ہوائی جہاز، ٹیلی ویژن، ائر کنڈیشنر، کمپیوٹر ان سب کی پیدائش انسانی محنت کی مرہونِ منت ہے۔ انسان نے تمام قدرتی ذرائع مثلاً پہاڑوں، کانوں، جنگلوں اور دریاؤں پر تسلط حاصل کر لیا ہے۔ بڑے بڑے صنعتی ممالک مثلاً برطانیہ، امریکہ اور جاپان کی قومی آمدنی کا بیشتر حصہ صنعتی مزدوروں کی مدد سے پیدا ہوتا ہے۔ زرعی ممالک مثلاً بھارت، پاکستان، بنگلہ دیش میں بھی پیداوار کاشت کاروں کی شبانہ روز مشقت کی بدولت حاصل کی جاتی ہے، لہٰذا پیدائشِ اشیاء میں محنت کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

محنت کی پیداواریت (استعداد) (Productivity (Efficiency) of Labour):

تمام مزدوروں کی قابلیت اور کام کرنے کی اہلیت ایک جیسی نہیں ہوتی۔ بعض زیادہ مستعد، محنتی اور دیانت دار ہوتے ہیں اور بعض کم۔ اس لئے کسی ملک میں "پیدائشِ دولت" کا دارومدار ایک تو اس بات پر ہے کہ وہاں کام کرنے والوں کی تعداد کیا ہے، اور دوسرا اس بات پر کہ کام کرنے والوں کی پیداواری استعداد اور صلاحیت کتنی ہے۔

مزدوروں کی پیداواریت جانچنے کے لئے مندرجہ ذیل چار باتیں دیکھی جاتی ہیں:

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

(i) کام کی رفتار:

جس مزدور کی کام کی رفتار دوسروں سے زیادہ ہو اس کی استعداد کار زیادہ ہوتی ہے اور جو سست روی سے کام کرے اس کی استعداد کم ہوتی ہے۔ اکثر ایسا دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک ہی قسم کا کام دو مزدوروں کو دیا جائے تو ایک تیزی سے ختم کر لیتا ہے اور دوسرا دیر میں۔

(ii) کام کا معیار:

جو مزدور نفاست اور عمدگی سے کام کرے اس کی استعداد زیادہ ہوتی ہے اور جو گھٹیا قسم کا کام کرے اس کی استعداد کم ہوتی ہے۔

(iii) خام مال کا استعمال:

جو مزدور خام مال بڑی احتیاط سے استعمال کرے اور اسے ضائع نہ ہونے دے اس کی استعداد زیادہ ہوتی ہے بہ نسبت اس کے، جو خام مال لاپرواہی سے استعمال کرے۔

(iv) عادات واخلاق:

جو مزدور خوش اخلاق، دیانت دار، محنتی اور ذمہ دار ہو اس کی استعداد کار زیادہ ہوتی ہے مگر جو بد اخلاق، بدعنوان، کاہل اور غیر ذمہ دار ہو، اس کی استعداد کم ہوتی ہے۔

محنت کی پیداواریت کے عوامل (Factors Promoting Productivity of Labour)

محنت کار کی پیداواریت کا انحصار مندرجہ ذیل باتوں پر ہے:

-1 جسمانی صحت (Physical Health):

جو مزدور جوان اور صحت مند ہو وہ زیادہ کام کر سکتا ہے، اس لئے اس کی پیداواریت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس کے برعکس کمزور، کمسن یا بوڑھا مزدور اچھی طرح کام نہیں کر سکتا۔ پاکستان میں غربت کے باعث لوگوں کے رہنے سہنے کے طریقے صاف ستھرے نہیں اور غذا مناسب معیار کی نہیں ملتی، اس لئے مزدوروں کی استعداد پست ہے۔

-2 ذہنی قابلیت (Mental Capability):

جو مزدور اچھی ذہنی صلاحیتوں کا مالک ہو، سمجھ دار اور معاملہ فہم ہو، وہ بہتر طریقے سے کام کرے گا، اس لئے اس کی استعداد کار بھی زیادہ ہوگی۔ اس کے برعکس غبی اور کند ذہن آدمی اچھا کام نہیں کر سکتا۔

-3 تعلیم وتربیت (Education and Training):

تعلیم انسان کے شعور کو سلجھانے میں مدد دیتی ہے اور فنی و تکنیکی تربیت اسے خاص کام کرنے کے قابل بناتی ہے۔ لہٰذا جو لوگ فنی تعلیم حاصل کر لیتے ہیں ان کی صلاحیت اور پیداواریت زیادہ ہو جاتی ہے۔ پاکستان میں (دس سال اور زیادہ عمر کے) پچپن فیصد لوگ تعلیم یافتہ ہیں اور باقی اَن پڑھ ہیں۔ ہمارے ملک میں مزدوروں کی فنی تربیت اور ہنرمندی کا معیار بھی پست ہے۔ اس لئے مجموعی طور پر پاکستانی لوگوں کی پیداواریت کم ہے۔

-4 حسنِ کردار (Good Manners):

استعداد کار کا انحصار انسان کے اوصافِ حسنہ پر بھی ہوتا ہے۔ جو مزدور دیانت دار، مخلص اور شریف النفس ہوگا وہ پوری تندہی سے کام کرے گا۔ اس کے مقابلے میں جو مزدور جھوٹا، آوارہ مزاج اور بددیانت ہوگا، وہ ہمیشہ کام سے جی چرائے گا۔ چنانچہ اس کی استعداد کار پست رہے گی۔

-5 کام کے حالات (Working Conditions):

جس جگہ مزدور کام کرتے ہیں، اگر وہ صاف ستھری ہو، کمرے کشادہ اور ہوادار ہوں، گرمیوں میں سورج کی تمازت سے بچاؤ اور سردیوں میں سردی کو کم کرنے کا انتظام ہو تو مزدور آسانی سے کام کر سکیں گے۔ اگر حالات برعکس ہوں تو استعداد کار کم ہوگی۔ مزدوروں کی استعداد پر مالکوں کے برتاؤ اور تعلقات کا بھی اثر پڑتا ہے۔

-6 آب وہوا (Climate):

گرم مرطوب آب وہوا میں رہنے والے باشندے سست ہوتے ہیں اور ان کی استعداد کار کم ہوتی ہے۔ اس کے برعکس معتدل آب وہوا والے ممالک کے لوگ چست اور ہوشیار ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر پاکستان کے مزدوروں کی استعداد کار ترقی یافتہ ممالک کے مزدوروں کے مقابلہ میں کم ہے۔

-7 آمدنی کا مصرف (Consumption Style):

اگر مزدور اپنی آمدنی جائز ضروریات و آسائشات پر صَرف کریں تو ان کی استعداد کار میں اضافہ ہوگا۔ اس کے برعکس اگر وہ منشیات، جوئے بازی اور سگریٹ نوشی جیسی بری عادتوں کو پورا کرنے کے لئے صَرف کر دیں تو استعداد پست رہے گی۔

-8 ترقی کے مواقع:

اگر مزدور کی ملازمت پائیدار ہو اور آگے ترقی کے امکانات بھی ہوں تو وہ زیادہ مستعدی سے کام کرے گا، ورنہ نہیں۔

-9 مستقل ملازمت (Permanent Job):

اگر مزدور کو ملازمت کا مکمل تحفظ حاصل ہو، اس کا روزگار مستقل ہو تو وہ زیادہ دلجمعی سے کام کرے گا، ورنہ بے دلی سے۔

محنت کی نقل پذیری (Mobility of Labour):

مزدوروں کی صلاحیت و پیداواریت پر، اس بات کا بھی اثر ہوتا ہے کہ وہ تلاشِ روزگار میں کس حد تک مختلف مقامات پر جانے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ گویا ان میں نقل پذیری کی صفت ہے یا نہیں۔ محنت کی نقل پذیری سے مراد مزدور کی وہ صلاحیت ہے جس کی بدولت وہ ایک پیشے سے دوسرے پیشہ یا ایک مقام سے دوسرے مقام یا ترقی کے پہلے درجہ سے دوسرے درجہ میں جا سکتا ہے۔ نقل پذیری کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں:

-1 جغرافیائی نقل پذیری (Geographical Mobility):

جغرافیائی نقل پذیری سے مراد مزدوروں کا ایک مقام سے دوسرے مقام کو نقل مکانی کرنا ہے۔ مثلاً فیصل آباد کے کارخانہ کے مزدور کراچی کے کسی کارخانہ میں چلے جائیں یا پاکستان کے کارکن ملازمت کرنے کے لئے امریکہ، مشرقِ وسطیٰ اور یورپی ملکوں میں چلے جائیں۔

-2 پیشہ ورانہ نقل پذیری (Occupational Mobility):

اگر کوئی مزدور ایک قسم کا پیشہ چھوڑ کر کوئی دوسرا پیشہ اختیار کرے تو یہ پیشہ ورانہ نقل پذیری ہوگی۔ مثلاً کوئی حجام، درزی کا کام شروع کر دے یا کلرک، سکول ٹیچر بن جائے۔

-3 متوازی یا افقی نقل پذیری (Horizontal Mobility):

اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص ایک کارخانہ یا دفتر چھوڑ کر، اسی عہدے پر دوسرے دفتر یا کارخانہ میں ملازم ہو جائے۔ مثلاً ایک اکاؤنٹنٹ واپڈا کی ملازمت چھوڑ کر کسی بنک میں جا لگے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

4- عمودی یا راسی نقل پذیری (Vertical Mobility):

اس سے مراد ہے مزدور کے درجہ یا عہدہ کا بدل جانا۔ مثلاً ایک کانسٹیبل ترقی کرتے کرتے تھانیدار بن جائے یا ایک کالج لیکچرار ترقی کر کے پرنسپل بن جائے۔

نقل پذیری بڑھانے والے عوامل (Factors Affecting Mobility):

محنت کی نقل پذیری میں اضافہ کرنے والے اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

1- بلند اُجرتیں:

جن صنعتوں یا شعبوں یا علاقوں میں اُجرت زیادہ ہوگی، کارکن ان صنعتوں اور علاقوں کی طرف منتقل ہونا شروع ہو جائیں گے۔ مثلاً پاکستان میں لوگ دیہات سے نکل نکل کر صنعتی علاقوں کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ کیونکہ دیہات میں روزگار کے مواقع کم اور اُجرتیں پست ہیں۔ بہت سے پاکستانی زیادہ اُجرتوں کی خاطر امریکہ، یورپ اور سعودی عرب میں جا کر ملازمت کر رہے ہیں۔

2- ملازمت کی بہتر شرائط:

جن مقامات اور کارخانوں میں کام کی شرائط (Terms) بہتر ہوں گی اور مزدوروں کے مناسب حال ہوں گے۔ مزدور انہی کارخانوں کی طرف حرکت کر جائیں گے۔

3- تعلیم اور ہنرمندی:

اگر مزدور پڑھے لکھے اور فنی اعتبار سے تربیت یافتہ ہوں تو وہ کم و بیش ہر مقام، دفتر یا کارخانہ میں ملازمت حاصل کر سکتے ہیں۔ انہیں ایک ملازمت چھوڑ کر دوسری ملازمت اختیار کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ اس لئے مزدوروں کا ہنرمند ہونا بھی ان کی نقل مکانی میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔

4- ذرائع آمدورفت:

اگر آمدورفت کے ذرائع ترقی یافتہ ہوں تو مزدور آسانی کے ساتھ، ایک مقام سے دوسرے مقام تک آ جا سکتے ہیں۔ یوں محنت کی نقل پذیری میں اضافہ ہوتا ہے۔

5- ترقی کی خواہش:

اگر مزدوروں کے اندر ترقی کرنے کا جذبہ موجود ہو تو وہ ایسے کاموں کی تلاش میں رہتے ہیں جہاں انہیں پہلے سے زیادہ معاوضہ مل سکے اور وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرتے رہتے ہیں۔

6- امن وامان:

اگر ملک میں امن وامان ہو، ہنگامی حالات نہ ہوں تو مزدور بلاخوف وخطر ایک جگہ سے دوسری جگہ آ جا سکتے ہیں۔ اس طرح محنت کی نقل پذیری میں اضافہ ہوتا ہے۔

7- حالات سے آگاہی:

اگر کارکنوں کو معلوم ہو کہ مختلف علاقوں میں ان کے لئے روزگار و ملازمت کے مواقع اور اُجرتوں کی شرحیں کیا ہیں، تو وہ ان معلومات کی روشنی میں مناسب مقام پر جا سکتے ہیں۔ یہ معلومات بہم پہنچانے میں سرکاری ادارے معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

محنت کی نقل پذیری کے فوائد (Advantages)

1- بے روزگاری میں کمی:

محنت کی نقل پذیری کی بدولت بے روزگاری کم ہو جاتی ہے کیونکہ اگر ایک صنعت میں مزدوروں کی مانگ کم ہو جائے تو دوسری صنعتوں میں ملازمت کر سکتے ہیں اور ایسے مقامات پر جا کر روزگار حاصل کر سکتے ہیں جہاں کارکنوں کی ضرورت ہو۔

2- تعصب کا خاتمہ:

معاشرتی نقل پذیری کے باعث ذات پات کی تقسیم مٹ جاتی ہے، باہمی تفرقہ ختم ہو جاتا ہے، تعلیم یافتہ لوگ اپنے ذاتی اور خاندانی پیشے کی پرواہ کئے بغیر اچھی سے اچھی ملازمت اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پرانے وقتوں کے پیشوں کے لحاظ سے طبقاتی تقسیم مثلاً موچی، تیلی، نائی، دھوبی، ترکھان، لوہار، جولاہا وغیرہ کا تصور مدھم پڑ گیا ہے اور اب ان میں سے کوئی بھی چاہے تعلیم یا فنی و تکنیکی ٹریننگ حاصل کر کے الیکٹریشن، مکینک، پلمبر، اکاؤنٹنٹ، وکیل، پروفیسر، ڈاکٹر، انجینئر، سول سرونٹ وغیرہ بن سکتا ہے۔ اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

3- افراطِ آبادی کا حل:

جغرافیائی نقل پذیری کی بدولت جو علاقے افراطِ آبادی (Over-Population) کا شکار ہوتے ہیں (یعنی جہاں روزگاری مواقع سے زائد لوگ ہوں) وہاں سے مزدور حرکت کر کے ایسے علاقوں میں چلے جاتے ہیں جہاں مزدوروں کی قلت ہوتی ہے۔

4- صنعتی ترقی:

نقل پذیری کی بدولت ہر صنعت اپنی اپنی ضرورت کے مطابق مزدور حاصل کر سکتی ہے۔ اور حسبِ ضرورت غیر ممالک سے بھی ماہرین منگوائے جا سکتے ہیں۔

پاکستان میں آبادی کی تیز شرح افزائش کے مسائل اور آبادی کی تعلیم کی ضرورت

(Problems of HIGH rate of Population Growth and Need of Population Education)

پاکستان آبادی کے لحاظ سے دنیا کا چھٹا بڑا ملک ہے (6th most populous country in the world) 1947ء میں آزادی کے وقت (موجودہ مغربی) پاکستان کی کل آبادی سوا تین کروڑ تھی جو اس سال میں 19 کروڑ 17 لاکھ ہو گئی ہے۔ جیسے جیسے آبادی بڑھتی گئی اس کے ساتھ ساتھ مختلف اشیاء و خدمات بہم پہنچانے کی ضرورت بھی زیادہ ہوتی گئی۔ مثلاً: خوراک، پوشاک، رہائش، تعلیم، ہسپتال، ادویات اور روزگار کی بہم رسانی۔ آبادی کی سالانہ شرح افزائش 1.92% ہے۔ حالانکہ ترقی یافتہ ملکوں کی 0.9 فیصد اور زیر ترقی ملکوں کی 1.7 فیصد ہے۔

1- فلاحی سہولتوں کی قلت:

پاکستان کی آبادی میں سے 33 فیصد افراد کام کرتے ہیں، لیکن ان میں سے بھی 6.5 فیصد بے روزگار ہیں۔ پاکستان میں رہائشی سہولتوں کی حالت پہلے سے ابتر ہو گئی ہے۔ اس وقت ضرورت سے 70 لاکھ مکان کم ہیں۔ 25 لاکھ شہری علاقوں میں اور 45 لاکھ دیہاتی علاقوں میں۔ اس کی اہم وجوہات یہ ہیں: آبادی کی بلند شرح افزائش اور دیہات سے شہروں کی طرف آبادی کی نقل مکانی۔ اس وقت ایک کمرہ اوسطاً 3.5 افراد کے حصہ میں آتا ہے۔ شہروں میں اس وقت 2,322 کچی آبادیاں ہیں جن میں کل شہری آبادی کا ایک چوتھائی رہائش پذیر ہے۔ پاکستان میں پینے کے پانی کی سخت قلت ہے، تقریباً آدھی آبادی کو پانی بھرنے کے لئے گھر سے باہر جانا پڑتا ہے۔ چنانچہ 29 فیصد

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

باہر جا کر کنوؤں سے' 12 فیصد دستی نلکوں سے اور 8 فیصد نلکوں سے پانی بھرتی ہے۔ دیہاتی علاقوں میں 86 فیصد گھرانے اب بھی ایندھن کے طور پر لکڑی اور گوبر کے اُپلے استعمال کرتے ہیں۔ 36 فیصد آبادی (یعنی پونے سات کروڑ افراد خطِ غربت سے نیچے زندگی) بسر کرتی ہے یہ ساری باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ ملکی ذرائع پر آبادی کا دباؤ زیادہ ہے۔

2- زرعی زمین کی قلت:

زرعی ماہرین کی رائے یہ ہے کہ ملکی آبادی بڑھتے جانے سے زرعی زمین فی کس کم ہوتی جا رہی ہے لیکن چونکہ پاکستان میں کاشت کاروں کو نئی قسم کے آلات، کھاد اور بیج میسر نہیں ہیں، مویشی مریل اور لاغر ہیں، آب پاشی کی سہولتیں ناکافی ہیں' اس لئے زراعت اتنے لوگوں کو روزی مہیا نہیں کر سکتی' جو اس بات کی دلیل ہے کہ آبادی معیار سے زیادہ ہے۔

گذشتہ 25 سالوں میں پاکستان کی قابلِ کاشت زمین میں 27 فیصد اضافہ ہوا ہے جبکہ آبادی میں 98 فیصد اضافہ ہوا ہے جس کے باعث "فی کس زمین کی ملکیت" (Individual Land Holding) کم ہو گئی ہے۔ بلند شرح ولادت کے باعث شہری آبادی آئندہ 20 سالوں میں دگنی ہو جائے گی۔ چالیس فیصد آبادی کے پاس سیوریج (نکاسِ آب) کا انتظام نہیں ہے اس لئے فضائی آلودگی بڑھ رہی ہے۔

3- معاشی کوائف کی ابتری:

ایک عالمی رپورٹ کے مطابق پاکستان کے معاشی کوائف بڑے ناگوار ہیں۔ مثلاً فی کس آمدنی یعنی اوسطاً ایک پاکستانی کی سالانہ آمدنی 460 ڈالر ہے، جب کہ جاپان کے ایک باشندے کی 33,550 ڈالر ہے یعنی 72 گنا زیادہ۔ پاکستان کی قومی آمدنی کی سالانہ شرح اضافہ 4.2 فیصد ہے جب کہ چین کی 9.5 فیصد' ویت نام کی 6.8 فیصد اور انڈونیشیا کی 6.5 فیصد۔ پاکستان میں بالغ مرد 45 فیصد اور بالغ خواتین 75 فیصد اَن پڑھ ہیں جب کہ چین میں یہ تناسب 27 فیصد اور 38 فیصد ہے اور انڈونیشیا میں 23 فیصد اور 32 فیصد۔ پاکستان کی خام قومی پیداوار (GNP) میں صنعتی شعبہ کا حصہ 18.4 فیصد ہے جبکہ چین میں 42 فیصد ہے۔ پاکستان میں فی کس توانائی (Energy) کا استعمال 243 کلوگرام تیل کے مساوی ہے جب کہ چین میں 602 کلوگرام اور بھارت میں 337 کلوگرام ہے۔ پاکستان میں خام داخلی سرمایہ کاری کی سالانہ شرح ترقی 5.6 فیصد ہے جب کہ چین میں 12.4 فیصد۔

4- غذا کی قلت اور امراض:

یہاں بیماری عام ہے، امراض پھوٹتی رہتی ہیں، خوراک کی قلت ہے، بے روزگاروں، بھکاریوں اور محتاجوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ ستمبر 2011ء میں ڈینگی وائرس سے متعدد لوگ بیمار اور جاں بحق ہوئے۔

5- امواتِ شیر گان کی بلند شرح (Infant Mortality Rate):

پاکستان میں شیر گان کی شرح اموات بہت بلند ہے۔ اس سے مراد ہے: پیدا ہونے والے ایک ہزار بچوں میں سے ایک سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے فوت ہو جانے والے بچوں کا تناسب، 1988ء میں یہ شرح 112 فی ہزار تھی جو اگرچہ کم ہو کر 2011ء میں 70 فی ہزار ہو گئی لیکن پھر بھی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پاکستان (خصوصاً دیہی علاقوں) میں حفظانِ صحت کی سہولتیں کم ہیں۔

6- کماؤ آبادی کا تناسب کم ہے:

پاکستان کی آبادی کا 40 فیصد حصہ 14 سال سے کم عمر کے نابالغوں پر مشتمل ہے اور 4 فیصد 65 سال کی عمر سے زیادہ بوڑھوں کا۔ گویا یہ افراد پیدائشِ اشیاء میں حصہ نہیں ڈالتے، لیکن ان کے لئے غذائی، تعلیمی اور طبی سہولتیں فراہم کرنی پڑتی ہیں۔ اس لئے 33 فیصد کماؤ آبادی ہے جو باقی ماندہ 67 فیصد آبادی کی کفالت کا ذمہ اٹھائے ہوئے ہے۔

7- معاشی ترقی کی بے اثری:

لوگوں کا معیارِ زندگی بلند کرنے کے لئے ضروری ہے کہ قومی آمدنی میں اضافہ کی شرح، آبادی میں اضافہ کی شرح سے بلند ہو۔ اس وقت ہماری معیشت تقریباً چار فیصد سالانہ شرح سے ترقی کر رہی ہے جبکہ آبادی میں 2.05 فیصد سالانہ شرح سے اضافہ ہو رہا ہے۔ گویا معاشی ترقی کا نصف آبادی میں اضافہ کی نذر ہو جاتا ہے۔ ان حالات کے پیشِ نظر منصوبہ بندی کمشن چوتھے منصوبے میں لکھتا ہے:

"This situation heavily dilutes the development effort in country and contributes towards the persistence of hunger, disease and misery existing in less developing parts. "

8- بے روزگاری و نیم روزگاری:

اس وقت پاکستان میں بیروزگاری کی شرح 6 فیصد ہے اور تیس لاکھ افراد بے روزگار ہیں اور اس سے تقریباً دگنی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو پورے طور پر برسرِ روزگار نہیں بلکہ نیم روزگاری (Underemployment) کا شکار ہیں۔ نیز ہر سال ملک کی افرادی قوت (Manpower) میں دس لاکھ افراد کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہ بیروزگاری، اور نیم روزگاری بھی افراطِ آبادی کی علامت ہے۔

9- بیرونی قرضہ کا بوجھ:

پاکستان وسائل کی قلت اور آبادی کی کثرت کے باعث غیر ممالک کا مقروض ہے اور یہ قرضہ مسلسل بڑھتا جا رہا ہے۔ مارچ 2010ء میں غیر ملکی قرضوں کی مالیت پچپن ارب ڈالر تھی۔ 10-2009ء میں ان قرضوں کی سالانہ سروسنگ کی مالیت (یعنی اصل زر اور سود کی ادائیگی وغیرہ) 3,095 ملین ڈالر تھیں۔ پاکستان میں بیرونی قرضے 2017 کی پہلی سہ ماہی میں 74126 امریکی ڈالر سے 2016 میں چوتھے سہ ماہی کے مقابلے میں 75747 امریکی ڈالر بڑھ گیا۔

10- آبادی کی شرح افزائش بلند ہے:

پاکستان میں آبادی کے بڑھنے کی رفتار 1.86 فیصد سالانہ ہے جب کہ دیگر ترقی یافتہ ممالک میں آبادی کے بڑھنے کی رفتار صرف 0.6 فیصد ہے اور جب وہاں صنعتی انقلاب رونما ہو رہا تھا، اس وقت بھی ان کی شرح افزائش فقط 0.5 فیصد تھی۔

11- معاشرتی سہولتوں کی کمی:

آبادی کے مقابلہ میں قومی آمدنی کم ہونے کے باعث بنیادی فلاحی اور معاشرتی سہولتوں کی قلت ہے۔ مثلاً پاکستان میں مجموعی قومی پیداوار (GNP) کا صرف 2 فیصد حصہ تعلیم پر خرچ ہوتا ہے اور خواندگی کی شرح بمشکل 58 فیصد ہے۔ صحت عامہ (Public Health) پر قومی پیداوار کا فقط 0.5 فیصد حصہ خرچ ہوتا ہے۔ آبادی کے لحاظ سے تعلیمی اداروں اور ہسپتالوں کی تعداد بھی کم ہے۔

افراطِ آبادی کا حل (آبادی کی منصوبہ بندی)(Population Planning):

افراطِ آبادی کا مسئلہ حل کرنے کے لئے ماہرینِ معاشیات کے مطابق دو قسم کے اقدامات ضروری ہیں:

ایک' شرح ولادت کو گھٹا کر آبادی کی تعداد کو موزوں حدوں کے اندر ہی رکھا جائے، اور دوسرے' ملکی پیداوار بڑھائی جائے، تاکہ ہر شخص کو معقول آمدنی حاصل ہو سکے۔ یہاں ہم دونوں کا الگ الگ ذکر کرتے ہیں۔

شرح ولادت کم کرنے کے لئے ماہرینِ معاشیات یہ اقدامات تجویز کرتے ہیں:

1- چھوٹے کنبے کی ترغیب:

لوگوں کو یہ بات سمجھائی جائے کہ کم بچے پیدا کرنے سے انہیں بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً ماؤں کی صحت ٹھیک رہتی ہے،

awazeinqilab.com
Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

بچے تندرست رہتے ہیں، شرح اموات گر جاتی ہے، بچوں کی تعلیم و تربیت اور نگہداشت بہتر طریقے سے ہو سکتی ہے اپنی محدود آمدنی سے وہ پُر آسائش زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

2- فروغ تعلیم:

تعلیم کو فروغ دیا جائے کیونکہ تعلیم یافتہ لوگ ضبطِ تولید کی طرف بہ آسانی مائل ہو جاتے ہیں۔ یہ عام مشاہدہ ہے کہ تعلیم یافتہ عورتیں، ایک تو دیر سے شادی کرتی ہیں اور دوسرے وہ زیادہ بچوں کی ماں بننا پسند نہیں کرتیں۔

3- منصوبہ بندی مراکز:

خاندانی منصوبہ بندی کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے دائیوں، ہیلتھ وزیٹروں اور لیڈی ڈاکٹروں کی تعداد بڑھانی چاہیے، اور شہری اور دیہی علاقوں میں کنبہ بندی کے مراکز زیادہ سے زیادہ کھولنے چاہئیں۔ افراطِ آبادی کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے ایک طرف شرح ولادت کو کم کرنے کی ضرورت ہے اور دوسری طرف پیداوار میں اضافہ کرنا بھی ضروری ہے۔

4- پیداوار میں اضافہ:

ملک کے قدرتی ذرائع سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے، تاکہ اشیاء کی پیداوار بڑھے اور ہر شخص کو پہلے سے زیادہ حصہ ملے۔ زرعی و صنعتی ترقی کے لئے موثر اقدامات کرنے چاہئیں۔

5- کارکن آبادی میں اضافہ:

ملک کی معاشی جدوجہد میں حصہ لینے والی آبادی کو بڑھانا چاہیے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ عورتوں کو ایسے کام مہیا کئے جائیں جو ان کی صحت پر برا اثر نہ ڈالیں اور ان کے گھریلو ماحول، سماجی اقدار (Cultural Values) اور روایات کے مطابق ہوں۔

6- تعلیم و فنی تربیت:

تعلیم اور ٹیکنیکل ٹریننگ کی سہولتیں بڑھا کر لوگوں کی صلاحیت اور قوتِ کار (Efficiency) میں اضافہ کرنا چاہیے، تاکہ ہر شخص پہلے سے زیادہ اشیاء پیدا کر سکے۔

حکومت کے اقدامات:

حکومت نے افراطِ آبادی کا مسئلہ حل کرنے کے لئے درج ذیل اقدامات کئے ہیں:

1- بہبود آبادی مرکز:

اس وقت 1911 فیملی ویلفیئر سنٹرز (بہبود آبادی کے مراکز) خاندانی منصوبہ بندی سے متعلق خدمات مہیا کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں عوام کو راغب کرنے کے لئے 23 ہزار رجسٹرڈ میڈیکل پریکٹیشنرز اور 21 ہزار اطباء اور ہومیو پیتھ ڈاکٹروں کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ اب تک 13,000 فیملی پلاننگ کارکن بھرتی کئے گئے ہیں۔ مزید برآں اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی معرفت بھی لوگوں کو اس طرف مائل کیا جاتا ہے۔ نیز کتابچے (Booklet)، پمفلٹ، پوسٹر اور ہینڈ بل چھاپ کر تقسیم کئے جاتے ہیں۔

2- خاندانی منصوبہ بندی:

خاندانی منصوبہ بندی کو مقبول بنا کر کوشش کی جائے گی کہ آئندہ پچیس سال کے عرصہ میں شرح ولادت کم ہو کر نصف رہ جائے اور 2012ء تک شرح افزائش آبادی کم ہو کر 1.6 فیصد رہ جائے۔ اس ضمن میں درجِ ذیل پروگرام بنایا گیا:

(الف) ملک میں 45 ہزار دیہات ہیں جن میں ساڑھے آٹھ کروڑ لوگ آباد ہیں، اس میں "فیملی ویلفیئر پروگرام" کے تحت 151 موبائل (گشتی) سروس یونٹس قائم کئے جائیں گے۔

(ب) دیہات میں پاپولیشن پلاننگ کے سلسلہ میں ایک پروگرام دیہی خاندانی منصوبہ بندی کارکنان (Village-Based Family Planning Workers : VBFPWs) کے ذریعے چلایا جا رہا ہے۔ نیز معلومات (Information)، تعلیم (Education) اور ابلاغ (Communication) مختصراً IEC کی حکمتِ عملی، مرد و زن دونوں کے لئے اختیار کی جا رہی ہے۔ اس ضمن میں 182 غیر سرکاری تنظیموں (NGOs) کا تعاون بھی حاصل ہے۔ حکومت نے اسلام آباد میں آبادی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں ریسرچ کرنے کے لئے ایک نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پاپولیشن سٹڈیز (NIPS) قائم کر رکھا ہے جو آبادی کی بہبود کے مختلف پہلوؤں اور مسائل کا جائزہ لیتا اور حکمتِ عملی وضع کرتا ہے۔ ان مساعی کے نتیجہ میں پاکستان کی آبادی کی شرح افزائش جو 94-1993ء میں 2.9 فیصد تھی، کم ہو کر 2017ء میں 1.86 فیصد ہو گئی ہے۔

پاکستان میں جمعیت محنت کے مسائل
(Problems of Labour Force)

کسی ملک کی معاشی ترقی اور نشو و نما کا بیشتر دار و مدار اس بات پر ہے کہ وہاں کی آبادی ایک فعال، مستعد، سرگرم اور موثر عاملِ پیدائش کی حیثیت سے معاشی جدوجہد میں حصہ لے، اور اشیاء و خدمات کی پیداوار میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کرے۔ عاملینِ پیدائش میں قدرتی ذرائع اور سرمائے کے علاوہ خود انسانی محنت کی بڑی اہمیت ہے۔ کیونکہ اگر قدرتی ذرائع کی فراوانی ہو، لیکن کام کرنے والے لوگ سست، کاہل، ناخواندہ، بے ہنر، سرد جوش اور غیر مستعد ہوں تو ان ذرائع سے ہرگز فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا، اور قومی پیداوار میں اضافہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اصل چیز یہ ہے کہ کارکن آبادی، الوالعزم، باہمت، حوصلہ مند، خواندہ، فنی لحاظ سے تربیت یافتہ، جدید ٹیکنالوجی میں ماہر اور مختلف فنون میں ہنر مند ہو۔ جسمانی لحاظ سے توانا اور چست ہو، اخلاقی لحاظ سے دیانتدار، جفاکش اور محنتی ہو۔ پاکستان کی معاشی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ ہماری آبادی بھی مستعد اور محنتی ہو، لہٰذا ہم یہاں ایسی تجاویز پیش کرتے ہیں، جن کی مدد سے جمعیتِ محنت فعال اور موثر (Effective) عامل بن سکتی ہے۔

1- تعداد کا پہلو:

سب سے پہلے آبادی کی تعداد کا پہلو توجہ طلب ہے۔ ماہرینِ معاشیات کی رائے میں آبادی ملکی وسائل اور معاشی ترقی کی رفتار کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ چودہ سال سے کم عمر کے لوگوں کی تعداد کل آبادی کا 46 فیصد ہے، نیز ہمارے ہاں عورتیں معاشی جدوجہد میں زیادہ حصہ نہیں لیتیں، اس لئے ماہرین کی رائے ہے کہ آبادی کی شرح افزائش کو کم کیا جائے۔

2- جمعیتِ محنت کا حجم (Volume):

یہ بات ظاہر ہے کہ ساری آبادی معاشی جدوجہد میں حصہ نہیں لیتی، بلکہ صرف وہ لوگ اشیاء و خدمات کی پیداوار میں شریک ہوتے ہیں، جو کام کرنے کی عمر کو پہنچ جائیں، اور کام کرنے کی اہلیت بھی رکھتے ہوں۔ ایسی تعداد کو جمعیتِ محنت (لیبر فورس) کہا جاتا ہے۔ پاکستان میں جمعیت محنت کا تخمینہ دو طرح سے لگایا جاتا ہے: اول، خام شرح کارکنان (Crude Activity Rate : CAR) اس سے مراد ہے: کل آبادی میں جمعیتِ محنت کا فیصدی حصہ اور دوم، خالص (یا صافی) شرح کارکنان (Refined Activity Rate : RAR)۔ اس سے مراد ہے: دس سال کی عمر اور اس سے زائد عمر کی آبادی میں جمعیتِ محنت کا فیصدی حصہ۔ اس وقت پاکستان میں خام ش ک 33 فیصد ہے اور خالص ش ک 47 فیصد۔ پاکستان میں کل آبادی کے مقابلے میں جمعیت محنت کا تناسب (Ratio) بھی پست ہے، کیونکہ ہماری آبادی کا صرف 33 فیصد حصہ کارکن آبادی پر مشتمل ہے اور باقی منحصرین (Dependents) پر۔ حالانکہ ملائیشیا میں 36.6 فیصد، انڈونیشیا میں

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

37.7 فیصد، تھائی لینڈ میں 48.8 فیصد اور ترقی یافتہ ممالک میں پچاس فیصد سے بھی زیادہ لوگ معاش کما رہے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہمارے ہاں فعال (Active) آبادی کی نسبت کم ہے۔ ایسے حالات میں ضروری ہے کہ مختلف طریقوں سے کارکن آبادی کا تناسب بلند کیا جائے۔

-3 زرعی اصلاحات (Land Reforms):

زرعی شعبہ میں کام کرنے والے لوگ صرف اسی صورت میں فعال اور موثر بن سکتے ہیں، جب ملک میں صحیح معنوں میں زرعی اصلاحات نافذ کی جائیں، کیونکہ جب تک کسان اور کاشت کار کو یہ یقین نہ ہو کہ وہ زمین کا خود مالک ہے اور وہ جتنی محنت کرے گا اس کا پھل (کسی بڑے زمیندار یا جاگیردار کو ملنے کے بجائے) خود اسی کو ملے گا، وہ جی لگا کر محنت نہیں کرے گا، اور نہ پیداوار بڑھانے میں جوش وخروش کا مظاہرہ کرے گا۔ مزارعین جو دوسروں کی زمین پر نیم دلی سے کاشت کرتے ہیں، انہیں پیداوار بڑھانے میں دلچسپی نہیں ہوتی۔ اس لئے معاشی ترقی کے لئے زرعی آبادی کو فعال بنانے کی خاطر ضروری ہے کہ زرعی اصلاحات صحیح معنوں میں نافذ کی جائیں، تاکہ کاشت کاروں میں خود اعتمادی اور کام کرنے کی ترغیب پیدا ہو۔

-4 تعلیم اور فنی تربیت (Technical Training):

جاہل آدمی کے مقابلہ میں تعلیم یافتہ اور اناڑی کے مقابلہ میں ہنرمند اور تکنیکی فنون میں ماہر کارکن، زیادہ مقدار میں اور بہتر معیار کی اشیاء پیدا کرسکتا ہے، کیونکہ تعلیم اور فنی تربیت سے کام کرنے والے کی استعداد بڑھ جاتی ہے اور معاشی جدوجہد میں موثر کردار ادا کرسکتا ہے۔ ترقی یافتہ ملکوں کے لوگ قومی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، کیونکہ وہ تعلیم، فنی تربیت اور تکنیکی فنون سے پوری طرح آراستہ ہوتے ہیں۔ امریکہ، مغربی یورپ، جاپان اور دیگر ممالک کے لوگ مختلف پیشوں میں بڑی مہارت حاصل کرچکے ہیں، سائنس وٹیکنالوجی میں بہت آگے نکل گئے ہیں، لہٰذا ان کی معاشی ترقی کی رفتار قابلِ رشک ہے، جب کہ پاکستان کے لوگ تعلیم اور فنی مہارت میں بہت پیچھے ہیں۔ چنانچہ انہیں فعال بنانے کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں کو زرعی، صنعتی، تجارتی فنون سے آگاہ کیا جائے اور مختلف شعبوں کے لئے مطلوبہ قسم کی ٹریننگ دی جائے۔

-5 پیداوار اور معاوضہ میں تناسب:

زرعی، صنعتی، بنکاری، مواصلاتی اور دیگر شعبوں میں کارکنوں کی پیداوار بڑھانے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ان کی پیدا کردہ مقدار اور ان کے معاوضہ کے مابین ایک نسبت قائم کردی جائے۔ یعنی ایک مزدور جتنی زیادہ اشیاء پیدا کرے، اسی قدر اس کی اُجرت میں اضافہ کیا جائے۔ گویا اُجرت اور تنخواہ کے علاوہ زرعی وصنعتی کارکنوں کو، فارم اور فیکٹری کی پیداوار اور منافع میں سے حصہ دیا جائے۔ یوں انہیں ترغیب ہوگی کہ پیداوار بڑھائی جائے، تاکہ انہیں بھی زیادہ حصہ مل سکے، گویا معاشی جدوجہد کے ثمرات میں ان کو حصہ دار بنا دینے سے وہ زیادہ سرگرمی اور جوش وخروش سے محنت کریں گے اور قومی پیداوار بڑھانے میں فعال اور موثر کردار ادا کریں گے۔

پاکستان میں بے روزگاری اور نیم روزگاری کا مسئلہ

PROBLEM OF UNEMPLOYMENT AND UNDER EMPLOYMENT IN PAKISTAN

پاکستان میں بے روزگاری کے سلسلے میں درج ذیل باتیں قابل توجہ ہیں:

بے روزگاری سے مراد وہ تمام لوگ ہیں جن کی عمر دس سال یا اس سے زائد ہو اور

- ان کے پاس کوئی ملازمت نہ ہو۔
- اپنا کوئی کام نہ کررہے ہوں۔
- تنخواہ پر ملازمت کے لئے دستیاب ہوں۔
- روزگار کی تلاش میں ہوں یا اپنا کوئی ذریعہ معاشی بنانا چاہتے ہوں لیکن اس مقصد میں کامیاب نہ ہو رہے ہوں۔

-1 بے روزگاروں کی تعداد:

جمعیت محنت (Labour Force) کے سائز کے لحاظ سے پاکستان دنیا میں دسواں بڑا ملک ہے۔ ہر سال جمعیت محنت میں ساڑھے تین فیصد شرح سے اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ لیبر فورس سروے کے مطابق، اس وقت مجموعی طور پر ملک میں بے روزگاری کی شرح 6 فیصد ہے۔ اس لحاظ سے تقریباً ساڑھے تین لاکھ افراد بے روزگار ہیں اور ہر سال آبادی بڑھتے جانے سے ان میں تقریباً 60 ہزار بیروزگار افراد کا اضافہ ہوجاتا ہے۔

بے روزگاری کے باعث ملک کو شدید معاشی اور معاشرتی نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں:

(i) معاشی نقصان یہ ہے کہ اس کے باعث نہایت قیمتی وسائل پیداوار (مثلاً محنت وغیرہ) ضائع ہوجاتے ہیں کیونکہ بیروزگار کارکن جو اشیاء وخدمات پیدا کرسکتے ہیں وہ پیدا نہیں کرپاتے اور قوم ان سے محروم رہتی ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کثیر مقدار میں غلہ، کپڑا، گاڑیاں، مشینیں، عمارتیں وغیرہ اٹھا کر سمندر میں پھینک دی جائیں۔

(ii) معاشرتی نقصان یہ ہے کہ بے روزگاروں کو اذیت ناک حالات ومشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

-2 مخفی بے روزگاری (Disguised Unemployment):

پاکستان میں کھلی بے روزگاری (Open Unemployment) کی شرح 6 فیصد ہے۔ ان کے علاوہ بہت سے لوگ کام نہ ملنے کی وجہ سے ہفتے میں صرف 35 گھنٹے کام کرتے ہیں اور باقی عرصہ بے کار رہتے ہیں۔ اسے مخفی یا مستور بے روزگاری کہا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کی شرح 10.3 فیصد ہے۔ چنانچہ کھلی اور مخفی دونوں قسم کے بے روزگار افراد کی مجموعی شرح 15.8 فیصد ہوتی ہے۔ بے روزگاری کی شرح سے مراد ہے:

"کل جمعیتِ محنت میں بے روزگار جمعیتِ محنت کا فیصد حصہ"

بیروزگاری افراد کی تعداد تقسیم کل جمعیت محنت یعنی: بیروزگار افراد کی تعداد / کل جمعیت محنت

The unemployment rate is the number of unemployed divided by the total labour force.

-3 کارکن آبادی کا تناسب پست ہے:

پاکستان میں کارکن آبادی کی شرح، دوسرے ملکوں کے مقابلہ میں کم ہے۔ مثلاً پاکستان میں کل آبادی کے صرف 33 فیصد لوگ کام کرتے ہیں جب کہ جاپان میں 52.2 فیصد۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ زیادہ کارکن آبادی والے ملکوں میں 'خواتین آبادی' کا کثیر حصہ روزگار کمانے میں مصروف ہے۔

-4 بیرونِ ملک روزگار کا حصول:

پاکستان میں بیروزگاری کم کرنے میں ان لوگوں کا بڑا حصہ رہا ہے جو روزگار کی تلاش میں یورپ، امریکہ اور مشرقِ وسطیٰ کے ممالک میں گئے۔ بیرونِ ملک پاکستانیوں کی نقل مکانی کا سلسلہ 1973ء میں بہت بڑھ گیا۔ 1988ء میں تقریباً کل سولہ لاکھ پاکستانی غیر ممالک میں ملازمت یا کاروبار کررہے تھے۔ 2009ء میں ساڑھے چھ لاکھ افراد کو بیرونِ ملک ملازمت کے لیے باہر بھیجا گیا۔

awazeinqilab.com

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

بے روزگاری کی وجوہات (Causes of Unemployment):

پاکستان میں بے روزگاری دو طرح کی ہے:

دیہات میں بے روزگاری سات فیصد اور شہروں میں دس فیصد ہے۔ اس کی اہم وجوہات یہ ہیں:

1- ناقص نظامِ اراضی (Land Tenure System):

پاکستان کے زرعی نظام میں ایک بڑا نقص یہ ہے کہ زمین کی تقسیم اور ملکیت انتہائی غیر مساویانہ اور غیر عادلانہ ہے۔ کیونکہ اراضی کا بیشتر حصہ جاگیرداروں اور زمینداروں کے قبضے میں ہے جب کہ دیہی آبادی کا کثیر حصہ خود اپنی ملکیتی اراضی سے محروم ہے' بلکہ وہ زمینداروں کے مزارع کے طور پر کام یا مزدوری کرتے ہیں۔ اس وجہ سے بنیادی ذریعہ معاش یعنی زمین سے محرومی کے باعث، دیہی آبادی کے بیشتر لوگوں کو حسبِ ضرورت روزگار نہیں ملتا اور وہ بے روزگاری کا شکار ہیں۔ اس کا اندازہ یوں ہوتا ہے کہ پنجاب میں زیرِ کاشت زمین کا پانچواں حصہ ان بڑے جاگیرداروں اور زمینداروں کی ملکیت ہے جن کی تعداد کل مالکان کا محض آدھا فیصد (0.5) ہے، جبکہ اسّی فیصد مالکان کی ملکیت میں صرف ایک تہائی زمین ہے۔ سندھ میں قابلِ کاشت اراضی کا تقریباً ستر فیصد رقبہ صرف سات فیصد وڈیروں اور زمینداروں کی ملکیت ہے، اور صوبہ سرحد میں زیرِ کاشت زمین کا اڑتالیس فیصد (یعنی تقریباً نصف) حصہ خوانین (یعنی جاگیرداروں) کی ملکیت ہے۔ (حوالہ: جاگیرداروں کا شکنجہ) (یاد رہے کہ انقلابِ فرانس 1798ء میں آیا تھا جس کے باعث فرانس اور یورپ کے دیگر ملکوں میں جاگیرداری نظام ختم کر دیا گیا تھا)۔

2- چھوٹی صنعتوں اور دستکاریوں کی قلت:

دیہی آبادی کو روزگار دلانے کا ایک موثر ذریعہ گھریلو اور چھوٹے پیمانے کی صنعتیں اور دستکاریاں ہوتی ہیں، لیکن ہمارے دیہات میں یہ صنعتیں اطمینان بخش حد تک فروغ نہیں پا سکیں۔ اس لئے روزگار کے مواقع (Employment Opportunities) حسبِ ضرورت پیدا نہیں ہو سکے اور بے روزگاری کا مسئلہ شدت اختیار کر گیا ہے۔

3- تحتی ڈھانچے کی عدم موجودگی (Low Infrastructure):

دیہی معیشت میں معاشی ترقی اور روزگار کے فروغ کے لئے بنیادی سہولتوں کی قلت ہے، مثلاً: ذرائع نقل وحمل، ذرائع خبر رسانی، سڑکیں، منڈیاں، مالی ادارے، بجلی، قدرتی گیس وغیرہ۔ لہٰذا تحتی ڈھانچے کی کمی کے باعث روزگار کے مواقع مطلوبہ حد تک پیدا نہیں ہو سکے۔

4- تعلیمی نظام کی غیر پیداواریت:

پاکستان کے موجودہ تعلیمی نظام میں غیر فنی اور آرٹس کی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی اکثریت ہے اور وہ فارغ التحصیل ہو کر کسی تکنیکی شعبے یا پیشے میں کام نہیں کر سکتے، بلکہ ان کی پیداواریت کم ہوتی ہے، اس لئے وہ بے روزگاری کا شکار ہیں۔

5- سیاسی بدامنی اور معاشی عدم استحکام (Instability):

پاکستان کو سیاسی اور معاشی امن واستحکام نصیب نہیں ہو سکا، جس کے باعث ملک کی معاشی ترقی ہموار اور تسلی بخش رفتار سے نہیں ہوئی اور نہ روزگار کے مواقع پیدا ہو سکے۔

6- افراطِ آبادی:

پاکستان میں کل آبادی 191.71 ملین افراد ہے۔ نیز آبادی میں اضافہ کی شرح 1.86% ہے۔ ملکی معیشت بڑھتی ہوئی آبادی کو روزگار فراہم کرنے کے قابل نہیں ہے۔

7- فنی تعلیم کی کمی:

ہمارا موجودہ نظامِ تعلیم فنی اور تکنیکی تربیت دینے سے قاصر ہے۔ پیشہ ورانہ تعلیم کے بغیر روزگار کا حصول ممکن نہیں۔

8- زرعی شعبہ پر انحصار:

پاکستان کی افرادی قوت کا 43.5 فیصد حصہ زرعی شعبہ میں کام کر رہا ہے۔ زرعی شعبہ پر بہت زیادہ انحصار تمام افرادی قوت کو روزگار فراہم نہیں کر سکتا۔ ہمیں اپنی افرادی قوت دیگر شعبوں میں بھی استعمال کرنی چاہیے۔

9- بچتوں میں کمی:

بچتیں سرمایہ کاری کے لیے بہت ضروری ہیں۔ پاکستان میں بچتوں کی شرح 14.5 فیصد ہے۔ اتنی کم بچتیں سرمایہ کاری کو بڑھا نہیں سکتیں۔ اگر سرمایہ کاری نہیں ہوگی تو لوگ بیروزگار رہیں گے۔

10- محنت کی طلب اور رسد کا عدم توازن:

مختلف شعبوں میں محنت کی طلب اور رسد کا عدم توازن بیروزگاری کا باعث بنتا ہے۔ دیہاتی علاقوں میں بیروزگاری شہروں کی نسبت زیادہ ہے۔

11- سیاسی عدم استحکام:

آزادی کے بعد اب تک ملک کو صحیح سیاسی استحکام نصیب نہیں ہو سکا۔ یکے بعد دیگرے جلد جلد حکومتیں بدلتی رہیں، اور ملک ناقص حکمرانی (Poor Governance) کا شکار رہا۔ اس لئے معاشی ترقی کے لئے طویل المیعاد اور ٹھوس بنیادوں پر منصوبے نہیں بنائے جا سکے۔ 1954ء میں دستور ساز اسمبلی توڑ دی گئی۔ 1958ء میں مرحوم ایوب خان نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔ ستمبر 1965ء میں بھارت سے جنگ ہوگئی۔ 1968ء کے آخر میں سابق صدر ایوب خان کے خلاف ملک گیر ہنگامے ہوئے، مارچ 1969ء میں صدر یحییٰ خان نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا، 1970ء میں قومی الیکشنوں کے باعث حالات مخدوش رہے، 1971ء کے دوران شیخ مجیب الرحمٰن کے چھ نکات مصیبت کا باعث بنے رہے، 1971ء میں بھارت سے جنگ لگ گئی اور ملک دو حصوں میں ٹوٹ گیا۔ 1972ء سے پیپلز پارٹی کا دورِ حکومت شروع ہوا۔ بنک' بیمہ کمپنیاں اور بہت سے صنعتی ادارے قومی تحویل میں لے لئے گئے، جس کے باعث نجی کاروباری شعبہ کی سخت حوصلہ شکنی ہوئی اور پیداوار کم ہوگئی۔ مارچ 1977ء کے الیکشن کے بعد ملک گیر تحریک چلی تا آنکہ 5 جولائی 1977ء کو بھٹو حکومت کا تختہ اُلٹ کر جنرل ضیا نے ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔

اگست 1988ء میں صدر ضیا مرحوم کے انتقال کے بعد جماعتی بنیادوں پر قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے الیکشن ہوئے، جس میں پیپلز پارٹی نے مرکز اور صوبہ سرحد وسندھ میں اپنی حکومت بنائی جب کہ پنجاب اور بلوچستان میں پیپلز پارٹی کی مخالف جماعتوں نے حکومتیں قائم کیں۔ اس اختلاف کے باعث سیاسی استحکام اور معاشی ترقی میں سخت رکاوٹ پڑی۔ چھ اگست 1990ء کو صدر غلام اسحاق خان نے پیپلز پارٹی کی بے نظیر حکومت ختم کر دی اور قومی وصوبائی اسمبلیاں توڑ دیں، جس کے باعث معاشی حالات پھر تعطل کا شکار ہو گئے۔ اکتوبر 1990ء میں از سرِ نو الیکشن ہوئے جن کے نتیجہ میں پیپلز پارٹی کو شکست ہوئی اور اسلامی جمہوری اتحاد نے حکومت تشکیل دی۔

اپریل 1993ء میں ایک مرتبہ پھر صدر پاکستان نے (پانچ سال میں تیسری بار) قومی اسمبلی توڑ کر کابینہ کو برخاست کر دیا۔ جون میں سپریم کورٹ کے فیصلے سے یہ بحال ہوگئی مگر صدر (غلام اسحاق خاں) اور وزیر اعظم (نواز شریف) کی باہمی محاذ آرائی اور کشمکش کے باعث وزیر اعظم کو استعفیٰ دینا پڑا۔ پھر چھ اکتوبر اور نو اکتوبر 1993ء کو قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے الیکشن کرائے گئے اور اکتوبر 1993ء میں تیسری مرتبہ پیپلز پارٹی کی (بے نظیر) حکومت برسرِ اقتدار آئی جس کے دور میں کراچی کے اندر حکومت اور (سیاسی پارٹی) ایم کیو ایم کے مابین

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

زبردست محاذ آرائی ہوئی۔ قتل وغارت کا بازار گرم ہو گیا۔ ہڑتالوں کا سلسلہ طویل ہوتا گیا اور لاقانونیت اور بدامنی کے باعث معاشی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔

آخر کار 5 نومبر 1996ء کو صدر پاکستان فاروق خان لغاری نے بے نظیر حکومت کو برطرف کر دیا اور مرکزی وصوبائی اسمبلیاں توڑ کر نوے دن کے بعد از سرِ نو الیکشن کرانے کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ 3 فروری 1997ء کو منعقد ہونے والے قومی اور صوبائی الیکشنوں میں پاکستان مسلم لیگ (ن) بھاری اکثریت سے کامیاب ہوئی۔ پھر وزیر اعظم نواز شریف اور فوج کے سربراہ جنرل پرویز مشرف کے مابین محاذ آرائی شروع ہو گئی اور 12 اکتوبر 1999ء کو جنرل مشرف نے حکومت کو برطرف کر کے چیف ایگزیکٹو کی حیثیت سے ملک کا انتظام سنبھال لیا اور میاں نواز شریف کو جلاوطن کر دیا۔

جنرل پرویز مشرف کے دورِ حکومت میں، امریکہ کو افغانستان کے خلاف جنگ میں پاکستان کے پانچ ہوائی اڈے دیے گئے جہاں سے 57,800 حملوں کی اجازت دی گئی۔ نیز تقریباً آٹھ لاکھ امریکی فوجی پاکستان کے راستے افغانستان گئے جس سے حکومت پاکستان کو بارہ ارب ڈالر کا نقصان ہوا، لیکن اس کے بدلے پاکستان کے صرف ایک ارب ڈالر کے قرضے معاف کئے گئے۔

پھر فروری 2008ء کے الیکشن کے بعد لے کر پیپلز پارٹی کے آصف زرداری صدر اور یوسف رضا گیلانی وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ غرض قیامِ پاکستان کے سال 1947ء سے لے کر 2011ء تک کے گزشتہ 64 سالہ عرصہ میں ملک کے چوبیس وزیر اعظم بنے۔ جس کے باعث ایک وزیر اعظم کا اوسط عرصۂ اقتدار اڑھائی سال بنتا ہے اور اگر اس میں سے فوجی اقتدار کا عرصہ نکال دیا جائے تو اوسط عرصہ صرف سوا سال ہی رہ جاتا ہے۔ غرض قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک حکومت کے اس طرح غیر مستحکم اور متزلزل ہونے کے باعث، اور وقفہ وقفہ سے سیاسی بحرانوں کے پیدا ہو جانے سے، معاشی ترقی میں شدید رکاوٹ پڑتی رہی ہے۔

بے روزگاری اور نیم بے روزگاری کا علاج (Remedy):

پاکستان میں بے روزگاری اور نیم بے روزگاری کا علاج یہ ہے کہ مذکورہ بالا وجوہات کا سدباب کیا جائے، معیشت کی سست رفتار ترقی کے باعث بے روزگاری کی شرح بڑھ گئی، اس لئے روزگاری مواقع بڑھانے کا طریقہ یہی ہے کہ معاشی ترقی کی رفتار کو تیز تر کیا جائے۔ اس لئے لازم ہے کہ چار شعبوں کو فروغ دیا جائے:

(i) زراعت
(ii) تیل و گیس
(iii) چھوٹے اور درمیانہ درجہ کے کاروبار
(iv) اطلاعاتی ٹیکنالوجی (I.T) کہ

ان شعبوں میں قلیل سرمایہ کاری سے زیادہ روزگاری مواقع پیدا کئے جا سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ اقدامات کرنے چاہئیں۔

1- زرعی اصلاحات (Land Reforms):

پاکستان میں صحیح طور پر، موثر نوعیت کی زرعی اصلاحات نافذ کی جائیں تا کہ اراضی کی تقسیم بہتر ہو جائے اور بے زمین کاشتکار اپنی ملکیتی زمین کو کاشت کر کے، روزگار کے کافی مواقع حاصل کر سکیں۔ نیز زرعی شعبے میں جدید مشینیں، نئی ٹیکنالوجی، اعلیٰ بیج اور کھاد وغیرہ استعمال کر کے زرعی پیداواریت بڑھائی جائے، اس طرح روزگار کے مواقع بڑھ سکتے ہیں۔

2- متبادل ذرائع روزگار کا فروغ:

دیہی علاقوں میں فالتو اور بے روزگار افراد کو روزگار دلانے کے لیے کاشتکاری کے علاوہ دیگر نوعیت کے متبادل پیشوں اور شعبوں کو ترقی دینی چاہئے۔ مثلاً کیٹل (مویشی) فارمنگ، فش فارمنگ، پولٹری فارمنگ، گلہ بانی، متفرق دست کاریاں اور چھوٹے پیمانے کی صنعتیں وغیرہ۔ اس مقصد کے لئے قرضہ جاتی اور مالی ادارے قائم کئے جانے چاہئیں تا کہ ان صنعتوں کے فروغ کے لئے قرضے اور مالیات کی سہولتیں میسر

آ سکیں۔ اس طرح زراعت سے وابستہ فالتو جمعیتِ محنت (Surplus Labour Force) کو بھی روزگار مل جائے گا اور مخفی (Disguised) بے روزگاری ختم ہو جائے گی۔

3- فنی و تکنیکی تعلیم و تربیت:

ہمارے نظامِ تعلیم کی اصلاح اس طرح کی جائے کہ آرٹس یا غیر پیداواری تعلیم کی بجائے فنی، تکنیکی (Technical) اور پیشہ ورانہ (Vocational) تعلیم و تربیت پر زور دیا جائے اور ملک بھر میں ایسے اداروں کا جال بچھا دیا جائے جو مختلف قسم کے درجہ کی اہلیت کے لوگوں کو متنوع قسم (Diversified) کی فنی اور تکنیکی تعلیم و تربیت دے سکیں، انہیں ہنرمند بنا سکیں اور دستکاریوں اور چھوٹی صنعتوں میں کام کرنے کے اہل بنا سکیں۔

4- معاشی منصوبہ بندی (Economic Planning):

ملکی معیشت کی ایسے خطوط پر منصوبہ بندی کی جائے کہ صنعت و تجارت کو فروغ حاصل ہو، صنعتوں کو سرکاری ملکیت میں لینے کے بجائے نجی شعبہ کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔ آٹھویں پانچ سالہ منصوبے (1993ء تا 1998ء) کے بعد منصوبہ سازی میں تعطل آ گیا۔ موثر معاشی منصوبہ بندی کے ذریعے زراعت، صنعت، بنکاری، تجارت اور دیگر شعبوں کو زیادہ بارآور بنانا چاہئے، تا کہ روزگار کے مواقع بڑھ جائیں، بے کاروں کی تعداد گھٹ جائے اور قومی آمدنی میں اضافہ ہو۔

روزگار بڑھانے کے لئے سرکاری اقدامات:

ملک میں بیروزگاری کم کرنے اور روزگار کے مواقع بڑھانے کے لئے حکومت نے درجِ ذیل اقدامات کئے ہیں:

1- نج کاری (Privatisation) اور تعدیمِ ضوابط (Deregulation):

نج کاری اور تعدیمِ ضوابط کی پالیسیاں بنائی گئی ہیں تا کہ نجی شعبہ (Private Sector) کی حوصلہ افزائی ہو۔ اس طرح نجی سطح پر معاشی سرگرمیاں تیز ہو جائیں گی اور روزگاری مواقع میں اضافہ ہوگا۔ موٹروے کے ساتھ ساتھ بارہ خصوصی صنعتی زون (SIZs) بنائے جا رہے ہیں۔

2- سمندر پار ملازمتوں کے مواقع:

حکومت کوشش کر رہی ہے کہ جمعیت محنت کے لیے مشرقِ وسطیٰ، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، کویت، عمان اور مشرقِ بعید کے ممالک میں بھی ملازمت حاصل کرنے کے مواقع پیدا کر کے افرادی قوت کو باہر بھیجا جائے۔ لوگوں کو باہر بھیجنے کے لیے "سمندر پار روزگاری کارپوریشن" (Overseas Employment Corporation) نے ایک "معلومات بنک" (Data Bank) قائم کیا ہے تا کہ بیرونِ ملک روزگار دلانے کے کام کو فروغ دیا جا سکے۔ "محکمہ سمندر پار نقل مکانی و روزگار" (Bureau of Emigration and Overseas Employment) نے سمندر پار روزگار دلانے کے لئے ملتان اور مالاکنڈ ڈویژن میں دو نئے دفاتر کھولنے کا پروگرام بنایا ہے اور کوشش کی جائے گی کہ جنوبی کوریا، امریکہ اور یورپی ممالک میں ڈاکٹروں، نرسوں اور دیگر کارکنوں کے لیے روزگاری مواقع پیدا کئے جائیں۔ 2009ء کے دوران سمندر پار ممالک میں روزگار حاصل کرنے کے لئے چھ لاکھ افراد کو بھیجا گیا۔ گزشتہ پانچ سالوں میں سمندر پار کام کرنے والے پاکستانیوں نے چھبیس ارب ڈالر پاکستان بھیجے۔ افرادی قوت کو بیرونی ممالک میں بھیجنے کا کام دو شعبے انجام دیتے ہیں: ایک نجی (Private) شعبہ "سمندر پار روزگار کو فروغ دینے والے ادارے" (Overseas Employment Promoters) اور دوسرا سرکاری طور پر "سمندر پار روزگاری کارپوریشن" (Overseas Employment Corporation)۔

3- جون 1994ء میں ایک "خود روزگاری پروگرام" (Self-Employment Programme: SEP) جاری کیا گیا جس کے تحت چھوٹے پیمانے کی کاروباری سکیمیں جاری کر کے بیروزگار لوگوں کے لئے کام کرنے کے مواقع پیدا کئے جاتے ہیں۔ یہ پروگرام ان

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

اداروں کے تعاون سے مکمل کیا جاتا ہے: نیشنل بنک آف پاکستان، حبیب بنک لمیٹڈ، خوشحالی بنک یا مائیکرو کریڈٹ بنک (Micro Credit Bank) اور فرسٹ ویمنز بنک لمیٹڈ۔ اس سکیم کے تحت دو طرح کا قرضہ مہیا کیا جاتا ہے: ایک چھوٹے کاروبار کے لئے دس ہزار روپے سے پانچ لاکھ روپے تک۔ اور دوسرا چھوٹی صنعتوں کے لیے پانچ لاکھ روپے سے پندرہ لاکھ روپے تک۔ فروری 2010ء تک بیس لاکھ افراد کو بائیس ارب اڑتالیس کروڑ روپے کا قرض دیا گیا۔ اس کی 26 اضلاع میں شاخیں قائم ہیں۔

4- پیشہ ورانہ تربیت:

پاکستان میں پیشہ ورانہ تربیت مہیا کرنے کے ادارے قائم ہیں جن میں سالانہ 47 ہزار افراد تربیت لے سکتے ہیں۔ اس سہولت میں مزید توسیع کی جا رہی ہے۔ وزارتِ محنت و افرادی قوت کے زیرِ نگرانی ہنر اور مہارتوں کی ترقیاتی کونسلیں (Skill Development Councils: SDCs) قائم کی گئی ہیں تا کہ لوگوں کو مختلف قسم کے ہنر سکھائے جائیں۔ نیز ہائی ٹیک ٹریننگ انسٹی ٹیوشنز (High Tech. Training Institutions) یعنی اعلیٰ درجہ کے فنی تربیت کے ادارے قائم کیے جائیں گے تا کہ نئی نئی ٹیکنالوجیز کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ اب تک ان کونسلوں نے سینتالیس ہزار کارکنوں کو صنعتی اور تجارتی شعبوں میں تربیت دی ہے۔ اندرون اور بیرونِ ملک روزگاری مواقع بڑھانے کے لئے کارکنوں کو مختلف پیشوں سے متعلق ٹریننگ دینے کے لئے یہ ادارے کام کر رہے ہیں:

(i) نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف لیبر ایڈمنسٹریشن ٹریننگ (NILAT)
(ii) پیشہ ورانہ تربیت دینے کا ادارہ (ووکیشنل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ)
(iii) بیورو آف ایمیگریشن اینڈ اوورسیز ایمپلائمنٹ (محکمہ بیرونِ وطن نقل مکانی اور سمندر پار روزگار)

(5) چھوٹے اور درمیانے درجہ کے کاروبار کا ترقیاتی مقتدرہ (SMEDA):

پاکستان میں چھوٹے اور درمیانے درجہ کے کاروبار، نوجوانوں کو روزگار مہیا کرنے میں یہ اہم کردار ادا کرنے اور ان کی ترقی کے لئے حکومت نے ایک ادارہ (Small and Medium Enterprises Development Authority) قائم کیا ہے۔ یہ کاروباری ہنروں کی ترقی، پیداواروں کی ترقی اور ٹیکنالوجی کی مینجمنٹ کے بارے میں ورکشاپ اور سیمینار قائم کرتا ہے۔

(6) خوشحال پاکستان پروگرام:

حکومت نے اس نام سے ایک پبلک ورکس پروگرام شروع کیا جس پر اب تک چوبیس ارب روپے خرچ کئے ہیں اور ان سے دیہات میں دس لاکھ عارضی روزگاری مواقع پیدا ہوئے ہیں۔

(7) چھوٹے و درمیانے درجہ کے کاروبار:

ایسے کاروبار محنت جاذب (Labour Intensive) ہوتے ہیں یعنی زیادہ مزدوروں کو روزگاری مواقع مہیا کرتے ہیں۔ چنانچہ جنوری 2002ء میں پاکستان میں ایس ایم ای (Small and Medium Enterprises: SME) بنک قائم کیا گیا جو چھوٹے اور درمیانہ درجہ کے کاروبار کو قرضہ دیتا ہے۔ ''ہنر مند پاکستانی سکیم'' کے تحت درجِ ذیل کاموں کے لئے مالی امداد مہیا کی جا رہی ہے: پنکھا سازی، چھریاں کانٹے بنانے (کٹلری) کی صنعت، آلاتِ جرحی، خواتین کے ادارے، آٹو لومز، فرنیچر سازی، موٹر سائیکل رکشا وغیرہ۔ 2010ء تک اس بنک نے 8,299 اداروں کی بھی مدد کی اور انہیں نو ارب 51 کروڑ روپے قرضہ دیا جس سے 40,891 افراد کو فائدہ پہنچا۔ چھوٹے قرضے دینے والے شعبے (Micro Financial Industries: MFI) نے دسمبر 2010ء تک اکیس لاکھ افراد کو پچیس ارب پچاس کروڑ روپے کا قرضہ دے رکھا تھا۔

(8) دس سالہ ترقیاتی منصوبہ:

حکومت نے سرکاری شعبہ میں ترقیاتی پروگرام کے لئے 2005ء میں دو کھرب، دو ارب (202 بلین) روپے مختص کئے۔ لوگوں کو فنی تربیت دینے اور ہنر مند بنانے کے لیے ملک بھر میں ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ ہیں۔ یہ ادارے اسی فنون میں تربیت دیتے ہیں اور ہر سال ڈیڑھ لاکھ طلبہ تربیت حاصل کرتے ہیں۔ حکومت نے ایک دس سالہ (2001-11ء) تناظری ترقیاتی منصوبہ (Ten Year Perceptive Development Plan) بنایا جس کی رُو سے حکومت اس عرصہ کے دورانِ آئندہ 1.12 کھرب 87 ارب (11,287 بلین) روپے لگا کر ایک کروڑ تیرہ لاکھ روزگاری مواقع پیدا کرے گی۔

9- صدر کی روزگار سکیم:

پاکستان کے معاشی مسائل کا بہترین حل یہ ہے کہ چھوٹے درجہ کے کاروباروں (Micro Businesses) کو ترقی اور فروغ دیا جائے۔ ان سے نہ صرف مسلسل بڑھتی ہوئی آبادی کو روزگاری مواقع ملیں گے بلکہ یہ غربت کا منحوس چکر (Vicious Circle of Poverty) ختم کرنے میں بھی مدد دیں گے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں نیشنل بنک آف پاکستان نے ''صدر کی روزگار سکیم'' کے تحت مختلف سکیمیں تیار کی ہیں جس کا نام (نیشنل بنک آف پاکستان کاروبار) ''این بی پی (NBP) کاروبار'' رکھا گیا ہے۔ اس کے تحت پانچ سالہ عرصہ کے لئے ایک ایک لاکھ روپے کا قرضہ دیا جاتا ہے۔

(10) فنی اور پیشہ ورانہ تربیت:

اس سلسلہ میں وفاقی سطح پر ایک ''قومی پیشہ وارانہ اور فنی تعلیم کا کمشن'' (National Vocational and Technical Education Commission: (NAVTEC) قائم کیا گیا ہے۔ جو نجی شعبہ کی اس سلسلہ میں حوصلہ افزائی کرے گا کہ ملک میں فنی تعلیم اور پیشہ وارانہ تربیت کی سہولیات پیدا کرے۔ اس کمشن کے تحت 2008ء میں دو لاکھ افراد کو مختلف فنون کی تربیت دی گئی۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

ماڈل پرچہ سوالات

انشائیہ (Subjective) حصہ اول (Section I)

سوال نمبر 1: درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں۔

1۔ ذرائع نقل وحمل اور ذرائع مواصلات سے کیا مراد ہے؟

جواب: **ذرائع نقل وحمل:** ذرائع نقل وحمل میں ریلیں، بسیں، بحری جہاز اور ہوائی جہاز شامل ہیں۔

ذرائع مواصلات: جبکہ ذرائع مواصلات میں تار (ٹیلیگرام) ڈاک ٹیلیفون موبائل فون، ٹیلکس، فیکس، ریڈیو، ٹیلی وژن اور کمپیوٹر شامل ہے۔

2۔ پاکستان میں بری بندرگاہیں (خشک گودیاں) (Dry Ports) کتنی ہیں؟

جواب: پاکستان میں بحری بندرگاہوں کے علاوہ چھ (6) بری بندرگاہیں بھی واقع ہیں۔ ڈرائی پورٹ لاہور میں اسکے علاوہ کراچی، کوئٹہ، پشاور ملتان اور راولپنڈی میں ہیں۔

3۔ روڈ ٹرانسپورٹ کی اہمیت بتائیں؟

جواب: پاکستان میں موٹر گاڑیوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا ہے اس اضافہ کی بڑی وجہ یہ ہے۔ قومی پیداوار اور فی کس آمدنی میں اضافہ ہو گیا ہے۔ شہری آبادی بڑھتی گئی ہے۔ چھوٹے فاصلوں کے لیے ریلوں کے مقابلےمیں روڈ ٹرانسپورٹ زیادہ مفید ہے اس لیے اسکا انتظام مقامی حالات کے مطابق بہتر طور پر ہو سکتا ہے۔

4۔ کمپیوٹر کا تعارف کرائیں؟

جواب: دورِ حاضر کی ایک نہایت مفید ایجاد کمپیوٹر ہے۔ جس کے باعث اطلاعاتی، تجارتی، معاشرتی اور سیاسی شعبوں میں ایک عظیم انقلاب برپا ہو گیا ہے۔ اس سلسلہ میں انٹرنیٹ، ای۔ میل اور دیگی کمپیوٹر نیٹ ورکس وغیرہ کی ٹیکنالوجی استعمال ہو رہی ہے۔

5۔ محنت کی پیداواریت (استعدکار) کا مفہوم بتائیں؟

جواب: تمام مزدوروں کی قابلیت اور کام کرنے کی اہلیت ایک جیسی نہیں ہوتی بعض زیادہ مستعد، محنتی اور دیانت دار ہوتے ہیں اور بعض کم اس لیے ملک میں پیدائش دولت کا دارومدار ایک تو اس بات پر ہے کہ وہاں کام کرنے والوں کی تعداد کیا ہے اور دوسرا اس بات پر کہ کام کرنے والوں کی پیداواری استعداد اور صلاحیت کتنی ہے۔

6۔ محنت کی نقل پزیری سے کیا مراد ہے؟

جواب: مزدوروں کی صلاحیت و پیداواریت پر اس بات کا بھی اثر ہوتا ہے کہ وہ تلاش روزگار میں کس حد تک مختلف مقامات پر جانے کے لیے تیار ہوتے ہیں گویا ان میں نقل پزیری سے مراد مزدور کی وہ صلاحیت ہے جس کی بدولت وہ ایک پیشہ سے دوسرے پیشہ یا ایک مقام سے دوسے مقام یا ترقی کے پہلے درجہ سے دوسرے درجہ میں جا سکتا ہے۔

7۔ آبادی کی منصوبہ بندی کا مفہوم بیان کیجئے؟

جواب: افراط آبادی کا مسئلہ حل کرنے کے لئے ماہرین معاشیات کے مطابق دو قسم کے اقدامات ضروری ہیں:
ایک شرح ولادت کو گھٹا کر آبادی کی تعداد کو موزوں بنانا اور دوسرے ملکی پیداوار بڑھائی جائے تاکہ ہر شخص کو معقول آمدنی حاصل ہو سکے۔

8۔ نیم بے روزگاری کی وضاحت کریں۔

جواب: ایسی صورتِ حال جس میں افراد کو ان کی صلاحیت کے مطابق روزگار دستیاب نہ ہو نیم بے روزگاری کی حالت کہلاتی ہے۔

9۔ پورٹ قاسم کا تعارف کرائیں؟

جواب: پاکستان کی بڑھتی ہوئی بحری تجارت کے پیش نظر کراچی کی واحد بندرگاہ کافی نہیں تھی لہٰذا کراچی سے 42 کومیٹر جنوب مشرق کی طرف عظیم مسلمان مجاہد محمد بن قاسم کے نام پر وہاں قاسم پورٹ بنانے کے لیے جون 1973ء میں حکومت نے پورٹ قاسم اتھارٹی قائم کردی اس بندرگاہ کا محل وقوع ملکی اور بین الاقوامی تجارت کے لیے موزوں ہے۔

10۔ افقی حرکت پذیری سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ مزدور کے درجہ یا عہدہ کا بدل جاتا مثلاً ایک کانسٹیبل ترقی کرتے کرتے تھانیدار بن جائے یا ایک کالج لیکچرار ترقی کرکے پرنسپل بن جائے۔

11۔ محنت کی تعریف کریں؟

جواب: محنت سے مراد ایسی قوت ہے جو کسی شے پیدا کرنے اور بنانے پر لگتی ہے۔ اس میں مزدور طبقہ آتا ہے۔

12۔ پاکستان میں بلند شرح افزائش کے اثرات تحریر کریں؟

جواب: i) فلاحی سہولتوں کی قلت ii) زرعی زمین کی قلت۔
iii) معشی کوائف کی ابتری iv) غزا کی قلت اور امراض

13۔ پاکستان میں بلند شرح پیدائشِ آبادی کی چار وجوہات بیان کریں؟

جواب: i) منصوبہ بندی کے مراکز کی کمی ii) تعلیم وفنی تربیت کی کمی
iii) آب وہوا کا اثر iv) دیہی آبادی میں اکثریت کا جاہل ہونا

14۔ محنت کی نقل پزیری کی چار اقسام بیان کریں؟

جواب: i) جغرافیائی نقل پزیری ii) پیشہ ورانہ نقل پزیری
iii) متوازی یا افقی نقل پزیری iv) عمودی یا راسی نقل پزیری

15۔ محنت کی استعداد کا متاثر کرنے والے چار عوامل تحریر کریں؟

جواب: i) کام کی رفتار ii) کام کا معیار iii) کام کے حالات iv) جسمانی صحت

حصہ دوم (Section II)

سوال نمبر 2: درج ذیل سوالات کے مفصل جوابات تحریر کریں:

(i) ذرائع مواصلات ونقل وحمل کی اہمیت بیان کریں۔ (بہاولپور بورڈ 2009ء)
(ii) پاکستان ریلوے کی اہمیت اور کارکردگی پر نوٹ لکھیں۔
(iii) کمپیوٹر اور اطلاع ٹیکنالوجی (IT) کی اہمیت واضح کریں۔
(iv) محنت کی استعدادِ عمل (Efficiency) کا دارومدار کن باتوں پر ہے؟ (میر پور آزادی کشمیر بورڈ 2009ء)
(v) محنت کی نقل پذیری (Mobility of labour) بڑھانے والے عوامل بیان کیجئے۔
(vi) پاکستان میں جمیعت محنت (Labour Force) کے مسائل بیان کیجئے۔
(vii) پاکستان میں بے روزگاری کی وجوہات کی وضاحت کیجئے۔ (مری پورا آزاد کشمیر بورڈ 2011ء)
(viii) پاکستان میں روزگاری مواقع (Job opportunities) بڑھانے کے لئے حکومت نے کیا اقدامات کئے ہیں؟

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

معروضی (Objective)

سوال نمبر 3: ہر سوال کے ایک سے زیادہ جوابات دیئے گئے ہیں ان میں سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگایئے۔

(i) ذرائع نقل وحمل میں یہ شامل ہیں:
(A) ٹیلیفون (B) فیکس (C) سڑکیں ✓ (D) ریڈیو

(ii) لاہور، اسلام آباد کے درمیان موٹروے اس سال مکمل ہوا۔
(A) جون 1992ء (B) دسمبر 1994ء (C) جولائی 1995ء (D) اکتوبر 1997ء

(iii) خشک گودیوں سے مراد ہے:
(A) ہوائی اڈے (B) موٹروے (C) بری بندرگاہیں ✓

(iv) سب سے پہلی ڈرائی پورٹ یہاں قائم ہوئی:
(A) ملتان (B) لاہور ✓ (C) کوئٹہ (D) پشاور

(v) ذرائع خبر رسانی میں یہ شامل ہیں:
(A) ریڈیو ✓ (B) ریلوے (C) سڑکیں (D) ہوائی جہاز

(vi) محنت کی پیداواریت کی دارومدار اس پر ہے:
(A) راس المال (B) منڈی کے حالات (C) ذہنی قابلیت ✓ (D) قیمتوں کا معیار

(vii) محنت کی نقل پذیری کی اتنی اقسام ہیں:
(A) 2 (B) 3 (C) 4 ✓ (D) 5

(viii) آبادی کے لحاظ سے پاکستان دنیا میں اس نمبر ہے:
(A) چوتھا بڑا ملک (B) چھٹا بڑا ملک ✓ (C) آٹھواں بڑا ملک (D) دسواں بڑا ملک

(ix) پاکستان میں اس وقت تقریباً اتنے افراد بے روزگار ہیں:
(A) بیس لاکھ (B) تیس لاکھ (C) سینتیس لاکھ ✓ (D) پچاس لاکھ

(x) ایک ٹیچر کا دوسرے سکول میں تبادلہ ہو جائے تو یہ ہے:
(A) عمودی نقل پذیری (B) افقی نقل پذیری ✓ (C) پیشہ وارانہ نقل پذیری

(xi) کونسا بنک ہنڈیوں کو دوبارہ بٹہ لگاتا ہے:
(A) مسلم کمرشل بنک (B) تجارتی بنک (C) بچت بنک (D) مرکزی بنک ✓

(xii) کونسی مد کا تعلق مواصلات شعبہ سے ہے؟
(A) دفاع (B) صحت عامہ (C) پولیس (D) ریلوے ✓

(xiii) پاکستان کا درج ذیل پانچ سالہ منصوبہ کامیابی سے ہمکنار ہوا:
(A) دوسرا ✓ (B) آٹھواں (C) تیسرا (D) چوتھا

(xiv) ایک کلرک کا ترقی پا کر منیجر بننا کہلاتا ہے:
(A) عمودی حرکت پذیری (B) افقی حرکت پذیری ✓ (C) معاشرتی حرکت پذیری (D) پیشہ وارانہ حرکت پذیری

باب 10

پاکستان کا بنکاری نظام
Banking System of Pakistan

پاکستان کا بنکاری نظام مندرجہ ذیل پر مشتمل ہے:

1- پاکستان کا مرکزی بنک یعنی سٹیٹ بنک آف پاکستان (State Bank of Pakistan)۔
2- پانچ سرکاری شعبوں میں یعنی نیشنل بنک آف پاکستان، فرسٹ ویمن بینک لمیٹڈ، دی بنک آف خیبر اور دی بنک آف پنجاب اور سندھ بنک لمیٹڈ۔
3- چار تخصیصی (Specialized) شیڈیولڈ بنک یعنی پنجاب پراونشل کوآپریٹو بنک، زرعی ترقیاتی بنک لمیٹڈ، ایس ایم ای (SME) بنک لمیٹڈ اور انڈسٹریل ڈیویلپمنٹ بنک آف پاکستان لمیٹڈ۔
4- تیئس ملکی پرائیویٹ بنک جن میں یہ شامل ہیں: یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ، حبیب بنک لمیٹڈ، مسلم کمرشل بنک لمیٹڈ، الائیڈ بنک لمیٹڈ، بنک الفلاح لمیٹڈ، میزان بنک، بنک اسلامی پاکستان لمیٹڈ، عسکری بنک لمیٹڈ، دوبئی اسلامک بنک پاکستان لمیٹڈ وغیرہ۔
5- چھے غیر ملکی بنک (Foreign Banks) مثلاً عمان انٹرنیشنل بنک، بنک آف ٹوکیو، سٹی بنک وغیرہ۔
6- آٹھ ترقیاتی مالیاتی ادارے (Development Financial Institutions) مثلاً پاک کویت انوسٹمنٹ کمپنی آف پاکستان لمیٹڈ، سعودی پاک انڈسٹریل اینڈ ایگریکلچرل انوسٹمنٹ کمپنی (پرائیویٹ) لمیٹڈ، پاک۔ایران جائنٹ انوسٹمنٹ کمپنی لمیٹڈ، پاک۔برونائی انوسٹمنٹ کمپنی لمیٹڈ، ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن لمیٹڈ وغیرہ۔
7- آٹھ چھوٹے قرضے دینے والے بنک مثلاً خوشحالی بنک، دی فرسٹ مائکروفنانس بنک لمیٹڈ، روزگار مائیکروفنانس بنک لمیٹڈ، تعمیر مائیکروفنانس بنک لمیٹڈ وغیرہ۔

تمام بنکوں کی شاخوں کی مجموعی تعداد 2011ء میں 9,908 تھی۔

سٹیٹ بنک آف پاکستان (State Bank of Pakistan):

یہ پاکستان کا مرکزی بنک ہے اور وہ تمام فرائض انجام دیتا ہے جو کسی ملک کے مرکزی بنک کے ذمے ہوتے ہیں۔ مثلاً نوٹ جاری کرنا، حکومت کے لئے بنک کا کام کرنا، ملک کے بنکاری نظام کو منضبط کرنا اور اعتباری زر کی مقدار کو حسب ضرورت پھیلانا یا سکیڑنا۔ اس بنک کا مفصل حال ہم اگلے صفحات میں بیان کریں گے۔ یہاں ہم تجارتی بنکوں کا ذکر کرتے ہیں:

تجارتی بنک (Commercial Banks):

پاکستان کے تجارتی بنک شیڈیولڈ (یا فہرستی) بنک ہیں، یعنی ان کے نام سٹیٹ بنک آف پاکستان آرڈر 1948ء کی فہرست میں درج ہیں۔ ملک کا پورا بنکاری نظام سٹیٹ بنک آف پاکستان کی ہدایات کے تحت اپنی پالیسی بناتا ہے۔ اس وقت ملکی کمرشل شیڈولڈ بنکوں کی کل تعداد 48 ہے اور غیر ملکی بنک چھے ہیں قانونی طور پر تجارتی بنک اس بات کے پابند ہیں کہ وہ اپنے میعادی اور غیر میعادی واجبات (Liabilities) کا سات فیصد سٹیٹ بنک کے پاس "زر محفوظ" (Cash Reserve) کے طور پر رکھیں۔ اس کے دو مقاصد ہیں: اول، عوام کی

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

امانتوں کو تحفظ مہیا کرنا، اور دوم' کریڈٹ کنٹرول کرنے کے لئے اسے بطور ہتھیار استعمال کرنا۔

اگر کوئی بنک اس ضابطہ کی خلاف ورزی کرے تو سزا کے طور پر اس سے ''بنک ریٹ'' (یعنی وہ شرح سود جس پر سٹیٹ بنک عام بنکوں کو قرضہ دیتا ہے) سے زیادہ شرح پر سود وصول کیا جاتا ہے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ قانون کی رُو سے عام بنکوں کے جو بقایا جات سٹیٹ بنک کے پاس محفوظ رہتے ہیں ان پر کوئی سود نہیں دیا جاتا۔

قرضوں کی تقسیم:

بنکوں نے مختلف شعبوں کو جو قرضہ دیا ہے اس کی تفصیل یہ ہے: سب سے زیادہ قرضہ صنعتی شعبے کو دیا گیا۔ اس کے بعد زراعت، تجارت، مواصلات اور تعمیرات کے شعبوں کو، نیز یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ابتدا میں زرعی شعبہ کو کم قرضہ ملتا تھا، لیکن بعد میں اس میں سرعت سے اضافہ ہوتا گیا ہے، مثلاً 1970ء میں اسے 98 کروڑ روپے قرضہ دیا گیا، جب کہ 2010ء میں ساڑھے چھے ارب روپے۔

2011ء میں تمام بنکوں کی شاخوں (Branches) کی مجموعی تعداد 9,908 تھی۔ ان کے کل اثاثے (Assets) 7,138 بلین (ارب) روپے تھے اور جمع شدہ امانتوں کی مالیت 5,450 بلین (ارب) روپے۔ نیز دیے گئے قرضوں کی مالیت 3,349 بلین روپے تھی جبکہ صافی سرمایہ کاری (Net Investment) کا حجم 2,142 بلین روپے تھا۔

قرضوں کی نادہندگی (Default):

بنکوں کو دیے ہوئے قرضوں سے متعلق پاکستان بنکنگ کونسل کے حکام نے واضح کیا کہ 1950ء کی دہائی میں واجب الادا قرضوں کی مالیت گیارہ ارب روپے تھی جو بڑھ کر 1988ء میں 83 ارب روپے ہوگئی جو انہیں واپس نہیں کئے گئے تھے۔ 2005ء میں بنکوں کا قرضہ، نجی شعبہ کے ذمہ تین کھرب پینتیس ارب روپے تھا۔ ''پاکستان کے بعض بااثر لوگ بنکوں سے کثیر مقدار میں قرضہ لے کر اور معاف کروا کے ہضم کر چکے ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق مئی 1996ء تک پاکستان میں بنکوں اور مالیاتی اداروں سے حاصل کردہ قرضوں کی مالیت 100 ارب (ایک کھرب) روپے تک جا پہنچی جن کی واپسی کا سرے سے کوئی امکان نہیں۔''

عام بنکوں بالخصوص قومیائے گئے بنکوں کی سست رفتار ترقی اور کم نفع آوریت (Profitability) کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ بنکوں نے تاجروں کو جو قرضے جاری کئے ان میں سے کثیر قرضے واپس نہیں ملے، بلکہ ڈیفالٹ ہوگئے۔ ان حالات میں کمرشل بنکوں کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ ''قومی ادارہ پرُسش'' یعنی نیب (National Accountability Bureau: NAB) کے مشورہ سے نادھندگان (Defaulters) سے واجب الادا رقم کا دس تا تیس فیصد رقم نقد وصول کر کے باقی ماندہ رقم کے لئے مہلت دے دی جائے۔ جہاں تک غیر فعال قرضوں (Non-Performing Loans: NPL) کا تعلق ہے (یعنی ایسے قرضے جن سے سود یا مارک اپ حاصل نہیں ہوتا) ان کی رقم دسمبر 2010ء میں 548 بلین روپے تھی۔ ڈیفالٹ (یعنی نادھند) قرضوں کی رقم 185.22 بلین روپے تھی جس میں سے صرف 18.9 فیصد قرضے واپس ہوئے۔

حکومت نے صنعتوں کو دیئے جانے والے ''چھوٹے قرضوں'' کی تعریف اگست 1979ء میں یوں کی: ''چھوٹے قرضے وہ قرضے ہیں، جو ایسے صنعتی اداروں کو دیئے جائیں (جن میں کاٹیج صنعتیں بھی شامل ہیں) جن کے معینہ اثاثوں کی مالیت (زمین اور عمارت کے سوا) تیس لاکھ روپے سے زیادہ نہ ہو۔'' زراعت کے لئے دیئے جانے والے چھوٹے قرضوں کی تعریف یوں کی گئی ہے: ''ایسے قرضے جو ان کسانوں کو دیئے جائیں جن کی ملکیتی زمین ساڑھے بارہ ایکڑ سے زیادہ نہ ہو۔''

پاکستان کے چند اہم تجارتی بنکوں اور مالی اداروں کے کوائف حسب ذیل ہیں:

نیشنل بنک آف پاکستان (National Bank of Pakistan):

قیام:

یہ حکومت اور عوام کے مشترکہ سرمائے سے نیم سرکاری کمرشل بنک کی حیثیت سے نومبر 1949ء میں قائم کیا گیا تھا۔ اس کا منظور شدہ سرمایہ اڑھائی ارب روپے ہے اور ادا شدہ سرمایہ 146 کروڑ روپے۔ جنوری 1974ء سے قبل اس کے پچیس فیصد حصص حکومت کی ملکیت تھے اس کے علاوہ باقی عام لوگوں کے۔ لیکن جنوری 1974ء میں قومی تحویل میں آنے کے بعد اس بنک کے باقی حصے بھی وفاقی حکومت کی ملکیت میں منتقل ہو گئے۔ اور پرانے ڈائریکٹروں کے بورڈ کو ختم کر کے وفاقی حکومت نے ایک ایگزیکٹو بورڈ قائم کر دیا جو ایک صدر اور چار ارکان پر مشتمل ہے۔ اب یہی بورڈ بنک کے معاملات کی نگرانی کرتا ہے۔ اس کا صدر دفتر (Head Office) کراچی میں ہے۔

نیشنل بنک کے فرائض (Functions):

اس بینک کے فرائض حسب ذیل ہیں:

- سرکاری خزانے کی وصولیوں اور ادائیگیوں کے لئے سٹیٹ بنک آف پاکستان کے ایجنٹ کے طور پر کام کرتا ہے۔
- جہاں سٹیٹ بنک کا دفتر نہ ہو، وہاں نیشنل بنک سرکاری خزانہ (Treasury) کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔
- سرکاری شعبے میں ہونے والی تجارت (State Trading) کے لئے مالیات بہم پہنچاتا ہے۔
- غیر ملکی ہنڈیوں اور تمسکات کی خرید و فروخت کرتا ہے اور ان پر بٹہ لگاتا ہے۔
- عوام سے معیادی، غیر میعادی اور بچت فنڈ کی امانتیں وصول کرتا ہے۔
- درآمدی و برآمدی تجارت کے لئے قرضے دیتا ہے۔
- نیشنل انوسٹمنٹ (یونٹ) ٹرسٹ کا ٹرسٹی (امین) ہے۔

یہ عموماً ایک سال سے زیادہ مدت کے لئے قرضے نہیں دیتا، البتہ چھوٹے اور درمیانے درجے کی صنعتوں کو پانچ سال کے عرصہ کے لئے قرضے دے دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں ان چیزوں کی ضمانت لیتا ہے: اشیاء کا سٹاک، اشیاء و جائیداد کی دستاویزات، مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں کے حصص، سرکاری کفالتیں، بیمہ پالیسیاں، امانتیں، سونا، چاندی اور زیورات وغیرہ۔

نیشنل بنک کی کارکردگی (Performance):

اس بنک کی کارکردگی مندرجہ ذیل باتوں سے ظاہر ہوتی ہے:

1- ملک کے دیگر تجارتی بنکوں میں نیشنل بنک کو امتیازی حیثیت حاصل ہے کیونکہ دیگر تجارتی بنکوں کے مقابلہ میں نیشنل بنک کے پاس امانتوں، اس کے جاری کردہ قرضوں اور سرمایہ کاری کا حجم زیادہ ہوتا ہے۔
2- عام لوگوں میں پس اندازی کی عادت ڈالنے اور چھوٹی بچتوں کو کارآمد بنانے کے لئے اس نے کئی سکیمیں جاری کی ہیں۔
3- صنعتی مزدوروں میں بچت کی عادت ڈالنے کے لئے بینک نے مختلف کارخانوں میں بنکاری کی سہولتیں مہیا کی ہیں۔
4- اس بینک نے اپنے عملہ اور افسروں کی استعداد کار بہتر بنانے کے لئے تربیتی کورس کروائے ہیں۔
5- نئے نئے کاروبار کو سرمایہ بہم پہنچانے کے علاوہ، بینک ان مقاصد کے لئے بھی قرضہ دیتا ہے، مثلاً زرعی پیداوار بڑھانے کے لئے، کم قیمت کے مکان بنانے کے لئے، چھوٹے پیانے کے کاروبار اور صنعت کے لئے۔
6- مارچ 1972ء میں اس بینک نے ایک زرعی قرضہ کا پروجیکٹ (Agricultural Credit Project) شروع کیا۔ اس کا صدر دفتر لاہور میں ہے۔ اس کے تحت کسانوں کو پیداوار، ترقیاتی اور فروش کاری مقاصد کے لئے قرضے دیئے جاتے ہیں۔ اس وقت اس

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

پروجیکٹ کے تحت 2,100 دیہات کے پچپن ہزار کاشت کا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

-7 بینک نے دیہاتی قرضہ پروگرام اور تعلیم کے لئے قرضِ حسنہ سکیم بھی شروع کر رکھی ہے۔ بینک کی کل شاخیں 1,267 ہیں۔

زرعی ترقیاتی بینک لمیٹڈ (Zarai Traqiati Bank Limited: ZTBL):

یہ بینک فروری 1961ء میں قائم کیا گیا، اس کا منظور شدہ سرمایہ 150 کروڑ روپے ہے اور ادا شدہ سرمایہ 135 کروڑ روپیہ۔ بینک کی نگرانی بارہ ڈائریکٹروں پر مشتمل ایک بورڈ کے ذمے ہے، جس کا ایک صدر ہوتا ہے اور وہی بینک کا چیف ایگزیکٹو بھی ہے۔ صدر کے علاوہ بورڈ ان ارکان پر مشتمل ہوتا ہے۔ وفاقی حکومت کے دو افسران، ایک سٹیٹ بینک کا، چار افسر صوبائی حکومتوں کے، اور چار غیر سرکاری ارکان، جو صوبائی حکومتوں کے مشورے سے مقرر کئے جاتے ہیں۔ اس کا صدر مقام اسلام آباد میں ہے، اور ایک زونل آفس کراچی میں۔ یہ بینک مندرجہ ذیل فرائض انجام دیتا ہے:

- ☆ زرعی مشینیں، کھادیں، بیج، آلات اور جراثیم کش ادویات کا ذخیرہ رکھتا ہے، اور کاشت کاروں کو ادھار یا نقد فروخت کرتا ہے۔
- ☆ اپنے گاہکوں کی امانتوں کے علاوہ زیورات، کفالتیں اور دستاویزات کی حفاظت کا کام بھی کرتا ہے۔
- ☆ زراعت پیشہ افراد اور اداروں کو قرضہ دیتا ہے۔
- ☆ سٹیٹ بینک اور دیگر اداروں سے قرضہ لیتا ہے۔
- ☆ دیہاتی عوام سے امانتیں وصول کرتا ہے۔

یہ بینک زراعت، باغبانی، جنگلات، ماہی گیری، پرورشِ حیوانات، مرغیاں پالنا، ڈیری کا کام، شہد کی مکھیاں اور ریشم کے کیڑے پالنے کے لئے نقدی اور جنس کی شکل میں قرضہ مہیا کرتا ہے۔ قرضہ طویل، اوسط اور قلیل مدت کے لئے دیا جاتا ہے۔ قلیل مدت قرضہ عموماً ایک سال کی مدت کے لئے ان مقاصد کی خاطر دیا جاتا ہے: ملکی زرعی مشینری، ذرائع مواصلات اور زرعی آلات خریدنے کے لئے، مویشیوں اور بھیڑ بکریوں کی پرورش کے لئے، ڈیری فارمنگ، پولٹری فارمنگ اور اصلاحِ اراضی کے لئے۔ طویل مدت قرضہ پانچ سال سے زیادہ مدت کے لئے دیا جاتا ہے، تاکہ ترقیاتی کام مکمل کئے جا سکیں: مثلاً گوداموں کی تعمیر، کولڈ سٹوریج، ٹریکٹروں کی خریداری، زراعت پر مبنی صنعتوں کے لئے، ٹیوب ویل نصب کرنے اور پھل دار درخت لگانے کے لئے۔ علاوہ ازیں اس نے ماڈل ویلج سکیم (Model Village Scheme) اور دیہی بنکر سکیم (Dehi Banker Scheme) بھی شروع کی۔ اس سکیموں کے تحت یہ بینک گاؤں کے عام کاشت کار تک بینکاری سہولتیں بہم پہنچاتا ہے۔ اس سلسلہ میں کاشت کاروں کے ساتھ ذاتی روابط قائم کئے جاتے ہیں اور ان سے مشورہ کے بعد زرعی قرضے منظور اور تقسیم کئے جاتے ہیں۔ یہ بینک سالانہ پانچ لاکھ کاشتکاروں کو قرضہ دیتا ہے۔ مارچ 2010ء تک اس نے 648 بلین (ارب) روپے قرضہ دیا۔ نیز ساڑھے پانچ لاکھ ٹریکٹر اور ڈیڑھ لاکھ ٹیوب ویل کے لئے قرضہ جاری کیا۔

پاکستان صنعتی ترقیاتی بینک (Industrial Development Bank of Pakistan):

یہ بینک یکم اگست 1961ء کو قائم ہوا۔ اس کا ادا شدہ سرمایہ 15 کروڑ 70 لاکھ روپے ہے جس میں سے اکاون فیصد حصے، حکومت نے خرید رکھے تھے اور باقی بیمہ کمپنیوں، بینکوں اور نجی افراد کی ملکیت تھے۔ قومی تحویل میں آجانے کے بعد اس بینک کے نجی حصص بھی وفاقی حکومت کے نام منتقل ہو گئے۔ ادا شدہ سرمائے کا 56.59 فیصد سرمایہ وفاقی حکومت کا حصہ ہے، باقی صوبائی حکومتوں، سٹیٹ بینک، سٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن، کراچی بندرگاہ کے ٹرسٹی، پاکستان انشورنس کارپوریشن، سرمایہ کاری کارپوریشن آف پاکستان اور نیشنل بینک کا ہے۔ اس بینک کے اُمور و معاملات کی نگرانی کے لئے ایک بورڈ آف ڈائریکٹرز قائم کیا گیا ہے، جس کا ایک صدر، ایک مینجنگ ڈائریکٹر اور سات دیگر ارکان ہیں، جن میں سے وفاقی حکومت کی جانب سے مقرر کردہ دو ڈائریکٹر اور ہر صوبائی حکومت کا نامزد کردہ ایک ایک رکن، بنکرز ایکوٹی لمیٹڈ

کا مینجنگ ڈائریکٹر۔ صدر سمیت تمام ڈائریکٹروں کو وفاقی حکومت مقرر کرتی ہے۔ بینک کے اُمور و معاملات کو حکومت پاکستان کی فنانس ڈویژن کنٹرول کرتی ہے۔

صنعتی ترقیاتی بینک کے فرائض (Functions):

یہ چھوٹی اور اوسط درجہ کی صنعتوں کو لمبی مدت اور اوسط مدت کے لئے قرضہ دیتا ہے۔ نئی صنعتیں قائم کرنے کے لئے غیر ملکی کرنسی میں بھی مالیات فراہم کر سکتا ہے۔ ملک کے اندر یہ ان ذرائع سے سرمایہ فراہم کرتا ہے: سٹیٹ بینک سے قرضہ لیتا ہے، لوگوں سے امانتیں وصول کرتا ہے اور دیئے ہوئے قرضوں پر سود/منافع کماتا ہے۔

اس بینک کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ چھوٹے اور درمیانے درجے کے صنعتی اداروں کی حوصلہ افزائی کر کے، تاکہ معاشی ترقی کے فوائد نوواردوں تک بھی پہنچ سکیں۔ نیز یہ نئے کارخانوں کے قیام میں بھی مدد دیتا ہے، اور ملک کے مختلف حصوں میں تفاوت کو گھٹانے کی کوشش کرتا ہے۔ علاوہ ازیں قرضہ دیتے وقت اس چیز کو پیشِ نظر رکھتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ صنعتوں پر پھیلایا جائے۔ اس سے ایک تو بینک کی طویل مدت سرمایہ کاری سے پیدا ہونے والے خطرات سے بچاؤ ہوتا ہے۔ اور دوسرے، ملک میں صنعتی ترقی متوازن ہوتی ہے۔ یہ بینک ان صنعتوں کی ترقی کے لئے قرضہ دیتا ہے: زرعی خام مال کی تیار اشیاء بنانے والی صنعتیں، انجینئرنگ، مشینری، بجلی کا سامان اور کیمیاوی اشیاء کی صنعتیں، کان کنی، قدرتی گیس، کاغذ، سٹیشنری، ربڑ کی مصنوعات، کپڑے، ٹرانسپورٹ، فلم سازی اور لکڑی کی اشیاء تیار کرنے والی صنعتیں۔

اس بینک کے دیئے ہوئے قرضے سے یہ فائدے پہنچے ہیں: کئی نئی صنعتیں قائم ہوئی ہیں، صنعتی پیداوار بڑھ گئی ہے، قومی آمدنی میں اضافہ ہوا ہے، ان صنعتوں کے قیام سے روزگار زیادہ ہوا ہے، ان کی مصنوعات کی برآمد سے زرِ مبادلہ حاصل ہوا ہے۔ قرضہ دینے کے علاوہ بینک صنعت کاروں کو فنی مشاورتی خدمات بھی مہیا کرتا ہے۔ یہ جنوری 1985ء سے نفع و نقصان کے شراکتی طریقے پر عمل پیرا ہے۔

خوشحالی بینک (Micro Bank):

حکومت نے 2001ء میں ایک خوشحالی بینک قائم کیا تاکہ غریب لوگوں، بالخصوص غریب خواتین کو قرضے دیئے جائیں جس سے وہ کوئی چھوٹا موٹا کام کر کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔ اس بینک کے لئے حکومت نے ایشیائی ترقیاتی بینک (ADB) سے پندرہ کروڑ ڈالر کا قرضہ بھی لیا۔ جس کا کچھ حصہ لازماً دیہی علاقوں میں خواتین کو دیا جائے گا تاکہ ''چھوٹے قرضہ کے شعبہ'' کو تقویت دی جا سکے۔ علاوہ ازیں نجی شعبہ (Private Sector) کو بھی اجازت دی گئی ہے کہ وہ اس قسم کے قرضے جاری کرنے والے بینک قائم کرے۔ اس سے غیر سرکاری تنظیموں (NGOs) کو ایسے بینک قائم کرنے کی ترغیب ملے گی۔

حکومت نے چھوٹے قرضے بہم پہنچانے والے شعبہ کا ترقیاتی پروگرام (Micro Finance Sector Development Programme: MSDP) بنایا ہے جس کے تحت قائم کیا گیا ''خوشحالی بینک'' اولین بینک ہے۔ یہ سرکاری اور نجی مالی اداروں کا مشترکہ منصوبہ ہے۔ اس کا سرمایہ حصص پانچ ارب (بلین) روپے ہے اور ادا شدہ سرمایہ ایک ارب ستر کروڑ روپے جو ان اداروں نے جمع کرایا ہے: بارہ پاکستانی کمرشل بینک، دو غیر ملکی بینک اور دو سرکاری بینک۔ اس وقت اس کے 130 سروس سنٹرز ہیں۔ مارچ 2009ء کی سہ ماہی کے دوران اس نے پونے دو ارب غریب گھرانوں کو قرض دیئے جن میں پینتیس فیصد خواتین شامل ہیں۔ اسی فیصد قرضہ دیہی علاقوں میں دیا گیا اور بیس فیصد شہری علاقوں میں۔

ایس ایم ای بینک (SME Bank):

پاکستان میں چھوٹے اور درمیانہ درجہ کے کاروبار کی بہت اہمیت ہے۔ کیونکہ معاشی ترقی میں ان کا بڑا کردار ہے۔ چنانچہ ایسے اداروں کے فروغ کے لئے حکومت نے چھوٹے اور درمیانہ درجہ کے کاروباروں کے لئے ایس ایم ای بینک (Small and Medium

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

(Enterprises Bank) قائم کیا ہے جس میں یہ ادارے مدغم کر دیئے گئے ہیں: (1) چھوٹے کاروباروں کی مالیاتی کارپوریشن (SBFC)، اور (2) علاقائی ترقیاتی مالیاتی کارپوریشن (RDFC)۔ اس بینک نے یکم جنوری 2002ء سے کام شروع کر دیا اور اس کا ابتدائی سرمایہ ایک ارب (بلین) روپے ہے۔ یہ زیادہ تر چھوٹے اور درمیانہ درجہ کے کاروباروں کو قرضہ دے گا۔ اس کی چھ شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔ یہ بینک پچاس ہزار سے لے کر تین کروڑ روپے تک کا قرضہ جاری کرے گا۔ بینک نے قرضہ دینے کے لئے ''ہنرمند پاکستانی'' کے نام سے ایک سکیم شروع کی ہے جس کے تحت وہ چھوٹے اور درمیانہ درجہ کے کاروباری لوگوں کو مختلف مقاصد کے لئے مطلوب قرضہ دے گا۔ یہ قرضہ زیادہ تر ان صنعتوں کے لئے دیا جائے گا: چھریاں کانٹے تیار کرنے کی صنعت (Cutlery)، آلاتِ جراحی کی صنعت، ڈاکٹروں اور ڈینٹسٹوں کے کلینک کی ضروریات کے لئے، خواتین آجروں، خودکار لومز اور فرنیچر سازی وغیرہ کے لیے۔

ایس ایم ای لیزنگ لمیٹڈ (SME Leasing Ltd.):

اس نے اب تک 3,618 کاروباری اداروں کو دو ارب دس کروڑ روپے کا قرضہ مہیا کیا ہے۔ اس سے ملک کی برآمدات میں اضافہ ہوگا اور روزگار بڑھے گا۔ دوسرا چھوٹا بینک دی فرسٹ مائکروفنانس بینک ہے۔ اس نے بارہ اضلاع میں بیس برانچیں قائم کی ہیں اور اب تک دس ہزار گاہکوں کو اکتیس کروڑ روپے کا قرضہ دیا ہے۔ نیز اس نے عوام سے بیالیس کروڑ روپے مالیت کی بچتیں (Savings) اکٹھی کی ہیں۔ 2007ء میں سٹیٹ بینک نے چھوٹے قرضوں کو وسعت دینے کے لئے ایک حکمتِ عملی اختیار کی جس کی رو سے 2010ء تک تیس لاکھ افراد کو قرضہ دینے کی سہولت مہیا کی جائے گی۔

معاشی ترقی میں بینکوں کا کردار (Role of Banking System in Economic Development):

پاکستان جیسے ترقی پذیر ملکوں کی اقتصادی ترقی میں بینک اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

1- بیکار (Idle) رقوم کو کارآمد بنانا:

عام طور پر لوگ کوشش کرتے ہیں کہ اپنی آمدنی، ساری کی ساری خرچ نہ کر ڈالیں بلکہ اس میں سے کچھ نہ کچھ بچاتے رہیں تا کہ مستقبل میں پیدا ہونے والی زائد ضروریات پوری کر سکیں۔ یوں بے شمار لوگ تھوڑی تھوڑی رقم بچاتے رہتے ہیں جو مختلف گھرانوں میں بکھری اور بیکار پڑی رہتی ہیں۔ لیکن جب لوگ اپنی یہ رقم بینکوں میں بطور امانت جمع کرا دیتے ہیں تو یہ اکٹھی ہو کر کثیر رقوم کی شکل اختیار کر لیتی ہیں اور پھر بینکوں کی معرفت تاجروں کے پاس پہنچ کر سرمائے کی صورت میں بارآور کاموں میں استعمال ہونے لگتی ہیں۔ پاکستان میں سرکاری و غیر سرکاری بینک ملک بھر میں قائم شدہ اپنی برانچوں کے ذریعہ شہروں اور قصبات سے لوگوں کی بچتیں اکٹھی کر کے کاروباری لوگوں کو مہیا کرتے ہیں۔

2- تشکیلِ سرمایہ کا فروغ (Promotion of Capital Formation):

اگر بینک نہ ہوں تو یہ قوم بیکار پڑی رہیں۔ جدید دور میں معاشی ترقی کے لئے کثیر مقدار میں سرمایہ درکار ہے۔ پس ماندہ ملکوں کی غربت کی بڑی وجہ یہی ہے کہ ان کے پاس سرمایہ کم ہے۔ یہ عموماً اپنی قومی آمدنی کا چار/پانچ فی صد حصہ بچاتے ہیں، حالانکہ ترقی کی معقول رفتار برقرار رکھنے اور بڑھتی ہوئی جمعیتِ محنت (Labour Force) کو روزگار مہیا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ یہ کم از کم قومی آمدنی کا بارہ/تیرہ فیصد حصہ بچائیں، اور سرمایہ کاری میں لگائیں۔ پاکستان میں اس وقت مجموعی قومی پیداوار کا بمشکل چھ سات فیصد حصہ بچا کر سرمایہ کاری میں لگایا جاتا ہے، جب کہ ترقی یافتہ ممالک، مثلاً ریاست ہائے متحدہ امریکہ، کینیڈا اور مغربی یورپ میں یہ تناسب سولہ تا اٹھارہ فیصد ہے۔ غریب ممالک کم بچتوں کے باعث بڑی بڑی اور بنیادی بھاری صنعتیں قائم نہیں کر سکتے۔ فی کس سرمایاتی ساز و سامان (Per Head Capital Equipment) اور مشینیں تھوڑی ہیں، اس لئے ''پیداواری استعداد'' بھی پست ہے۔ غرض معاشی ترقی کے لئے سرمائے کی قلت کو دور کرنا چاہیے اور یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے بینک بنیادی کردار ادا کرتے ہیں، کیونکہ بینک پس اندازی اور سرمایہ کاری کی مہم تیز کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ وہ ایک طرف لوگوں کو سود یا منافع کی ترغیب دے کر ان کی بچی ہوئی رقوم کو اپنے پاس بطور امانت رکھنے پر آمادہ کرتے ہیں، اور دوسری طرف تاجروں اور صنعت کاروں کو کاروبار کو فروغ دینے اور صنعتیں قائم کرنے کے لئے قرضہ دیتے ہیں، اور یوں تشکیلِ سرمایہ کا اہم فریضہ انجام دیتے ہیں۔

3- اعتباری زر کی معرفت سرمایہ کی فراہمی:

بینک ''تخلیقِ زر'' کی معرفت کاروباری لوگوں کو قرضہ مہیا کرتے ہیں۔ غیر منقولہ جائیداد یا اثاثوں کی ضمانت پر قرضہ جاری کر کے، ایسے اثاثوں کو زیادہ کارآمد اور نفع آور بناتے ہیں اور یوں ملک میں پھیلتی ہوئی تجارت اور صنعت کو سرمایہ مہیا کر کے اشیاء و خدمات کی پیداوار میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔ پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں معیشت کو فروغ دینے کے لئے بینکوں کا جاری کردہ قرضہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مثلاً پاکستان کے بڑے بڑے صنعتکاروں نے بینکوں سے قرضہ لے کر صنعتی ادارے قائم کئے جس سے ملک کی پیداوار بڑھی، لوگوں کو روزگار ملا، اور معیشت کو فروغ حاصل ہوا۔ ان صنعتی اداروں میں یہ قابل ذکر ہیں: نشاط گروپ، آدم جی گروپ، سہگل گروپ، کریسنٹ گروپ، حبیب گروپ وغیرہ۔

4- مالی ذرائع کا مناسب استعمال:

بینکوں کی معرفت ملک کے مالی ذرائع (یعنی بچتیں اور سرمایہ) ایسے شعبوں، کاروبار اور صنعتوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں، جہاں وہ زیادہ سے زیادہ مفید اور کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں، کیونکہ ملک کے جو بے شمار لوگ روپیہ پس انداز کرتے ہیں، وہ خود اس کا صحیح ترین استعمال کرنا نہیں جانتے، لیکن بینکوں کی معرفت ان کی یہ رقوم مناسب کاموں میں لگ جاتی ہیں۔

5- ترجیحی ضرورتوں کے مطابق استعمال:

ملک کا بینکاری نظام، مرکزی بینک کی قیادت اور نگرانی میں ملکی سرمائے کو ایسے شعبوں کی ترقی اور پروجیکٹوں کی تکمیل کے لئے استعمال کرنے میں مدد دے سکتا ہے جو قومی نقطہ نگاہ سے ترجیحاً زیادہ اہم ہوں۔ گویا سرمایہ کاری کرتے وقت فقط نفع کو ہی پیشِ نظر نہیں رکھنا چاہیے بلکہ قوم کی بنیادی ضرورتوں کا بھی خیال ہونا چاہیے۔ چنانچہ مرکزی بینک کی زیرِ نگرانی، عام بینک سرمائے کا رخ ان ترقیاتی منصوبوں کی طرف موڑ دیتے ہیں جو ملک کی اجتماعی خوشحالی کے لئے ضروری ہوں۔

6- پسماندہ علاقوں کی ترقی:

کسی ملک کے پسماندہ اور کم ترقی یافتہ علاقوں کی ترقی کے لئے بھی بینک اہم کردار ادا کرتے ہیں، مثلاً ایسے علاقوں میں بینکوں کی برانچیں قائم کر کے وہاں کے کسانوں، دستکاروں، تاجروں اور صنعت کاروں کو قرضہ کی سہولتیں دی جا سکتی ہیں، جس کی مدد سے ان علاقوں میں تجارت اور صنعت و حرفت ترقی کے مراحل طے کر لیتی ہے۔ بینکوں کی مدد سے ملک کے ترقی یافتہ علاقوں میں جمع ہونے والی بچتوں اور سرمائے کو کم ترقی یافتہ علاقوں کی جانب منتقل کیا جا سکتا ہے۔

7- معاشی ترقی اور قیمتائی استحکام (Price Stability):

کسی ملک کی معاشی ترقی میں قیمتوں کے اُتار چڑھاؤ سے رکاوٹ پڑتی ہے کیونکہ کاروباری اور تجارتی حالات غیر یقینی ہو جاتے ہیں۔ بینک اعتباری زر کو کنٹرول کر کے قیمتوں میں استحکام پیدا کرنے میں بھی مدد دیتے ہیں۔

مختصراً پاکستان کی معاشی ترقی میں بینکوں نے مذکورہ ذیل کردار ادا کیا ہے:

1- بینکوں نے زیادہ سے زیادہ روپیہ بطور امانت جمع کرانے کی ترغیب دینے کے لئے میعادی امانتوں پر دیئے جانے والے معاوضہ (منافع/سود) کی شرح بڑھا دی۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

2۔ دیہی بنکاری کی مشاورتی کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق چھوٹے دیہات اور منڈیوں میں بینک قائم کئے جارہے ہیں۔
3۔ تجارت اور صنعت کی ترقی کے لئے کاروباری لوگوں کو قرضہ کی وافر سہولتیں دی ہیں۔
4۔ عوام میں پس اندازی کی عادت کو فروغ دیا ہے۔
5۔ سرکاری اور نجی شعبہ میں سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کے لئے ایسے قرضوں پر شرح سود کم کردی جو معینہ صنعتی سرمایہ کاری کے لئے جاری کئے ہیں۔
6۔ معینہ زرعی سرمایہ کاری کے لئے دیئے جانے والے قرضوں پر بھی شرح سود میں رعایت کردی گئی۔
7۔ ایکسپورٹ فنانس سکیم کے تحت بینکوں کی جانب سے دیئے جانے والے قرضہ کی شرح سود بھی گھٹادی گئی۔
8۔ مقامی طور پر تیار کی جانے والی مشینری کی برآمد کے لئے بینکوں کو دیئے جانے والے قرضہ کی شرح سود کم کردی گئی ہے۔
9۔ پاکستان بینکوں نے دیہاتی اور شہری علاقوں سے بچتیں اکٹھی کرنے اور ضرورت مندوں کو قرضہ دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ حکومت نے ملک میں اسلامی معاشی نظام کے سلسلہ میں کئی اقدامات کئے ہیں۔ چنانچہ غیر سودی معیشت قائم کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ علاوہ ازیں پاکستان کے بینکوں نے معاشی ترقی کے لئے وہ کردار بھی ادا کیا ہے جو بینک عموماً کرتے ہیں اور جن کا ذکر گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔
10۔ جولائی 1991ء میں ''معیشت کو اسلامی نظام میں ڈھالنے کا کمیشن'' (Commission for Islamisation of the Economy) قائم کیا گیا۔ تاکہ ایسے اقدامات تجویز کرے جن کی مدد سے اسلامی نظامِ معیشت قائم کیا جاسکے۔
11۔ 1994-95ء میں پاکستان بنکنگ کونسل نے ایک قرضِ حسنہ سکیم جاری کی جس کے تحت غریب مگر ذہین طلباء کو اعلیٰ تعلیم کے لئے قرضِ حسنہ مہیا کیا جاتا ہے۔
12۔ بینکوں کے غیر ضروری اخراجات میں کمی اور کفایت کے لئے اور امانت گزاروں (Depositors) کو بہتر شرح معاوضہ دینے کی خاطر بینکوں نے 1997-98ء میں گولڈن ہینڈ شیک سکیمیں (Golden Hand Shake Schemes) متعارف کیں۔ لہٰذا ان کے تحت جنوری 1998ء تک 20,803 ملازمین فارغ کردیئے گئے۔ نیز خسارہ میں جانے والی 265 برانچیں بھی بند کردی گئیں۔

سٹیٹ بینک آف پاکستان

STATE BANK OF PAKISTAN

سٹیٹ بینک آف پاکستان ہمارے ملک کا مرکزی بینک ہے۔ یہ یکم جولائی 1948ء کو قائم کیا گیا۔ اس کا افتتاح قائداعظم محمد علی جناحؒ نے کیا۔ 30 جون 2012ء کو اس بینک نے اپنی عمر کے 64 سال پورے کئے۔ اس دوران میں اس نے ملک کے تباہ شدہ معاشی حالات کو بحال کرنے اور اسے اقتصادی ترقی کی راہ پر ڈالنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ یہ پاکستان کا اہم ترین مالی ادارہ ہے۔ اور وہ تمام ذمہ داریاں ادا کرتا ہے' جو ایک مرکزی بینک کے سپرد ہوتی ہیں۔ (اسے ''بینک دولت پاکستان'' بھی کہا جاتا ہے۔)

بینک کا دستور اور انتظام:

سٹیٹ بینک کا کل اداشدہ سرمایہ دس کروڑ روپیہ ہے جو سو سو روپے کے حصص پر مشتمل ہے۔ 1947ء میں قومی تحویل میں آنے سے پہلے اس کے کل حصوں کا 51 فیصد سرمایہ مرکزی حکومت کی ملکیت تھا اور باقی 49 فیصد عوام کی ملکیت۔ اس کا انتظام سنٹرل بورڈ آف ڈائریکٹرز اور لوکل بورڈ آف ڈائریکٹرز کے سپرد ہے۔ اول الذکر مندرجہ ذیل پر مشتمل ہے: ایک گورنر اور چیئرمین، اور چھے ارکان (Members)۔ گورنر کا

تقرر پانچ سال کے لئے کیا جاتا ہے۔ سنٹرل بورڈ آف ڈائریکٹرز کے سال بھر میں کم از کم چھے اجلاس اور سہ ماہی میں کم از کم ایک اجلاس ضرور ہونا قرار پایا ہے۔ سٹیٹ بینک کا گورنر سنٹرل بورڈ کے ایماء پر اس کا انتظام کرتا ہے اور اس غرض کے لئے ایک مجلسِ عاملہ بنالیتا ہے۔ یکم جولائی 1974ء کو سٹیٹ بینک آف پاکستان قومی تحویل میں لے لیا گیا تھا۔ اس کے دفاتر ان شہروں میں ہیں: کراچی، لاہور، اسلام آباد، راولپنڈی، فیصل آباد، ملتان، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، پشاور، ڈیرہ اسماعیل خان، حیدرآباد، سکھر، کوئٹہ، بہاولپور، مظفرآباد اور نارتھ ناظم آباد کراچی۔

سٹیٹ بینک کے شعبے (Department):

سٹیٹ بینک کے کل 18 شعبے ہیں، جن میں اہم یہ ہیں: نوٹ جاری کرنے کا شعبہ، بنکنگ انسپکشن ڈیپارٹمنٹ، ایکس چینج پالیسی ڈیپارٹمنٹ، ایگریکلچرل کریڈٹ ڈیپارٹمنٹ، انڈسٹریل کریڈٹ ڈیپارٹمنٹ، اکنامک ریسرچ ڈیپارٹمنٹ، اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ، سٹیٹکس ڈیپارٹمنٹ، مانیٹری اینڈ فسکل ریسرچ ڈیپارٹمنٹ، آڈٹ (Audit) ڈیپارٹمنٹ، ایکسچینج اینڈ ڈیٹ مینجمنٹ (Debt Management یعنی انصرامِ قرضہ) ڈیپارٹمنٹ، ھیومن ریسورسز (Human Resources) یعنی انسانی وسائل (کی ترقی کا) ڈیپارٹمنٹ، سپرویژن ڈیپارٹمنٹ، اسلامک بنکنگ ڈیپارٹمنٹ اور میڈیا افیئرز ڈیپارٹمنٹ وغیرہ۔ یہاں ہم چار بڑے شعبوں کا ذکر کرتے ہیں:

1۔ شعبہ اجراء (Issue Department):

یہ شعبہ کرنسی نوٹ جاری کرتا ہے اور ان کے مقابلہ پر ان کی مالیت کا تیس فیصد حصہ سونے اور چاندی کے سکوں، سونے اور چاندی کے ٹکڑوں اور غیر ملکی کرنسی کی شکل میں، اپنے پاس محفوظ زر کی شکل میں رکھتا ہے۔ باقی مالیت کے مقابلہ پر نقد روپے، روپے کی کفالتیں، ہنڈیاں اور پرامیسری نوٹ ہوتے ہیں۔

2۔ شعبہ بنکاری (Banking Department):

اس شعبہ کا تعلق بنکاری کے عام کاروبار سے ہے۔ اس کی معرفت سٹیٹ بینک عام بینکوں کے قرض کے لین دین کے معاملہ کو کنٹرول کرتا ہے اور ان کے کام کاج کی نگرانی کرتا ہے۔

3۔ شعبہ ایکس چینج پالیسی (Exchange Policy Department):

یہ شعبہ غیر ملکی زرِ مبادلہ کے حصول اور تقسیم کا انتظام کرتا ہے۔ ہمارے برآمد کنندگان اشیاء برآمد کرکے جو زرِ مبادلہ کماتے ہیں وہ اسی شعبہ میں جمع کراکے ملکی کرنسی لے لیتے ہیں، اور جو لوگ باہر سے مال درآمد کرتے ہیں انہیں یہیں سے غیر ملکی کرنسی ملتی ہے۔

4۔ شعبہ تحقیق (Research Department):

یہ شعبہ ملک کے مالی، معاشی، صنعتی اور تجارتی حالت کا جائزہ لیتا ہے اور ان کے بارے میں جائزے اور اعداد و شمار شائع کرتا ہے۔

سٹیٹ بینک کے فرائض (Functions):

سٹیٹ بینک پاکستان کا مرکزی بینک ہے اس لئے وہ تمام روایتی فرائض انجام دیتا ہے' جو ایک مرکزی بینک کے ذمہ ہوتے ہیں۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

1۔ حکومت کا بینک:

حکومت کا بینک ہونے کی حیثیت سے سٹیٹ بینک مندرجہ ذیل کام کرتا ہے:

☆ حکومت کے ایماء پر روپیہ کی ادائیگی اور وصولی کرتا ہے، چنانچہ سرکاری ملازموں کو تنخواہیں اور پنشنیں یہاں سے جاری ہوتی ہیں۔ اور عوام حکومت کو ٹیکس بھی اسی بینک کی معرفت ادا کرتے ہیں۔
☆ جب حکومت عوام سے قرضہ لینا چاہتی ہے تو اس کا سارا انتظام سٹیٹ بینک کرتا ہے یعنی لوگ اس بینک کی معرفت حکومت کو قرضہ دیتے ہیں۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

☆ حکومت کو مندرجہ ذیل اُمور میں مشورہ دیتا ہے:
کریڈٹ یعنی اعتباری زر، کرنسی، ایکس چینج کنٹرول، مالی مسائل اور روپے کی قدر میں ردوبدل وغیرہ۔

☆ مرکزی اور صوبائی حکومتوں کی "امانتیں" اپنے پاس محفوظ رکھتا ہے۔

2۔ عام بینکوں کا بینک:

سٹیٹ بینک ملک میں موجود عام بینکوں کا بینک ہے، اس حیثیت سے یہ مندرجہ ذیل کام کرتا ہے:
ملک میں اعتباری زر کی مقدار کو ضرورت کے مطابق بڑھانے یا گھٹانے کا ذمہ دار ہے اور یہ کام وہ عام بینکوں کے تعاون سے انجام دیتا ہے۔ تمام فہرستی (یعنی شیڈولڈ) بینک اس بات کے پابند ہیں کہ وہ اپنی میعادی اور غیر میعادی امانتوں کا ایک خاص تناسب سے مخصوص حصہ نقد شکل میں سٹیٹ بینک کے پاس رکھیں، اور اسے ہفتہ وار ایک رپورٹ بھیجیں، جس میں یہ چیزیں درج ہوں:

(i) میعادی اور غیر میعادی امانتوں کی مقدار۔
(ii) ان کے پاس حکومت اور سٹیٹ بینک کے نوٹوں کی مقدار۔
(iii) قرضہ کی مقدار جو انہوں نے کاروباری اور تجارتی اداروں کو دے رکھا ہو۔
(iv) "بٹہ" لگائی ہوئی ہنڈیوں کی مالیت اور سٹیٹ بینک کے پاس ان کی امانتوں کی مقدار۔

بینکوں کی نگرانی اور کنٹرول کا کام سٹیٹ بینک اپنے بنکنگ ڈیپارٹمنٹ یعنی شعبہ بنکاری کی معرفت انجام دیتا ہے۔ یہ شعبہ اس چیز کا ذمہ دار ہے کہ روپے کی قیمت مستحکم رہے، چنانچہ اعتماد قائم رکھنے کے لئے یہ اپنے پاس ریزرو فنڈ (یعنی زر محفوظ) رکھتا ہے اور وقتاً وقتاً "شرح بینک" کا اعلان کرتا رہتا ہے۔ سٹیٹ بینک عام بینکوں کو بوقتِ ضرورت قرضہ دیتا ہے۔ قرضہ دینے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ان کے پرومیسری نوٹوں اور ہنڈیوں پر "دوبارہ بٹہ لگاتا" ہے۔ یعنی تجارتی بینکوں نے کاروباری لوگوں کی جن ہنڈیوں پر بٹہ لگایا ہو، ضرورت پڑنے پر وہ انہی ہنڈیوں کو سٹیٹ بینک سے بٹہ لگوا لیتے ہیں۔ فہرستی بینک، سٹیٹ بینک سے بعض اوقات ایسے قرضے بھی لے لیتے ہیں، جن کی مدت نوے دن ہوتی ہے۔ سٹیٹ بینک تجارتی بینکوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، انہیں پس ماندہ علاقوں میں اپنی برانچیں کھولنے کی ترغیب دیتا ہے، تجارتی بینکوں کے باہمی لین دین اور حسابات کو بے باق کرانے میں مدد دیتا ہے اور اس غرض کے لئے بطور کلیرنگ ہاؤس کام کرتا ہے۔

3۔ نوٹ جاری کرنے کا اجارہ دار:

سٹیٹ بینک کو پاکستان میں کرنسی نوٹ جاری کرنے کی اجارہ داری حاصل ہے۔ اس کے سوا کوئی اور بینک نوٹ جاری نہیں کر سکتا۔ یہ کام شعبہ اجراء کے ذمہ ہے۔ نوٹ جاری کرنے کے سلسلے میں "یہ متناسب زر محفوظ کا اصول" اختیار کرتا ہے۔ یعنی جتنے نوٹ جاری کرے ان کی مالیت کا تیس فیصد سونے، سونے کے سکوں، چاندی اور منظور شدہ زرِ مبادلہ پر مشتمل ہونا چاہئے۔ باقی ماندہ مالیت روپے کے سکوں، روپے کی کفالتوں اور ہنڈیوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ سٹیٹ بینک، دس، بیس، پچاس، سو، پانچ سو، ہزار اور پانچ ہزار روپے کے نوٹ جاری کرتا ہے۔

4۔ ایکس چینج کنٹرول:

سٹیٹ بینک نے ایکس چینج کنٹرول ڈیپارٹمنٹ قائم کر رکھا ہے، جس کی مدد سے یہ روپے کی بیرونی قدر و قیمت کو برقرار رکھتا ہے، اور ایکس چینج کنٹرول کی پالیسی کو عملی جامہ پہناتا ہے۔ پاکستانی کرنسی یعنی روپے اور امریکہ کی کرنسی یعنی ڈالر کی باہمی شرح تبادلہ قائم رکھنے کے لئے، سٹیٹ بینک سرکاری طور پر مقرر کردہ شرح پر ڈالر خریدتا اور بیچتا ہے۔ برآمد کنندگان جو زرِ مبادلہ کماتے ہیں، ان سے زرِ مبادلہ وصول کر کے ان کے عوض پاکستانی کرنسی دیتا ہے اور درآمد کنندگان کو پاکستانی کرنسی کے عوض زرِ مبادلہ مہیا کرتا ہے۔

5۔ معاشی استحکام:

سٹیٹ بینک ملک میں "معاشی استحکام" برقرار رکھنے کا ذمہ دار ہے۔ چنانچہ معیشت کو مضبوط کرنے کے لئے ضروری اقدامات کرتا ہے۔ (ان کا مفصل ذکر آگے آئے گا۔)

6۔ بازارِ زر کا محافظ:

بازارِ زر کا محافظ ہونے کی حیثیت سے سٹیٹ بینک کرنسی اور اعتباری زر کی مقدار کو ضرورت کے تحت گھٹاتا بڑھاتا رہتا ہے۔

معاشی ترقی میں سٹیٹ بینک کا کردار

(Role of State Bank in Economic Development)

معاشی ترقی کے سلسلہ میں مرکزی بینک کے عموماً یہ فرائض ہوتے ہیں:

☆ ملک کی "کامل روزگار" کی سطح حاصل کرنے میں مدد دے۔
☆ حکومت کی مالیاتی پالیسی (Fiscal Policy) اور زری پالیسی (Monetary Policy) کے درمیان ہم آہنگی (Coordination) اور توازن پیدا کرے۔
☆ قیمتوں کو ایک معیار پر مستحکم رکھے۔
☆ ادائیگیوں کے توازن (Balance of Payments) میں اعتدال (Equilibrium) پیدا کرنے کی کوشش کرے۔
☆ معاشی ترقی (Economic Growth) کی رفتار تیز کرنے میں مدد دے، اور اسے وسیع تر بنیادوں پر استوار کرنے کی کوشش کرے۔
☆ غربت کا خاتمہ کرنے میں مدد دے، اور ایک مضبوط مالی تحتی ڈھانچہ (Financial Infrastructure) تعمیر کرے، تاکہ معیشت کے مختلف شعبوں کی کریڈٹ کی ضرورتیں پوری ہو سکیں۔ یعنی بینکوں اور قرضہ دینے والے اداروں کا مضبوط نظام قائم کرے۔

ملکی معیشت کی ترقی اور مالی نظام کو مستحکم بنانے کے لئے سٹیٹ بینک نے جو کارنامے اور ترقیاتی فرائض انجام دیئے ہیں ان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

1۔ بنکاری نظام کی بحالی (Rehabilitation of Banking System):

جب سٹیٹ بینک قائم ہوا تو پاکستان میں قرضہ مہیا کرنے کا کوئی باقاعدہ ڈھانچہ موجود نہیں تھا، نیز سرمائے کی منڈی، سٹاک ایکس چینج، بل مارکیٹ اور انشورنس کمپنیاں بھی نہ ہونے کے برابر تھیں۔ ملک کے اقتصادی حالات بڑے نازک تھے اور انہیں استوار کرنے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ سٹیٹ بینک کو اپنے قیام کے فوراً بعد، ملک کے بنکنگ اور قرضہ جاتی اداروں کی بحالی اور ترقی کے کام کی طرف توجہ دینا پڑی۔ لہٰذا ملک کے بنکاری نظام کو متحرک بنانے اور ترقی کی راہ پر ڈالنے کے لئے اس نے بہت کام کیا۔ مثلاً (مغربی پاکستان میں جون 1948ء میں تجارتی بینکوں کی کل شاخیں صرف 81 تھیں، جو بڑھ کر 2011ء میں 9,908 ہو گئیں اور ملکی نجی بینکوں کی تعداد 23 ہو گئی۔ نیز غیر ملکی بینکوں کی تعداد چھے ہو گئی۔ سٹیٹ بینک نے شہری علاقوں میں بینکوں کی شاخوں کا ایک جال بچھانے کے ساتھ دیہاتی علاقوں میں بھی ان کی شاخیں قائم کرنے میں قابلِ تعریف کام کیا ہے۔ مثلاً جولائی 1948ء میں پونے چار لاکھ افراد کے لئے ایک بینک شاخ موجود تھی جب کہ اس وقت اوسطاً سترہ ہزار افراد کے لئے ایک برانچ موجود ہے۔ تجارتی بینکوں کی ترقی کے علاوہ سٹیٹ بینک نے خصوصی مقاصد کے لئے مالی ادارے قائم کرنے میں بھی اہم کام کیا ہے جو زراعت اور صنعت کو درمیانی اور لمبی مدت کے لئے قرضے مہیا کرتے ہیں۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

2۔ ترقیاتی مالیات کی بہم رسانی (Provision of Developmental Finance):

1956ء میں سٹیٹ بینک آف پاکستان آرڈر 1948ء کو سٹیٹ بینک آف پاکستان ایکٹ میں بدل دیا گیا۔ جس کی بدولت بینک کے مقاصد کو ازسرِ نو متعین کیا گیا اور اس پر یہ ذمہ داری ڈال دی گئی کہ ملک کے زری اور کریڈٹ نظام کو باقاعدہ بنایا جائے تا کہ ایک طرف زری استحکام پیدا ہو اور دوسری طرف ملک کے پیداواری وسائل سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جا سکے۔ بعد ازاں اس ایکٹ میں کئی ترمیمات کی گئیں جن سے بینک کو اس قابل بنایا گیا کہ اوسط اور طویل مدت مالیات مہیا کر کے معیشت کو ترقی دینے کی جو کوششیں کی جا رہی ہیں، ان میں یہ موثر انداز سے شرکت کر سکے۔ ''سٹیٹ بینک ایکٹ'' میں 1970ء کی ایک ترمیم کے ذریعے یہ بینک کسی بھی پبلک کمپنی یا کارپوریشن کی ہنڈیاں اور ڈبینچر یعنی قرضہ کی سند یا دینیہ (Debenture) خرید سکتا ہے، ان پر بٹہ لگا سکتا ہے، یا اپنی تحویل میں رکھ سکتا ہے۔ غرض سٹیٹ بینک نے ملک کے بینک اور کریڈٹ نظام کو مضبوط تر بنایا ہے، تا کہ ترقیاتی مقاصد کے لئے قرضہ مہیا کیا جا سکے۔ اس وقت ترقیاتی مالیت مہیا کرنے والے آٹھ ادارے ہیں۔

3۔ خصوصی قرضہ جاتی اداروں (Special Financial Institutions) کی امداد:

سٹیٹ بینک نے خصوصی مالی اداروں کو معقول فنڈ مہیا کئے ہیں۔ مثلاً زرعی شعبہ کی رفتار ترقی تیز کرنے کے لئے سٹیٹ بینک نے امدادِ باہمی کے اداروں کو کثیر رقمیں دی ہیں اور زرعی ترقیاتی بینک کے وسائل میں اضافہ کیا ہے۔ مکان تعمیر کرنے کی مالی کارپوریشن کے ڈبینچر خرید کر اس کے مالی وسائل کو بھی بڑھایا ہے۔ مقامی طور پر بننے والی مشینری کی ملک کے اندر فروخت کے کام میں سہولت پیدا کرنے کے لئے سٹیٹ بینک نے خصوصی مالی اداروں کو قرضہ منظور کیا۔

4۔ قرضوں کی متوازن تقسیم (Balanced Distribution of Credit):

ملکی معیشت کے تقاضوں کے پیشِ نظر سٹیٹ بینک اپنی قرضہ دینے کی پالیسیوں کو کامیاب بنانے کے لئے عام بینکوں کو اخلاقی ترغیبات، انتخابی کریڈٹ کنٹرول اور دیگر اقدامات کے ذریعے مستعد بناتا ہے۔ چنانچہ ان اقدامات کی وجہ سے بینکوں کے قرضہ دینے کے انداز بدل گئے ہیں۔ مثلاً جون 1954ء میں کل بینک کریڈٹ کا باسٹھ فی صد حصہ تجارتی شعبے کو دیا گیا، اٹھارہ فیصد صنعتی شعبے کو اور بیس فیصد باقی شعبوں کو۔ جب کہ اس وقت تجارتی شعبے کا حصہ کم ہو کر تقریباً 30 فیصد رہ گیا ہے، صنعتی شعبے کا بڑھ کر 40 فیصد اور دیگر شعبوں کا حصہ 30 فیصد ہو گیا ہے۔

5۔ زری استحکام اور کریڈٹ کنٹرول اقدامات (افراطِ زر کا علاج):

سٹیٹ بینک کی بڑی بڑی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ ملک کا زری اور کریڈٹ نظام منظم کرے، تا کہ پاکستان میں زری استحکام پیدا کیا جا سکے۔ زری استحکام سے مراد یہ ہے کہ افراطِ زر اور تفریطِ زر (یعنی زر کی مقدار میں کمی) سے بچاؤ کیا جائے اور بیرونی ادائیگیوں کے حسابات میں اعتدال و توازن رکھا جائے۔ اس مقصد کے لئے اہم ترین شرط یہ ہے کہ زر کی رسد کو یوں باقاعدہ بنایا جائے کہ ''مجموعی قوتِ خرید'' (Aggregate Purchasing Power) اور ''اشیاء و خدمات کی رسد'' (Supply of Goods & Services) میں توازن برقرار رہے۔

افراطِ زر کو روکنے کے لئے سٹیٹ بینک نے ''شرح سود کا ڈھانچہ'' ایسا بنایا ہوا ہے جس سے ایک طرف پیداواری شعبوں کو ترقی کی تحریک ملتی ہے اور دوسری طرف ''غیر پیداواری'' اور تخمینی (Speculative) مقاصد کے لئے قرضہ کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ سٹیٹ بینک مذکورہ ''مقداری کریڈٹ کنٹرول'' اقدامات کے علاوہ صفاتی یا ''انتخابی کریڈٹ کنٹرول'' کے طریقے بھی استعمال کرتا ہے۔ پہلی قسم کے

اقدامات سے قرضہ کا حجم اور لاگت (یعنی شرح سود) کو متاثر کیا جاتا ہے، جب کہ دوسری قسم کے اقدامات سے قرضہ کی تقسیم یا سمت کو متاثر کیا جاتا ہے۔ ان سے مخصوص اشیاء کی قیمتوں میں کافی حد تک استحکام و ثبات پیدا کیا جا سکتا ہے۔ سٹیٹ بینک کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ یہ بینکوں کو مندرجہ ذیل اُمور کے بارے میں ہدایات جاری کر سکتا ہے: کریڈٹ کا حجم، امانتوں اور قرض پر رائج شرح سود، کریڈٹ پالیسی اور سرمایہ کاری پالیسی۔

نومبر 1997ء میں سٹیٹ بینک نے مفصل ہدایات جاری کیں کہ پاکستان میں کوئی بنکنگ کمپنی اس وقت تک بنکاری کا کاروبار جاری نہیں رکھ سکتی جب تک اس کا کم سے کم ادا شدہ سرمایہ (Paid Up Capital) ایک بلین (ارب) روپے نہ ہو اور جب تک اس کے محفوظات (Reserves) خدشاتی اثاثوں (Risk Weighted Assets) کے آٹھ فیصد کے برابر نہ ہوں۔

6۔ قرضہ کے ارتکاز کا سدِ باب:

پاکستان کے قیام کے بعد پہلے بیس سال تک معاشی ترقی کی ''جو حکمت عملی'' اختیار کی گئی اس میں اس بات پر بہت زور دیا گیا کہ اقتصادی ترقی کی رفتار تیز کر دی جائے اس ضمن میں ''معاشرتی انصاف'' (Social Justice) اور تقسیمِ دولت کے پہلوؤں کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا، جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ معاشی دولت اور قوت چند ہاتھوں میں مرتکز (Concentrate) ہو کر رہ گئی۔ ان حالات میں بینک کریڈٹ کا بھی چند اداروں کے پاس مرتکز ہو جانا قدرتی امر تھا۔ لہٰذا سٹیٹ بینک نے اس ارتکاز کو کم کرنے اور قرضے کی سہولتوں کو وسیع پیمانے پر پھیلانے کے لئے کئی اقدامات کئے۔ سٹیٹ بینک نے تجارتی بینکوں کو چھوٹے کاروباری لوگوں کو قرضے دینے کے ہدف (Target) مقرر کر دیئے اور ساتھ ہی ''بالائی حدیں'' بھی مقرر کر دیں۔ جن سے زیادہ قرضہ عام لوگوں، بینکوں کے ڈائریکٹروں، پبلک لمیٹڈ کمپنیوں اور بینک ملازموں کو نہیں دیا جا سکتا۔

7۔ سمال بزنس ڈویژن (چھوٹے کاروبار کا شعبہ):

سٹیٹ بینک نے ایک ''سمال بزنس ڈویژن'' قائم کی ہے جس کا یہ کام ہے کہ چھوٹے کاروباری لوگوں کے مسائل کا جائزہ لے، اور اس چیز کی نگرانی کرے کہ چھوٹے قرضے جاری کرنے کی جو حد مقرر کی گئی ہے اس پر عمل ہو رہا ہے۔

8۔ ایکسپورٹ فنانس سکیم:

اس سکیم کے تحت پاکستان سے اشیاء برآمد کرنے کے سلسلے میں برآمدی تاجروں قرضہ دیا جاتا ہے۔ اس کے دو حصے ہیں: پہلے حصے کے تحت تاجروں کو ناقابلِ منسوخی لیٹر آف کریڈٹ (L.C.) دکھانے یا اشیاء کو برآمد کا پکا آرڈر ملنے پر قرضہ دیا جاتا ہے۔ دوسرے حصے کے تحت برآمدات کے لئے دیئے جانے والے قرضہ کی حد مقرر کرتے وقت گزشتہ سال کی برآمدی کارکردگی دیکھی جاتی ہے۔

9۔ بنکاری عملہ کی تربیت (Training of Bank Staff):

سٹیٹ بینک کا ٹریننگ ڈیپارٹمنٹ بینک افسروں کو فنی تربیت دیتا ہے۔ ملک کے اندر ''ملازمت کے دوران'' ٹریننگ دینے کے لئے بینک نے دو تربیتی ادارے قائم کر رکھے ہیں: ایک کراچی میں اور دوسرا لاہور میں۔

10۔ رابطی بورڈ:

فروری 1994ء میں بینک نے اپنے سٹیٹ بینک آف پاکستان ایکٹ 1956ء میں ایک ترمیم کے ذریعہ ایک ''زری و مالیاتی پالیسیوں کا رابطہ بورڈ'' (The Monetary and Fiscal Policies Coordination Board) قائم کیا، جس کا صدر وفاقی وزیر خزانہ ہے۔ اور اس کے یہ ارکان ہیں: وفاقی وزیر تجارت، منصوبہ بندی کمشن کا ڈپٹی چیئرمین، سٹیٹ بینک کا گورنر اور وفاقی سیکرٹری مالیات۔ اس

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

بورڈ کی یہ ذمہ داریاں ہیں: کلیاتی معاشی استحکام (Macro-economic Stability) سرکاری قرضہ لینے اور دینے کے سلسلہ میں ہونے والے اخراجات کا جائزہ اور اعتباری قرضہ کا صحیح استعمال وغیرہ۔

11۔ خودکار مشین کی سہولت:

امانتداروں کو بینکوں سے اپنی امانتیں نکلوانے میں سہولت پیدا کرنے کے لیے سٹیٹ بینک نے اگست 2002ء میں تمام شیڈولڈ بینکوں کو ہدایت کی کہ وہ (Automated Teller Machines: ATM) اے ٹی ایم سوئچ نیٹ ورک (ATM Switch Network) کا سلسلہ شروع کریں۔

12۔ اسلامی بنکاری کا قیام:

اسلامی بنکاری کو فروغ دینے کے لئے سٹیٹ بینک نے یکم جنوری 2003ء کو عام بینکوں کو ہدایت کی ہے کہ جو بینک نجی شعبہ میں شیڈولڈ اسلامک کمرشل بینک قائم کرنا چاہتے ہیں وہ اس مقصد کے لئے سٹیٹ بینک کے "شعبہ بنکنگ پالیسی" کے ڈائریکٹر کو درخواست دیں۔

13۔ بنکاری اور مالیات کا قومی ادارہ:

سٹیٹ بینک کا ایک ذیلی ادارہ فروری 2002ء میں قائم کیا گیا جس کا نام ہے: "بنکاری و مالیات کا قومی ادارہ" (National Institute of Banking and Finance : NIBAF)۔ اس کے نوے فیصد حصص سٹیٹ بینک آف پاکستان کی ملکیت ہیں اور دس فیصد نیشنل بینک آف پاکستان کے۔ یہ ادارہ درج ذیل فرائض انجام دیتا ہے:

i- سٹیٹ بینک آف پاکستان کے افسروں کی ٹریننگ۔
ii- ادارہ جاتی ٹریننگ کی مختلف شکلیں وضع کرنا۔
iii- فاؤنڈیشن کورسز اور بین الاقوامی کورسز کی تیاری۔

اس ادارہ کا سٹیٹ بینک کے شعبہ انسانی وسائل (ٹریننگ ڈیپارٹمنٹ) کے ساتھ قریبی رابطہ ہے۔ اس کا صدر مقام اسلام آباد میں ہے۔ یہ ادارہ مختلف تربیتی پروگرام بناتا ہے اور اس سلسلہ میں کتابچے اور رسائل تیار کرتا ہے۔ نیز معاشیات، بنکاری اور مالیات سے متعلق تحقیق (ریسرچ) کرتا ہے اور ٹریننگ دینے کے لیے ماہرین کا انتظام کرتا ہے۔

14۔ چھوٹے قرضوں کی سکیم (Micro Credit Scheme):

اس سکیم کے تحت تین لاکھ روپے تک دیا جانے والا قرضہ چھوٹا قرضہ کہلاتا ہے۔ ایسے صنعتی یونٹ اور گھریلو صنعتیں جن کے معینہ اثاثوں (Fixed Assests یعنی زمین اور عمارات کے سوا) کی مالیت دو کروڑ روپے ہو، کو دیا جانے والا قرضہ بھی چھوٹا قرضہ کہلاتا ہے۔

بنکاری نظام کی اصلاح (Reform of Banking System):

بنکاری نظام کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ

(i) زری پالیسی کو منڈیاتی بنیاد والے آلات (Market-based instruments) کی معرفت زیر عمل لایا جائے۔
(ii) قرضہ دیتے وقت اس کی نگہداشت اور تحفظ کا پورا خیال رکھا جائے۔
(iii) بینکوں کی مکمل نگرانی اور ان کے کاروبار میں باقاعدگی پیدا کرنے کے لئے سٹیٹ بینک کو زیادہ اختیار دیے جائیں۔
(iv) سیاسی بنیادوں پر قرضہ دینے کا سلسلہ کنٹرول کیا جائے۔

نئے اقدامات:

حال ہی میں بینکوں کی اصلاح و ترقی کے لئے سٹیٹ بینک نے ایک معائناتی قالب (Supervisory Framework) کیملز (Camels) کے نام سے قائم کیا ہے، جو بینکوں اور مالی اداروں کی مالی حالت کو ظاہر کرنے والے چھ مظاہر (Indicators) کے تجزیے کو پیش نظر رکھتا ہے۔ یہ مظاہر درج ذیل ہیں:

(1) بینک کا سرمایہ (یعنی Capital) C کافی ہے یا نہیں۔
(2) بینک کے اثاثوں (یعنی Assets) A کی کیفیت تسلی بخش ہے یا نہیں
(3) انتظامیہ (یعنی Management) M مضبوط و مستحکم ہے یا نہیں
(4) آمدنی (یعنی Earning) E اور منافع آوری اطمینان بخش ہے یا نہیں
(5) سیال پذیری (یعنی Liquidity) L کس حد تک موجود ہے
(6) منڈی میں پیش آنے والے خطرات وخدشات کے مقابلہ میں حساسیت (یعنی Sensitivity) S کیسی ہے۔ چنانچہ تمام بنکاری اور غیر بنکاری مالی اداروں کی کارکردگی کا جائزہ "کیملز" کی بنیاد پر لیا جاتا ہے۔

بازار زر (Money Market):

بازار زر سے مراد ایسے مالی ادارے (Financial Institutions) ہیں جو مندرجہ ذیل تجارتی کاغذات کی خرید و فروخت کا کام کرتے ہیں: تجارتی ہنڈیاں (Treasury Bills)، کفالتیں، بانڈز اور مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں کے حصص (Shares)۔ چنانچہ بازار زر میں یہ ادارے شامل ہیں:

☆ ہنڈیوں کو خریدنے اور بٹہ لگانے والے ادارے (Discount Houses)۔
☆ ہنڈیاں خریدنے اور بٹہ لگانے والوں کو باہم ملانے والے ادارے (Bill Brokers)۔
☆ کفالتیں، بانڈز اور حصص خریدنے اور فروخت کرنے والے ادارے۔
☆ قرضہ دینے والے ادارے یعنی بینک۔

یہ تمام ادارے قرضہ دینے اور لینے کے سلسلے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں اور یوں بازار زر مضبوط و مستحکم ہوتا ہے۔

پاکستان کا بازار زر مندرجہ ذیل پر مشتمل ہے:

☆ سٹیٹ بینک آف پاکستان:

یہ ملک کا مرکزی بینک ہے اور ملک کے بینکاری اور زری نظام کو کنٹرول کرتا ہے۔

☆ طلبی قرضہ کے ادارے:

ملک کے تجارتی بینک تھوڑی مدت کے لئے قرضہ دیتے ہیں اور سٹاک ایکس چینج (یعنی ایسے ادارے جو حصص، کفالتیں اور بانڈز خرید و فروخت کرتے ہیں) میں کام کرنے والے ہنڈیوں اور حصص کی خرید و فروخت کرنے والے طلبی قرضہ لیتے ہیں۔

☆ طویل مدت قرضہ کے ادارے:

طویل مدت کے لئے عوام اپنی بچتوں کی شکل میں قرضہ دیتے ہیں، یعنی اپنا سرمایہ کفالتوں، مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں کے حصص اور بانڈوں میں لگا دیتے ہیں۔ خصوصی قرضہ کے ادارے یہ ہیں: پاکستان صنعتی ترقیاتی بینک، پاکستان صنعتی قرضہ و سرمایہ کاری کارپوریشن، تعمیر مکانات کی مالی کارپوریشن، پاکستان زرعی ترقیاتی بینک اور امداد باہمی کے بینک وغیرہ۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

پاکستانی بازارِ زر کی کمزوریاں:

پاکستان بازارِ زر میں مندرجہ ذیل کمزوریاں پائی جاتی ہیں:

(الف) قرضہ دینے والے مختلف اداروں کے مابین رابطہ مضبوط نہیں ہے۔ مختلف تجارتی بینک اور امدادِ باہمی کے بینک وغیرہ اپنے اپنے میدان میں اپنی وضع کردہ پالیسی کو اختیار کرتے ہیں اور ان سب کی پالیسی میں ہم آہنگی نہیں پائی جاتی۔ اس لئے قرضہ کی مقدار بڑھانے اور گھٹانے کے لئے مرکزی بینک "شرح بینک" کی پالیسی کو صحیح طور پر اختیار نہیں کرسکتا۔

(ب) بازارِ زر تجارتی بینکوں پر مشتمل ہے لیکن وہ بھی ملکی ضروریات کے لئے کافی نہیں ہیں اور مختلف شعبوں، مثلاً زراعت اور صنعت وغیرہ کو ضرورت بھر قرضہ نہیں ملتا۔ مزید برآں یہ سہولتیں بھی صرف شہروں تک محدود ہیں۔

(ج) نجی شعبے میں بعض ایسے مالی ادارے قائم ہو جاتے ہیں جو دھوکہ سے عوام کی بچتیں وصول کر لیتے ہیں اور بعد میں رقم ہضم کر کے خود دیوالیہ ہونے کا اعلان کر دیتے ہیں۔ پاکستان میں کوئی امدادِ باہمی کی فنانس اور فاریکس (Forex) کمپنیاں قائم ہوئیں جو عوام کی امانتیں وصول کر کے کھا پی گئیں۔ ایسے اداروں کی سخت نگرانی کی ضرورت ہے۔

ترقی کے لئے تجاویز:

بازارِ زر کو ترقی دینے کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کرنے چاہئیں:

1۔ کفالتوں کی خرید و فروخت کا بازار مستحکم بنانا چاہیے، تاکہ سٹیٹ بینک اس کی مدد سے ملک میں اعتباری زر کی مقدار ضرورت کے مطابق گھٹا بڑھا سکے۔

2۔ سٹیٹ بینک ایسی پالیسیاں اختیار کرے کہ مختلف قرضوں کی شرح سود میں ربط و تعلق پیدا ہو جائے تاکہ اگر وہ شرح سود بڑھا دے تو سب قسم کے قرضوں پر شرح سود بلند ہو جائے۔ اس کے برعکس جب وہ شرح سود کم کرے تو تمام قرضوں پر شرح سود کم ہو جائے۔

3۔ عوام میں روپیہ پس انداز کرنے، بینکوں سے رابطہ کرنے اور کفالتوں یا حصص میں سرمایہ لگانے کی عادت پیدا کرنی چاہیے۔

پاکستان میں بازارِ سرمایہ (Pakistan Capital Market)

بازارِ زر میں قرضہ عموماً قلیل اور اوسط مدت کے لئے لیا اور دیا جاتا ہے لیکن بازارِ سرمایہ میں طویل عرصہ کے لئے مہیا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ ایسے اداروں پر مشتمل ہوتا ہے جو لمبی مدت کے لئے قرضہ دیتے ہیں یا طویل المیعاد سرمایہ کاری کی خرید و فروخت کا کام کرتے ہیں۔

پاکستان میں یہ ادارے مندرجہ ذیل ہیں:

پاکستان سرمایہ کاری کارپوریشن، پاکستان صنعتی قرضہ و سرمایہ کاری کارپوریشن، پاکستان صنعتی ترقیاتی بینک، زرعی ترقیاتی بینک، امدادِ باہمی کے بینک، ایس ایم ای بینک، تعمیرِ مکانات کی مالی کارپوریشن، قومی سرمایہ کاری (یونٹ) ٹرسٹ، ریجنل ڈویلپمنٹ فنانس کارپوریشن، پاک لیبیا ہولڈنگ کمپنی، پاکستان کویت انوسٹمنٹ کمپنی، سعودی پاک انڈسٹریل اینڈ ایگریکلچرل انوسٹمنٹ کمپنی، پوسٹل انشورنس و دیگر بیمہ کمپنیاں اور سٹاک ایکس چینج۔ ان میں سے اکثر پر پیچھے بحث ہو چکی ہے۔ یہاں ہم سٹاک ایکس چینج پر بحث کریں گے۔

سٹاک ایکس چینج (Stock Exchange):

(بازارِ مبادلہ) سٹاک مارکیٹ کسی ملک کے بازارِ سرمایہ کا بڑا اہم اور بنیادی ادارہ ہوتا ہے۔ اس سے ایک ایسا طریقہ کار میسر آ جاتا ہے جس کی بدولت مالی سرمایہ کاری کی مختلف شکلوں (مثلاً حصص، ڈی بنچرز، میوچل فنڈ اور سرکاری کفالتوں) کو نقد شکل میں بدلا جا سکتا ہے۔ سٹاک مارکیٹ سے یہ بھی عکاسی ہو جاتی ہے کہ کاروبار میں سرمایہ لگانے والوں کی سوچ کا رخ کیا ہے، اور سرمایہ کاری سے روپیہ نکالنے والوں

کی ذہنی کیفیت کیا ہے۔ حصص کی خرید و فروخت کے حجم سے اور حصص کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ سے پتا چل جاتا ہے کہ مختلف کاروباری شعبوں میں منافع کے امکانات کس قدر ہیں۔ اور پھر اس مسئلہ میں رہنمائی ملتی ہے کہ آئندہ سرمایہ کس کاروبار یا شعبہ میں لگایا جائے۔ گویا سٹاک مارکیٹ کو پاکستان کے بازارِ سرمایہ میں ایک مرکزی اور محوری حیثیت حاصل ہے۔

مختصراً کسی ملک کے سٹاک ایکسچینج سے معیشت کو یہ فائدے پہنچتے ہیں:

(i) اس سے ملک کے منتشر مالی ذرائع مجتمع (یعنی اکٹھے) ہو کر زیرِ استعمال آتے ہیں۔
(ii) سرمایہ کاری کو فروغ ملتا ہے۔
(iii) نجی شعبے میں ترقیاتی عمل کو تقویت ملتی ہے۔
(iv) جدید سرمایاتی مارکیٹ کی حیثیت سے ملکی معیشت کے سرمایاتی ذخائر میں اضافہ کرتا ہے۔
(v) حصہ داروں اور سرمایہ کاروں کو کاروباری معلومات کے تبادلہ کا بہترین ذریعہ ہے۔
(vi) قومی بچتوں کا رخ سرمایہ کاری کی طرف موڑتا ہے۔
(vii) کسی ملک کی معاشی اور کاروباری کیفیت کا اندازہ سٹاک ایکسچینج مارکیٹ سے لگایا جاتا ہے۔

اس وقت ملک میں تین سٹاک ایکس چینج ہیں: ایک کراچی میں (KSE) جو ستمبر 1947 میں قائم کیا گیا، دوسرا لاہور میں (LSE) جو 1971ء میں قائم ہوا اور تیسرا اسلام آباد میں (ISE) جو اگست 1992ء میں قائم ہوا۔

بازارِ سرمایہ کی ترقی کے لئے حکومتی اقدامات:

مختلف سٹاک ایکس چینجز کی ترقی و استحکام کے لئے بعض نئے ادارے قائم کیے گئے ہیں مثلاً: کارپوریٹ بروکریج ہاؤسز (یعنی دلالی دفاتر)، سرمایہ کاری کی مشاورتی کمپنیاں (Investment Advisory Companies) اور سرمایہ کاری کمپنیاں وغیرہ۔ چنانچہ کراچی سٹاک ایکسچینج (KSE) میں اس وقت 49 دلالی دفاتر کام کر رہے ہیں۔ اور 58 سرمایہ کاری کے مشیروں کو لائسنس دیئے گئے ہیں۔ اس وقت کراچی سٹاک ایکس چینج کی فہرست میں 661 کمپنیاں درج (Listed) ہیں جن کے حصص کی خرید فروخت ہوتی ہے۔ لاہور سٹاک ایکس چینج کے ساتھ 524 کمپنیاں منسلک ہیں اور اسلام آباد سٹاک ایکس چینج کے ساتھ 239 کمپنیاں۔

حکومت نے سکیورٹیز اینڈ ایکس چینج کمیشن (Securities and Exchange Commission) قائم کیا ہے جس کے اہم مقاصد حسبِ ذیل ہیں:

ملک میں بازارِ سرمایہ کے تمام پہلوؤں اور معاملات کی تعمیر۔ مسلسل فروغ پاتے ہوئے کاروبار میں باقاعدگی پیدا کرنا۔ کلیرنگ ہاؤسز، دلالوں اور نائب دلالوں کی سرگرمیوں کی نگرانی کرنا۔ اجتماعی و مشترکہ سرمایہ کاری سکیموں میں باقاعدگی پیدا کرنے کے لئے ضوابط بنانا۔ دھوکہ دفریب پر مبنی کاروباری سرگرمیوں کا خاتمہ کرنا۔ فرسودہ قواعد و ضوابط کی اصلاح کے لئے تجاویز پیش کرنا۔ سرمائے کی منڈی کی منظم طریقے سے ترویج و ترقی کی حوصلہ افزائی کرنا۔

سرکاری ادارہ "قومی بچتوں کا مرکزی ڈائرکٹوریٹ" (Central Directorate of National Savings):

لوگوں کو سرکاری کفالتیں (Government Securities) فروخت کر کے ان کی رقوم امانتوں کی شکل میں وصول کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں اس نے 368 بچت کے مراکز قائم کیے ہیں۔ یہ سرکاری کفالتیں ان شکلوں میں موجود ہیں:

ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹس، ریگولر انکم سرٹیفکیٹس، بہبود سیونگ سرٹیفکیٹس، پرائز بانڈ، پنشنرز بینیفٹ اکاؤنٹ وغیرہ۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

ای کامرس (E-Commerce):

ای کامرس سے مراد ہے الیکٹرانک کامرس (Electronic Commerce)۔ اسے مختصراً ای کامرس (E Commerce) یا ای سی (EC) بھی کہتے ہیں۔ اردو میں اس کے لئے یہ اصطلاح استعمال ہوتی ہے: تجارت بذریعہ برقی آلات یا برقیاتی تجارت۔ اس کا مطلب ہے: اشیاء و خدمات (Goods & Services) کو برقی آلات کے ذریعہ خریدنا، بیچنا، گاہک تک مال پہنچانا اور رقم کی وصول یا ادائیگی کرنا۔ برقی آلات کے نظام میں انٹرنیٹ (internet) اور کمپیوٹر کے نیٹ ورک (Computer Network) وغیرہ شامل ہیں۔

بالفاظ دیگر ای کامرس سے مراد ہے تجارت اور کاروبار میں جدید اطلاعاتی ٹیکنالوجی (Information Technology: IT) کو بروئے کار لانا اور اس سے فائدہ اٹھانا۔ غرض ای کامرس میں یہ اُمور شامل ہیں: (i) رقم کی منتقلی اور ترسیل (Transfer) بذریعہ برقی آلات۔ (ii) برقیاتی مارکیٹنگ۔ (iii) آن لائن خرید و فروخت۔ (iv) کاروباری معلومات کا تبادلہ بذریعہ برقی آلات۔ (v) خودکار مشینوں (Automated) کا نظام۔ (vi) تجارت کے بارے میں اطلاعات کی فراہمی کا خودکار برقیاتی نظام۔

مختصراً ای کامرس میں برقیاتی خبر رسانی کی ٹیکنالوجی یعنی آئی ٹی (Information Technology) استعمال ہوتی ہے۔ مثلاً انٹرنیٹ (Internet)، ایکسٹرانیٹ (Extranet)، ای میل (E-Mail)، برقیاتی کتب (E-books)، موبائل فون اور دیگر کمپیوٹر نیٹ ورکس (Networks) وغیرہ۔

دورِ جدید میں ای کامرس کے لئے زیادہ مناسب اصطلاح ویب کامرس (Web Commerce) قائم کی گئی ہے۔ یعنی اشیاء و خدمات کی عالمی سطح کے جال (World Wide Web: www) کے ذریعہ خرید و فروخت، برقی آلات کے ذریعہ ادائیگی اور وصولی۔ نیز کریڈٹ کارڈ (Credit Card) وغیرہ کا استعمال۔ 1994ء تک ویب (Web) کا استعمال بہت مقبول ہو گیا اور 2000ء تک امریکہ اور مغربی یورپ میں بیشتر کاروباری اداروں نے اپنے ویب سائٹ (Web Sites) قائم کر لئے تھے۔ 2005ء تک ای کامرس شمالی امریکہ، مغربی یورپ اور مشرقی ایشیا کے چند ممالک، مثلاً جنوبی کوریا وغیرہ میں بہت مقبول ہوگئی' لیکن تیسری دنیا (Third World) کے پسماندہ اور زیر ترقی ممالک میں ابھی رائج نہیں ہو سکی۔ تاہم آہستہ آہستہ یہاں بھی متعارف ہو رہی ہے۔ 2005ء تک پوری دنیا میں برقیا کاروبار (یعنی ای کامرس) کے حجم کی مالیت بارہ ارب (Billion) ڈالر سے زائد تھی۔

افراطِ زر (Inflation)

گزشتہ اوراق میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ زر کی مقدار بڑھ جانے سے زر کی قدر (Value Money) کم ہو جاتی ہے، اور زر کی مقدار کم ہو جانے سے زر کی قدر بڑھ جاتی ہے۔ زر کی مقدار کے علاوہ بعض دیگر اسباب بھی زر کی قدر کو متاثر کرتے ہیں۔ ان دو مختلف معاشی حالتوں کو افراطِ زر (Inflation) اور تفریطِ زر (Deflation) کا نام دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس باب میں ہم افراطِ زر، اس کے اسباب، نتائج اور علاج پہ بحث کرتے ہیں۔

افراطِ زر (Inflation) کی تعریف (Definition):

افراطِ زر سے مراد ہے:

> ''قیمتوں میں اضافہ، جو اس صورت میں پیدا ہوتا ہے جب روپیہ کا استعمال اور مصرف بڑھ رہا ہو، لیکن اشیاء کی پیداوار (Output) میں متناسب اضافہ (Proportionate Increase) نہ ہو۔''

بالفاظ دیگر اس سے مراد ایسی معاشی صورتِ حال ہے جب روپیہ کی قدر کم ہو رہی ہو اور قیمتیں چڑھ رہی ہوں۔ یہ اس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب اشیاء کی طلب اور رسد کا توازن بگڑ جائے یعنی طلب زیادہ ہو، لیکن رسد کم۔ ایک ماہرِ معاشیات نے بڑے خوبصورت انداز میں کہا ہے کہ:

''جب تھوڑی چیزوں کے پیچھے زیادہ روپیہ بھاگے تو سمجھیے کہ افراطِ زر رونما ہو چکا ہے۔''

افراطِ زر کے نتائج (Consequences of Inflation):

افراطِ زر کے درجِ ذیل خوفناک نتائج برآمد ہوتے ہیں:

(i) قیمتیں مسلسل چڑھتی جاتی ہیں، (ii) مقدارِ زر اور مقدارِ اشیاء کی دوڑ میں پیداوار پیچھے رہ جاتی ہے، (iii) قیمتیں اور اُجرتیں ایک دوسرے کا تعاقب کرتی ہیں، یعنی ایک دوسرے کی وجہ سے بڑھتی جاتی ہیں۔ (iv) ذخیرہ اندوزی (Hoarding)، چور بازاری (Black Marketing)، پرائس کنٹرول راشننگ سسٹم کا رواج ہونے لگتا ہے۔ (vi) مالی اثاثوں اور سرمایہ کاری پر شرح سود و منافع کم ہو جاتی ہے جس کے باعث بچتوں کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ (vii) لوگوں کے اندر غیر زری اثاثے (Non-Monetary Assets) مثلاً زمینیں، عمارتیں، جائیداد وغیرہ جمع کرنے کا میلان بڑھ جاتا ہے اور سرمایہ کاری کا رجحان ماند پڑ جاتا ہے۔ (viii) مختلف اشیا کی قیمتوں کی باہمی نسبت غیر واضح ہو جانے سے پیداواری وسائل اور مداخل (Input) کی تخصیص (Allocation) میں گڑبڑ ہو جاتی ہے جس سے معاشی نشو و نما (Growth) کا عمل متاثر ہوتا ہے۔ (ix) افراطِ زر کے باعث بین الاقوامی منڈیوں میں مقابلیاتی قوت گھٹ جاتی ہے، ملکی کرنسی کی شرح مبادلہ (Exchange Rate) غیر موافق ہو جاتی ہے۔ اور بیرونی ادائیگیوں کا توازن (Balance of Payments) بگڑ جاتا ہے۔ (x) غریب اور معینہ آمدنی والا طبقہ بُری طرح متاثر ہوتا ہے کیونکہ ان کی آمدنی کا بیشتر حصہ اشیائے خوراک پر صَرف ہو جاتا ہے۔

افراطِ زر کی شرح (Rate of Inflation):

افراطِ زر کی شرح یوں بیان کی جاتی ہے:

> ''افراطِ زر کی شرح سے مراد ہے ایک خاص عرصہ کے دوران وہ فی صد شرح جس پر قیمتیں بڑھتی جا رہی ہوں۔''

"The inflation rate is the percentage rate per period that prices are increasing."

(S. Fischer)

افراطِ زر کی شرح یا قیمتوں میں اضافہ کی شرح ناپنے کا طریقہ یہ ہے: ایک خاص سال کے دوران قیمتوں میں فی صد تبدیلی معلوم کرنا، مثلاً 2010ء اور 2011ء کے دوران افراطِ زر کی شرح ناپنے کے لئے ذیل فارمولا استعمال کیا جائے گا:

2012ء میں افراطِ زر = (2012ء میں صارفین کی قیمتوں کا اشاریہ منفی 2011ء میں صارفین کی قیمتوں کا اشاریہ) / (2011ء میں صارفین کی قیمتوں کا اشاریہ) × 100 فیصد

$$\text{Inflation in 2012} = \frac{\text{CPI in 2012} - \text{CPI in 2011}}{\text{CPI in 2011}} \times 100$$

(بائیں طرف سے پڑھیں)

150 ہو اور 2011ء میں 165 ہو، تو افراطِ زر کی شرح یہ ہوگی: (بائیں سے دائیں پڑھیں)

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

$$\frac{165-150}{150}\times 100\% = \frac{15}{150}\times 100\% = 10\%$$

گویا افراطِ زر کی شرح 10 فیصد ہے۔ یعنی قیمتوں میں دس فیصد اضافہ ہوا ہے۔

افراطِ زر کے اسباب (Causes of Inflation):

افراطِ زر کے بڑے بڑے اسباب درج ذیل ہیں:

(1) طلب کے مقابلہ میں رسد میں کمی:

افراطِ زر کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اشیاء و خدمات کی رسد اُن کی طلب کے مقابلے میں کم ہو جاتی ہے یا رسد کے مقابلے میں طلب بڑھ جاتی ہے۔ گویا جس نسبت سے ملک میں چیزوں کی مانگ اور ضرورت بڑھتی ہے، اسی نسبت سے چیزوں کی پیداوار نہیں بڑھتی، جس کے باعث قیمتوں کا معیار بلند ہو جاتا ہے۔

(2) پیداوار میں کمی:

بعض اوقات مختلف اسباب کی بناء پر ملک میں اشیاء کی پیداوار اور رسد کم ہو جاتی ہے۔ مثلاً سیلاب، ژالہ باری، خشک سالی اور نباتاتی امراض کے باعث زرعی پیداوار گر جاتی ہے، اور زرعی خام مال کی قلت کے باعث صنعتی پیداوار بھی کم ہو جاتی ہے۔ نیز ذخیرہ اندوزی، سمگلنگ اور "درآمدات میں کمی" کے باعث بھی رسد گھٹ جاتی ہے۔

(3) مصارفِ پیدائش میں اضافہ (Increase in Cost of Production):

بعض اوقات اشیاء پیدا کرنے کے اخراجات بڑھ جاتے ہیں اس لئے قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مصارفِ پیداوار بڑھ جانے کے اسباب مختلف ہیں۔ مثلاً ٹیکسوں میں اضافہ، روپے کی قدر کا گر جانا، اُجرتوں میں اضافہ، شرح سود میں اضافہ، خام مال کا مہنگا ہو جانا اور مطلوبہ درآمدات کا کم ہو جانا وغیرہ۔

(4) ترقیاتی منصوبوں (Development Plans) پر خرچ:

کم ترقی یافتہ ممالک (Less Developed Countries: LDC) میں، افراطِ زر اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ترقیاتی منصوبوں کو عملی جامہ پہنانا چاہتے ہیں۔ لیکن مطلوبہ مقدار میں پس اندازی نہیں کر سکتے۔ اس لئے خسارے کی سرمایہ کاری (Deficit Financing) کے ذریعہ (یعنی ملک کے مرکزی بینک سے قرضہ لے کر اور مزید نوٹ چھاپ کر) ان منصوبوں کے لئے مالیات فراہم کئے جاتے ہیں۔ جو انجام کار افراطِ زر کا باعث بنتے ہیں۔

(5) زری مقدار میں اضافہ (Quantity of Money):

افراطِ زر کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حکومت اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے زیادہ کرنسی جاری کر دیتی ہے اور مختلف بینک بھی تاجروں کو زیادہ قرضہ جاری کر دیتے ہیں، اس لئے زری مجموعی مقدار بڑھ جاتی ہے اور چیزوں کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔

(6) آبادی میں اضافہ (Increase in Population):

افراطِ زر کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ ملک کی آبادی بڑھ جانے سے اشیاء و خدمات کی مانگ میں مسلسل اضافہ ہوتا جاتا ہے مگر اشیائے صَرف کی پیداوار اسی نسبت سے نہیں بڑھتی لہٰذا ان کی قلت کے باعث قیمتوں کا معیار بلند ہو جاتا ہے۔ اور ان کے ساتھ اشیائے سرمایہ (Capital Goods) یعنی مشینوں وغیرہ کی قیمتیں بھی بڑھتی جاتی ہیں اور یوں پوری معیشت مہنگائی کی لپیٹ میں آ جاتی ہے۔

افراطِ زر کا اصل سبب یہ ہے کہ اشیاء کی طلب، رسد سے بڑھ جاتی ہے یا اشیاء کی رسد، طلب سے کم ہو جاتی ہے۔

رسد کم ہونے کی عمومی وجوہات درج ذیل ہیں:

☆ عاملین پیدائش کی قلت، مثلاً مستعد کارکن، کاریگر، مستری، مکینک، ٹیکنیشن، مطلوبہ خام مال اور باہمت ناظمین وغیرہ کی کمی۔
☆ اشیائے سرمایہ، مشینوں، فاضل پرزوں اور دیگر ترقیاتی ساز و سامان کی قلت۔
☆ زرِ مبادلہ کی قلت کو دور کرنے کے لئے ملکی اشیاء کی برآمد بڑھ جانے سے ملک کے اندر رسد میں کمی۔
☆ زرِ مبادلہ (Foreign Exchange) کی قلت کے باعث یا ملک کی نوزائیدہ صنعتوں (Infant Industries) کو بیرونی مقابلہ سے تحفظ و تامین (Protection) دینے کی خاطر (یعنی غیر ملکی درآمدات پر بھاری ٹیکس لگانے کے باعث) ضروری اشیاء کی درآمد میں کمی۔
☆ ناساز گار موسم، مثلاً خشک سالی یا زائد بارشوں، سیلابوں، قدرتی آفتوں اور نباتاتی بیماریوں کے باعث زرعی پیداوار میں کمی۔

ان کے علاوہ اشیاء کی طلب میں اضافہ (اور قیمتوں کے چڑھنے) کی یہ وجوہات ہوتی ہیں:

(الف) عام لوگوں کے صرفی اخراجات (Consumption Expenditure) میں اضافہ۔
(ب) سرمایہ کاری خرچ (Investment Expenditure) میں اضافہ۔
(ج) زری رسد میں اضافہ۔
(د) ٹیکسوں میں تخفیف کے باعث لوگوں کی قابلِ تصرف آمدنی (Disposable Income) میں اضافہ۔
(ھ) ملکی برآمدات کے لئے بیرونی طلب میں اضافہ۔
(و) سرکاری اہلکاروں اور غیر سرکاری کارکنوں و ملازموں کے مطالبہ پر تنخواہوں اور اجرتوں میں اضافہ۔

افراطِ زر کی اقسام (Kinds of Inflation):

افراطِ زر کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں: اول، طلب میں اضافہ کے باعث یا "طلب کشیدہ افراطِ زر" (Demand Pull Inflation) اور دوم، مصارف میں اضافہ کے باعث یا "لاگت فشار افراطِ زر" (Cost Push Inflation)۔

طلب کشیدہ افراطِ زر سے مراد یہ ہے کہ اگر صارفین یا آجرین یا حکومت کی طلب برائے اشیاء و خدمات میں اضافہ ہو جائے جو اشیاء کی مقدار اور رسد سے بڑھ جائے تو قیمتوں میں اضافہ یعنی افراطِ زر رونما ہو جائے گا۔

لاگت فشار افراطِ زر سے یہ مراد ہے کہ اشیاء پیدا کرنے کے مصارف، خاص طور پر مزدوروں کی اُجرتیں، بڑھ جائیں اور ان کے باعث قیمتیں چڑھ جائیں تو افراطِ زر کا آغاز ہو جائے گا۔

تاہم ماہرین نے تحقیق و جائزہ کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ جن ملکوں میں نچلے درجہ کا افراطِ زر رائج ہو وہاں معاشی ترقی کا عمل مضبوط و مستحکم ہوتا ہے۔ اس کے برعکس جن ملکوں میں بلند شرح کا افراطِ زر یا تفریطِ زر موجود ہو وہاں معاشی ترقی کی رفتار انتہائی سست ہوتی ہے۔ لہٰذا آہستہ آہستہ چڑھتی ہوئی قیمتیں صحت مند معاشی ترقی کے لئے بڑے موزوں اور موافق حالات پیدا کرتی ہیں۔ چنانچہ تیز رو اور شدید افراطِ زر کو روکنا چاہیے۔

"A predictable and gently rising price level provides the best climate for healthy economic growth." (PAS)

افراطِ زر کا علاج (Remedies of Inflation):

افراطِ زر کا بہترین علاج یہ ہے کہ اشیاء کی رسد بڑھائی جائے اور طلب کو کم کیا جائے، اس مقصد کے لئے درج ذیل اقدامات کئے

awazeinqilab.com

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

جاتے ہیں:

(الف) زرِاقدامات (Monetary Measures):

1۔ مرکزی بینک کی شرح سود (Bank Rate) میں اضافہ:

ملک کا مرکزی بینک عام بینکوں کو جو قرضے دیتا ہے ان پر شرح سود بڑھا دیتا ہے، اور عام تجارتی بینک بھی تاجروں اور کارخانہ داروں کو جو قرضہ دیتے ہیں ان پر سود کی شرح بڑھا دیتے ہیں، اس لئے کاروباری لوگ پہلے سے کم قرضہ لیتے ہیں اور روپے کی مجموعی مقدار سکڑ جاتی ہے۔ نیز عام لوگ اپنی آمدنی کا زیادہ حصہ بچانے لگ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی بچتوں کو قرضہ میں دے کر زیادہ شرح سود کما سکتے ہیں۔ اس طرح اشیاء کی طلب کچھ کم ہو جاتی ہے۔

2۔ قرضہ جاری کرنے کی استعداد گھٹا دینا:

مرکزی بینک، عام بینکوں کی قرضہ جاری کرنے کی استطاعت گھٹا دیتا ہے۔ اس کے دو طریقے ہیں: ایک تو یہ کہ مرکزی بینک عام بینک عام بینکوں کے ہاتھ سرکاری کفالتیں فروخت کر دیتا ہے۔ اور ان کا نقد روپیہ مرکزی بینک کے پاس جمع ہو جاتا ہے، جس کے باعث وہ زیادہ قرضہ جاری نہیں کر سکتے۔ دوسرا یہ کہ وہ تمام بینکوں کو یہ ہدایت کرتا ہے کہ وہ اپنے پاس جمع شدہ امانتوں کا پہلے سے زیادہ حصہ نقد محفوظات (Cash Reserves) کے طور پر مرکزی بینک کے پاس جمع کروائیں (مرکزی بینک کے ان اقدامات پر مفصل بحث مرکزی بینک کے باب میں بیان کی گئی ہے)۔

3۔ کرنسی کی "قدر" میں اضافہ:

ملکی کرنسی کی قدر و قیمت غیر ملکی کرنسی کے مقابلہ میں بڑھا دی جاتی ہے تاکہ برآمدات کم ہو جائیں اور ملک کے اندر اشیاء کی رسد بڑھ جائے۔

(ب) مالیاتی اقدامات (Fiscal Measures):

افراطِ زر کو کنٹرول کرنے کے لیے چند مالیاتی اقدامات بھی کئے جاتے ہیں جن کا تعلق حکومت کی آمدنی اور اخراجات سے ہوتا ہے۔ ان میں درجِ ذیل قابلِ ذکر ہیں:

4۔ سرکاری اخراجات میں تخفیف (Reduction in Public Expenditure):

حکومت اپنے سرکاری اخراجات میں کفایت کرتی ہے اور کم ضروری اخراجات ختم کر دیتی ہے جس کے نتیجہ میں اشیاء کی طلب میں کمی آجاتی ہے۔

5۔ نجی اخراجات (Private Expenditure) میں تخفیف:

حکومت عام لوگوں کی آمدنیوں پر مروجہ ٹیکسوں کی شرح بڑھا دیتی ہے۔ بعض اوقات نئے ٹیکس عائد کر دیتی ہے، جس کے نتیجہ میں لوگوں کی قوتِ خرید (Purchasing Power) کم ہو جاتی ہے اور وہ اپنی طلب گھٹا دیتے ہیں۔

6۔ بچتوں (Saving) کی حوصلہ افزائی:

مختلف طریقوں سے بچتوں کی حوصلہ افزائی کی جا سکتی ہے تاکہ لوگ اپنی آمدنی کا پہلے سے زیادہ حصہ پس انداز کریں اور اشیاء کی طلب کم ہو جائے۔ پاکستان میں بچتوں کی حوصلہ افزائی کے لئے کئی سکیمیں جاری کی گئی ہیں، مثلاً ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ، بہبود سیونگ سرٹیفکیٹ، نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ (یونٹ)، بچت کھاتے، پوسٹل لائف انشورنس اور انعامی بانڈ وغیرہ۔

(ج) غیر زری اقدامات (Non-Monetary Measures):

افراطِ زر کنٹرول کرنے کے لئے درجِ ذیل غیر زری اقدامات کئے جاتے ہیں:

7۔ برآمدات میں کمی:

ملک میں اشیاء کی رسد بڑھانے کے لئے ضروری اشیاء کی برآمدات کم کر دی جاتی ہیں، یوں قیمتوں کا معیار زیادہ بلند نہیں ہوتا۔

8۔ درآمدات میں اضافہ:

ملک میں جن اشیاء کی قلت ہوتی ہے ان کی درآمد میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ جیسے پاکستان میں بعض سالوں میں گندم، چینی، خوردنی تیل اور دیگر اشیاء درآمد کر لی جاتی ہیں۔

9۔ قیمتوں کا انضباط (Price Control):

ضروری اشیاء کی قیمتوں پر کنٹرول نافذ کر دیا جاتا ہے تاکہ لوگوں کو نسبتاً کم قیمت پر اشیاء مل سکیں۔

10۔ اشیاء و خدمات کی پیداوار میں اضافہ:

افراطِ زر کی اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ اشیاء و خدمات کی رسد ان کی طلب سے کم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا افراطِ زر کا بہترین علاج یہ ہے کہ ضروری چیزوں کی پیداوار بڑھائی جائے اور ترقیاتی منصوبے بنائے جائیں۔ چنانچہ زرعی پیداوار بڑھانے کے لئے کسانوں تک ضروری مداخل (Inputs) بہم پہنچائے جائیں، مثلاً بیج، کھاد، پانی، کیڑے مار دوائیں، زرعی مشینری وغیرہ۔ صنعت افروزی کے لئے صنعتی خام مال، توانائی (Energy) اور بنکاری سہولیات وغیرہ مہیا کی جائیں۔

پاکستان میں افراطِ زر اور مہنگائی کا مسئلہ:

گذشتہ عرصہ کے دوران پاکستان میں اشیاء کی قیمتیں مسلسل چڑھتی گئی ہیں۔ جس کے باعث غریب اور مقررہ آمدنی حاصل کرنے والے لوگ سخت پریشان ہیں۔ کرنسی اور زر کی مقدار میں جتنا اضافہ ہوا ہے، اشیاء کی پیداوار میں اسی تناسب سے اضافہ نہیں ہوا۔ اس کا ثبوت مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے ملتا ہے۔

زر کی مقدار گزشتہ 64 سالوں میں اوسطاً تیرہ فیصد سالانہ کے حساب سے بڑھتی گئی ہے۔ جب کہ قومی پیداوار اوسطاً صرف پانچ فی صد سالانہ کے حساب سے زیادہ ہوئی ہے۔ اس وجہ سے ملک میں افراطِ زر کا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ اور اگر قیمتوں کی سطح 1950-51ء میں 25 تھی تو وہ بلند ہو کر 1992-93ء میں 250 ہو گئی یعنی دس گنا۔ اور 2000-01ء میں جتنی اشیاء سو روپے میں ملتی تھیں، اتنی 2010-11ء میں 242 روپے میں ملتی تھیں۔ افراطِ زر کی شرح 2002-03ء میں 3.1 فیصد تھی جو بڑھ کر 14.1 فیصد ہو گئی جبکہ جی۔ ڈی۔ پی کی شرح افزائش صرف دو فیصد رہی۔ گویا افراطِ زر کے باعث ضروریاتِ زندگی بہت مہنگی ہو گئی ہیں۔

پاکستان میں صارفین کا قیمتائی اشاریہ (Consumer Price Index: CPI) معلوم کرنے کے لئے روزمرہ زندگی میں استعمال ہونے والی 375 اشیاء و خدمات کی قیمتوں کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے۔ جن میں یہ قابلِ ذکر ہیں: غذائی اشیاء، مشروبات، کرایہ، کپڑے، جوتے، ایندھن، روشنی، صفائی، دھلائی، صابن، نقل و حمل، مواصلات، تعلیم، تفریح، فرنیچر، گھریلو ساز و سامان اور ادویات وغیرہ۔

اس کے علاوہ ایک حساس قیمتائی اشاریہ (Sensitive Price Indicator : SPI) بھی تیار کیا جاتا ہے جو کم آمدنی والے طبقہ کے استعمال میں آنے والی 53 اشیاء کی قیمتوں کے حوالے سے مرتب کیا جاتا ہے۔ اس میں وہ گھرانے شامل کئے جاتے ہیں جن کی ماہانہ آمدنی تین ہزار تا بارہ ہزار روپے ہے۔

افراطِ زر کے ناگوار نتائج (Consequences of Inflation):

افراطِ زر کے باعث کئی ناگوار نتائج پیدا ہوئے ہیں، مثلاً

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

(1) خوراک کا پست معیار:

مہنگائی کے باعث عوام کی خوراک کا معیار پست ہوگیا ہے۔ وہ قوت بخش غذائیں مثلاً گوشت، مچھلی، انڈے، دودھ، مکھن اور پھل کھانے سے محروم ہوگئے ہیں، جس سے وہ جسمانی طور پر کمزور ہوتے جارہے ہیں۔

(2) تعلیم سے محرومی (Deprival):

گرانی کے باعث غریب عوام اپنے بچوں کو تعلیم بھی نہیں دلوا سکتے۔ اس طرح جہالت اور بے علمی کے باعث ان کی ذہنی صلاحیتیں بروئے کار نہیں لائی جاسکیں گی اور ان کی پیداواری استعداد پست رہے گی۔ نیز وہ بیماری کے علاج کی توفیق بھی نہیں رکھتے۔

(3) معاشرتی جرائم (Crimes) میں اضافہ:

غربت اور تنگ دستی کے باعث کچھ حد تک معاشرتی جرائم میں اضافہ ہوگیا ہے۔ پاکستان میں چوری، ڈاکہ زنی، غبن، رشوت ستانی، قتل وغارت، مکروفریب، بے ایمانی، اوباش پن، آوارگی، اغوا برائے تاوان اور بدمعاشی کو فروغ حاصل ہوا ہے۔ بڑے شہروں میں سٹریٹ کرائم بہت بڑھ گئے ہیں۔

(4) تقسیم دولت میں بے اعتدالی (Unevenness):

افراطِ زر کے باعث تقسیمِ دولت میں مزید بے اعتدالی پیدا ہوگئی ہے۔ یعنی مہنگائی کے باعث غریب طبقہ غریب تر ہوگیا ہے، اور امیر طبقہ امیر تر۔ کیونکہ بڑے بڑے تاجروں، کارخانہ داروں اور سرمایہ داروں کے منافع کی شرح بلند ہوگئی ہے اور وہ ڈھیروں دولت سمیٹ رہے ہیں۔ کیونکہ افراطِ زر ایک تنزیلی ٹیکس Regressive Tax کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یعنی امیروں کی بجائے غریبوں پر زیادہ بوجھ پڑتا ہے۔

(5) معاشی و صنعتی بدامنی:

افراطِ زر کے باعث اداروں، کارخانوں اور دفتروں میں ملازمت پیشہ لوگ اپنی اُجرتوں اور تنخواہوں میں اضافہ کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں۔ ویسے بھی مہنگائی کے باعث لوگوں میں بے چینی بڑھ جاتی ہے جو بدامنی کا پیش خیمہ ہوسکتی ہے۔

(6) ادائیگیوں کے توازن (Balance of Payments) میں خسارہ:

افراطِ زر کے باعث ہماری برآمد ہونے والی اشیاء کی قیمتیں بڑھ گئی ہیں، اس لیے ان کی برآمد گھٹ جانے کا خطرہ ہے۔ دوسری جانب 2011ء کے دوران درآمدات میں 38 فیصد اضافہ ہوگیا۔ اور یوں ''بیرونی ادائیگیوں کے توازن'' میں خسارہ پیدا ہوگیا ہے۔

(7) بیرونی قرضہ کے بوجھ میں اضافہ:

افراطِ زر کے باعث پاکستان کے اندرونی اور بیرونی قرضوں کی مقدار اور بوجھ میں اضافہ ہوگیا ہے جس پر حکومت کو زیادہ سود (Debt Services) کی ادائیگی کرنا پڑتی ہے۔ چنانچہ مارچ 2010ء میں پاکستان پر 54 بلین (ارب) 98 کروڑ ڈالر کا بیرونی قرضہ تھا جس پر حکومت نے اس سال ترپن (53) کروڑ ڈالر سود ادا کیا۔

(8) بے روزگاری میں اضافہ:

افراطِ زر کے باعث زرعی اور صنعتی خام مال مہنگا ہو جاتا ہے جس سے کارخانہ داروں کے مصارفِ پیداوار (Costs of Production) بڑھ جاتے ہیں، چنانچہ بعض کارخانہ دار مجبوراً وقتی طور پر اشیاء کی پیداوار کم کردیتے ہیں یا کارخانہ بند کردیتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں ایک طرف بے روزگاری بڑھتی ہے اور دوسری طرف اشیاء کی رسد مزید کم ہوجاتی ہے۔

پاکستان میں افراطِ زر کی وجوہات (Causes of Inflation):

افراطِ زر اور قیمتوں میں اضافہ کے اسباب حسب ذیل ہیں:

(1) مقدارِ زر میں اضافہ (تمویل خسارہ یا خسارے کی سرمایہ کاری) (Deficit Financing):

پاکستان میں افراطِ زر کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ حکومت ملک کے ترقیاتی منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے اور اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے مقدارِ زر میں اضافہ کرتی رہی ہے، اور سٹیٹ بینک سے قرضہ لیتی رہی ہے۔ چنانچہ زیرِ گردش کرنسی کی مقدار مسلسل بڑھتی گئی ہے۔ مثلاً جون 2004ء میں زیرِ گردش کرنسی کی مقدار پانچ کھرب 78 ارب گیارہ کروڑ روپے تھی جو بڑھ کر مارچ 2011ء پندرہ کھرب 19 ارب 99 کروڑ روپے ہوگئی یعنی سات سالوں میں پونے تین گنا۔ چھٹے منصوبے (یعنی 1983ء تا 1988ء) کے عرصہ میں ترقیاتی پروگرام پر 225 بلین روپے خرچ کئے گئے۔ اس میں 43 بلین روپے (یعنی انیس فی صد رقم) ملک کے بنکاری نظام سے قرض لئے گئے جو تمویل خسارہ کی شکل میں افراطِ زر کا باعث ہے۔ اسی طرح ساتویں اور آٹھویں منصوبے کی مدت اور پھر 2010-11ء کے دوران بھی خسارے کی سرمایہ کاری کے باعث مقدارِ زر بڑھ گئی۔

(2) سرکاری شعبہ کے اخراجات میں اضافہ:

حکومت پاکستان آبپاشی اور بجلی کے منصوبوں، مواصلات اور نقل و حمل کی ترقی اور فلاحِ عامہ کے کاموں پر روپیہ خرچ کر رہی ہے، جس کے باعث ملک کے مجموعی صَرفِ دولت میں اضافہ ہو رہا ہے، لیکن پیداوار میں اضافہ اس وقت ہوگا جب یہ تمام منصوبے مکمل ہوجائیں گے۔ اس وجہ سے بھی افراطِ زر ہوتا گیا ہے۔

(3) پیداوار میں کمی:

فراطِ زر کا ایک اہم سبب یہ ہوتا ہے کہ ملک میں زرعی اور صنعتی اشیاء کی پیداوار ضرورت سے کم ہوجاتی ہے اور قیمتوں کی سطح بلند ہوجاتی ہے۔ ہمارے ہاں زرعی پیداوار حسبِ ضرورت نہیں بڑھ سکی، جس کے بڑے بڑے اسباب یہ ہیں:

ناقص زرعی نظام، بڑی بڑی زمینداریوں اور جاگیرداریوں کے باعث زمین کا چند ہاتھوں میں ارتکاز، مزارعین کا استحصال، کسانوں کے پاس سرمائے، بیجوں اور کھاد کی قلت، زمین کی سیم اور تھور سے تباہی، آبپاشی کی سہولتوں کی کمی، دہقانوں کی جہالت و پس ماندگی، کھیتی باڑی کے فرسودہ طریقے، جامع زرعی منصوبہ بندی کی عدم موجودگی اور بعض سالوں میں سیلاب یا خشک سالی کے حالات۔

پاکستان میں صنعتی پیداوار بھی حسبِ ضرورت نہیں بڑھ سکی، جس کے اسباب یہ ہیں:

غیر یقینی معاشی پالیسی، سرمایہ اداروں کو عدم تحفظ کا احساس، مقابلہ کے عنصر کی عدم موجودگی، ناقص صنعتی منصوبہ بندی، زرِ مبادلہ کی قلت، تربیت یافتہ عملہ کی کمی، اعلیٰ صلاحیت کے ناظموں کی قلت، صنعت کاروں کی مفاد پرستانہ پالیسی۔ 1995ء کے دوران (بے نظیر) حکومت اور (نواز شریف) اپوزیشن میں زبردست کشمکش اور محاذ آرائی کے باعث معاشی حالات بے حد بگڑ گئے۔ چار ہزار کارخانے بند ہو گئے اور پیداوار کم ہوگی۔ مئی 2000ء میں معیشت کی دستاویز بندی کی مہم کے دوران تاجروں کی مزاحمت۔ 1998ء تا 2005ء معاشی منصوبہ بندی میں تعطل اور وقفہ، ہمسایہ ملک افغانستان کی امریکہ کے ہاتھوں تباہی کے اثرات، 9 مارچ 2007ء میں چیف جسٹس کی برطرفی کے خلاف شدید احتجاجات اور 27 دسمبر 2007ء کو سابق وزیر اعظم بے نظیر بھٹو کے قتل کے باعث ہنگامے پھوٹ پڑے۔ اندرونِ ملک بدامنی، مختلف ملکی مسائل پر سیاسی جماعتوں کے احتجاجات، غیر یقینی اقتصادی و کاروباری حالات کے باعث سرمائے کا ملک سے فرار (Flight of Capital) اور معاشی بحران کے سبب معیشت کی سست روی۔ ''امریکہ-افغان'' جنگ کے باعث پاکستانی معیشت کو بارہ ارب ڈالر کا نقصان ہوا۔ 2008ء تا 2011ء کے دوران افغان-پاکستان سرحد پر امریکی حملوں کے باعث حالات مزید خراب ہوگئے۔ سوات، مالاکنڈ اور وزیرستان کے علاقوں میں دہشت گردوں اور طالبان کے خلاف جنگ کے باعث شدید بدامنی اور اگست 2010ء اور 2011ء میں تباہ کن سیلاب طوفانی بارشوں کی وجہ سے معیشت بُری طرح متاثر ہوئی۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

(4) روپے کی قدر میں کمی:

مئی 1972ء میں حکومت پاکستان نے روپے کی بیرونی قدر میں کمی کر دی، اور 4.74 روپے فی ڈالر سے کم کر کے 11 روپے فی ڈالر مقرر کر دی۔ اس طرح جب بیرونِ ملک سے درآمد ہونیوالی اشیاء کی قیمتوں میں انتہائی اضافہ ہو گیا تو ملک کے اندر تیار ہونے والی چیزوں کی قیمتیں بھی چڑھ گئیں۔ بے نظیر دورِ حکومت 1993ء تا 1996ء میں روپے کی قدر بار بار کم کی گئی 2011ء میں پاکستانی روپے کی بیرونی قدر مزید گر کر 89 روپے فی ڈالر ہو گئی تھی۔ یعنی 39 سال کے بعد ایک روپیہ صرف پانچ پیسے کے برابر رہ گیا۔

(5) پٹرول کی قیمت میں اضافہ:

افراطِ زر کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ بین الاقوامی سطح پر تیل کی قیمت میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا ہے۔ اب ہر معیشت میں اس کی زرعی اور صنعتی پیداوار یا قیمتوں کے معیار کے ساتھ ساتھ وہاں تیل کی پیداوار اور قیمت کو بہت اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ کیونکہ زرعی مشینیں، صنعتی مشینیں اور گاڑیاں وغیرہ اسی صورت میں حرکت پذیر رہ سکتی ہیں، جب انہیں تیل کی سپلائی ملتی رہے۔ چونکہ پاکستان کو اپنی ضرورت کا بیشتر تیل، غیر ممالک سے درآمد کرنا پڑتا ہے اس لئے تیل کی قیمت میں اضافہ سے ہر چیز کی قیمت متاثر ہوتی ہے اور پاکستان میں مہنگائی بڑھ گئی ہے۔

(6) آبادی میں اضافہ:

ماہرین کی رائے کے مطابق پاکستان میں مہنگائی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہاں آبادی کی شرح افزائش کافی بلند ہے، اور ہر سال تقریباً پینتیس لاکھ نفوس کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ جن کے لیے خوراک، کپڑے، رہائش اور طبی سہولتوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ غرض اشیاء و خدمات کی طلب بڑھتی جاتی ہے اور قیمتوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

(7) منافع خوری:

پاکستانی صنعت کار اور امپورٹر اپنے منافع کی شرح بہت بلند رکھتے ہیں۔ چونکہ ہماری معیشت میں مکمل مقابلہ موجود نہیں ہے، بلکہ تقریباً ہر شعبہ میں مقابلہ غیر مکمل اور اجارہ دارانہ ہے۔ اس لئے منافع کی بلند شرح کے باعث قیمتوں کا رجحان مستقلطور پر بلند رہتا ہے۔

(8) غیر مساوی تقسیمِ دولت:

مہنگائی کا ایک سبب غیر مساوی تقسیمِ دولت کا نظام ہے۔ قومی دولت کے بیشتر حصہ پر ملک کے چند زمیندار، تاجر اور صنعت کار قبضہ جمائے بیٹھے ہیں، وہ اپنی دولت کو فضول خرچی، اسراف اور تعیشات میں اڑا دیتے ہیں اور یوں چیزیں مہنگی ہوتی جاتی ہیں۔

"1970ء میں ملک کی بیشتر صنعتی دولت 22 خاندانوں کی ملکیت میں تھی۔ 2003 میں ان کی تعداد بڑھ کر 39 ہو گئی جو مجموعی طور پر کم از کم پندرہ کھرب روپے کے مالک ہیں۔ ان میں سے بیشتر نے بینکوں سے قرضے لے کر واپس بھی نہیں کئے لیکن 2003ء تا 2005ء کے دوران ان کے ذمہ واجب الادا اربوں روپے کے قرضے معاف کر دیے گئے جس کے بعد "قومی احتساب کا محکمہ": نیب (NAB) میں ان ارب پتی نادھندگان کے خلاف نادھندگی کے مقدمات ختم کر دیے گئے" ("ارب پتی خاندان" صفحہ 272/252)۔ سابق صدر جنرل پرویز مشرف نے اپنے دورِ حکومت کے آخر میں قومی مفاہمتی آرڈیننس (N.R.O) جاری کیا جس کی رُو سے کئی سیاستدانوں اور لیڈروں کے ذمہ دھاندلی اور کرپشن سے لوٹے ہوئے اربوں روپے معاف کر دیے گئے جبکہ دوسری طرف ملک کی کثیر آبادی بے پناہ غربت میں غرق ہے۔

(9) درآمدات کی قیمتوں میں اضافہ:

پاکستان کی بڑی بڑی درآمدات (مثلاً گندم، دودھ برائے شیر خواران، خوردنی تیل، کھادیں، مشینری، چینی، زرعی ٹریکٹر اور سامانِ مواصلات وغیرہ) کی "اکائی کی قدر" (Unit Value) (پاکستان کی برآمدات کی قیمتوں کے اوسط معیار سے) بڑھ گئی ہے۔ اس لئے چیزیں مہنگی ہو گئی ہیں۔

(10) غیر ترقیاتی اخراجات میں اضافہ:

افراطِ زر کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ حکومت کے انتظامی، غیر ترقیاتی اور غیر پیداواری اخراجات میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ سرکاری افسران اپنے فرائض کی ادائیگی کے سلسلے میں بہت زیادہ سہولتیں اور آسائشیں حاصل کر کے سرکاری خزانے پر بے جا بار ڈالتے ہیں۔ مثلاً پاکستان میں ایوانِ صدر کا سالانہ خرچ ایک ارب اسی لاکھ روپے ہے جو روزانہ ستائیس لاکھ روپے بنتا ہے۔ وزیر اعظم ہاؤس کا سالانہ خرچ ایک ارب روپے اور وزیر اعظم کے دفتر کا خرچ ایک ارب ستر لاکھ روپے ہے۔" (روزنامہ جنگ 5-1-1998) گویا تینوں اداروں کا مجموعی خرچ تین ارب ڈیڑھ کروڑ روپے سالانہ ہے۔ 2009ء میں وزیر اعظم گیلانی کی وفاقی کابینہ اور مشیروں کی تعداد بڑھا کر 80 کر دی گئی۔ جس سے سرکاری خزانہ پر بوجھ مزید بڑھ گیا۔

(11) بدامنی اور لوٹ کھسوٹ:

سرکاری خزانے کی لوٹ کھسوٹ کے باعث وسائل ضائع ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں پاکستان کے سابق وزیر خزانہ ڈاکٹر محبوب الحق نے کہا "کس قدر المیہ ہے کہ جس ملک میں غریب کو پینے کا صاف پانی، تعلیم اور علاج میسر نہیں، اس کا شمار دنیا کے تیسرے بڑے کرپٹ ملک کی حیثیت سے کیا جا رہا ہے۔ اس وقت پاکستان کے بااثر افراد کا بیس ارب ڈالر کا کالا دھن (Black Money) بیرونِ ملک جمع ہے۔ پاکستان کے غیر ترقیاتی بجٹ کا نوے فیصد دفاعی اخراجات اور قرضوں کی ادائیگی پر صَرف ہو رہا ہے۔ بینکوں اور مالیاتی اداروں کی ایک سو ارب روپے سے زائد رقم بااثر افسران کے ذمہ واجب الادا ہے۔" (3 دسمبر 1995ء) 2011ء میں پاکستان کے امیر کبیر سیاستدانوں کے 97 ارب ڈالر بیرونِ ملک بینکوں میں جمع تھے۔

(12) سودی معیشت کی نحوست:

پاکستان ایک مسلم ریاست ہے۔ اور اس کے قیام کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ یہاں انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اسلامی نظریۂ حیات کے مطابق استوار کیا جائے۔ سیاسی، معاشرتی، اقتصادی، تجارتی، مالیاتی وغیرہ سارے اُمور و معاملات اسلامی تعلیمات کے عین مطابق سرانجام دیے جائیں۔ گویا دینِ اسلام عملاً نافذ کر دیا جائے۔ لیکن آزاد و خود مختار قوم کی حیثیت سے گذشتہ 64 سالہ عرصہ گزر جانے کے باوجود اصل مقصد حاصل نہیں ہو سکا اور اسلامی اصول و قوانین اور قواعد و ضوابط کو اختیار نہیں کیا گیا، لہٰذا قوم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عطا کردہ پاکیزہ اور باعثِ خیر نظامِ حیات کی برکات سے محروم ہے۔ سب سے بڑی نحوست تو سود ہے جو ملکی معیشت میں پوری طرح سرایت کر چکا ہے۔ سود کو رائج کرنا گویا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ کرنا ہے (القرآن، سورہ بقرہ: 275) لہٰذا جب تک معیشت کو سود اور دیگر خلافِ اسلام باتوں سے پاک نہیں کیا جاتا معاشی حالات بہتر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ ضرورت ہے کہ فوری طور پر قومی معیشت کو اسلامی نظام کے تابع کر دیا جائے جس کے بعد یہ انشاء اللہ ایک پاکیزہ، عادلانہ، خوشحال، استحصال سے پاک، فلاحی اور ترقی یافتہ معیشت بن جائے گی۔

مہنگائی اور افراطِ زر کا علاج (Remedy):

پاکستان میں موجودہ مہنگائی اور افراطِ زر کے باعث غریب عوام (خصوصاً مقررہ آمدنی والے) سخت پریشان ہیں، کیونکہ جس نسبت سے قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے اسی نسبت سے ان کی تنخواہیں یا اُجرتیں نہیں بڑھ سکیں، وہ اپنی بنیادی ضرورتیں بھی پوری نہیں کر سکتے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ مہنگائی ختم کرنے کے لئے مندرجہ ذیل طریقے اختیار کئے جائیں:

(1) بنیادی خرابیوں کا خاتمہ:

جن وجوہات کے باعث (جن کا گذشتہ صفحات میں ذکر کیا گیا ہے) مہنگائی پیدا ہوئی ہے، سب سے پہلے انہیں دور کرنا چاہیے اور

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

سمگلنگ، ذخیرہ اندوزی، منافع خوری، چور بازاری اور بددیانتی وغیرہ کا خاتمہ کرنا چاہیے۔

(2) پیداوار میں اضافہ:

مہنگائی کا اصل سبب یہ ہوتا ہے کہ اشیاء کی رسد، ان کی طلب کے مقابلے میں کم ہو جاتی ہے، یا زر کی مقدار اشیاء وخدمات کی پیداوار سے بڑھ جاتی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اشیاء کی پیداوار بڑھائی جائے۔ اس غرض کے لئے زرعی، صنعتی، تجارتی اور مواصلاتی شعبہ کی تمام کمزوریاں اور خامیاں دور کرنی چاہئیں، تاکہ زرعی فصلیں زیادہ ہوں، مصنوعات کی پیداوار بڑھے، تجارت چمک اُٹھے اور چیزیں ملک کے ایک حصے سے دوسرے حصے میں جلد از جلد پہنچ سکیں۔

(3) ضروریاتِ زندگی کی درآمد:

جن اشیاء کی ملک میں قلت ہے انہیں درآمد کرنا چاہیے، تاکہ ان کی رسد بڑھ سکے۔ نیز ضروری اشیاء ملک سے برآمد نہ کی جائیں۔

(4) ٹیکسوں کے نظام کی اصلاح:

محصولات کا نظام درست ہونا چاہیے تاکہ ٹیکسوں کی چوری نہ ہو اور حکومت کی آمدنی اس قدر بڑھ جائے کہ نہ تو نئے ٹیکس عائد کرنے پڑیں اور نہ حکومت کو نئے نوٹ چھاپ کر کام چلانا پڑے کیونکہ نئے ٹیکسوں اور نئے نوٹوں سے گرانی بڑھ جاتی ہے۔

(5) ذرائع توانائی میں اضافہ:

ملک کے اندر توانائی یعنی بجلی اور پٹرول کے وسائل کو ترقی دینی چاہیے تاکہ تیل کے لئے بیرونی ممالک پر دارومدار گھٹایا جائے۔ کالاباغ ڈیم تعمیر کرنا چاہیے۔

(6) برآمدات میں اضافہ:

برآمد ہونے والی اشیاء کی مقدار زیادہ اور معیار بہتر بنانا چاہیے تاکہ زیادہ زرِ مبادلہ کمایا جا سکے۔

(7) اخلاقِ حسنہ اور انصاف کا فروغ:

بددیانتی اور بدعنوانی ختم کر کے قوم کو چاہیے کہ اخلاقِ حسنہ اپنائے، نیز دولت کی تقسیم مساویانہ اور منصفانہ کرنی چاہیے۔

(8) زرِ مبادلہ کا حصول اور استعمال:

غیر ملکی قرضہ پر دارومدار گھٹانا چاہیے اور بیرونِ ملک کام کرنے والے پاکستانیوں کی آمدنی، سامانِ تعیش پر خرچ ہونے کے بجائے صنعتی ترقی اور سرمایہ کاری پر خرچ ہونی چاہیے۔

(9) زرعی آمدنی ٹیکس کا نفاذ:

محصولاتی آمدنی کم ہونے کی وجہ سے حکومت اپنے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے خسارہ کی سرمایہ کاری (Deficit Financing) سے کام لیتی ہے، جس کے باعث افراطِ زر رونما ہوتا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ اپنی محصولاتی آمدنی بڑھانے کے لئے جاگیرداروں اور زمینداروں کی آمدنی پر انکم ٹیکس عائد کرے۔ کیونکہ قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک یہ آمدنیاں ٹیکس سے مستثنیٰ رہی ہیں۔ ماہرین کے اندازہ کے مطابق زرعی آمدنی پر ٹیکس سے سالانہ ایک کھرب روپے کی آمدنی حاصل ہو سکتی ہے۔ ایسی صورت میں کوئی نیا ٹیکس نہیں لگانا پڑے گا، بلکہ موجودہ ناروا ٹیکسوں کو ختم کرنا بھی آسان ہوگا۔

اس سلسلہ میں یہ قدم بھی اٹھایا جا سکتا ہے کہ بڑی بڑی جاگیرداریاں اور ''غائب باش زمینداریاں'' (Absentee Landlordism) قانوناً ختم کر دی جائیں، جیسا کہ بھارت نے کیا تھا۔ اس نے 1953ء میں تنسیخ زمینداری ایکٹ کے ذریعہ تمام زمینداریاں (ماسوائے خود کاشت یعنی صرف تیس ایکڑ اراضی فی کس) ختم کر دی تھیں اور ان کی ملکیت حکومت کے پاس آگئی۔ زمینداروں کو ان زمینوں کے عوض مالی

بانڈز (Money Bonds) دیئے گئے جو آٹھ سال کی مدت میں بالاقساط واجب الادا تھے۔ اور یہ بازارِ سرمایہ میں قابلِ خرید وفروخت تھے۔ لیکن ہمارے ملک میں آزادی حاصل کئے 64 سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود جاگیرداریاں اور بڑی غیر حاضر زمینداریاں ختم نہیں کی گئیں۔

پاکستان میں افراطِ زر کنٹرول کرنے کے لئے حکومت کے اقدامات

افراطِ زر کو روکنے اور قیمتوں میں استحکام پیدا کرنے کے لیے حکومت نے مندرجہ ذیل اقدامات کئے ہیں:

1۔ روپیہ بچانے کی مہم:

زائد از ضرورت قوتِ خرید کو کم کرنے کے لئے حکومت نے ملک میں پس اندازی کی مہم شروع کر رکھی ہے۔ اس میں انعامی بانڈ، ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ، پوسٹل لائف انشورنس سکیم، نیشنل انوسٹ منٹ (یونٹ) ٹرسٹ سکیم، نیشنل ڈیپازٹ سرٹیفکیٹ، خاص ڈیپازٹ سرٹیفکیٹ، سپیشل سیونگز سرٹیفکیٹس، ماہانہ آمدنی اکاؤنٹس اور ریگولر انکم سرٹیفکیٹس سکیم شامل ہیں۔ قومی بچتوں میں اضافہ سے اشیاء کی خریداری نرم پڑ جاتی ہے اور قیمتیں زیادہ نہیں بڑھتیں۔

2۔ زرعی اقدامات:

افراطِ زر اور مہنگائی پر قابو پانے کے لئے حکومت نے کئی زرعی اقدامات بھی کئے ہیں جن سے بارآور سرمایہ کاری بڑھے گی اور اشیاء کی دستیابی بہتر ہوگی۔

3۔ قیمت استحکامی بورڈ:

تمام صوبائی حکومتوں نے ''قیمت استحکامی بورڈ'' قائم کئے ہیں، تاکہ روزمرہ ضروریات کی اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ پر نگاہ رکھیں۔

4۔ یوٹیلٹی سٹورز کارپوریشن:

1971ء میں ایک یوٹیلٹی سٹورز کارپوریشن (Utility Stores Corporation) قائم کی گئی جس نے 200 اشیائے صارفین کی بہم رسانی کے لئے اب تک مختلف مقامات پر 715 سٹور قائم کئے ہیں۔ ہسپتالوں کے نزدیک یوٹیلٹی ڈرگ سٹور کھولے ہیں۔ دور افتادہ علاقوں کے لئے موبائل (گشتی) یوٹیلٹی سٹور جاری کئے گئے ہیں۔ یوٹیلٹی سٹورز کارپوریشن (USC) اور ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان (TCP) براہِ راست ضروری اشیاء درآمد کرتی ہیں۔ حکومت ان اداروں کو کثیر مقدار میں اعانہ (Subsidy) ادا کرتی ہے۔

5۔ اشیائے خوراک میں خود کفالت:

خوراک میں خود کفیل ہونے کے لئے کئی اقدامات کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ مثلاً بارانی زمینوں پر کاشت کاری، رعایتی شرحوں پر عمدہ بیجوں کی فراہمی، قرضہ پر کھادوں کی فروخت، کاشت کاروں کو قرضہ دینے کے مراحل کو آسان بنانا۔

6۔ متفرق اقدامات:

مختلف شہروں میں ضلعی انتظامیہ ہفتہ وار ''اتوار بازار'' قائم کرتی ہے، جہاں عام ضرورت کی اشیاء کم قیمت پر مہیا کی جاتی ہیں۔ نیز گندم، دالوں اور خوردنی تیل کی درآمد میں اضافہ اور بعض ضروری اشیاء کی رسد بڑھانے کے لئے درآمد پر ڈیوٹی کم کر دی گئی ہے۔

7۔ سرکاری اداروں کا قیام:

قیمتوں میں استحکام پیدا کرنے کے لئے حکومت نے درجِ ذیل ادارے قائم کئے ہیں:

1۔ کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی (Economic Coordination Committee): یہ کمیٹی اپنے پندرہ روزہ اجلاس میں ضروری

awazeinqilab.com

Whatsapp: 03025247378

Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

اشیاء کی قیمتوں اور رسد پر نگاہ رکھتی ہے اور رسد بڑھانے نیز قیمتوں کو کنٹرول کرنے کے لئے اقدامات کرتی ہے۔

2۔ منصوبہ بندی کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین کی سربراہی میں باورچی خانہ کی ضرورت کی اشیاء کے لئے سیکرٹریوں پر مشتمل ایک خصوصی اعلیٰ سطحی کمیٹی (Committee on Kitchen Items) جس کا نیا نام "حساس اشیاء کی قیمت کمیٹی" (Sensitive Items Price Committee : SIPC) ہے قائم کی گئی ہے، جو ہر ہفتے ضروری اشیاء کی قیمتوں کا جائزہ لیتی ہے اور ملک میں اشیاء کی رسد بڑھانے کے لئے فوری درآمد کرنے اور درآمد و برآمد پر ڈیوٹی کی شرح میں ردوبدل کرنے کے لئے اقدامات تجویز کرتی ہے۔

3۔ حکومت نے ایک ماہرین کمیٹی (Expert Committee) قائم کی ہے جو افراطِ زر کی وجوہات پر غور کرتی ہے اور اسے کنٹرول کرنے کے لئے اقدامات تجویز کرتی ہے۔

ماڈل پرچہ سوالات

انشائیہ (Subjective)

حصہ اوّل (Section I)

سوال نمبر 1۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

1۔ پاکستان کا بنکاری نظام کن اداروں پر مشتمل ہے؟

جواب: پاکستان کا نظام بینک کاری سٹیٹ بینک آف پاکستان کے تحت کام کر رہا ہے۔ اس میں دیگر تجارتی بینکوں کے ساتھ ساتھ زرعی و صنعتی ترقیاتی بینک بھی شامل ہیں۔

2۔ پاکستان صنعتی ترقیاتی بنک کونسے فرائض سرانجام دیتا ہے؟

جواب: یہ چھوٹی اور اوسط درجہ کی صنعتوں کو لمبی مدت اور اوسط مدت کیلئے قرضہ دیتا ہے نئی صنعتیں قائم کرنے کیلئے غیر ملکی کرنسی میں بھی مالیات فراہم کرسکتا ہے۔

3۔ سٹیٹ بنک آف پاکستان کے کتنے شعبے ہیں؟

جواب: چار بڑے شعبے درج ذیل ہیں۔

i) شعبہ اجراء ii) شعبہ بنکاری iii) شعبہ ایکسچینج پالیسی iv) شعبہ تحقیق

4۔ افراطِ زر کی اقسام بتائیے۔

جواب: افراطِ زر کی دو اقسام ہوسکتی ہیں مثلاً

i) طلب کشیدہ افراطِ زر ii) لاگت فشار افراطِ زر

5۔ افراطِ زر کی شرح معلوم کرنے کا رفارمولا کیا ہے؟

جواب:

$$\text{2015 میں افراطِ زر} = \frac{\text{2015 میں صارفین کی قیمتوں کا اشاریہ} - \text{2014 میں قیمتوں کا اشاریہ}}{\text{2014 میں صارفین کی قیمتوں کا اشاریہ}} \times 100$$

6۔ افراطِ زر کی تعریف کریں؟

جواب: جب مجموعی طلب مجموعی رسد سے زیادہ ہو تو قیمتوں میں اضافے کا رجحان پایا جاتا ہے جسے افراطِ زر کہا جاتا ہے۔

7۔ بازارِ زر سے کیا مراد ہے؟

جواب: بازارِ زر سے مراد ایسے مالی ادارے ہیں جو تجارتی کاغذات کی خرید و فروخت کا کام کرتے ہیں۔ مثلاً

i) تجارتی ہنڈیاں ii) سرکاری خزانے کی ہنڈیاں

iii) کفالتیں iv) مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں کے حصص

8۔ تخفیف قدرِ زر سے کیا مراد ہے؟

جواب: جب حکومت برآمدات کو بڑھانے اور درآمدات کو کم کرنے کے لیے کرنسی کی بیرونی قدر میں کمی کر دے تو اسے تخفیف قدرِ زر کا نام دیا جاتا ہے۔

9۔ سٹیٹ بنک آف پاکستان کب قائم ہوا اور اس کا مرکزی دفتر کہاں ہے؟

awazeinqilab.com
Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

جواب: سٹیٹ بنک آف پاکستان یکم جولائی 1948ء کو قائم کیا گیا۔ اور اس کا مرکزی دفتر "کراچی" میں ہے۔

10۔ زری پالیسی کیا ہوتی ہے؟

جواب: یہ ایسی پالیسی ہوتی ہے جس کے ذریعے مرکزی بنک زری مقدار کو کم یا زیادہ کر کے قیمتوں کو کنٹرول کرتا ہے۔

11۔ اے ٹی ایم کیا ہے؟

جواب: یہ ایسی خود کار مشین ہے جس کے ذریعے ہم جس وقت چاہیں بنک سے رقم نکلوا سکتے ہیں۔ اے ٹی ایم، Automated Teller Machine کا مخفف ہے۔

12۔ سٹیٹ بنک آف پاکستان کے چار اہم فرائض بتائیں؟

جواب: i) حکومت کا بنک ii) معاشی استحکام

iii) نوٹ جاری کرنے کا اجارہ دار iv) بازارِ زر کا محافظ

13۔ ای۔کامرس سے کیا مراد ہے؟

جواب: ای کامرس سے مراد ہے الیکٹرانک کامرس۔ اسے مختصراً ای کامرس یا ای سی (EC) بھی کہتے ہیں۔ یہ انٹرنیٹ پر کاروبار کا جدید طریقہ ہے۔

16۔ طلب کے دباؤ اور لاگت فشار افراط میں فرق بتائیں؟

جواب: اگر طلب کے بڑھنے سے قیمتوں میں اضافہ ہو تو اسے طلب کے دباؤ کا افراطِ زر کہتے ہیں لیکن اگر قیمتوں میں اضافہ لاگت پیدائش کے بڑھنے کی وجہ سے ہو تو اسے لاگتِ فشار کا افراطِ زر کہا جاتا ہے۔

حصہ دوم (Section II)

سوال نمبر2۔ درج ذیل سوالات کے مفصل جوابات تحریر کریں:

(i) تجارتی بنک کے فرائض لکھیے۔ (ii) بنکوں کی اقسام بیان کیجئے۔ (iii) تجارتی بنک اعتباری زر کس طرح تخلیق کرتے ہیں؟ (میر پور آزاد کشمیر بورڈ 2009ء) (iv) افراطِ زر کے عمومی اسباب بیان کیجئے۔ (v) پاکستان میں افراطِ زر کے اسباب بیان کریں۔ (بہاولپور بورڈ 2011ء) (vi) پاکستان میں رائج افراطِ زر کا علاج بتائیے۔ اس ضمن میں حکومت نے کون کون سے اقدامات کئے ہیں؟ (vii) افراطِ زر کے اثرات تحریر کریں۔ (ملتان بورڈ 2009ء) (viii) نیشنل بنک آف پاکستان پر ایک نوٹ لکھیے۔ (ix) زرعی ترقیاتی بنک لمیٹڈ (ZTBL) کے فرائض بیان کیجئے۔ (x) سٹیٹ بنک آف پاکستان کے فرائض بیان کیجئے۔ (میر پور آزاد کشمیر بورڈ 2011ء)

معروضی (Objective)

سوال نمبر3۔ ہر سوال کے ایک سے زیادہ جوابات دیے گئے ہیں۔ ان میں درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے۔

1۔ سٹیٹ بینک آف پاکستان اس سال قائم ہوا:

(A) 1947ء (B) 1948ء ✓

(C) 1949ء (D) 1950ء

2۔ پاکستان میں کرنسی نوٹ جاری کرنے کا ادارہ:

(A) حکومت (B) نیشنل بینک

(C) سٹیٹ بینک ✓ (D) حبیب بینک

3۔ پاکستان کا کون سا بینک مرکزی بینک کا نمائندہ ہے؟

(A) زرعی ترقیاتی بینک (B) صنعتی ترقیاتی بینک

(C) نیشنل بینک آف پاکستان ✓ (D) مسلم کمرشل بینک

4۔ پاکستان میں اس وقت بازار مبادلہ (Stock Exchange) کی تعداد ہے:

(A) ایک (B) دو

(C) تین ✓ (D) چار

5۔ زرعی ترقیاتی بینک لمیٹڈ (ZTBL) اس سال قائم ہوا:

(A) 1960ء (B) 1961ء ✓

(C) 1963ء (D) 1966ء

6۔ افراطِ زر سے مراد ہے:

(A) قیمتوں میں کمی (B) قیمتوں میں اضافہ ✓

(D) پیداوار میں اضافہ

7۔ افراطِ زر کا علاج ہے:

(A) شرح سود میں کمی (ب) شرح سود میں اضافہ ✓

(C) شرح سود جوں کی توں

8۔ تمویل خسارہ (Deficit Financing) سے مراد ہے:

(A) مرکزی بینک سے قرضہ لینا ✓ (B) ٹیکس بڑھا دینا

(C) شرح سود کم کر دینا

9۔ تشکیل سرمایہ سے مراد ہے:

(A) زراعت کو قرضہ دینا (B) ٹیکس کی شرح بڑھا دینا

(C) سرمایہ کاری میں اضافہ ✓

10۔ افراطِ زر سے کس میں اضافہ ہوتا ہے؟

(A) برآمدات (B) بچتیں

(C) سرمایہ کاری ✓ (D) زری قوت خرید

11۔ ای کامرس:

(A) الیکٹرونک کامرس ✓ (B) اکنامک کامرس

(C) الیکٹرک کامرس (D) ایکسپورٹ کامرس

awazeinqilab.com

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

باب 11

حکومتِ پاکستان کے مالیات
Public Finance of Pakistan

پاکستان کی حکومت از روئے آئین، عوام کی معاشرتی اور اقتصادی بہبود میں اضافہ کرنے کی پابند ہے۔ یہ کوشش کرتی رہے گی کہ لوگوں کا معیارِ زندگی بلند کرے، چند ہاتھوں میں دولت کا ارتکاز روکے، دولت کی تقسیم میں انصاف کو مدِنظر رکھے، اور مزدوروں اور مالکوں کے درمیان مناسب تعلقات پیدا کرے۔ نیز حکومت نے عزم کر رکھا ہے کہ وہ ملک کے تمام افراد کو اپنے وسائل کے مطابق روزگار مہیا کرے گی، رہائشی سہولتیں دے گی، زندگی کی بنیادی ضروریات مثلاً خوراک، لباس، رہائش، تعلیم اور طبی سہولتیں فراہم کرے گی۔ بیمار، معذور اور بیروزگار لوگوں کی امداد کرے گی، اور افراد کے مابین آمدنی کی بنیاد پر پیدا ہونے والا فرق دور کرے گی۔ اس سلسلہ میں حکومت اپنی مالیاتی (Fiscal) پالیسی وضع کرتی ہے اور اس پر عمل کرنے کے لئے سالانہ بجٹ بناتی ہے۔

بجٹ (Budget) (میزانیہ):

بجٹ سے مراد ایسا تخمینہ ہے جو حکومت کے آئندہ مالی سال کی متوقع آمدنی اور اخراجات کے بارے میں لگایا گیا ہو۔ پاکستان میں مالی سال، یکم جولائی سے شروع ہوتا ہے اور اگلے سال تیس جون کو ختم ہو جاتا ہے۔ جون کے مہینے میں وزیرِ مالیات اگلے سال میں متوقع آمدنی اور متوقع اخراجات کے تخمینے (Estimates) قومی اسمبلی میں پیش کرتا ہے۔ مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے بجٹ دو طرح کے ہوتے ہیں:

-1 آمدنی کا بجٹ (Revenue Budget):

اس بجٹ میں وہ آمدنی دکھائی جاتی ہے جو مختلف ٹیکسوں سے حاصل کی جاتی ہے۔ مثلاً کسٹم ڈیوٹی، ایکسائز ڈیوٹی، انکم ٹیکس اور سیلز ٹیکس وغیرہ اور یہ آمدنی قومی دفاع (Defence)، امن و امان، نظم و نسق عامہ، حکومت کے محکموں، معاشرتی فلاح و بہبود اور اس قسم کے کاموں پر خرچ کر دی جاتی ہے۔

-2 سرمائے کے بجٹ (Capital Budget):

اس بجٹ میں ان اخراجات کا تخمینہ لگایا جاتا ہے، جو ترقیاتی مقاصد کے لیے کیے جاتے ہیں، جن میں یہ شامل ہیں: تعمیرات کا کام مثلاً سڑکوں، بندرگاہوں، ہوائی اڈوں کی تعمیر، آبپاشی کے ذرائع کی ترقی، پانی اور بجلی کے منصوبوں کی تکمیل اور اسی طرح کے دیگر ترقیاتی پروجیکٹ۔ ان اخراجات کو پورا کرنے کے لیے حکومت ملک کے اندر سے عوام اور بینکوں سے قرض لیتی ہے، بیرونی حکومتوں اور بین الاقوامی مالی اداروں سے امداد اور قرضہ بھی حاصل کرتی ہے۔

اگر بجٹ میں متوقع آمدنی خرچ سے بڑھ جائے تو اسے فاضل بجٹ (Surplus Budget) کہا جاتا ہے۔ اگر آمدنی کم رہ جائے تو اسے خسارہ کا بجٹ (Deficit Budget) کہتے ہیں، اور اگر آمدنی خرچ کے برابر ہو تو اسے متوازن بجٹ (Balanced Budget) کا نام دیا جاتا ہے۔

پاکستان میں ٹیکسوں کی اقسام (Kinds of Taxes in Pakistan):

حکومتِ پاکستان سرکاری خزانے کے لیے لوگوں سے ٹیکس وصول کرتی ہے، اس کی درج ذیل دو اقسام ہیں:

-1 براہِ راست ٹیکس (Direct Taxes):

ان ٹیکسوں میں شامل ہیں: انکم ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس، تجہیز ٹیکس، زرعی پیداوار پر مالیہ وغیرہ۔ جن افراد پر یہ ٹیکس عائد کیے جاتے ہیں وہی انہیں ادا کرتے ہیں (گویا ایسے ٹیکسوں کا بوجھ انہیں پر پڑتا ہے)۔

-2 بالواسطہ ٹیکس (Indirect Taxes):

ان سے مراد یہ ٹیکس ہیں: برآمدات و درآمدات پر کسٹم ڈیوٹی، ایکسائز ڈیوٹی، سیلز (بکری) ٹیکس وغیرہ۔ جن افراد یا اداروں پر یہ ٹیکس عائد ہوتے ہیں وہ انہیں اپنی پیدا کرنے والی یا فروخت کی جانے والی اشیاء کی قیمتوں میں شامل کر کے آگے گاہکوں سے وصول کر لیتے ہیں (گویا یہ ٹیکس دکانداروں کے واسطے سے دیگر لوگوں اور گاہکوں سے وصول کیے جاتے ہیں)۔

حکومتِ پاکستان کے ذرائع آمدنی (Sources of Revenue of Govt. of Paksitan):

پاکستان کی مرکزی حکومت کے ذرائع آمدنی یہ ہیں: محصولاتی (Tax Revenue) اور غیر محصولاتی (Non-Tax Revenue)۔ محصولاتی آمدنی مندرجہ ذیل ٹیکسوں سے حاصل ہوتی ہے:

درآمدی اور برآمدی محصول، مرکزی ایکسائز ڈیوٹی، انکم ٹیکس، کارپوریشن ٹیکس، سیلز ٹیکس، محصول ہبہ (Gift Tax)، معدنی تیل اور قدرتی گیس وغیرہ پر ٹیکس۔ حکومت کی آمدنی کے غیر محصولاتی ذرائع مندرجہ ذیل ہیں: ڈاک، تار اور ٹیلیفون کے محکموں سے خالص آمدنی، دیے ہوئے قرضوں پر سود، شہری نظم و نسق، کرنسی، ٹکسال اور دفاعی خدمات وغیرہ۔ ٹیکسوں سے حاصل ہونے والی آمدنی، خام داخلی پیداوار (GDP) کے 10.9 فیصد کے برابر ہوتی ہے اور غیر محصولاتی آمدنی، جی ڈی پی کے 3.8 فیصد کے برابر ہوتی ہے۔ براہِ راست ٹیکس، جی ڈی پی کے 4 فیصد کے مساوی ہوتے ہیں اور بالواسطہ ٹیکس 9.6 فیصد کے برابر۔

مرکزی حکومت کو اپنی آمدنی کا تقریباً 60 فیصد حصہ ٹیکسوں سے حاصل ہوتا ہے، اور 40 فیصد دیگر ذرائع سے۔ حکومت کو کل ٹیکسوں کا 40 فیصد براہِ راست ٹیکسوں (مثلاً آمدنی اور منافع جات پر ٹیکس) سے حاصل ہوتا ہے اور 60 فیصد بالواسطہ ٹیکسوں سے۔ بالواسطہ ٹیکس [illegible] (G.N.P) کے ایک چوتھائی کے برابر [illegible] علاوہ ازیں [illegible] کے باعث، کل ٹیکس آمدنی [illegible] 2010-11 میں کل محصولاتی آمدنی 1,389 ارب روپے تھی، جو جی ڈی پی کا 10.56 فیصد تھی۔

اہم ٹیکسوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

-1 درآمدات و برآمدات پر محصولات (Custom Duty on Exports & Imports):

ان سے مراد وہ محصولات ہیں جو حکومت، ملک سے برآمد ہونے والی اور ملک میں درآمد ہونے والی اشیاء پر عائد کرتی ہے۔ [illegible]

(الف) [illegible]

(ب) [illegible]

(ج) [illegible]

(د) [illegible]

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

اس پالیسی کا مقصد یہ ہے کہ ملک میں صنعتی ترقی کی رفتار تیز تر ہو جائے۔ درآمدی محصول عائد کرنے کے بڑے بڑے تین مقاصد ہیں: اول، حکومت کو آمدنی حاصل ہو، دوم، غیر ضروری اور تعیشی نوعیت کی درآمدات کی حوصلہ شکنی ہو اور سوم، مقامی صنعتوں کو تامین و تحفظ (Protection) دیا جائے۔

بعض اشیاء کی درآمد پر درآمدی محصول بالکل معاف ہے۔ مثلاً خشک دودھ، بٹر آئل، دالیں، اناج، کھادیں، سویابین، بنولہ، بناسپتی گھی، اخباری کاغذ، خام پٹرول، کیڑے مار دوائیں۔ جہاں تک برآمدات پر محصول کا تعلق ہے ان کی شرح میں بدستور کمی کی جاتی رہی ہے، تاکہ بین الاقوامی منڈیوں میں ڈٹ کر مقابلہ کر سکیں اور برآمدات میں اضافہ ہو۔

درآمدی و برآمدی محصول حکومت کی آمدنی کا اہم ذریعہ ہیں۔ کل محصولاتی آمدنی کا 25 فیصد اس ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ ابتدائی سالوں میں حکومت کی محصولاتی آمدنی کا تریسٹھ فیصد حصہ اس ذریعے سے حاصل ہوتا رہا۔ لیکن اب اس کی اہمیت کم ہوتی جا رہی ہے (اس کی اہمیت کا کم ہو جانا ملکی معیشت کے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ یہ ایک غیر مستحکم ذریعہ آمدنی ہے اور بین الاقوامی تجارت اور برآمد و درآمد میں کمی بیشی کے باعث گھٹتا بڑھتا رہتا ہے) اور سرکاری آمدنی کے دیگر ذرائع آمدنی مستحکم ہوتے جا رہے ہیں۔

درآمدی محصول کی نوعیت بالواسطہ ٹیکس کی ہے یعنی اگرچہ یہ ٹیکس حکومت کو پاکستانی امپورٹر ادا کرتے ہیں، لیکن وہ اسے درآمدی اشیاء کی قیمت میں شامل کر کے، خریداروں سے وصول کر لیتے ہیں۔ اس لئے درحقیقت یہ ٹیکس عام صارفین ہی ادا کرتے ہیں اور ان کا بوجھ انہی کی جیب پر پڑتا ہے۔ چنانچہ پاکستان میں درآمد شدہ اشیاء کی قیمت بہت زیادہ ہے اور عام آدمی کی قوتِ خرید سے باہر ہے۔ اس چیز کا اثر ملک کے اندر پیدا ہونے والی اشیاء پر بھی پڑا ہے اور وہ مہنگی ہو گئی ہیں۔ درآمدی محصولات کی شرح کو کم سطح پر رکھنا ضروری ہے تاکہ

(1) صنعتوں کے لئے خام مال مناسب قیمتوں پر مہیا ہو سکے۔
(2) ضروری اشیاء کی قیمتیں اعتدال پر رہیں۔
(3) اندرونِ ملک صنعتوں کو غیر ضروری تحفظ حاصل نہ ہو سکے۔

-2 مرکزی ایکسائز ڈیوٹی (Central Excise Duty):

ایکسائز ڈیوٹی پاکستان میں بننے والی اشیاء اور مہیا کی جانے والی خدمات پر عائد کی جاتی ہے۔ جیسے جیسے پاکستان صنعتی اعتبار سے ترقی کرتا گیا ہے، محصولات کا حلقہ وسیع ہوتا گیا ہے۔ 1948ء میں پندرہ اشیاء پر ایکسائز ڈیوٹی ادا کی جاتی تھی، لیکن اب 64 اشیاء اور دو خدمات قابلِ ایکسائز ڈیوٹی ہیں۔ حکومت کا یہ ذریعہ آمدنی تیزی سے ترقی کرتا گیا ہے، جس سے ملک کے اندر ہونے والی معاشی ترقی اور استحکام کا پتا چلتا ہے۔ بالواسطہ ٹیکسوں کا پندرہ فیصد ایکسائز ٹیکس سے حاصل ہوتا ہے۔ عام حالات میں ایکسائز ڈیوٹی کارخانہ دار سے اس وقت لی جاتی ہے، جب وہ اپنی مصنوعات فروخت کے لئے فیکٹری سے باہر نکالتا ہے۔ ایکسائز ڈیوٹی عائد کرنے سے مندرجہ ذیل مقاصد پورے ہوتے ہیں:

- اس سے حکومت کو معقول آمدنی حاصل ہوتی ہے۔
- اس سے قیمتوں کا معیار قابو میں رکھا جا سکتا ہے کیونکہ ایکسائز ڈیوٹی کی شرح کو شے کی پرچون قیمت کے ساتھ وابستہ کر دیا جاتا ہے۔
- ایکسائز ڈیوٹی کو ملک کے کمیاب ذرائع کو، صحیح مقاصد کے لئے، استعمال کرنے کی خاطر، بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔ ایکسائز ٹیکس، بالواسطہ ٹیکس ہے، کیونکہ یہ جن چیزوں پر لگایا جاتا ہے، وہ چیزیں پیدا کرنے والے، اسے قیمت میں شامل کر کے گاہکوں سے وصول کر لیتے ہیں، ایکسائز ڈیوٹی کا پچاسی فیصد حصہ تمباکو، سیمنٹ، پٹرولیم، شکر، بناسپتی گھی اور قدرتی گیس سے حاصل ہوتا ہے۔

-3 انکم ٹیکس و کارپوریٹ ٹیکس (Income Tax and Corporate Tax):

انکم ٹیکس اکیلے اکیلے فرد کی آمدنی پر لگایا جاتا ہے اور کارپوریٹ ٹیکس کاروباری کمپنیوں اور مشترکہ سرمایہ کے تجارتی اداروں کی آمدنی پر

عائد ہوتا ہے۔ انکم ٹیکس براہِ راست ٹیکس ہے، یہ جس پر نافذ ہوتا ہے اسے اپنی آمدنی میں سے ادا کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ وہ اسے آگے کسی اور پر منتقل نہیں کر سکتا۔ گویا اس ٹیکس کا بوجھ اسی پر پڑتا ہے، یہ متزائد ٹیکس ہے، یعنی اس کی شرح آمدنی بڑھنے کے ساتھ ساتھ بلند ہوتی جاتی ہے۔ مثلاً ایک شخص کی آمدنی کے ابتدائی مرحلہ پر کم شرح سے' اس سے آگے ایک خاص حد تک بلند شرح سے' اور اس سے آگے ایک خاص حد تک بلند تر شرح سے ٹیکس نافذ کیا جاتا ہے۔ غرض آمدنی کی ہر اگلی سطح پر ٹیکس کی شرح بھی بلند ہوتی جاتی ہے۔ گویا جن لوگوں کی آمدنی کم ہو' ان پر کم شرح سے' اور جن کی آمدنی زیادہ ہو' ان پر بلند شرح سے ٹیکس نافذ کیا جاتا ہے۔

بچت اور سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کے لئے حکومت انکم ٹیکس لگاتے وقت ٹیکس دہندگان کو سرمایہ کاری (Investment) کے لئے کچھ چھوٹ (Rebate) دیتی ہے۔ یعنی سالانہ آمدنی کے تیس فیصد حصہ تک، جتنی رقم سرمایہ کاری میں لگا دی جائے، اس پر ٹیکس نہیں لگایا جاتا۔ سرمایہ کاری کی مختلف شکلیں ہیں، مثلاً قومی سرمایہ کاری ٹرسٹ کے یونٹ خریدنا، بیمہ زندگی کی قسط ادا کرنا، پراویڈنٹ فنڈ میں رقم جمع کرنا وغیرہ۔ ''کارپوریشن ٹیکس'' عائد کرتے وقت بھی حکومت صنعتی و تجارتی اداروں کو عمارات اور مشینری پر فرسودگی الاؤنس (Depreciation Allowance) دیتی ہے۔ اہمیت کے اعتبار سے اس ذریعہ آمدنی کا تیسرا نمبر ہے۔

-4 بکری ٹیکس (Sales Tax):

حکومت کی محصولاتی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ بکری ٹیکس ہے۔ کیونکہ 62.5 فیصد آمدنی اس ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ بعض اشیاء کی فروخت پر لگایا جاتا ہے۔ بکری ٹیکس کا انتظام انکم ٹیکس ڈیپارٹمنٹ کرتا ہے، تاہم کوئی شے درآمد ہوتے وقت اس کا سیلز ٹیکس، مرکزی ایکسائز حکام وصول کرتے ہیں۔ بکری ٹیکس کے نفاذ کا طریقہ حسبِ ذیل ہے:

- پاکستان میں درآمد ہونے والی تمام اشیاء کی مالیت پر بکری ٹیکس امپورٹر ادا کرتا ہے۔
- پاکستان میں تیار شدہ یا مصنوعہ تمام اشیاء کی قیمت فروخت پر بکری ٹیکس کارخانہ دار یا پیداکار (Producer) ادا کرتا ہے۔
- تمام پاکستانی اشیاء کی قیمت خرید پر بکری ٹیکس لائسنس یافتہ تھوک فروش ادا کرتا ہے، جب وہ اشیاء فروخت کرے۔
- پاکستان سے برآمد ہونے والی تمام اشیاء کی مالیت پر بکری ٹیکس، ایکسپورٹر ادا کرتا ہے۔

عام طور پر روزمرہ ضرورت کی اشیاء اور اشیائے سرمایہ پر، بکری ٹیکس نہیں لگایا جاتا، البتہ بعض تعیشاتی اشیاء پر بلند شرح سے ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔

-5 متفرق ٹیکس:

ان میں تین ٹیکس شامل ہیں: اول، دولت ٹیکس (Wealth Tax)، دوم، محصول ہبہ یا تحفہ ٹیکس (Gift Tax) اور سوم، وراثت ٹیکس یا محصول ترکہ (Estate Duty) (دولت ٹیکس عائد کرتے وقت ابتدائی حد تک کچھ رقم مستثنیٰ قرار دی جاتی اور باقی پر بتدریج بڑھتی ہوئی شرح والا متزائد ٹیکس نافذ کیا جاتا۔ اس کا آغاز 1963ء میں ہوا تھا۔ لیکن 2001ء میں یہ ٹیکس ختم کر دیا گیا۔

تحفہ ٹیکس کا نفاذ 1963ء میں ہوا تھا۔ ایک خاص مالیت کی حد تک تحفہ، ٹیکس سے مستثنیٰ ہے۔ البتہ اس کے بعد یہ لگنا شروع ہو جاتا ہے۔ اسٹیٹ ڈیوٹی (Estate Duty) یا محصول ترکہ ایکٹ 1950ء میں منظور کیا گیا تھا، جس کی رُو سے، مرنے والے کی اسٹیٹ جب وارث کو ملے تو اس پر ٹیکس نافذ ہوتا ہے۔ یہ ٹیکس تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد پر نافذ ہوتا ہے۔ اس کا نظم و نسق اور فراہمی کی ذمہ داری کنٹرولر آف اسٹیٹ ڈیوٹی پر ہوتی ہے۔

مذکورہ ٹیکسوں کے علاوہ حکومت کی آمدنی کے بڑے بڑے غیر محصولاتی ذرائع حسبِ ذیل ہیں:

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

6- ڈاک، تار اور ٹیلی فون کی خدمات (Postal and Telephone Services):
یہ حکومت کا ایک کاروباری محکمہ ہے، جو ڈاک کے لفافے، پوسٹ کارڈ اور ٹکٹیں فروخت کرتا ہے، ٹیلی فون کا بل وصول کرتا ہے، ٹیلی گرام دینے اور منی آرڈر پہنچانے کی فیس لیتا ہے، اس ذریعہ سے حاصل ہونے والی آمدنی، ٹیکس کی حیثیت نہیں رکھتی، بلکہ یہ خدمات بہم پہنچانے کی قیمت ہے۔ چونکہ پوسٹ کارڈ اور لفافے غریب طبقہ بھی خریدتا ہے، اس لئے حکومت نے ان کی قیمت کم رکھی ہوئی ہے۔ اب محکمہ ٹیلی فون کو ٹیلی کیمونی کیشن کمپنی کی شکل دے دی گئی ہے۔

7- قرضہ کی خدمات (یعنی سود کی وصولیات) (Interest Receipts):
مرکزی حکومت نے صوبائی حکومتوں، قرضہ دینے والی مالی کارپوریشنوں اور دیگر اداروں کو جو قرضے دے رکھے ہیں، ان پر اسے سود وصول ہوتا ہے۔ غیر محصولاتی آمدنی کے ذرائع میں سے اس کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔

8- دیگر ذرائع (Other Sources):
مذکورہ بالا ذرائع کے علاوہ آمدنی کے باقی ذرائع یہ ہیں: کرنسی اور ٹکسال، یعنی حکومت کو نوٹ چھاپنے اور سکے ڈھالنے سے جو قوتِ خرید حاصل ہوتی ہے وہ اس میں شامل ہے۔ پھر دفاعی خدمات مہیا کرنے اور نظم و نسقِ عامہ اور قومی ملکیت میں لئے گئے بنکوں سے بھی آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ جہاں تک غیر معمولی وصولیوں کا تعلق ہے ان سے مراد وہ آمدنی ہے جو حکومت کو سرکاری شعبہ کی تجارت (State Trading) سے حاصل ہوتی ہے۔

ٹیکس نافذ کرنے والے ادارے:
وفاقی حکومت میں ٹیکس نافذ کرنے والا سب سے بڑا با اختیار ادارہ مرکزی بورڈ آف ریونیو (Central Board of Revenue) ہے۔ اس کے چار رکن ہیں جو بلحاظ عہدہ حکومتِ پاکستان کے ایڈیشنل سیکرٹری ہوتے ہیں۔ بورڈ کا ایک کل وقتی صدر ہے، جس کا عہدہ وفاقی حکومت کے سیکرٹری کے مساوی ہے۔
انکم ٹیکس اور سیلز ٹیکس کا نظم و نسق "انکم ٹیکس کمشنروں" کے ذمے ہے۔ ان کی مدد کے لئے چار قسم کے اور حکام ہیں:

1- ڈپٹی کمشنر
2- اسسٹنٹ کمشنر
3- انکم ٹیکس افسر
4- انکم ٹیکس انسپکٹر

کسٹمز اور ایکسائز محصولات کی فراہمی کا نظم و نسق "کسٹمز اینڈ سنٹرل ایکسائز کلکٹروں" کے ذمے ہے۔ ان کی مدد کے لئے دو قسم کے حکام ہیں: اول، اسسٹنٹ کلکٹر اور دوم، سپرنٹنڈنٹ۔ لینڈ کسٹمز اور بحری کسٹمز کی فراہمی کے لئے الگ الگ انتظامی ادارے ہیں۔

اندرونی و بیرونی قرضے (Domestic and External Borrowing):
گذشتہ سرکاری بجٹوں میں مستقل طور پر خسارہ واقع ہوتے جانے کے باعث مالیات کی کمی کو پورا کرنے کے لئے حکومت کو قرضہ لینا پڑتا رہا ہے جس کی وجہ سے ایک طرف قرضہ کی مقدار بڑھتی گئی ہے اور دوسری طرف اس پر واجب الادا سود کی۔ لہٰذا اب بیرونی قرضہ اور اس پر ادا کیا جانے والا سود سرکاری بجٹ کی سب سے بڑی اخراجاتی مد ہے۔ سرکاری بجٹ میں واقع ہونے والے خسارے کو حکومت عموماً درج ذیل ذرائع سے پورا کرتی ہے: اول، بیرونِ ملک سے قرضہ لینا (Borrowing)۔ دوم، اندرونِ ملک سے غیر بنکاری ذرائع سے قرضہ لینا۔ اور سوم، اندرونی طور پر بنکاری نظام سے قرضہ لینا۔ اندرونی قرضہ دو مدوں پر مشتمل ہوتا ہے:

1- غیر بنکاری قرضے، جو عوام (پبلک) سے قرضوں کی شکل میں لئے جاتے ہیں۔
2- بنکاری نظام سے قرضہ لینا (Borrowing from Banking System)، اسے خسارے کی سرمایہ کاری (Deficit

Financing) بھی کہا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں نئے نوٹ چھاپے جاتے ہیں۔ یہ بجٹ کے خسارے کو پورا کرنے کے لئے آخری سہارا ہوتا ہے۔

پاکستان کا سرکاری قرضہ 1990ء کے عشرے کے دوران پندرہ فیصد شرح سے بڑھتا رہا حالانکہ اس دوران میں جی ڈی پی میں اضافہ کی رفتار صرف چودہ فیصد رہی ہے۔ جون 2000ء میں سرکاری قرضہ جی ڈی پی کے 79 فیصد کے برابر تھا، تاہم جون 2011ء میں کم ہو کر 55 فیصد رہ گیا۔

پاکستان پر اندرونی اور بیرونی قرضوں کے تیزی سے بڑھتے جانے کی وجوہات یہ ہیں:
(i) حکومت کے بجٹ میں مسلسل خسارہ۔
(ii) قرضہ میں لی ہوئی رقم کا غیر دانشمندانہ استعمال۔
(iii) کم ضروری ترقیاتی پروجیکٹوں پر عملدرآمد۔
(iv) غیر ملکی قرضوں سے مکمل کئے جانے والے پروجیکٹوں پر عملدرآمد میں کوتاہی۔
(v) حکومتی قرضوں کی حقیقی لاگت (Cost) میں اضافہ۔
(vi) برآمدات میں جمود۔
(vii) سرکاری آمدنی میں کمی۔
(viii) بیرونی آسان شرائط والے قرضوں کی بجائے سخت شرائط والے قرضے۔

پاکستان پر اندرونی قرضہ گزشتہ عشرہ میں سولہ فیصد شرح سے بڑھتا گیا ہے۔ جون 2011ء میں یہ 5,461 بلین روپے تھا جو جی ڈی پی کے 30 فیصد کے برابر تھا جس پر 2011ء میں 457 بلین روپے سود ادا کیا گیا جو جی۔ڈی پی کا 2.5 فیصد تھا۔

سرکاری قرضہ تین قسم کا ہے: اول، دائمی قرضہ (Permanent Debt) (یہ اوسط مدت اور طویل مدت کے لئے ہوتا ہے) دائمی قرضہ ان پر مشتمل ہوتا ہے: پاکستان انوسٹمنٹ بانڈز (PIBs) اور پرائز بانڈز۔ دوم، دائر قرضہ (Floating Debt) یہ قلیل مدت کے لئے ہوتا ہے۔ یہ اس پر مشتمل ہوتا ہے "بازار میں خزانہ کی ہنڈیاں" (Market Treasury Bills: MTB) اور سوم، غیر ذخیرہ بند قرضہ (Unfunded Debt) یہ پورے کا پورا غیر بنکاری ہوتا ہے اور قومی بچت کی سکیموں پر مشتمل ہوتا ہے۔ مثلاً:
(i) سپیشل سیونگز سرٹیفکیٹ (Special Savings Certificates)
(ii) بہبود سیونگز سرٹیفکیٹ
(iii) ریگولر انکم سکیم (Regular Income Scheme)

حکومت نے قرضہ کا بوجھ کم کرنے کے لئے ایک اعلیٰ سطح کی "تخفیف قرضہ و منتظمہ کمیٹی" (Debt Reduction and Management Committee) قائم کی ہے تاکہ قرضہ کا بوجھ کم کرنے کی خاطر حکمت عملی بنائے۔ حکومت نے غیر ذخیرہ بند قرضہ پر سود کی شرح کم کر دی ہے۔

پاکستان پر سرکاری قرضہ (Public Debt) کا بوجھ دیگر ترقی پذیر ممالک کے مقابلہ میں زیادہ ہے، مثلاً 2011ء میں حکومتِ پاکستان پر سرکاری قرضہ، اس کی جی ڈی پی کا 30.2 فیصد تھا جبکہ ملائیشیا کا 30 فیصد، چین کا 25 فیصد اور سعودی عرب کا تیرہ فیصد تھا۔ قرضائی بوجھ کا تشویشناک پہلو یہ ہے کہ اس پر اصل زر اور سود کی ادائیگی کی شکل میں حکومت کی مجموعی آمدنی کا تقریباً ساٹھ فیصد حصہ خرچ ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں معاشی ترقیاتی پروگرام مثلاً تحتی ڈھانچہ (Infrastructure) کی تعمیر اور معاشرتی و انسانی سرمایہ (Social and Human Capital) کی افزائش و ترقی کے لئے کم رقم بچتی ہے۔

awazeinqilab.com

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

پاکستان کے نظامِ محصولات کا جائزہ (Analysis):

پاکستان کے نظامِ محصولات کا جائزہ لینے سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1- ٹیکسوں کا حصہ زیادہ ہے:

حکومت کو اپنی آمدنی کا 60 فیصد حصہ ٹیکسوں سے حاصل ہوتا ہے اور صرف 40 فیصد دیگر ذرائع۔ سے اسی طرح صوبائی حکومتوں کی آمدنی کا تقریباً چھپن فیصد حصہ ٹیکسوں سے حاصل ہوتا ہے اور باقی دیگر ذرائع سے۔ گویا حکومت کی آمدنی کا بیشتر دارومدار (پیداواری محکموں اور ذرائع کی بجائے) ٹیکسوں پر ہے جس سے ایک طرف تو عوام پر ٹیکسوں کا بہت بوجھ پڑتا ہے اور دوسری جانب حکومت کی آمدنی کے ذرائع غیر مستحکم رہتے ہیں۔

2- بالواسطہ ٹیکسوں کی کثرت:

ٹیکسوں سے حاصل ہونے والی آمدنی میں سے براہِ راست (Direct) (یعنی بلا واسطہ ٹیکسوں کا حصہ صرف 40 فیصد اور بالواسطہ (Indirect) ٹیکسوں کا 60 فیصد ہے۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ ٹیکسوں کا بیشتر بوجھ عام صارفین پر منتقل ہوجاتا ہے۔ پاکستان میں بلا واسطہ محصولات کا حصہ کم ہے، کیونکہ کل ٹیکسوں میں بلا واسطہ ٹیکسوں کا تناسب انڈونیشیا میں 82.5 فیصد ہے، بالواسطہ ٹیکسوں کا تناسب سوڈان اور برما کو چھوڑ کر پاکستان میں سب سے زیادہ ہے۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ بلا واسطہ ٹیکسوں کا حصہ کل محاصل میں بڑھایا جائے کیونکہ بلا واسطہ ٹیکس قیمتوں کے نظام کو متاثر کئے بغیر بڑھائے جاسکتے ہیں، دوسری طرف بالواسطہ ٹیکس نہ صرف قیمتوں کو درہم برہم کرتے ہیں، بلکہ قیمتیں بلند کرنے کا باعث بھی بنتے ہیں۔ مزید برآں بلا واسطہ ٹیکسوں کو اس طرح نافذ کیا جاسکتا ہے کہ ان کا بوجھ زیادہ آمدنی والے لوگوں پر پڑے۔

3- ٹیکس چوری (Tax Evasion) کی خرابی:

پاکستان کے نظامِ محصولات کی ایک اور خامی یہ ہے کہ بے شمار افراد، جن کی آمدنی ''قابلِ ٹیکس'' (Taxable) ہے اپنا ''نقشہ برائے ادائیگی ٹیکس'' (Return) محکمہ کے پاس جمع ہی نہیں کراتے اور نہ ٹیکس ادا کرتے ہیں۔ گویا وہ ادائیگی ٹیکس سے صاف بچ جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار لوگ ایسے ہیں جو اپنی آمدنی کے نقشہ میں پوری آمدنی درج نہیں کرتے، بلکہ کم آمدنی ظاہر کرتے ہیں اور یوں ٹیکس بچالے جاتے ہیں۔ اس معاملہ کو ''ٹیکس چوری'' کہا جاتا ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق ہر سال تقریباً ایک کھرب روپے کے ٹیکس ادا نہیں کئے جاتے۔

4- ٹیکسوں کا تنزیلی (Regressive) نظام:

جہاں تک براہِ راست ٹیکسوں کا تعلق ہے، پاکستان کا نظام متزائد (Progressive) نوعیت کا ہے، یعنی یہ اصولِ مساوات کو پورا کرتا ہے۔ زیادہ آمدنی والے شخص کو بلند شرح سے ٹیکس دینا پڑتا ہے اور کم آمدنی والے شخص کو پست شرح سے، لیکن جہاں تک بالواسطہ ٹیکسوں کا تعلق ہے، یہ اصولِ مساوات کا تقاضا صحیح معنوں میں پورا نہیں کرتا، کیونکہ یہ ٹیکس تنزیلی (Regressive) نوعیت کے ہوتے ہیں۔ یہ مختلف اشیاء کی قیمتوں میں شامل ہوتے ہیں جو امیر غریب سبھی لوگ خریدتے ہیں، گویا بالواسطہ ٹیکس کا بوجھ نچلے طبقے پر زیادہ پڑتا ہے۔

5- قومی آمدنی اور ٹیکسوں کا تناسب (Ratio):

سرکاری محصولاتی آمدنی مجموعی داخلی پیداوار GDP کا 9.2 فیصد حصہ ہوتی ہے جو ایک ترقی پذیر ملک کے لئے انتہائی کم ہے۔ حالانکہ یہ تناسب بھارت میں سولہ فیصد ہے۔ چنانچہ ایک طرف پاکستان میں ارتکازِ دولت کا مسئلہ ہے اور دوسری طرف عوامی غربت و تنگ دستی کا۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت دولت مند طبقہ سے براہِ راست ٹیکس کافی مقدار میں حاصل کر کے عوام کو تعلیمی، طبی، تفریحی اور معاشرتی سہولتیں فراہم کرے، تاکہ ایک طرف تقسیمِ دولت کا معتدل نظام برپا ہوسکے اور دوسری جانب ملک سے غربت و افلاس کا خاتمہ کیا جاسکے۔ حکومت کوشش کر رہی ہے کہ یہ تناسب بڑھا کر پندرہ فیصد کردیا جائے۔

6- ناکافی آمدنی (Insufficient Income):

حکومت کو اپنے تمام اخراجات پورے کرنے کے لئے حسبِ ضرورت آمدنی حاصل نہیں ہوتی۔ ٹیکسوں سے حاصل ہونے والی آمدنی سے سرکاری خرچ کا صرف 70 فیصد پورا ہوتا ہے۔ اس لئے تمویلِ خاسر (خسارے کی سرمایہ کاری) (Deficit Financing) کا سہارا لینا پڑتا ہے، یعنی ملک کے بنکاری نظام سے قرضہ حاصل کرنا پڑتا ہے، جس سے کرنسی کا پھیلاؤ بڑھ جاتا ہے، افراطِ زر کا مسئلہ نازک صورت اختیار کرچکا ہے، قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگی ہیں، اور معینہ آمدنی والے افراد اور نچلا طبقہ سخت پریشانی میں مبتلا ہے۔

7- غیر لچکدار نظام:

پاکستان کا نظامِ محصولات غیر لچکدار ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ہمارے ہاں دیگر ٹیکسوں کے مقابلہ میں انکم ٹیکس سب سے کم لچکدار ہے۔ بلحاظ خام قومی پیداوار (جی این پی) محصولاتی آمدنی کی لچک صرف 0.81 ہے۔

8- ٹیکس دہندگان (Taxpayers) کی قلیل تعداد:

کل انکم ٹیکس رقم کا تقریباً 93 فیصد ایسے ٹیکس دہندگان سے لیا جاتا ہے جن کی تعداد کل ٹیکس دہندگان کی 3.3 فیصد ہے۔

9- کمزور بنیادیں:

ہمارے ہاں ٹیکس کی بنیاد پست اور کمزور ہے، کیونکہ ایک طرف تو زرعی آمدنی انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہے حالانکہ زرعی آمدنی مجموعی داخلی پیداوار (جی ڈی پی) کا ایک چوتھائی ہوتی ہے۔ دوسری طرف صنعتی شعبے کو بھی ٹیکسوں کی بہت چھوٹیں (Rebates) دی گئی ہیں، مثلاً ٹیکس ہالیڈے، بڑھتے ہوئے فرسودگی الاؤنسز اور قرضہ جات وغیرہ۔ مزید برآں تقریباً نصف درآمدات امپورٹ ڈیوٹی سے مستثنیٰ ہیں۔

نظامِ محصولات بہتر بنانے کے لئے تجاویز:

پیچھے ہم نے بیان کیا ہے کہ پاکستان کا نظامِ محصولات اطمینان بخش نہیں ہے، چنانچہ نظامِ ٹیکس بہتر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں وہ تمام خوبیاں پیدا کی جائیں جو ایک اچھے نظامِ محصولات میں ہوتی ہیں، ان کے علاوہ سرکاری آمدنی بڑھانے کے لئے مندرجہ ذیل اقدامات کرنے چاہئیں:

1- براہِ راست ٹیکسوں میں اضافہ:

براہِ راست ٹیکسوں کا حصہ بڑھانا چاہئے تاکہ ان کا بوجھ ان لوگوں پر پڑے جو دینے کی استطاعت رکھتے ہیں۔

2- بالواسطہ ٹیکسوں کے بوجھ میں کمی:

بالواسطہ ٹیکسوں کا بوجھ کم کرنا چاہئے تاکہ غریب اور متوسط طبقہ پر بوجھ کم ہوجائے۔

3- ٹیکس چوری کا انسداد:

ٹیکس وصول کرنے کا نظام بہتر ہونا چاہئے تاکہ یہ چوری نہ ہوسکیں۔

4- تشکیلِ سرمایہ کا اہتمام:

بالواسطہ ٹیکسوں کی شرح کم کرنی چاہئے تاکہ لوگوں کی بچتوں میں اضافہ ہوسکے اور ملک میں تشکیلِ سرمایہ (Capital Formation) کی رفتار تیز تر ہو۔

5- ارتکازِ دولت کا انسداد:

براہِ راست ٹیکسوں کی مختلف شرحیں ایسی ہونی چاہئیں، جن سے دولت کے چند ہاتھوں میں مرتکز (Concentration) ہونے کا رجحان رک سکے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

6- زرعی طبقہ پر انکم ٹیکس:

زرعی آمدنی پر ٹیکس عائد کرنا چاہئے کیونکہ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ یکساں آمدن والا طبقہ مساوی ٹیکس ادا کرے، خواہ اس کی آمدنی کسی شعبے سے تعلق رکھتی ہو۔ چونکہ انکم ٹیکس عدل وانصاف کے زیادہ قریب ہے اور بہتر تقسیم آمدنی کا باعث بنتا ہے اس لئے زرعی طبقہ پر ضرور انکم ٹیکس نافذ ہونا چاہئے۔ اگر چہ زمین کی پیداوار پر عشر وصول کیا جاتا ہے لیکن یہ ایک طرح کی زکوۃ ہے جو ملک کے تمام اہلِ نصاب مسلمانوں پر واجب ہوتی ہے اور انکم ٹیکس اس کے باوجود عائد کیا جاتا ہے، اس لئے زرعی آمدنی کو انکم ٹیکس سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ نیز چونکہ چالیس فیصد زمین بڑے بڑے زمینداروں (Big Landlords) کے پاس ہے۔ اس لئے محصولات کے موجودہ نظام کے مطابق زرعی آمدنی پر محصول (Tax) لگانے سے بلاواسطہ ٹیکسوں سے ہونے والی آمدنی میں کثیر اضافہ ہوسکتا ہے۔

7- غیر ضروری چھوٹ کا خاتمہ:

بالواسطہ محصولات کا بڑا حصہ کسٹم محصولات سے آتا ہے اور کسٹم محصولات میں بھی باون فیصد درآمدات، محصول سے مستثنیٰ ہیں۔ چونکہ یہ چھوٹیں خاص مقاصد کے پیش نظر دی جاتی ہیں، اس لئے ان سے بدنظمیاں (Malpractices) بھی پیدا ہوتی ہیں۔ چنانچہ ضروری ہے کہ کسٹم محصولات سے تمام قسم کی چھوٹیں ختم کی جائیں، تا کہ ایک جانب بدنظمی کا خاتمہ ہوجائے اور دوسری طرف محصولات میں خاطر خواہ اضافہ ہو۔

8- ایکسائز ٹیکس کی وسیع بنیاد:

اندرون ملک تیار ہونے والی اشیاء پر ایکسائز ٹیکس لگایا جاتا ہے لیکن اس مد سے حاصل ہونے والے محصولات کا پچاسی فیصد صرف چھے اشیاء سے حاصل ہوتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ ایکسائز ٹیکس کا دائرہ وسیع کیا جائے۔

سرکاری خرچ کی قسمیں (Kinds of Public Expenditure):

پیچھے بتایا گیا ہے کہ حکومت کا بجٹ دو طرح کا ہوتا ہے: ایک محاصل کا بجٹ اور دوسرا سرمائے کا بجٹ۔ ان کے تحت ہونے والے خرچ کو بالترتیب محاصلاتی خرچ (Revenue Expenditure) اور سرمایاتی خرچ (Capital Expenditure) کہا جاتا ہے، لیکن اب جدید فنی زبان میں انہیں

(1) غیر ترقیاتی خرچ (یا رواں خرچ) (2) ترقیاتی خرچ کا نام دیا گیا ہے۔

محاصلاتی یا غیر ترقیاتی خرچ:

اس سے مراد ایسا خرچ ہے جو براہ راست معاشی ترقی میں اضافہ کا باعث نہ بنے۔ مثلاً فوج، پولیس، عدالتوں اور نظم ونسق پر اٹھنے والا خرچ۔ غرض روزمرہ ضروریات ومقاصد پر ہونے والا خرچ غیر ترقیاتی خرچ کہلاتا ہے، یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ جو رقم کسی پروجیکٹ کو مکمل کرنے پر خرچ کی جائے وہ ترقیاتی خرچ میں شمار ہوگی لیکن بعد میں اس پروجیکٹ کو مستقل طور پر چالو رکھنے پر جو رواں خرچ (Current Expenditure) ہوگا وہ غیر ترقیاتی خرچ کہلائے گا۔ مثلاً ہمارے ہاں آبپاشی اور برقابی کے لئے جو منگلا ڈیم بنایا گیا ہے اس پر اٹھنے والا خرچ ترقیاتی خرچ ہے، اور اب اسے قائم وبرقرار رکھنے کے لئے ہر سال جو رقم خرچ ہوتی ہے وہ غیر ترقیاتی خرچ ہوتا ہے۔

وفاقی حکومت کے اخراجات کی مدیں

(Heads of Expenditures of Federal Government)

حکومت پاکستان کے غیر ترقیاتی خرچ کی اہم مدیں حسب ذیل ہیں:

1- دفاع (Defence):

اس سے مراد ہے، ملک کی سالمیت کے تحفظ کے لئے بری، بحری اور ہوائی فوج پر خرچ۔ 2009-10ء کے دوران اس مد پر کل 375 ارب

روپے خرچ ہوئے۔ یہ رقم حکومت کے کل رواں خرچ کا 12.5 فیصد ہے۔ یہ تناسب بہت زیادہ ہے اور معاشی ترقی کے لئے کم رقم بچتی ہے۔

2- قرضوں پر سود کی ادائیگی (Debt Servicing):

اس سے مراد ہے، بیرونی قرضوں پر سود، اندرونی قرضوں پر سود، اور قرضوں کی واپسی کے لئے مخصوص کی جانے والی رقوم۔ پاکستان پر اوسط اور طویل مدت بیرونی واندرونی قرضہ موجود ہے۔ جہاں تک اندرونی اور ملکی قرضہ کا تعلق ہے، اس کی ادائیگی کی حیثیت تو ملک کے اندر انتقالی ادائیگیوں کی سی ہے، لیکن جہاں تک بیرونی قرضہ کا تعلق ہے، وہ قومی دولت پر ایک طرح کا دعویٰ (Claim) ہے، جو کہ مستقبل میں کمائی جانے والی آمدنیوں میں سے ادا کیا جائے گا، بیرونی ممالک سے قرضہ لینے کی ضرورت اس لئے پڑتی ہے کہ ایک طرف تو ملک کے اندر پس اندازی کی شرح بہت پست ہے، جب کہ معاشی ترقی کے لئے سرمایہ کاری کے لئے بہت زیادہ رقم مطلوب ہے، اور دوسری طرف ملکی ترقی کے لئے غیر ممالک سے مشینیں، اشیائے سرمایہ اور دیگر اشیاء درآمد کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ حکومت کے اندرونی اور بیرونی قرضوں پر سود کی ادائیگی کی رقم مسلسل بڑھتی چلی گئی ہے۔

حکومت پر قرضہ اور سود کا بوجھ بڑھتے جانے سے حکومتی وسائل کا کثیر حصہ اس مد پر خرچ ہو جاتا ہے لہٰذا معاشی ومعاشرتی ترقیاتی کاموں اور تخفیف غربت پروگراموں کے لئے وسائل کم پڑ جاتے ہیں۔ 2009-10ء میں سرکاری داخلی اور خارجی قرضوں پر جو سود ادا کیا گیا وہ کل خرچ کا بائیس فیصد تھا۔

3- اعانے (Subsidies):

ان سے مراد وہ رقم ہے جو حکومت انتہائی ضروری اشیاء کی خرید یا فروخت کے سلسلہ میں بطور اعانت دیتی ہے۔ اس وقت یہ تین اشیاء پر دی جارہی ہے۔ یعنی گندم، خوردنی تیل اور مٹی کا تیل۔ ان میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا ہے اور یہ کل خرچ کا 7.5 فیصد ہوتے ہیں۔

4- نظم ونسق عامہ:

اس میں آگے یہ مدیں شامل ہیں، عمومی انتظامیہ (General Administration)، مالی نظم ونسق (Fiscal Administration)، امور خارجہ، بیرونی امداد اور کچھ دیگر محکمے۔ یہ کل خرچ کے 12.3 فیصد ہیں۔

5- معاشرتی خدمات (Social Services):

ان میں یہ محکمے شامل ہیں: تعلیم، صحت، معاشرتی تحفظ، امور مذہبیہ اور دیگر بہبودی اقدامات۔

6- معاشی خدمات (Econmic Services):

ان میں یہ محکمے شامل ہیں: خوراک اور زراعت، آبپاشی، ایندھن اور توانائی، دیہی ترقی، صنعتیں، معدنی وسائل، تعمیرات اور حمل ونقل و مواصلات۔

7- اجتماعی خدمات (Community Services):

ان سے مراد یہ محکمے ہیں: سڑکیں اور شاہراہیں، ٹیلی ویژن اور براڈ کاسٹنگ سروسز وغیرہ۔

8- امن وامان (Law and Order):

حکومت ملک میں امن وامان برقرار رکھنے کے لئے مختلف محکمے قائم کرتی ہے جن پر کافی رقم خرچ ہوتی ہے۔ ان میں یہ شامل ہیں؛ پولیس، عدالتیں، جیلیں، ریسرچ، انضباط ممنوعات ومنشیات (Narcotics Control)۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

ترقیاتی (یا سرمایاتی) خرچ کی مدیں (Heads of Developmental Expenditures):

اس سے مراد ایسا خرچ ہے جو ملک کی معاشی ترقی میں اضافہ کا باعث بنے۔ جیسے ریلیں، سڑکیں، اور نہریں بنانا، آبپاشی اور برقابی کے
پروجیکٹ تعمیر کرنا، ڈاک، تار اور ٹیلیفون کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانا، زرعی اور صنعتی ترقی کی سکیموں پر رقم خرچ کرنا۔ حکومت پاکستان کے
سالانہ ترقیاتی اخراجات درج ذیل مدوں پر ہوتے ہیں:

کارپوریشنوں کا ترقیاتی پروگرام، صوبوں کا معمول کا ترقیاتی پروگرام، پانی، توانائی، زراعت، صنعت، نقل وحمل، مواصلات، طبعی
منصوبہ بندی اور مکانات، تعلیم وتربیت، صحت عامہ، آبادی کی منصوبہ بندی، سوشل ایکشن پروگرام وغیرہ۔ 10-2009ء کے دوران ترقیاتی
مقاصد پر کل 518 بلین روپے خرچ کئے گئے جو کل اخراجات کے 18.5 فیصد تھے اور خام داخلی پیداوار کے 4 فیصد۔

ترقیاتی اخراجات ملکی معیشت کی نمو اور ترقی کے لئے سرکاری شعبے میں کئے جاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ سرکاری شعبے میں معینہ تشکیل
سرمایہ (Capital Formation) کے مساوی ہوتے ہیں۔ ان کے حجم کا دارومدار ان ترقیاتی پروجیکٹوں پر ہے جو سالانہ ترقیاتی پروگرام
(ADP) میں شامل کئے جاتے ہیں۔ اس میں "طبعی اور معاشرتی تحتی ڈھانچے" (Infrastructure) پر ہونے والے دونوں سرمایاتی خرچ
شامل ہوتے ہیں۔ غیر منصوبہ بند عرصہ (71-1970ء تا 78-1977) کے دوران (چونکہ حکومت ملک کی معاشی واقتصادی سرگرمیوں میں
بہت زیادہ شریک رہی ہے، اس لئے) "سالانہ ترقیاتی منصوبے" میں 35 فیصد سالانہ شرح سے اضافہ ہوتا رہا ہے، جس کے باعث مجموعی
سرمایہ کاری میں سرکاری شعبہ کی سرمایہ کاری کا حصہ 72-1971ء میں 48 فیصد سے بڑھ کر 78-1977ء میں 66 فیصد ہو گیا۔ لیکن بعد میں
جب نجی شعبہ کی ترقی اور حوصلہ افزائی یعنی نج کاری (Privatization) کا دور شروع ہوا تو سالانہ ترقیاتی منصوبے (ADP) میں سالانہ شرح
اضافہ کم ہوگئی، اور ملک کی مجموعی سرمایہ کاری میں سرکاری شعبے کا حصہ بھی کم ہو گیا۔

عام طور پر سالانہ ترقیاتی پروگرام کی تکمیل کے لئے وفاقی حکومت کی معروفت ستر فیصد حصہ خرچ ہوتا ہے اور صوبائی حکومتوں کی معرفت
تیس فیصد۔ سب سے زیادہ رقم آبی وسائل کی ترقی پر خرچ ہوتی ہے۔ اس کے بعد نقل وحمل اور مواصلات پر۔

مختلف شعبوں کی خرچ کے لحاظ سے نسبتی اہمیت یہ ہے: پانی، توانائی، مواصلات اور نقل وحمل، دیہی ترقی، بہبود آبادی، طبعی منصوبہ بندی،
تعلیم وتربیت، صحت، زراعت اور صنعت۔

سرمایاتی یا ترقیاتی بجٹ (Capital Budget):

پیچھے بتایا گیا ہے کہ حکومت کا بجٹ دو طرح کا ہوتا ہے: محاصلاتی بجٹ اور سرمایاتی بجٹ۔ اول الذکر پر مفصل بحث ہم پیچھے کر آئے ہیں،
لہٰذا اب سرمایاتی بجٹ کی وضاحت کرتے ہیں، اسے سالانہ ترقیاتی پروگرام (Annual Development Programme: ADP) بھی
کہا جاتا ہے۔ یہ دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک جانب سرمایاتی وصولیاں ہیں، یعنی وسائل گویا وہ رقم جو حکومت کو مختلف ذرائع سے حاصل
ہوتی ہے اور دوسری جانب سرمایاتی ادائیگیاں۔ وسائل دو طرح کے ہیں: اندرونی اور بیرونی۔ اندرونی وسائل کے دو ذرائع ہیں: اول، وفاقی
فنڈ، دوم قرضے۔ بیرونی وسائل مختلف نوع کی امداد پر مشتمل ہوتے ہیں۔ مثلاً پروجیکٹ قرضے، اجناسی قرضے، اور غیر منصوبہ جاتی امداد وغیرہ۔

سرمایاتی خرچ کے دو حصے ہیں: ترقیاتی اور غیر ترقیاتی خرچ تین طرح سے ہوتا ہے: سرکاری شعبہ میں خرچ، صوبوں کی ترقیاتی امداد، اور نجی
شعبے میں خرچ، سرکاری شعبہ کی آگے کئی مدیں ہیں۔ غیر ترقیاتی خرچ سے مراد وہ رقوم ہیں جو ترقیاتی پروجیکٹوں کو برقرار رکھنے پر خرچ ہوں۔

مالیاتی (اور میزانیہ) پالیسی کے اہم مقاصد (Objectives of Fiscal Policy):

حکومت ٹیکس عائد کرنے یا غیر محصولاتی ذرائع سے آمدنی حاصل کرنے، سرکاری قرضہ لینے اور اپنی آمدنی خرچ کرنے کے سلسلے میں،
جو خاص نقطہ نظر اختیار کرتی ہے، اسے مالیاتی پالیسی (Fiscal Policy) کہا جاتا ہے۔ چونکہ ٹیکس لگانے اور خرچ کرنے کے اقدامات سے ملکی

معیشت گہرے طور پر متاثر ہوتی ہے، اس لئے حکومت اپنی مالیاتی پالیسی بناتے وقت مندرجہ ذیل مقاصد سامنے رکھتی ہے:

-1 ملکی ذرائع سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے اور معاشی ترقی کی رفتار تیز کر کے لوگوں کا معیارِ زندگی بہتر بنایا جائے۔
-2 افراطِ زر کو روکنے کے لئے سرکاری اخراجات کم کئے جائیں اور زائد زر جاری نہ کیا جائے تاکہ قیمتوں کا رجحان نیچے کی طرف ہو سکے۔
-3 زیادہ سے زیادہ زرمبادلہ کمایا جائے، تاکہ روزمرہ کے استعمال کی اشیاء اور نئی نئی صنعتوں کے لئے خام مال اور مشینیں وغیرہ درآمد کی جا سکیں۔
-4 ملک میں ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ یہاں زیادہ سے زیادہ سرمایہ کاروبار میں لگانے کی حوصلہ افزائی ہو، چیزوں کی پیداوار بڑھے اور قیمتیں کم ہو جائیں۔
-5 لوگوں کو روپیہ بچانے کی ترغیب دی جائے تاکہ ترقیاتی مقاصد کے لئے ملک کے اندر سے ہی مالی وسائل میسر آسکیں، اور غیر ملکی امداد (Foreign Aid) پر دارومدار کم ہو جائے۔
-6 ملک کے مختلف حصوں اور علاقوں میں جو معاشی عدم توازن پایا جاتا ہے اسے دور کیا جائے۔
-7 نجی کاروبار کی حوصلہ افزائی کی جائے، البتہ اجارہ داریوں کی حوصلہ شکنی کی جائے۔
-8 ملکی دولت کا بیشتر حصہ چند افراد کے ہاتھوں میں جمع نہ ہونے پائے۔
-9 ملک میں مضبوط، متوسط طبقہ پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔
-10 معاشرتی شعبوں کو ہمہ پہلو ترقی دینا تاکہ قوم خوشحال ہو سکے۔
-11 زرعی اور صنعتی پیداوار میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کرنا تاکہ پاکستان کو خود کفیل بنا کر غیر ملکی محتاجی سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔
-12 عام آدمی کے لئے "خود روزگاری سکیموں" (Self-Employment Schemes) کو کامیاب بنانے کے لئے زیادہ سے زیادہ مالی وسائل فراہم کر کے روزگار کے مواقع میں اضافہ کرنا۔
-13 دولت مند طبقہ سے وسائل حاصل کر کے غریب طبقہ کی طرف منتقل کرنا، تاکہ معاشی خوشحالی کی تقسیم مساویانہ اور عادلانہ بنیادوں پر ہو سکے۔
-14 عدل واحسان کا نظام قائم کرنا تاکہ ملک میں ترقی، خوشحالی اور قومی استحکام پیدا کیا جا سکے۔

پاکستان میں صوبائی حکومتوں کے ذرائع آمدنی

(Sources of Revenue of Provincial Governments)

پاکستان کی چار صوبائی حکومتیں ہیں: حکومت پنجاب، حکومت سندھ، حکومت خیبر پختونخواہ کے اور حکومت بلوچستان جو اپنے دائرہ کار
میں سیاسی، انتظامی، اقتصادی اور معاشرتی فرائض انجام دیتی ہیں اور ان کی ادائیگی کے لئے مختلف ذرائع سے آمدنی حاصل کرتی ہیں۔
صوبائی حکومتوں کے بھی دو طرح کے بجٹ ہوتے ہیں: اول، ریونیو یا محاصلاتی بجٹ اور دوم، سرمایاتی بجٹ۔ محاصلاتی بجٹ کے مندرجہ ذیل
ذرائع ہیں:

صوبائی حکومتوں کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ وفاقی حکومت کے نافذ کردہ ٹیکسوں سے ملنے والا حصہ ہے۔ دوسرے نمبر پر صوبائی
حکومتوں کے نافذ کردہ ٹیکسوں سے حاصل ہونے والی رقم ہے۔ اہم ذرائع آمدنی کی وضاحت ذیل میں کی گئی ہے:

-1 مرکزی حکومت کے ٹیکسوں کا حصہ (Share of Federal Government Taxes):

مرکزی حکومت مندرجہ ذیل ٹیکسوں سے حاصل ہونے والی آمدنی کا ایک حصہ صوبوں کو دے دیتی ہے: انکم ٹیکس، کارپوریشن ٹیکس، بکری

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

ٹیکس، چائے، تمباکو اور چھالیا پر مرکزی ایکسائز ٹیکس۔

نیشنل فنانس کمیشن (NFC) کے فیصلہ کے مطابق مرکزی حکومت اور صوبائی حکومتوں کے مابین "وفاقی قابل تقسیم رقم" (Federal Divisible Pool) درج ذیل نسبت سے تقسیم ہوتی ہے: صوبہ پنجاب 51.74 فیصد، سندھ 24.55 فیصد، خیبر پختونخواہ، 14.62 فیصد اور بلوچستان 9.09 فیصد۔ 2009-10ء کے دوران صوبائی حکومتوں کو کل 697.9 بلین (ارب) روپے منتقل کیے گئے۔

-2 آبیانہ (Water Rate):

صوبائی حکومتوں نے اپنے اپنے علاقوں میں بہت سی نہریں تعمیر کر رکھی ہیں، جن سے کاشت کار اپنی زمینوں کو سیراب کرنے کے لئے پانی حاصل کرتے ہیں، اور اس کا معاوضہ آبیانہ کی شکل میں حکومت کو ادا کرتے ہیں۔

-3 مالیہ زمین (Land Revenue):

اس میں زمین کا لگان یا معاوضہ کے علاوہ سرکاری زمینوں کی فروخت اور جرمانے شامل ہوتے ہیں۔ سرکاری زمینوں پر مویشی چرانے کا معاوضہ بھی اسی مد میں شمار کیا جاتا ہے۔

-4 موٹر گاڑیوں پر محصولات (Taxes on Motor Vehicles):

اس میں گاڑیوں کی رجسٹریشن فیس، روڈ ٹیکس، ڈرائیونگ کا لائسنس حاصل کرنے کی فیس اور جرمانے وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔

-5 اشٹام اور کورٹ فیس (Stamp Paper and Court Fee):

عام لوگ حکومت کو جو عدالتی اور غیر عدالتی درخواستیں دیتے ہیں، ان پر سرکاری ٹکٹیں لگانی پڑتی ہیں۔ چنانچہ ان کی فروخت سے صوبائی حکومتوں کو آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ اشٹاموں کی فروخت بھی حکومت کی آمدنی کا معقول ذریعہ ہے۔

-6 رجسٹریشن:

اس میں مندرجہ ذیل شامل ہیں: دستاویزات کی رجسٹریشن کرانے کی فیس، رجسٹر شدہ دستاویزات کی نقل فراہم کرنے کی فیس، پرانے ریکارڈ تلاش کرنے کی فیس۔

-7 اقتصادی خدمات (Economic Services) کے محکمے:

ان میں یہ شامل ہیں: زراعت، ماہی گیری، پرورش حیوانات، مواصلات اور جنگلات سے عمارتی لکڑی، ایندھن، گندہ بیروزہ اور لکڑی کا کوئلہ حاصل ہوتا ہے اور ان کی فروخت سے حکومت کو آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ روڈ ٹرانسپورٹ بھی آمدنی کا معقول ذریعہ ہے اور دریاؤں کی مچھلی گاہوں کے ٹھیکوں سے آمدنی حاصل ہوتی ہے۔

-8 معاشرتی خدمات (Social Services) کے محکمے:

ان میں صحت عامہ اور تعلیم عامہ کے محکمے شامل ہیں، اگر چہ یہ بھی خرچ کرنے والے محکمے ہیں، تاہم یہاں سے بھی فیس کی شکل میں کچھ آمدنی حاصل ہو جاتی ہے۔

-9 سول نظم و نسق (Civil Administration) کے محکمے:

ان میں یہ محکمے شامل ہیں: نظم و نسق عامہ، پولیس، جیلیں اور عدالتیں۔ ویسے تو یہ محکمے خرچ کرنے والے ہیں، لیکن ان سے تھوڑی بہت آمدنی فیسوں اور جرمانوں کی شکل میں وصول ہوتی ہے۔

-10 قرضہ پر سود (Debt Services)

حکومت میونسپلٹیوں اور نیم سرکاری کارپوریشنوں کو قرضہ دیتی ہے۔ نیز زرعی اصلاحی قرضہ کے قانون کے تحت کاشت کاروں کو قرضہ دیتی ہے، جس پر اسے معاوضہ ملتا ہے۔

-11 آمدنی کے متفرق ذرائع:

ان میں تفریحی ٹیکس، بجلی کے استعمال پر ٹیکس، پٹرول پر ٹیکس، زرعی آمدنی پر ٹیکس، اسلحہ لائسنس فیس اور اعلیٰ قسم کے ہوٹلوں پر ٹیکس شامل ہیں۔

-12 وفاقی حکومت کے عطیات:

ان سے مراد وہ رقوم ہیں جو مرکزی حکومت صوبائی حکومتوں کو ہنگامی حالات، مثلاً جنگ، قحط، سیلاب اور زلزلے کے زمانے میں لوگوں کی بحالی اور آبادی کے لئے دیتی ہے۔

صوبائی حکومتوں کے اخراجات کی مدیں

(Heads of Expenditures of Provincial Governments)

صوبائی حکومتوں کے اخراجات کی اہم مدوں کی وضاحت ذیل میں کی گئی ہے:

-1 ٹیکس اکٹھا کرنے والے محکمے:

اس مد میں وہ رقم شامل کی جاتی ہے جو ٹیکس اکٹھا کرنے والے محکموں کے عملے اور دیگر ضروریات پر خرچ کی جاتی ہے۔ کل رقم کا تقریباً دو فیصد حصہ ان محکموں پر صرف ہو جاتا ہے۔

-2 قرضہ کی خدمات:

صوبائی حکومتیں مرکزی حکومت سے اور دیگر ذرائع سے جو قرضہ لیتی ہیں ان پر سود ادا کرتی ہیں۔ اس پر کل خرچ کا دس فیصد صرف ہوتا ہے۔

-3 نظم و نسق عامہ (Civil Administration):

صوبائی نظم و نسق کے لیے جو محکمے قائم کئے گئے ہیں، ان پر کافی خرچ اٹھتا ہے، کل خرچ کا تقریباً سولہ فیصد اس مد کے لئے مخصوص ہوتا ہے۔

-4 معاشرتی خدمات (Social Services) کے محکمے:

ان میں یہ شامل ہیں: محکمہ تعلیم، محکمہ صحت، سائنسی ترقی کے محکمے، ریٹائرڈ ملازموں کی پنشن۔ اس مد پر کل خرچ کا تقریباً چھتیس فیصد حصہ خرچ ہو جاتا ہے۔

-5 معاشی خدمات (Economic Services) کے محکمے:

ان سے مراد یہ محکمے ہیں: آب پاشی، سول ورکس، زراعت، مواصلات اور خبر رسانی۔ ان خدمات کی بہم رسانی پر کل خرچ کا تقریباً چونتیس فیصد حصہ صرف ہوتا ہے۔

مرکزی حکومت کی طرح صوبائی حکومتیں بھی ترقیاتی بجٹ بناتی ہیں، جن میں ان شعبوں کی ترقی کے لئے رقوم فراہم کی جاتی ہیں: مواصلات و خبر رسانی، طبعی منصوبہ بندی، زراعت، پانی، تعلیم و تربیت، صحت، صنعتیں و معدنیات، پیپلز ورکس پروگرام، سماجی بہبود اور افرادی قوت وغیرہ۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

زکوٰۃ کا نظام
(System of Zakat)

اسلامی حکومت کے ذرائع آمدنی(Sources of Revenue of an Islamic State):

عام حکومتوں کی آمدنی کے ذرائع اور اخراجات کی مدوں کا ذکر ہم پیچھے کر آئے ہیں، لیکن ایک اسلامی حکومت کے اہم ذرائع آمدنی یہ ہیں:

(i) جنگ میں حاصل ہونے والا مالِ غنیمت۔
(ii) غیر مسلموں سے حاصل ہونے والا جزیہ۔
(iii) بیرونی ملکوں سے درآمد ہونے والے سامان پر درآمدی محصول۔
(iv) معدنی کانوں سے حاصل ہونے والی رائلٹی، جنگلات سے حاصل ہونے والی پیداواریں۔
(v) زکوٰۃ وغیرہ۔

آخری ذریعہ (یعنی زکوٰۃ) بہت اہم ہے۔ لہٰذا ہم اس کا مفصل ذکر کرتے ہیں:

زکوٰۃ:

اسلام کے بنیادی فرائض پانچ ہیں؛ جن میں ایک زکوٰۃ ہے۔ نماز کے بعد اسلامی عبادات میں زکوٰۃ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں متعدد بار نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً:

-1 (ترجمہ) اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ مل کر رکوع کرو۔ (سورہ بقرہ: آیت 43)

-2 (ترجمہ) اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، تم اپنی عاقبت کے لیے جو بھلائی کما کر آگے بھیجو گے، اللہ کے ہاں اسے موجود پاؤ گے، جو کچھ تم کرتے ہو، وہ سب اللہ کی نظر میں ہے۔ (بقرہ:110)

گویا زکوٰۃ کی ادائیگی مسلمانوں پر اسی طرح فرض ہے جس طرح روزانہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔ قرآن مجید اس بات کو اسلامی حکومت کے بنیادی مقاصد و فرائض میں شمار کرتا ہے کہ وہ نماز اور زکوٰۃ کا نظام قائم کرے، جیسا کہ اس آیت مبارک سے پتا چلتا ہے:

(ترجمہ): یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے منع کریں گے، اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ (حج:41)

اللہ تعالیٰ نے ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر (یعنی جس کے پاس ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اتنی مالیت کے برابر نقد مال ہو) فرض قرار دیا ہے کہ وہ ہر سال اپنے مال میں سے اڑھائی فیصد (یعنی چالیسواں حصہ) بطور زکوٰۃ ادا کرے اور یہ رقم محتاجوں، مسکینوں، بیواؤں، یتیموں اور فقیروں وغیرہ میں تقسیم کرے اور اللہ پاک کی راہ میں مختلف نیک اور فلاحی کاموں پر خرچ کرے۔

زکوٰۃ کے لفظی معنی ہیں: "پاکیزگی"، گویا زکوٰۃ ادا کرنے والا خود بھی طمع، بخل، حُبِّ زر وغیرہ جیسی اخلاقی برائیوں سے پاک ہو جاتا ہے اور جس مال کی زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے وہ بھی پاک ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ کے لفظی معنی یہ بھی ہیں: "بڑھنا اور نشوونما پانا" چنانچہ زکوٰۃ ادا کرنے سے مال میں برکت ہوتی ہے: وہ بڑھتا اور پھلتا پھولتا ہے۔ (سورہ روم:39)

عشر(Usher):

دینِ اسلام میں زرعی پیداوار (Agricultural Puoduction) پر بھی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جس کی شرح دس فیصد ہے۔ زرعی پیداوار پر ادا کی جانے والی زکوٰۃ کو عشر کہا جاتا ہے (کیونکہ عشر کے معنی ہیں: دسواں حصہ) چنانچہ زمینداروں اور کسانوں پر فرض ہے کہ وہ

اپنی پیداوار کا دسواں حصہ بطور زکوٰۃ اللہ کی راہ میں ادا کریں۔

صدقہ و خیرات (انفاق فی سبیل اللہ)(Charity):

اس کا مطلب ہے: اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ خداوند کریم نے اہلِ ایمان کو حکم دیا ہے کہ اس نے جو رزق انہیں بخشا اور مال عطا کیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں (نیک اور رفاہی و فلاحی کاموں پر) خرچ کرو، جیسا کہ اس آیت مبارک سے واضح ہوتا ہے:

یا یھا الذین امنو انفقوا مما رزقنکم (البقرہ:254)

یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں رات دن خرچ کرو یعنی فروخ قلبی کے ساتھ، جیسا کہ ارشاد مبارک ہے:

الذین ینفقون اموالھم بالیل والنھار (بقرہ:274)

اسلام میں صدقہ و خیرات کے بڑے فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ قرآن پاک کی رو سے صدقہ و خیرات کرنے سے مال و دولت میں اضافہ ہوتا ہے کیونکہ رب کریم کی راہ میں خرچ کرنے کی مثال ایسی ہے "جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی میں سو(100) دانے ہوں۔ (سورہ بقرہ آیت:261) نیز انفاق فی سبیل اللہ (یعنی خیرات) "نیکی" تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے کہ (ترجمہ) "تم (اس وقت تک) نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی وہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو جنہیں تم عزیز رکھتے ہو۔" (سورہ آل عمران: آیت 92) "اللہ کی راہ میں صدقہ و خیرات کرنے والوں کی رب کریم بخشش فرمائیں گے اور وہ لوگ جنت میں جائیں گے۔ (آلِ عمران:134,133)

زکوٰۃ کے مستحقین (زکوٰۃ کے استعمالات):

قرآن مجید کی صراحت کے مطابق مال زکوٰۃ کے مستحق مندرجہ ذیل لوگ ہیں۔ اس کی وضاحت سورۃ توبہ کی آیت نمبر 60 سے ہوتی ہے: (ترجمہ) "یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اور ان کے لئے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔ نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لئے ہیں۔ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے۔"

ہم ان مستحقین کی مختصر تشریح کرتے ہیں:

-1 فقراء:

ان سے مراد ایسے لوگ ہیں جو نصاب زکوٰۃ سے کم مال رکھتے ہوں، یا اگر صاحب نصاب ہوں تو ان پر اس قدر قرضہ ہو کہ قرض ادا کرنے کے بعد صاحب نصاب نہ رہیں۔

-2 مساکین:

ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو نہایت ہی مفلوک الحال ہوں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ہے کہ مسکین وہ شخص ہے جو کما نہ سکتا ہو یا کمانے کا موقع نہ پاتا ہو، اس تعریف کی رو سے تمام وہ غریب بچے جو ابھی کمانے کے قابل نہ ہوئے ہوں، اور پاہج اور بوڑھے جو کمانے کے قابل نہ رہے ہوں، اور بے روزگار یا بیمار جو عارضی طور پر کمانے کے مواقع سے محروم ہو گئے ہوں، مسکین ہیں۔

-3 عاملین زکوٰۃ:

ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں اسلامی حکومت زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مقرر کرتی ہے، ان کی تنخواہ زکوٰۃ کی مد سے ہی دی جاتی ہے۔

-4 تالیف قلوب کے لئے:

ان سے مراد وہ لوگ ہیں، جو ابھی نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہوں۔ ان کو مال دے کر ان کی ہمت افزائی کرنا، ان کی تالیف

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

قلب کا سامان کرنا، اوران جیسے دوسرے لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرنا مقصود ہوتا ہے۔

5- غلامی سے چھٹکارا کے لئے:

ان کے لئے قرآن مجید میں "فی الرقاب" کا لفظ آیا ہے، یعنی گردنیں چھڑانے کے لئے۔ گویا وہ لوگ جو غلام ہوں اور غلامی کی قید سے نکلنے کے لئے روپے کے حاجت مند ہوں۔ اس سے مراد وہ مسلمان بھی ہیں، جو لڑائیوں میں دشمنوں کے ہاتھ گرفتار ہو کر قیدی اور غلام بنا لئے جائیں۔

6- مقروض:

ان سے مراد وہ لوگ ہیں، جن کے اوپر ان کی پونجی سے کہیں زیادہ قرض ہو، البتہ شرط یہ ہے کہ قرض کسی گناہ کے کام میں نہ لیا گیا ہو، مثلاً عیش پرستی یا قمار بازی وغیرہ کے لئے۔

7- فی سبیل اللہ:

اس سے مراد ہے اللہ کی راہ میں، یعنی مختلف نیک کاموں پر خرچ کرنا۔ یہ ایک عام مد ہے جس کی عملی شکلیں حالات ہی متعین کر سکتے ہیں۔ مجاہدین کی تیاری، بیماروں کا علاج، جو لوگ خود تعلیم حاصل نہ کر سکتے ہوں ان کی تعلیم کا بندوبست۔ غرض وہ سارے کام جو امت مسلمہ کی خاطر مفید اور ضروری ہوں، اس مد کے تحت آجاتے ہیں۔

8- مسافر:

جو پردیس میں ہونے کے باعث اپنے مال سے فائدہ نہ اٹھا سکتا ہو اور اس وقت اس کا ہاتھ خالی ہو۔ اس تعریف کے تحت مہاجرین بھی آجاتے ہیں جو جنگ کے حملہ یا ظلم وجود کے باعث بے گھر ہو جاتے ہیں۔ مسافر اپنے گھر پر چاہے مالدار ہی ہو، لیکن حالت سفر میں اگر وہ مدد کا محتاج ہو جائے تو اسے زکوٰۃ لینے کا حق پہنچتا ہے۔

واضح رہے کہ اسلام ان مستحقین کو زکوٰۃ میں سے حصہ پانے کا حق اسی وقت دیتا ہے جبکہ یہ کسب مال کی کوشش مین اپنی طرف سے کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں، اور اس کے باوجود ان کا کام نہ چلے۔ اس اصول کی وجہ یہ ہے کہ اسلام عزت نفس اور خودداری کو بڑی اہم چیز سمجھتا ہے۔

زکوٰۃ، عُشر اور خیرات بطور ذریعہ حکومتی آمدن اور ذریعۂ معاشرتی انصاف

(Zakat, Usher and Charity as Instruments of Source of Revenue and Social Justice)

زکوٰۃ اسلام کے بنیادی فرائض میں سے ایک اہم فریضہ ہے اور یہ مسلمانوں کی مالی عبادت ہے۔ اس فریضہ کی پابندی کے بغیر وہ اپنی عبدیت اور ایمان کا پورا حق ادا نہیں کر سکتے۔ اس لئے یہ اگرچہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا جوئی کے لئے ادا کی جاتی ہے، مگر اس کی برکتیں ہماری دنیاوی زندگی میں بھی ظاہر ہوتی ہیں، اور اس کے طفیل ہمیں بہت سے معاشی اور معاشرتی فائدے حاصل ہوتے ہیں، جن کا ذکر ذیل میں کیا گیا ہے۔ ان فوائد کی بدولت معاشرہ میں عدل اجتماعی (Social Justice) قائم ہوتا ہے۔ اور ہر شخص معاشی اور معاشرتی لحاظ سے ایک متوازن، خوشگوار، آسودہ حال زندگی کے وسائل حاصل کر لیتا ہے، اور معاشرہ ترقی، خوشحالی اور تعاون باہم کی راہ پر گامزن ہو جاتا ہے۔

زکوٰۃ، عشر اور خیرات-عدل اجتماعی کا ذریعہ (Instruments of Social Justice):

زکوٰۃ وعشر سے جو درج ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں، ان کی بدولت معاشرہ میں معاشی ومعاشرتی عدل کا نظام خود بخود قائم ہو جاتا ہے۔ اور معاشی ترقی کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔

(1) غربت (Poverty) کا علاج:

سرمایہ داری نظام معیشت (یعنی کیپٹلزم، کے تحت جس میں سرمائے کو محنت پر فوقیت اور مرکزی حیثیت دی جاتی ہے) میں عموماً دولت

مند طبقہ معاشرے کے ایسے افراد کی کفالت کا ذمہ نہیں لیتا، جو اپاہج، بوڑھے اور ضعیف ہوں، نادار، یتیم اور بے روزگار ہوں، مسکین، حاجت مند اور مقروض ہوں۔ اس لیے یہ لوگ انتہائی بدنصیبی اور محرومی کا شکار ہو جاتے ہیں، لیکن اسلام کے معاشی نظام میں زکوٰۃ کی بدولت، ان لوگوں کی محرومیاں، خوشیوں میں بدل جاتی ہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ سے ان سب کی پرورش اور کفالت ہوتی رہتی ہے۔ گویا زکوٰۃ کے طفیل غربت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

(2) بے روزگاری (Unemployment) کا علاج:

زکوٰۃ کی بدولت بے روزگاروں کو روزگار مل جاتا ہے کیونکہ جو لوگ کام کرنا چاہتے ہوں، کوئی نہ کوئی ہنر یا دستکاری جانتے ہوں، لیکن اپنے پاس سرمایہ نہ ہونے کے باعث ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیکار بیٹھے ہوں انہیں اگر زکوٰۃ مل جائے تو وہ اس رقم سے کوئی کام کر کے روزی کما سکتے ہیں، صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، اور ملک سے بے روزگاری ختم ہو جاتی ہے۔ اس وقت پاکستان میں کام کرنے کے اہل افراد کا تقریباً چھ فیصد (یعنی ساڑھے تیس لاکھ افراد) بیروزگار ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس سرمایہ نہیں، جس سے وہ کوئی کاروبار، دست کاری یا کھیتی باڑی کر سکیں، اس لئے اگر انہیں زکوٰۃ دی جائے تو وہ بیکاری کی لعنت سے بچ سکتے ہیں۔

3- غیر مساوی تقسیم دولت (Uneven Distribution of Wealth) کا علاج:

پسماندہ ممالک کو غیر مساوی تقسیم دولت کا مسئلہ درپیش ہے۔ جس کے باعث ہر معاشرہ اقتصادی اعتبار سے دو گروہوں میں بٹا ہوا ہے، ایک نہایت امیر، دوسرا نہایت غریب۔ پہلا طبقہ عیش وعشرت میں غرق ہے جبکہ دوسرا بھوک اور ننگ کا شکار ہے۔ اس وجہ سے باہمی منافرت، حسد، کینہ اور انتقام جیسے مکروہ جذبات ابھرتے ہیں۔ امیر وغریب کی اس وسیع خلیج کو کم کرنے کا بہترین علاج زکوٰۃ ہے۔ اس کی رو سے ہر صاحب نصاب اپنے مال ودولت کا، ہر سال چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ نکالتا ہے اور محتاجوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اس طرح دولت کبھی خود بخود امیر لوگوں کے ہاتھوں سے نکل کر غریب گھرانوں کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہے، اور زکوٰۃ کی بدولت بھی اسلامی معاشرہ میں ایسے دو گروہ پیدا نہیں ہو سکتے جن کی آمدنی میں اتنا زیادہ فرق ہو، جتنا سرمایہ داری نظام میں پیدا ہو جاتا ہے۔

(4) ارتکاز دولت (Concentration of Wealth) کا علاج:

اس سے مراد ہے ملک کی بیشتر دولت کا چند لوگوں کے قبضہ میں جمع ہو جانا۔ سرمایہ دار لوگ اپنے سرمائے کی مدد سے ڈھیروں دولت کماتے اور جمع کرتے جاتے ہیں، جس کا کچھ حصہ کاروبار میں لگاتے ہیں، اور باقی عیش وعشرت میں اڑا دیتے ہیں۔ دوسری جانب غرباء اپنی زندگی کی بنیادی ضرورتیں بھی پوری نہیں کر پاتے۔ یوں ملک کے قدرتی اور انسانی وسائل سے بھرپور فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا' اور معیشت عدم توازن کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس مسئلہ کا علاج زکوٰۃ سے ہو سکتا ہے، کیونکہ زکوٰۃ کی رو سے، سرمایہ داروں کو ہر سال اپنی تمام جمع شدہ دولت، سرمائے، زیورات اور مال تجارت کا چالیسواں حصہ نکال کر غرباء میں تقسیم کرنا ہوتا ہے، جس کے باعث ان کے پاس بے تحاشا دولت جمع نہیں ہو سکتی، اور اگر ہو بھی جائے تو اس کا ایک مخصوص حصہ خود بخود باقاعدگی سے حاجت مندوں کے پاس پہنچتا رہتا ہے، اور معیشت میں اعتدال و توازن برقرار رہتا ہے۔

(5) دفینوں (Hoardings) کا علاج:

عام طور پر لوگ اپنی بچی ہوئی دولت کو دفینوں، یعنی نقد رقوم یا زیوارت کی صورت میں سنبھال کر رکھتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیشتر روپیہ استعمال میں نہیں آتا اور کساد بازاری (Slump) پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اسلامی معاشرہ میں لوگ کثیر مقدار میں روپے کو یوں دفینوں اور زیوارت کی شکل میں بے کار بنا کر نہیں رکھیں گے، کیونکہ اس طرح ہر سال زکوٰۃ دینے سے اس کی مقدار کم ہوتی جائے گی۔ چنانچہ لوگ اپنی دولت کو کسی نہ کسی کاروبار میں لگائیں گے، کارخانے قائم کریں گے، کسی کو (شرکت ومضاربت پر) تجارت کے لئے دیں گے اور

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

اس سے منافع کا حصہ لیتے رہیں گے۔اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ نہ صرف خود ان لوگوں کی دولت کارآمد ہو جائے گی اور بڑھے گی، بلکہ عام لوگوں کو بھی فائدہ پہنچے گا اور روزگار بڑھے گا۔ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (ترجمہ) ''آگاہ ہو جاؤ، تم میں سے جو کوئی یتیم کا ولی ہو اور اس کے پاس دولت ہو تو اس سے تجارت کرے اور اس دولت کو یونہی نہ ڈال رکھے تاکہ ایسا نہ ہو کہ زکوٰۃ ہی اسے ختم کر ڈالے۔''

(6) غیر سودی معیشت کی بنیاد (Interest-Fre Economy):

زکوٰۃ کے ذریعے یہ مقصد بھی حاصل کیا جاتا ہے کہ دولت تمام افراد کے درمیان گردش کرتی رہے، تاکہ پیداوار اور صرف کے مابین سرمایہ کی گردش موزوں طریقے پر انجام پاتی رہے۔زکوٰۃ تعاون اور کفالت باہمی پر مبنی ایسے معاشرہ کی بنیاد ہے، جسے اپنی زندگی کے کسی شعبے میں بھی سودی نظام کے سہارے کی ضرورت نہیں۔ایک مسلم ریاست، زکوٰۃ کو لازمی حق کے طور پر وصول کرے گی، خیرات کے طور پر نہیں، اور اس کی مدد سے ہر اس فرد کی کفالت کرے گی، جس کے ذاتی وسائل اس کے لئے کافی نہ ہوں، یوں ہر شخص کو اطمینان حاصل ہوگا کہ اس کی اپنی اور اس کی اولاد کی ضروریات کی تکمیل بہر حال یقینی ہے، ساتھ ہی ریاست مقروض افراد کی جانب سے، ان کے قرضے زکوٰۃ کی مدد سے ادا کرے گی۔خواہ یہ قرض کاروباری اغراض کی خاطر لئے گئے ہوں یا غیر کاروباری اغراض کے لئے، زکوٰۃ کا نظام ایمانی تصورِ ایمانی تربیت، اور ایمان پر مبنی اخلاق پر قائم ہوتا ہے اور نفس انسانی کو ایک مخصوص سانچہ میں ڈھال دیتا ہے۔پھر اس نظام کے ہر شعبہ میں صحیح افکار و تصورات، پاکیزہ اخلاق و عادات اور اعلیٰ طور طریقے جاری ہوتے ہیں۔جاہلی نظام کے بالمقابل، جس کی بنیاد سود پر ہے، اسلام اپنے نظام میں زکوٰۃ کو بنیادی حیثیت دیتا ہے۔اس نظام میں انفرادی سعی و جہد اور سود سے پاک باہمی تعاون کے ذریعے زندگی نمو پاتی ہے اور معیشت کی ترقی عمل میں آتی ہے۔ (سید قطب شہیدؒ)

(7) فضول خرچی (Extravagance) کی حوصلہ شکنی:

جس معاشرہ میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا رواج ہو، وہاں لوگ فضول خرچی اور اسراف (یعنی زائد از ضرورت خرچ) سے پرہیز کرتے ہیں، کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے باعث ان کے پاس اس قدر بے تحاشا دولت جمع نہیں ہونے پاتی کہ وہ اسے پرتکلف رہن سہن، عیش و عشرت اور ٹھاٹھ میں ضائع کرتے رہیں۔یوں زکوٰۃ کے طفیل عمومی صرف دولت میں کفایت اور اعتدال کی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

(8) سرمائے کی گردش (Circulation of Capital) میں اضافہ:

کسی معیشت کی صحت مندانہ ترقی کے لئے سرمائے کی حیثیت ایسے ہی ہے جیسے انسانی جسم میں خون۔چنانچہ ضروری ہے کہ سرمایہ پوری معیشت میں مستقل طور پر گردش کرتا رہے اور کسی ایک طبقہ یا شعبہ میں مرتکز ہو کر نہ رہ جائے۔یہ مقصد زکوٰۃ سے بخوبی حاصل ہوتا ہے، کیونکہ ہر سال اہل ثروت لوگ اپنی کثیر دولت کا چالیسواں حصہ نکال نکال کر حاجت مندوں کو ادا کرتے رہیں گے، جو اسے اشیائے صرف اور اشیائے پیدائش پر خرچ کر کے آگے منتقل کر دیں گے۔گویا دولت خود بخود ایک دائری شکل میں سارے معاشرہ میں گھومتی رہے گی، اور ہر شخص کے ہاتھوں سے ہو کر گزرے گی۔بالکل ایسے ہی جیسے آبی ذخیرہ یا جھیل سے پانی کئی نالوں کے ذریعے بہ کر دائیں بائیں کے خشک کھیتوں کو سیراب کرتا جائے اور پیداوار دگنی چوگنی ہوتی جائے۔

(9) معاشی ترقی کی رفتار میں اضافہ:

کسی ملک کی معاشی ترقی کے لئے بنیادی طور پر یہ عوامل درکار ہوتے ہیں: مستعد مزدور اور کارندے، باکفایت صرف اور بچت، کثیر سرمایہ دولت کی گردش، آمدنی کی متوازن اور مساویانہ تقسیم وغیرہ۔یہ تمام عوامل نظام زکوٰۃ کے باعث خوب ترقی کرتے ہیں، لہٰذا معاشی ترقی کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔

زکوٰۃ سے معاشی فوائد کے علاوہ معاشرتی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(10) باہمی تعاون اور مروت (Cooperation) کا فروغ:

زکوٰۃ کا نظام قائم کرنے سے معاشرہ میں باہمی تعاون کا جذبہ فروغ پاتا ہے۔جب دولت مند افراد زکوٰۃ دے کر حاجت مندوں کی مدد کرتے ہیں، تو یہ لوگ دولت مندوں کو محبت اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ان کے اندر شکر گزاری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔یوں پورا معاشرہ اخوت، مروت، ہمدردی اور محبت کی خوشبو سے مہک اٹھتا ہے۔

(11) اجتماعی بہبود (Social Welfare) کا تحفظ:

زکوٰۃ کی ادائیگی بعض لالچی، حریص اور دولت سے محبت کرنے والے لوگوں پر بار گزارتی ہے لیکن انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ ہر فرد کی خوش حالی اس جماعت سے وابستہ ہے جس میں وہ رہتا ہے۔اگر صاحب استطاعت لوگ حاجت مندوں کو اس خیال سے زکوٰۃ نہ دیں کہ دولت انہوں نے خود محنت اور مشقت سے کمائی ہے، تو انہیں یہ چیز نہ بھولنی چاہئے کہ اس سے ایک طرف تو وہ اللہ کے حکم سے کوتاہی کر رہے ہیں، اور دوسری طرف پورے معاشرے کو ناداری میں ڈال کر، ایسا موقع پیدا کر رہے ہیں، جب نہ تو ان کی پیدا کی ہوئی اشیاء خریدنے کی کسی میں استطاعت ہوگی، اور نہ نادار لوگ اس بات پر ہی قناعت کریں گے کہ امیر لوگ خود عیش و عشرت سے دن گزاریں اور غریب لوگ فاقوں کی بنا پر لقمۂ اجل بنتے چلے جائیں۔اگر دولت مند لوگ زکوٰۃ ادا کرتے رہیں تو نہ منافرت پیدا ہوگی اور نہ کوئی مفلوک الحال گروہ جنم لے گا، بلکہ مجموعی معاشرہ خوش حال ہوگا اور سبھی امن و سکون کے ساتھ زندگی بسر کرتے جائیں گے۔

(12) جرائم اور لوٹ مار (Crimes) کا خاتمہ:

بہت سے جرائم اخلاقی پستی کے ساتھ ساتھ غربت اور بیروزگاری کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔چوری، جیب تراشی، مکاری، غبن، لوٹ مار، چھینا جھپٹی، دہشت گردی اور خودکشی جیسے امراض ایسے معاشرہ میں جنم لیتے ہیں، جہاں غریبوں کی خبر گیری نہیں ہوتی اور وہ اپنے اہل و عیال کی حالت زار سے تنگ آ کر جرم کی طرف مائل ہو جاتے ہیں لیکن چونکہ زکوٰۃ کی بدولت غریبوں کی ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں، اور وہ بے راہ رو ہونے سے بچ جاتے ہیں، اس لئے ملک میں معاشرتی اور اخلاقی اقدار فروغ پاتی ہیں۔

(13) بدامنی (Disorder) اور ہنگاموں کا خاتمہ:

زکوٰۃ کی برکت سے معاشی طور پر نچلے طبقے کی کفالت ہوتی رہتی ہے، اس لئے ملک میں مزدور۔مالک کش مکش، سرکشی، بدامنی، ہنگامے نہیں ہوتے، اور ملک فساد سے محفوظ رہتا ہے۔

پیچھے ہم نے زکوٰۃ و عشر کے معاشی اور معاشرتی فائدے بیان کئے ہیں۔ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ و عشر کا نظام ایک مسلم معاشرہ میں اجتماعی اور معاشرتی عدل کے قیام کا ذریعہ بن جاتا ہے کیونکہ اس سے ایک طرف تو ناداروں، حاجت مندوں، محروموں، معذوروں اور بے کسوں کی ضروریات زندگی کی بطریق احسن کفالت ہو جاتی ہے اور دوسری طرف امراء کی دولت میں بے تحاشا اضافہ نہیں ہوتا اور نہ ان کے صرف میں اسراف و تبذیر پیدا ہوتا ہے۔گویا قوم کی مجموعی آمدنی و دولت کی تقسیم میں اعتدال اور توازن پیدا ہو جاتا ہے، اور بے جا افراط و تفریط اور وسیع طبقاتی تقسیم ختم ہو جاتی ہے۔

پاکستان میں زکوٰۃ و عشر کا نظام:

اسلام ایک مکمل دستور حیات ہے اور انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں کی اصلاح و ترقی کے لئے طریقے بتاتا ہے۔چنانچہ سیاسی، معاشرتی، اقتصادی، تعلیمی، اخلاقی، تہذیبی اور دیگر معاملات میں رہنمائی مہیا کرتا ہے۔پاکستان اسلام کے نام پر قائم کیا گیا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ یہاں اسلامی نظام حیات، اپنی صحیح شکل اور روح کے ساتھ نافذ ہو۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

20 جون 1980ء کو صدر پاکستان نے زکوٰۃ اور عشر آرڈی نینس نافذ کر دیا، جس کے تحت ایسے اصول وضع کیے گئے ہیں، جن کے مطابق اہل نصاب سے زکوٰۃ اکٹھی کی جائے گی اور شریعت کے تقاضوں کے عین مطابق مستحق لوگوں میں تقسیم کی جائے گی۔

حکومت نے ایک مرکزی زکوٰۃ فنڈ قائم کیا ہے جس کی معرفت آگے مختلف صوبوں میں قائم شدہ مقامی زکوٰۃ کمیٹیوں کو زکوٰۃ کی رقم منتقل کی جاتی ہے۔ زکوٰۃ کی تقسیم کا کام خالص غیر سرکاری افراد کی معرفت ہوتا ہے، جنہیں متعلقہ علاقہ کے لوگ منتخب کرتے ہیں، اور اس سلسلہ میں ہرگز کوئی سرکاری مداخلت نہیں کی جاتی۔ تاہم مرکزی اور صوبائی زکوٰۃ کونسلوں کے سربراہ، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے جج صاحبان ہیں۔

زکوٰۃ اور عشر آرڈی نینس 1980ء کی رو سے مندرجہ ذیل گیارہ قسم کے اثاثوں میں سے اڑھائی فیصد سالانہ شرح سے زکوٰۃ کاٹ لی جاتی ہے:

1- سیونگز بنک اکاؤنٹس
2- نوٹس ڈیپازٹ اکاؤنٹس
3- فکسڈ ڈیپازٹ اکاؤنٹس
4- سیونگز سرٹیفکیٹس
5- قومی سرمایہ کاری ٹرسٹ یونٹس
6- انوسٹمنٹ کارپوریشن آف پاکستان میوچل فنڈ سرٹیفکیٹس
7- گورنمنٹ سیکورٹیز
8- کمپنیوں کے حصص
9- سالیانے (Annuities)
10- لائف انشورنس پالیسیاں
11- پراویڈنٹ فنڈ

مارچ 1983ء سے حکومت پاکستان نے زرعی پیداواروں پر عشر کی وصولی کا نظام بھی قائم کر دیا یہ ہر زمیندار، ضامن، الاٹی، لیز ہولڈر یا لینڈ ہولڈر سے لازمی طور پر نقدی کی شکل میں وصول کیا جاتا ہے۔ ایک علاقہ میں سے حاصل کردہ عشر اسی علاقہ کے مستحقین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

زکوٰۃ مستحق افراد کے علاوہ مختلف اداروں کو بھی دی جاتی ہے جن میں یہ شامل ہیں: معاشرتی، طبی، تعلیمی اور دینی ادارے۔ حکومت چاہتی ہے کہ زکوٰۃ لینے والوں کے لئے چھوٹے پیمانے کے ذرائع روزگار مہیا کر دیے جائیں تا کہ وہ آئندہ خود کفیل ہو جائیں۔ 2009-10ء کے دوران سرکاری بیت المال میں سے اکیس لاکھ افراد کو 226 کروڑ روپے دیے گئے۔

ماڈل پرچہ سوالات

انشائیہ (Subjective) حصہ اول (Section I)

سوال نمبر 1: درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

1- آمدنی کا بجٹ اور سرمائے کا بجٹ سے کیا مراد ہے؟

جواب: **آمدنی کا بجٹ:** اس بجٹ میں وہ آمدنی دکھائی جاتی ہے جو مختلف ٹیکسوں سے حاصل کی جاتی ہے مثلاً کسٹم ڈیوٹی، ایکسائز ڈیوٹی، انکم ٹیکس اور سیلز ٹیکس وغیرہ۔

سرمائے کا بجٹ: اس بجٹ میں ان اخراجات کا تخمینہ لگایا جاتا ہے جو ترقیاتی مقاصد کے لیے کیے جائے مثلاً تعمیرات کا کام (سڑکوں، بندرگاہوں، ہوائی اڈوں کی تعمیر، آبپاشی کے ذرائع کی ترقی اور بجلی کے منصوبوں کی تکمیل اور اسی طرح کے دیگر ترقیتی پروجیکٹ)۔

2- پاکستان کے نافذ کردہ ٹیکسوں کی اقسام بیان کریں؟

جواب: ٹیکسوں کی درج ذیل دو اقسام ہیں۔

براہ راست ٹیکس: یہ ایسے ٹیکس ہیں جو جن لوگوں پر عائد کیے جاتے ہیں وہی انہیں ادا کرتے ہیں مثلاً، انکم ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس وغیرہ۔

بالواسطہ ٹیکس: یہ ایسے ٹیکس ہیں جو جن افراد یا اداروں پر عائد کیے جاتے ہیں وہ انہیں اپنی پیدا کردہ اشیاء یا فروخت ہونے والی اشیاء میں شامل کر کے گاہکوں سے وصول کرتی ہیں مثلاً سیلز ٹیکس، ایکسائز ڈیوٹی۔

3- ایکسائز ڈیوٹی سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایکسائز ڈیوٹی پاکستان میں بننے والی اشیاء اور مہیا کی جانے والی خدمات پر عائد کی جاتی ہیں۔ جیسے جیسے پاکستان صنعتی اعتبار سے ترقی کرتا گیا حکومت کا یہ ذریعہ آمدنی بھی تیزی سے ترقی کرتا گیا جس سے معاشی ترقی اور استحکام کا پتا چلتا ہے بالواسطہ ٹیکس کا 15% ایکسائز ٹیکس سے حاصل ہوتا ہے۔

4- حکومت پاکستان کے غیر محصولاتی ذرائع آمدنی کون کون سے ہیں؟

جواب: i) فیس
ii) جرمانے
iii) شے یا خدمت کی قیمت
iv) سرکاری جائیداد

5- حکومت پاکستان کے اندرونی قرضوں اور بیرونی قرضوں میں فرق بتائیں؟

جواب: **اندرونی قرضے:** اندرونی قرضوں سے مراد ایسے قرضے ہیں جو حکومت پاکستان اپنے ملک کے کسی ادارے سے حاصل کرے مثلاً سٹیٹ بنک وغیرہ۔

بیرونی قرضے: بیرونی قرضوں سے مراد ایسے قرضے ہیں جو حکومت پاکستان بیرون ملک یا کسی بین الاقوامی ادارے سے حاصل کرے مثلاً امریکہ یا IMF وغیرہ۔

6- زکوٰۃ اور عشر کا مفہوم واضح کیجیے؟

جواب: **زکوٰۃ:** اسلام کے بنیادی فرائض پانچ ہیں جن میں ایک زکوٰۃ ہے نماز کے بعد اسلامی عبادات میں زکوٰۃ کو بہت اہمیت حاصل ہے گویا زکوٰۃ کی ادائیگی مسلمانوں پر اسی طرح فرض ہے جس طرح روزانہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

عشر: دین اسلام میں زرعی پیداوار پر بھی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے جس کی شرح 10% ہے زرعی پیداوار پر عائد کی جانے والی زکوٰۃ کو عشر کہتے ہیں۔ چنانچہ زمینداروں پر فرض ہے کہ وہ اپنی پیداوار کا دسواں حصہ بطور زکوٰۃ اللہ کی راہ میں ادا کریں

7۔ زکوٰۃ کی اہمیت کے چار نکات لکھیں؟

جواب: i) فضول خرچی سے پرہیز ii) سرمائے کی گردش

iii) معاشی ترقی کی رفتار میں اضافہ iv) اجتماعی بہبود

8۔ مستحقین زکوٰۃ کون ہیں؟

جواب: i) فقراء ii) مساکین

iii) عاملین زکوٰۃ iv) تالیف قلوب کے لیے

v) غلامی سے چھٹکارہ کے لیے vi) مقروض

vii) فی سبیل اللہ viii) مسافر

9۔ سرکاری مالیات سے کیا مراد ہے؟

جواب: سرکاری مالیات میں حکومت کے ذرائع آمدنی اور اس کے ہونے والے ترقیاتی اور دیگر اخراجات کا تخمینہ لگایا جاتا ہے اور یک بجٹ تیار کیا جاتا ہے۔

10۔ صوبائی حکومت کی آمدنی کے چار ذرائع لکھیں؟

جواب: i) مرکزی حکومت کے ٹیکسوں کا حصہ ii) موٹر گاڑیوں کے محصولات

iii) اشٹام اور کورٹ فیس iv) رجسٹریشن

11۔ بجٹ سے کیا مراد ہے؟

جواب: بجٹ سے مراد ایسا تخمینہ ہے جو حکومت کے آئندہ مالی سال کی متوقع آمدنی اور خراجات کے بارے میں لگایا جاتا ہے۔

12۔ پاکستان کے محصولات کے نظام کو بہتر بنانے کے لیے چار اقدامات لکھیں؟

جواب: i) براہ راست ٹیکسوں میں اضافہ ii) بالواسطہ ٹیکسوں کے بوجھ میں کمی

iii) ٹیکسوں چوری کا انسداد iv) تشکیل سرمایا کا اہتمام

13۔ حکومت پاکستان کے خراجات کے چار اہم مدیں لکھیں؟

جواب: i) دفاع ii) قرضوں پر سود کی ادائیگی

iii) اعانے iv) معاشرتی و معاشی خدمات

14۔ صوبائی حکومتوں کے خراجات کی مدیں لکھیں؟

جواب: i) ٹیکس اکٹھا کرنے والے محکمے ii) قرضہ کی خدمات

iii) نظم و نسق عامہ iv) معاشرتی و معاشی خدمت

15۔ پاکستان کا وفاقی بجٹ کیسے تیار ہوتا ہے؟

جواب: وفاقی بجٹ وزیر خزانہ تیار کرتا ہے۔ وزیر خزانہ آمدنی حاصل ہونے والے اداروں سے آمدنی اور اخراجات کا اندازہ لگایا ہے پھر ان اخراجات اور آمدنی کے تخمینوں کو ایک حتمی شکل دیتا ہے اور اسے قومی اسمبلی میں پیش کرتا ہے جس کی منظوری کے بعد صدر پاکستان اس کا

اعلان کر دیتے ہیں۔

16۔ زکوٰۃ کا نصاب لکھیں؟

جواب: اگر کسی شخص کے پاس سونا $7\frac{1}{2}$ تولے، چاندی $52\frac{1}{2}$ تولے اور نقد روپیہ 200 درہم کے برابر ہو اور اس کو ایک سال اپنے پاس رکھتا ہو تا اس پر 2.5% زکوٰۃ عائد ہوگی۔ معدنیات پر 20%، مال مویشی، اونٹ 5، گائے 30، بھیڑ بکریاں 40 ہوں تو اس پر زکوٰۃ لاگو ہوگی۔ سامان تجارت پر بھی 2.5% کے حساب سے زکوٰۃ عائد ہوگی۔

17۔ کیا زکوٰۃ اسلامی ٹیکس ہے؟

جواب: جی نہیں! زکوٰۃ اور ٹیکس دو علیحدہ علیحدہ تصور ہیں۔ زکوٰۃ اسلام کا ایک رکن ہے اس کا نصاب ایک مقررہ حد تک ہے جو اسلام میں مقرر کر دیا گیا ہے۔ زکوٰۃ کی کوئی معافی نہیں۔ جبکہ ٹیکس حکومت کی آمدنی ہے حکومت اس کو عائد کرتی ہے اور وصول بھی کرتی ہے اس کی شرح تبدیل ہوتی رہتی ہے بعض وجوہات میں ٹیکس معاف بھی ہو سکتا ہے۔

18۔ پاکستان میں زکوٰۃ کا نفاذ کب ہوا؟

جواب: پاکستان میں زکوٰۃ کا نفاذ 20 جون 1980ء بروز جمعۃ المبارک کو ہوا زکوٰۃ کا سال یکم رمضان 1400ھ سے شروع ہوا۔

19۔ پاکستان میں عشر کا نفاذ کب ہوا؟

جواب: 1982-83 کے دوران حکومت نے یہ اعلان کیا کہ آئندہ سے فصل ربیع سے عشر لازمی نافذ ہے۔ جو کہ نہری زمین کی پیداوار کا 5% ہوگا۔

حصہ دوم (Section II)

سوال نمبر 2: درج ذیل سوالات کے مفصل جوابات تحریر کریں۔

1- مرکزی حکومت پاکستان کی آمدنی کے ذرائع بیان کریں۔

2- پاکستان کے نظام محصولات کا جائزہ لیجئے۔

3- پاکستان کے محصولاتی نظام کو بہتر بنانے کے لئے تجاویز پیش کریں۔

4- مرکزی حکومت کی مالیاتی پالیسی (Fiscal Policy) کے بڑے بڑے مقاصد بیان کیجئے۔

5- پاکستان کی صوبائی حکومتوں کے ذرائع آمدنی پر بحث کریں۔ (میرپور آزاد کشمیر بورڈ 2010ء، ملتان بورڈ 2011ء)

6- زکوٰۃ کے مستحقین کون کون ہیں؟

7- زکوٰۃ کی معاشی اور معاشرتی اہمیت پر نوٹ لکھیں۔ (بہاولپور بورڈ 2011ء)

سوال نمبر 3: ہر سوال کے ایک سے زیادہ جوابات دئے گئے ہیں ان میں سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیے۔

1- پاکستان میں مالی سال شروع ہوتا ہے

ا۔ یکم جنوری سے ب۔ یکم اپریل سے ج۔ ✓ یکم جولائی سے د۔ یکم اکتوبر سے

2- پاکستان میں مرکزی ایکسائز ان پر عائد ہوتی ہے

ا۔ درآمدات ب۔ برآمدات ج۔ ✓ صنعتی پیداوار د۔ زرعی پیداوار

3- صوبائی حکومت کے ذرائع آمدنی میں یہ شامل ہے۔

ا۔ انکم ٹیکس ب۔ ✓ پراپرٹی ٹیکس ج۔ سیلز ٹیکس د۔ تحفہ ٹیکس

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

4- زکوٰۃ مندرجہ ذیل میں سے کس پر واجب ہوتی ہے۔
ا۔زرعی پیداوار ب۔✓ بچتیں ج۔رہائشی مکان د۔درآمدات

5- زکوٰۃ کے مستحقین کی کتنی اقسام ہیں۔
ا۔پانچ ب۔سات ج۔✓ آٹھ د۔دس

6- زکوٰۃ کی شرح ہے۔
ا۔دوفیصد ب۔✓ اڑھائی فیصد ج۔ساڑھے چار فیصد د۔پانچ فیصد

7- زکوٰۃ ہے۔
ا۔مالی عبادت ب۔اسلام کارکن ج۔ٹیکس کی شرح د۔✓ الف اور ب

8- پاکستان کی مرکزی حکومت کے ذرائع آمدنی میں یہ شامل ہیں
ا۔✓ کسٹمز ب۔پراپرٹی ٹیکس ج۔مالیہ زمین د۔آبیانہ

9- پاکستان میں وفاقی بجٹ پارلیمنٹ میں پیش کرتا ہے
ا۔صدر مملکت ب۔وفاقی وزیر تجارت ج۔✓ وزیر خزانہ د۔وزیر اعظم

10- حکومت پاکستان اپنے مالی وسائل یوں بڑھاتی ہے۔
ا۔نوٹ چھاپ کر ب۔لوگوں پر ٹیکس بڑھا کر ج۔قرض لے کر د۔✓ ان تینوں سے

11- حکومت پاکستان کے بجٹ کا زیادہ حصہ اس پر خرچ ہوتا ہے۔
ا۔تعلیم ب۔صحت ج۔✓ دفاع د۔ قرضوں کی ادائیگی

12- زکوٰۃ کی شرح ہے۔
ا۔متناسب ب۔✓ معینہ ج۔تنزلی د۔ان میں سے کوئی نہیں

13- کونسا مرکزی حکومت کا ذریعہ آمدنی نہیں ہے۔
ا۔✓ آبیانہ ب۔آمدنی ٹیکس ج۔ٹیرف د۔دولت ٹیکس

14- کونسا ٹیکس براہ راست ٹیکس ہے۔
ا۔سیلز ٹیکس ب۔درآمدی ٹیکس ج۔برآمدی ٹیکس د۔✓ ان میں سے کوئی نہیں

15- کس اصول کی روشنی میں ہر شخص اپنی اہلیت کے مطابق ٹیکس ادا کرتا ہے۔
ا۔اصول سہولت ب۔اصول لچکداری ج۔✓ اصول مساوات د۔اصول تنوع

16- اپنی آمدنی کو پوشیدہ رکھنے کے خصوصیت کس میں نہیں پائی جاتی۔
ا۔نجی مالیات ب۔✓ سرکاری مالیات ج۔کاروباری مالیات د۔نجی بچتیں

باب 12

پاکستان کی بیرونی تجارت

Foreign Trade of Pakistan

بیرونی تجارت کی اہمیت:

ہماری معیشت میں بیرونی تجارت کو بڑی اہمیت حاصل ہے' جیسا کہ درج ذیل باتوں سے معلوم ہوتا ہے:

1۔ داخلی پیداوار کا اہم حصہ:

پاکستان کی برآمدات و درآمدات کی مالیت پاکستان کی خام داخلی پیداوار (G.D.P) کا اہم حصہ ہوتی ہے۔کیونکہ جی۔ڈی۔پی کے تقریباً دسویں حصہ کے برابر اشیاء برآمد کردی جاتی ہیں۔

2۔ صنعتی ترقی کا دارومدار:

پاکستان کی صنعتی ترقی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ زیادہ سے زیادہ اشیاء برآمد کر کے کافی زرمبادلہ کمایا جائے اور اس سے مشینیں' خام مال' فاضل پرزے' کیمیاوی اشیاء' معدنی تیل' پٹرول' ایندھن اور دیگر ترقیاتی ساز وسامان درآمد کیا جائے تاکہ ملکی صنعت ترقی کر سکے۔

3۔ بیرونی قرضہ:

پاکستان نے معاشی سکیموں اور ترقیاتی پروجیکٹوں کو مکمل کرنے کے لیے بیرون ملک سے بہت سا قرضہ لے رکھا ہے' اس کی واپسی اور سود کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ برآمدات بڑھا کر زرمبادلہ کمایا جائے۔ یہ قرضہ کنسورشیم (Consortium) (یعنی شرکیہ ممالک) سے لیا گیا ہے۔ ان میں یہ ممالک اور ادارے شامل ہیں: جاپان' امریکہ' جرمنی' فرانس' کینیڈا' اٹلی' عالمی بنک اور بین الاقوامی ترقیاتی ایجنسی وغیرہ۔ ان کے علاوہ پاکستان نے اسلامی ملکوں سے بھی قرضہ لیا ہے۔ جن میں یہ شامل ہیں: ابوظہبی' کویت' سعودی عرب اور اسلامی ترقیاتی بنک وغیرہ۔

4۔ قرضہ اور سود کی واپسی کا مسئلہ:

پاکستان کی درآمدات اس کی برآمدات سے زیادہ ہوتی ہیں' اس لئے ادائیگیوں کے توازن میں مسلسل خسارہ چلا آرہا ہے' نیز ترقیاتی مقاصد کے لئے اس نے غیر ممالک سے بہتر قرضہ لے رکھا ہے' جس کے باعث سالانہ سود کی رقم میں اضافہ ہوتا چلا گیا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ برآمدات کو زیادہ سے زیادہ بڑھایا جائے' تاکہ ملک پر قرضہ اور سود کا بوجھ کم کیا جا سکے۔

پاکستان کی اہم برآمدات (Major Exports of Pakistan):

یہاں ہم پاکستان کی برآمدات کا الگ الگ جائزہ لیتے ہیں:

1۔ سوتی دھاگہ (Cotton Yarn):

پاکستان کی برآمدات میں بہت زیادہ زرمبادلہ کمانے والی شے سوتی دھاگہ (کاٹن یارن) ہے۔ 71-1970ء میں صرف 34 کروڑ روپے کا یارن برآمد ہوا تھا جب کہ 10-2009ء کی پہلی نوماہی میں 121 کروڑ ڈالر کا۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

2۔ ہوزری و تیار شدہ کپڑے (Housiery and Ready-made Garments):

یہ بہت زیادہ زرمبادلہ کمانے والی شے ہے۔ جیسے جیسے ملک میں اس صنعت نے ترقی کی ہے اس کی برآمد بڑھتی گئی ہے۔ 1970-71ء میں صرف اڑھائی کروڑ روپے کی مصنوعات برآمد کی گئیں جو بڑھ کر 2010-11ء کی (پہلی نوماہی) میں 169 کروڑ ڈالر کی ہوگئیں۔ ان کی برآمد میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا ہے۔

3۔ سوتی کپڑا (Cotton Cloth):

پہلے پہل سوتی مصنوعات کی برآمدات معمولی ہوتی تھی لیکن بعد میں بڑھتی چلی گئی۔ 1970-71ء میں ہم نے 31 لاکھ روپے کا کپڑا برآمد کیا جب کہ 2010-11ء (کی نوماہی) میں کاٹن کلاتھ کی برآمد سے 1,955 ملین ڈالر کی آمدنی حاصل ہوئی۔

4۔ بیڈ ویئر (Bed Wear):

اس کی برآمد میں بھی مسلسل اضافہ ہوتا گیا ہے۔ 2010-11ء میں اس کی برآمدی مالیت 1,739 ملین ڈالر تھی۔

5۔ چاول (Rice):

قیام پاکستان کے بعد ابتدائی سالوں میں چاول برآمد نہیں کیا جاتا تھا، لیکن اب چاول کی اعلیٰ اقسام برآمد کر کے کافی زرمبادلہ کمایا جاتا ہے۔ یہ پاکستان کی اہم برآمدی شے ہے۔ 1970-71ء میں 17 کروڑ روپے کا چاول برآمد ہوا جبکہ 2010-11ء کی پہلی نوماہی میں 1,774 ملین ڈالر کا چاول برآمد ہوا۔

6۔ کپاس (Cotton):

ہماری برآمدات میں کپاس کو بھی اہم حیثیت حاصل ہے۔ کل زیر کاشت رقبہ کے بارہ فیصد پر کپاس کاشت کی جاتی ہے۔ گزشتہ 60 سال کے دوران میں زیر کاشت رقبہ دوگنا اور پیداوار پانچ گنا ہوگئی ہے۔ ابتدائی سالوں میں اس کی برآمد بہت زیادہ تھی لیکن جیسے جیسے ملک میں سوتی کپڑا بنانے کے کارخانے قائم ہوتے گئے، ملک کے اندر کپاس کا استعمال بڑھتا گیا۔ اور اس کی برآمد گھٹتی چلی گئی۔ 2009-10ء کی پہلی نوماہی میں 263 ملین ڈالر کی کپاس برآمد کی گئی۔

7۔ چمڑا (Leather) اور چمڑے کی مصنوعات:

پاکستان کی ایک اور اہم برآمدی شے چمڑا اور اس کی مصنوعات ہیں۔ ان کی مقدار اور قیمت میں اضافہ ہوتا گیا ہے۔ بڑے بڑے خریدار یہ ہیں: اٹلی، سپین، جاپان، رومانیہ، فرانس، روس، چین وغیرہ۔ 2010-11ء میں ان کی برآمدی مالیت 806 ملین ڈالر ہوگئی۔

8۔ قالین (Carpets):

پاکستان میں قالین کی صنعت کافی ترقی کر رہی ہے اور غیر ممالک کو اس کی برآمد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ ان کی مانگ میں اس لیے اضافہ ہوتا جا رہا ہے کہ ایک تو ان کا معیار عمدہ ہے اور دوسرے ان کی قیمت عالمی منڈی میں باکفایت ہے۔ ان کے بڑے بڑے خریدار یہ ہیں: مغربی جرمنی، سوئٹزرلینڈ، فرانس، امریکہ، یوکے، بیلجیم، نیدرلینڈ اور اٹلی۔ 2009-10ء میں 17 ملین ڈالر کے برآمد ہوئے۔

9۔ مچھلی (Fish) اور دیگر اشیائے خوراک:

پاکستان مچھلی برآمد کر کے کافی زرمبادلہ کما رہا ہے اور اس کی برآمدی مالیت میں اضافہ ہوتا گیا ہے۔ مچھلی کی برآمد بڑھ کر 2010-11ء کی نوماہی میں 234 ملین ڈالر ہوگئی۔ دیگر اشیائے خوراک میں: گندم، پھل، سبزیاں، گوشت، مصالحہ جات وغیرہ شامل ہیں۔

10۔ متفرق برآمدات:

گزشتہ چند سالوں میں متفرق برآمدات میں اضافہ ہوتا گیا ہے۔ ان میں یہ چیزیں شامل ہیں: کپاس کی ضمنی پیداواریں، کھلی، تمباکو،

جوتے، کیمیاویات، دوائیں، اون، پھل، سبزیاں، تولیے، سامان کٹلری، مشینری اور سامان مواصلات وغیرہ۔ کل برآمدات میں سب سے زیادہ حصہ (55.3 فیصد) کپاس اور اس کی مصنوعات کا ہے اور دوسرے نمبر پر چاول کا حصہ یعنی 8.8 فیصد۔

برآمدات کی نوعیت (Composition of Exports):

جیسے جیسے پاکستان صنعتی اعتبار سے ترقی کرتا گیا ہے اس کی برآمدات کی ہیئت بدلتی گئی ہے۔ پہلے پہل ابتدائی نوعیت کی اشیاء (Primary Goods) زیادہ برآمد ہوتی تھیں، لیکن اب مصنوعات (Manufactured Goods) کا حصہ بڑھ گیا ہے، جیسا کہ ذیل کے نقشہ نمبر 1 سے ظاہر ہے۔ زرعی اور ابتدائی نوعیت کی اشیاء میں شامل ہیں: کپاس، اون، کھالیں، چاول، مچھلی، تمباکو جب کہ مصنوعات میں یہ شامل ہیں: سوتی دھاگہ، سوتی کپڑا، سیمنٹ، پینٹ، وارنش، تیار کپڑے، ہوزری، کیمیاویات، قالین، کھیلوں کا سامان وغیرہ۔

(نقشہ نمبر 1) برآمدات میں مختلف مدوں کا فیصد حصہ

سال	ابتدائی نوعیت کی اشیاء (Primary Goods)	نیم مصنوعات (Semi-manufatured)	مصنوعات (Manufactured Goods)
1959-60ء	72	—	28
1970-71ء	33	24	43
1990-91ء	19	24	57
2000-01ء	13	15	72
2010-11ء	18	12	70

اس سے پتہ چلتا ہے کہ 1959-60ء میں پاکستان کی برآمدات میں 72 فیصد زرعی اور ابتدائی نوعیت کی اشیاء شامل ہوتی تھیں، جو کم ہو کر 2010-11ء میں صرف اٹھارہ فیصد رہ گئیں، کیونکہ صنعتی ترقی کے باعث بہت سا خام مال ملک کے اندر استعمال ہونے لگا ہے۔ اس کے برعکس 1959-60ء میں برآمدات میں مصنوعات کا حصہ 28 فیصد تھا جو بڑھ کر 2010-11ء میں 70 فیصد ہوگیا۔

پاکستان اپنی برآمداتی آمدنی کے لئے چند اشیاء کی برآمد پر انحصار کرتا ہے۔ ان میں نو بڑی بڑی اشیاء شامل ہیں، جن کی برآمدی مالیت اب بھی کل برآمدی مالیت کا 80 فیصد ہوتی ہے۔ ان میں یہ شامل ہیں: کپاس اور کپاس کی مصنوعات، چمڑا، چاول، مصنوعی ریشمی کپڑا، کھیلوں کا سامان۔

2010-11ء کے دوران پاکستان کی اہم برآمدات کی مالیت اور ان کا فیصد حصہ:

شے	مالیت (ملین ڈالر)	فیصد حصہ
1۔ کپاس اور سوتی مصنوعات مثلاً سوتی دھاگہ، سوتی کپڑا، چادریں، ریڈی میڈ کپڑے، تولئے وغیرہ	11,149	55.4
2۔ چاول	1,775	8.8
3۔ دیگر اشیائے خوراک	1,701	8.4
4۔ چمڑا اور اس کی مصنوعات	806	4
5۔ پٹرولیم کی مصنوعات	1,090	5.5
6۔ کیمیکلز	712	3.5

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

7۔ متفرق اشیاء		2,921	14.4
میزان		20,154	100

پاکستان کی برآمدات بڑھانے کے طریقے (Measures to Promote Exports):

پاکستان کی برآمدات اس کی درآمدات سے تھوڑی ہوتی ہیں' نیز یہ کچھ حد تک خام مال اور ابتدائی نوعیت کی اشیاء پر مشتمل ہوتی ہیں' لہٰذا ہمارا توازن ادائیگی (Balance of Payments) مستقلاً خسارہ میں رہتا ہے' چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان کی برآمدات کی مقدار زیادہ کی جائے اور زرعی اشیاء کے ساتھ ساتھ مصنوعات کی پیداوار بھی بڑھائی جائے' تا کہ برآمدات میں مصنوعات شامل ہو سکیں۔ برآمدات بڑھانے کے لیے درج ذیل طریقے اختیار کرنے چاہئیں:

1۔ **زرعی و صنعتی پیداوار میں اضافہ:**

سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ملکی پیداوار میں اضافہ کیا جائے۔ زرعی پیداوار کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ اقدامات کئے جانے چاہئیں: زرعی اصلاحات کا نفاذ' زراعت میں مشینوں کا استعمال' نئی ٹیکنالوجی اور نئے طور طریقوں سے فائدہ اٹھانا' برآمد ہونے والی اشیاء کی پیداوار پر زور دینا وغیرہ۔ اسی طرح صنعتی پیداوار بڑھانے کے لئے نجی شعبے کی حوصلہ افزائی' ٹیکسوں کی مراعات' فیکٹریوں میں نئی مشینوں کی تنصیب اور جدید ٹیکنالوجی کا استعمال وغیرہ۔

2۔ **مصارف پیدائش (Cost of Production) میں کمی:**

اس وقت بین الاقوامی منڈیوں میں ہماری برآمدات کو سخت مقابلہ درپیش ہے۔ لہٰذا برآمدات بڑھانے کے لئے ضروری ہے کہ ایک طرف ان کا معیار اعلیٰ ہو اور دوسری طرف ان کی قیمت مقابلتاً کم ہو' تا کہ عالمی خریدار ہماری اشیاء کو ترجیح دیں' چنانچہ قیمت کم کرنے کے لئے درکار یہ ہے کہ اشیاء پیدا کرنے کے اخراجات گھٹائے جائیں' یہ تبھی ہو سکتا ہے جب ملک میں مکمل مقابلہ کو فروغ دیا جائے' مزدوروں کی استعداد کار بڑھانے کے لئے اقدامات کئے جائیں' سرمایہ کی استعداد مختتم زیادہ کی جائے' جدید مشینیں اور پیدائش کے نئے طریقے استعمال میں لائے جائیں۔ مزدوروں کو مختلف زرعی و صنعتی فنون میں تربیت دی جائے۔ ان اقدامات سے مصارف پیدائش کم ہو جائیں گے' اور عالمی منڈیوں میں پاکستانی اشیاء کی مانگ بڑھ جائے گی۔

3۔ **نئی نئی منڈیوں کی تلاش:**

ضروری ہے کہ پاکستان میں پیدا ہونے والی اشیاء اور مصنوعات کے لئے بیرونی دنیا میں منڈیاں اور خریدار تلاش کئے جائیں' ان کی طلب وسیع کی جائے اور ملک کے اندر یہ اشیاء پیدا کرنے والوں کو بیرونی منڈیوں کے بارے میں مکمل معلومات بہم پہنچائی جائیں۔

4۔ **مالیات کی فراہمی:**

جو تاجر اشیاء برآمد کرتے ہیں' انہیں وافر مقدار میں قرضہ اور مالیاتی سہولتیں بہم پہنچانی چاہئیں تا کہ وہ اپنے برآمدی کاروبار کو فروغ دے سکیں' اور توسیع کے راستے میں مالیات کی کمی رکاوٹ نہ بنے۔

5۔ **محصولات کی تخفیف (Reduction in Tarrif):**

برآمدات میں اضافہ کے لئے ضروری ہے کہ جن اشیاء کی برآمدی تجارت میں شامل ہونے کے روشن امکانات ہیں' انہیں سرکاری اعانت (Subsidy) دی جائے اور جن اشیاء کی برآمد کم ہے ان پر سے تجارتی محصولات (Tarrif) کی شرح کم کر دی جائے تا کہ ان کی حوصلہ افزائی ہو اور ان کی برآمد بڑھ جائے۔

حکومت پاکستان نے برآمدات بڑھانے کے لئے جو اقدامات کئے ہیں ان کا ذکر آگے کیا گیا ہے۔

پاکستان کی اہم درآمدات (Major Imports of Pakistan):

اب ہم پاکستان کی درآمدات کا جائزہ لیتے ہیں۔ بعض چیزیں حکومت خود درآمد کرتی ہے' جن میں دفاع کا سامان' کوئلہ اور اناج وغیرہ شامل ہیں' باقی پرائیویٹ تاجر درآمد کرتے ہیں۔ درآمدات کی تفصیل نقشہ نمبر 2 سے ظاہر ہوتی ہے۔ پاکستان کی درآمدات کا ذکر ذیل میں کیا گیا ہے:

(نقشہ نمبر 2) پاکستان کی درآمدات (ملین روپے)

شے	1997-98ء	2001-02ء	2010-11ء (جولائی-مارچ)
پٹرولیم اور مصنوعات	67,507	1,72,578	6,92,397
مشینری (غیر برقی)	69,341	96,832	3,39,688
مواصلات کا سامان	20,849	30,587	1,23,885
خوردنی تیل	33,304	24,034	1,22,856
کیمیکلز	51,747	82,263	2,84,237
اناج اور دالیں	32,697	11,636	33,780
لوہے اور فولاد کی مصنوعات	19,003	24,633	1,00,738
بجلی کی مصنوعات	13,236	7,835	54,374
چائے	9,818	9,611	22,329
ادویات	10,745	13,988	42,903
کیمیاوی کھادیں	9,079	10,904	35,286
کاغذ' گتہ' سٹیشنری	5,435	8,608	26,948
مصنوعی ریشمی دھاگہ	1,656	5,054	34,155
غیر آہنی دھاتیں	4,260	6,757	23,965
رنگ	5,927	7,775	20,375
چینی	1,686	1,485	30,149
متفرق	80,048	1,20,050	4,70,750
میزان	4,36,338	6,34,630	24,83,769

1۔ **مشینری (غیر برقی) (Non-electric):**

پاکستان اپنی درآمدات میں کثیر رقم مشینری کی درآمد پر خرچ کرتا ہے۔ مثلاً 1969-70ء میں مشینوں کی درآمد پر اکہتر کروڑ روپے اور 2001-02ء میں 9,683 کروڑ روپے صرف ہوئے جو بڑھ کر 2010-11ء (جولائی-مارچ) میں 33,968 کروڑ روپے ہو گئے۔ اس سے

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان میں صنعتی ترقی کی رفتار تیز ہوتی گئی ہے۔

2۔ پٹرول و پیداواریں (Petroleum & Products):

مالیت کے اعتبار سے پاکستان کی درآمدات میں پہلے نمبر پر اہمیت پٹرولیم اور اس کی مصنوعات کی ہے۔ کیونکہ 1969-70ء میں ان کی درآمد پر 20 کروڑ روپے اور 2001-02ء میں 17257 کروڑ روپے صرف ہوئے جب کہ 2010-11ء کی نو ماہی میں 69239 کروڑ روپے خرچ ہوئے۔ اس مد پر خرچ بڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ بین الاقوامی منڈی میں پٹرول کی قیمت میں اضافہ ہو چکا ہے۔

3۔ نقل و حمل کا سامان (Transport Equipment):

پاکستان میں انجن، ڈبے، ویگن اور دیگر گاڑیاں کافی مقدار میں درآمد کی جاتی ہیں تا کہ ملک میں مواصلات ترقی کرے کیونکہ معاشی ترقی بھی اس سے وابستہ ہے، چنانچہ 1969-70ء کے مقابلہ میں 1990-91ء میں ان کی درآمد 32 گنا ہو گئی۔ 2010-11ء کی نو ماہی میں 12,388 کروڑ روپے کا سامان درآمد کیا گیا۔

4۔ کیمیکلز (Chemicals):

کیمیکلز بھی صنعتی ترقی میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں اور ان کی درآمد بھی بدستور بڑھتی گئی ہے۔ 1969-70ء میں صرف 9 کروڑ 10 لاکھ روپے کے درآمد کیے گئے لیکن 2010-11ء کی نا ماہی میں 28,423 کروڑ روپے کے۔

5۔ اشیائے خوراک (Food Products):

پاکستان ایک زرعی ملک ہے لیکن اس کے باوجود اشیائے خوراک میں خود کفیل نہیں ہے۔ چنانچہ اسے غلہ اور دالیں درآمد کرنا پڑتی ہیں نیز ان اشیاء کی درآمد مسلسل بڑھتی گئی ہے، مثلاً 1969-70ء میں اناج، دالیں اور آٹا کی درآمد پر ساڑھے پانچ کروڑ روپے کی رقم خرچ کی گئی جبکہ 2010-11ء (جولائی-مارچ) کے دوران اس مد پر 3,378 کروڑ روپے خرچ ہوئے۔ ایک اور قابلِ تشویش بات یہ ہے کہ چائے پر درآمدی خرچ بڑھتا جا رہا ہے۔ مثلاً 1971-72ء میں سولہ کروڑ روپے اور 2010-11ء کے دوران 1,690 کروڑ روپے۔ لہٰذا اس کا مصرف گھٹانا چاہئے۔ ان چیزوں کی درآمد سے ہمارے زرمبادلہ کے ذخائر پر بہت بوجھ پڑتا ہے۔ کیونکہ اگر پاکستان اشیائے خوراک میں خود کفیل ہو تو یہی رقم اشیائے سرمایہ (Capital Goods) کی درآمد پر خرچ ہو سکتی ہے جس سے صنعتی ترقی میں بہت اضافہ ہو سکتا ہے۔

6۔ لوہا، فولاد (Steel) اور مصنوعات:

ان اشیاء کی درآمد میں اضافہ ہو رہا ہے، مثلاً 1951-52ء میں لوہا، فولاد اور اس کی مصنوعات سولہ کروڑ ساٹھ لاکھ روپے اور دھاتیں ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپے کی منگوائی گئیں، جبکہ 2009-10ء کی نو ماہی میں لوہے، فولاد اور ان کی مصنوعات 10,073 کروڑ روپے کی منگوائی گئیں۔

7۔ خوردنی تیل (Edible Oils):

پاکستان میں خوردنی تیلوں کی درآمد بھی بڑھتی گئی ہے، مثلاً 1975-76ء میں یہ 104 کروڑ روپے کے درآمد کیے گئے جبکہ 2010-11ء کی نو ماہی میں 12,285 کروڑ روپے کے۔

8۔ کیمیاوی کھادیں (Chemical Fertilizers):

ان کی درآمد پر بھی خرچ بڑھتا جا رہا ہے۔ اگرچہ اس سے زرعی شعبہ کی پیداواری صلاحیت میں اضافہ ہوتا ہے لیکن کوشش کرنی چاہئے کہ ملک کے اندر اس کی پیداوار بڑھائی جائے۔

9۔ بجلی کا سامان (Electrical Goods):

برقی اشیاء کی درآمد پر بھی کافی خرچ ہوتا ہے۔ 1969-70ء میں صرف 21 کروڑ روپے کی اشیاء درآمد کی گئیں جب کہ 2010-11ء

کی نو ماہی میں 5,137 کروڑ روپے کی۔

10۔ متفرق درآمدات:

پاکستان کی درآمدات میں یہ اشیاء بھی شامل ہیں: ادویات، کاغذ، گتہ، سٹیشنری، رنگ، مصنوعی ریشمی یارن، چینی وغیرہ۔

درآمدات کی قسمیں (Kinds of Imports):

پاکستان کی درآمدات کی تین اقسام ہیں:

1۔ اشیائے سرمایہ (Capital Goods)
2۔ صنعتی خام مال (Industrial Raw Material)
3۔ اشیائے صارفین (Consumers Goods)

اشیائے سرمایہ میں مختلف مشینیں، ترقیاتی ساز و سامان اور فالتو پرزے وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ اگر یہ چیزیں زیادہ مقدار میں درآمد کی جائیں تو ملک میں سرمایہ کاری بڑھتی ہے، صنعتیں ترقی کرتی ہیں، قومی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے اور لوگوں کا معیارِ زندگی بلند تر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر خام مال، مثلاً لوہا، تیل، فولاد، کیمیکلز، دھاگہ اور دھاتیں وغیرہ منگوائی جائیں تو ان سے بھی سرمایہ کاری اور معاشی ترقی میں اضافہ ہوتا ہے۔ البتہ اشیائے صارفین درآمد کرنے سے لوگوں کا معیارِ زندگی وقتی طور پر ضرور بڑھتا ہے لیکن سرمایہ کاری میں اضافہ نہیں ہوتا۔ اشیائے صارفین سے مراد ایسی چیزیں ہیں جو عام استعمال میں آتی ہیں۔ مثلاً کاریں، ریفریجریٹر، ائرکنڈیشنر، موٹر سائیکل، سامان بجلی، چینی، اناج، خوردنی تیل، چائے اور زیبائش کا سامان وغیرہ۔

پاکستان کی درآمدات کی نوعیت (Nature):

پاکستان کی درآمدات کی نوعیت میں بھی تبدیلی آ چکی ہے۔ چونکہ ملک میں اب ایسی اشیاء پیدا ہونے لگی ہیں جو پہلے باہر سے درآمد ہوتی تھیں، اس لیے اب اشیائے صارفین کی درآمد گھٹ گئی ہے۔ اس کے برعکس خام مال کی درآمد بڑھتی گئی ہے۔ کیونکہ صنعتی ترقی کے ساتھ ساتھ خام مال کی ضرورت میں اضافہ ہوتا گیا ہے۔ مثال کے طور پر 1959-60ء میں اشیائے صارفین کا کل درآمدات میں 57.2 فیصد حصہ تھا جو کم ہو کر 2010-11ء میں 16 فیصد رہ گیا۔ 1959-60ء میں کل درآمدات میں صنعتی خام مال کا حصہ 33 فیصد تھا جو بڑھ کر 2010-11ء میں 59 فیصد ہو گیا، دوسری طرف چونکہ پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اور صنعتی ترقی کا پروگرام بنا رہا ہے، اس لئے بیش از بیش مشینری درآمد کر رہا ہے۔ 1972-73ء میں کل درآمدات میں اشیائے سرمایہ کا حصہ تیس فیصد تھا اور 2010-11ء میں 25 فیصد ہو گیا۔

پاکستان جن ملکوں سے تجارت کرتا ہے، ان میں اہم یہ ہیں: امریکہ، جرمنی، یو کے، جاپان، متحدہ عرب امارات، اٹلی، کوریا، ملائیشیا، ہانگ کانگ، کویت اور چین وغیرہ۔ برآمدات کا بیشتر حصہ صرف ان چھے ممالک کو جاتا ہے: امریکہ، جرمنی، یو کے، ہانگ کانگ، سعودی عرب اور عرب امارات جبکہ 70 فیصد درآمدات ان ملکوں سے آتی ہیں۔ متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، چین، کویت، امریکہ اور جاپان۔

پاکستان کو تجارت خارجہ کے فائدے (Advantages):

پاکستان کو اپنی بیرونی تجارت سے کئی فائدے حاصل ہوتے ہیں اور یہ فائدے عموماً اسی نوعیت کے ہیں جیسے کسی بھی ملک کو خارجہ تجارت سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان کا مختصر ذکر ذیل میں کیا گیا ہے:

1۔ ضروری اشیاء کا حصول:

بیرونی تجارت سے پاکستان اپنی ضرورت کی اشیاء حاصل کر لیتا ہے۔ مثلاً پٹرول، مشینری، گاڑیاں، کیمیکلز، لوہے اور فولاد کی مصنوعات، کیمیائی کھادیں وغیرہ۔ پاکستان میں بعض خوردنی اشیاء بھی ضرورت سے کم پیدا ہوتی ہیں۔ اس لیے یہ بیرونی تجارت کے وسیلے سے دوسرے ممالک سے درآمد کر لیتا ہے، مثلاً اناج، دالیں، چینی، چائے، خوردنی تیل وغیرہ۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

2۔ زائد از ضرورت اشیاء کی برآمد:

پاکستان میں بہت سی اشیاء ملک کی اندرونی ضرورت سے زائد پیدا ہوتی ہیں۔لہٰذا وہ اشیاء دوسرے ملکوں کو برآمد کردی جاتی ہیں۔ان میں یہ شامل ہیں: کپاس، چاول، سوتی کپڑا، سوتی یارن، ہوزری و تیار کپڑے، چمڑا، قالین، مچھلی، تازہ پھل وغیرہ۔

3۔ زرعی و صنعتی ترقی:

ہماری زرعی و صنعتی ترقی میں بیرونی تجارت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ کیونکہ زرعی ترقی کے لئے کیمیاوی کھادیں، ٹریکٹر اور دیگر زرعی مشینری غیر ممالک سے درآمد کی جاتی ہیں۔ اگر یہ اشیاء باہر سے نہ منگوائی جائیں تو ہماری فی ایکڑ پیداوار میں اضافہ نہیں ہوسکتا۔اسی طرح صنعتی ترقی کے لئے غیر ممالک سے مشینیں، فاضل پرزے (Spare Parts) اور کیمیکلز وغیرہ منگوائے جاتے ہیں۔

4۔ روزگار کے مواقع:

بیرونی تجارت تعلقات کے باعث پاکستان کے بہت سے تربیت یافتہ، نیم تربیت یافتہ (Semi-skilled) اور غیر تربیت یافتہ کارکن (Unskilled) غیر ممالک میں ملازمت اور کاروبار کررہے ہیں۔اس لئے ہماری افرادی قوت (Manpower) کو روزگار میسر آیا ہے اور وہ لوگ اپنی کمائی واپس وطن بھیجتے رہتے ہیں۔2009-10ء (جولائی-اپریل) میں پاکستانی کارکنوں نے 6,551 ملین ڈالر وطن واپس بھیجے۔ یہ رقم پہلے سے بڑھ گئی ہے۔سب سے زیادہ رقم متحدہ عرب امارات UAE (یعنی ابوظہبی، دبئی، شارجہ وغیرہ) سے آئی یعنی 23 فیصد، اس کے بعد سعودی عرب سے (21 فیصد) اور امریکہ سے (20 فیصد)۔

5۔ نئی تہذیب اور ٹیکنالوجی سے واقفیت:

پاکستان کو بیرونی تجارت سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ بیرونی ممالک میں تہذیب و تمدن اور علم و ٹیکنالوجی میں جو جدتیں، تبدیلیاں اور ترقیات رونما ہوتی ہیں ان سے ہمارا ملک بھی مستفید ہوتا ہے اور یہاں کے لوگ اور ماہرین آشنا ہوجاتے ہیں۔

6۔ سرکاری آمدنی کا ذریعہ:

حکومت پاکستان ملک سے برآمد اور درآمد ہونے والی اشیاء پر کسٹم ڈیوٹی (Custom Duty) وصول کرتی ہے، جس سے اسے آمدنی (Public Revenue) حاصل ہوتی ہے۔اگر بیرونی تجارت نہ ہورہی ہو تو حکومت کی آمدنی کا ایک اہم ذریعہ ختم ہوجائے۔

7۔ متفرق فوائد:

مذکورہ بالا فوائد کے علاوہ پاکستان کو بیرونی تجارت سے وہ سارے فائدے حاصل ہوتے ہیں جو بالعموم تجارت خارجہ سے مختلف ممالک کو حاصل ہوتے ہیں۔

پاکستان کی ادائیگیوں کا توازن

(Balance of Payments of Pakistan)

پاکستان کا ادائیگیوں کا توازن دو حسابوں پر مشتمل ہوتا ہے: اول، چالو (یا رواں) حساب (Current Account) اور دوم، سرمایاتی حساب (Capital Account)۔ جہاں تک رواں حساب کا تعلق ہے یہ گزشتہ کئی سالوں سے خسارہ میں چلا آرہا ہے، البتہ حساب سرمایہ، جو زیادہ تر ''بیرونی ذرائع کی آمد'' (External Resources Flow) پر مشتمل ہوتا ہے، فاضل رہا ہے۔رواں حساب مندرجہ ذیل پر مشتمل ہوتا ہے:

1۔ تجارتی سامان (Merchandise) کا حساب، اور

2۔ غیر مرئی (Invisible) مدوں کا حساب جس میں خدمات (Services) اور ''بلا معاوضہ انتقالی ادائیگیاں'' (Transfer Payments) شامل ہیں۔ انتقالی ادائیگیوں سے مراد ہے: غیر ممالک میں مقیم پاکستانیوں کی ارسال کردہ نقد رقوم (Home Remittances)۔

سرمایاتی حساب زیادہ تر رواں حساب میں واقع ہونے والے خسارے کو ختم کرنے کا ذریعہ ہے اور عموماً پاکستان کو ملنے والی صافی امداد (Net Aid) کو ظاہر کرتا ہے۔

چونکہ پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اور اسے غیر ممالک سے مشینیں، گاڑیاں، صنعتی خام مال، فاضل پرزے، ترقیاتی ساز و سامان اور اشیائے صارفین منگوانا پڑتی ہیں، نیز غیر ممالک میں جانے والے پاکستانیوں کی تعلیم، سیر و سیاحت اور سیاسی امور پر رقم خرچ کرنا پڑتی ہے، غیر ملکی بیمہ کمپنیوں اور جہاز راں کمپنیوں کی خدمات کا معاوضہ (یعنی بیمہ اور کرایہ وغیرہ) دینا ہوتا ہے، لہٰذا اسے بہت زیادہ ادائیگیاں کرنا پڑتی ہیں۔ان کے برعکس چونکہ پاکستان ایک کم ترقی یافتہ ملک ہے اس لئے یہ زرعی خام مال اور نیم مصنوعات برآمد کرتا ہے جس کی کم قیمت وصول ہوتی ہے۔لہٰذا اس کی ادائیگیوں کا توازن عموماً غیر موافق ہی رہتا ہے۔

اس کی اصلاح کے لئے ضروری ہے کہ ہم ان اسباب پر روشنی ڈالیں، جن کے باعث ادئیگیوں کے توازن میں خسارہ چلا آرہا ہے۔

ادائیگیوں کے توازن میں خرابی کے اسباب (Causes of Adverse Balance of Payments):

ادائیگیوں کے توازن میں خرابی کی اہم وجوہ تین ہوتی ہیں: درآمدات میں اضافہ، برآمدات میں کمی اور درآمد و برآمد کی نسبت (Terms of Trade : TOT) میں خرابی۔ یہاں ہم پاکستان کی ادائیگیوں کے توازن میں خرابی کی وجوہات بیان کرتے ہیں:

1۔ درآمدات میں اضافہ (Increase in Imports):

پاکستان ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔اسے مختلف زراعتی، صنعتی، آبپاشی، برقی اور مواصلاتی ترقی کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مشینیں، فاضل پرزے، خام مواد، گاڑیاں، انجن، کیمیکلز، پٹرول اور بجلی کا سامان منگوانا پڑتا ہے۔لہٰذا ہماری درآمدات بہت بڑھ گئی ہیں۔ جس کے باعث ادائیگیوں کے توازن میں خسارہ پیدا ہوگیا ہے۔

2۔ درآمدات کی قیمتوں میں اضافہ:

ہم جو اشیاء باہر سے منگواتے ہیں، ان کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ جب کہ ہماری برآمد ہونے والی زرعی اشیاء اور ابتدائی نوعیت کی پیداواروں کی قیمتوں میں معمولی اضافہ ہوتا ہے۔لہٰذا توازن ادائیگیوں میں خسارہ قائم رہتا ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ ماضی قریب میں درآمدات کی مالیت میں اضافہ ہوا اس کا نوے فیصد درآمدات کی ''مقدار'' میں اضافہ کی بجائے ان کی ''قیمت'' میں اضافہ کے باعث ہوا ہے۔

3۔ برآمدات کم ہیں:

پاکستان کی برآمدات اس کی درآمدات سے کم ہیں۔ ملک کا زیادہ انحصار چند بڑی برآمدات پر ہے۔اس وقت چھے بڑی برآمدی مالیت اشیاء کل برآمدی مالیت کا 73 فیصد حصہ ہیں، جو یہ ہیں: سوتی مصنوعات، چاول، کپاس، چمڑا، چمڑے کی مصنوعات اور کھیلوں کا سامان۔ برآمدات کی کمی کے باعث توازن ادائیگی خراب رہتا ہے۔

4۔ کارکنوں کی ترسیلات (Worker's Remittances) میں کمی:

پاکستان کی غیر مرئی وصولیوں (Invisible Receipts) میں کارکنوں کی ترسیلات کا سب سے بڑا حصہ ہے۔ جو کل غیر مرئی وصولیوں کا تقریباً دو تہائی اور زر مبادلہ کی جملہ وصولیوں کا تقریباً چالیس فیصد بنتا رہا، اور ان سے معاشی ترقی میں بڑی مدد ملی۔ 1980-81ء

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

میں یہ جی ڈی پی کا 7.5 فیصد تھیں۔ لیکن اس کے بعد ان میں کمی آنا شروع ہوگئی۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ مشرق وسطیٰ میں ترقیاتی کاموں کی
رفتار کم ہوگئی ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ 1991ء کے آغاز میں خلیج کی جنگ کے باعث پاکستانیوں کو واپس وطن آنا پڑا۔ تاہم 2010-11ء
(جولائی-اپریل) میں یہ رقم 9,046 ملین ڈالر تھی جو جی ڈی پی کا تقریباً پانچ فیصد تھی۔

5۔ بیرونی قرضہ اور سود کی ادائیگی:
پاکستان کو غیر ممالک سے ملنے والے بیرونی قرضے اور امداد میں کمی ہوتی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ قرضہ پر ادا کیا جانے والا سود بڑھ
گیا ہے۔ 2010-11ء کی پہلی نو ماہی کے دوران میں "خدمات قرضہ" (Debt Servicing) کے طور پر 530 ملین ڈالر بطور سود اور
1,252 ملین ڈالر بطور اصل زر ادا کیے گئے۔ چنانچہ اصل زر اور سود کی قسط کی ادائیگی کے باعث بھی پاکستان کے ادائیگیوں کے توازن پر دباؤ
پڑتا ہے۔

6۔ پٹرول کی قیمتوں میں اضافہ:
بین الاقوامی طور پر پٹرول اور اس کی مصنوعات کی قیمتیں بڑھتی گئی ہیں۔ 1991ء کی خلیجی جنگ اور 2004ء تا 2007ء کی
"امریکہ-عراق جنگ" اور بحران کے باعث ان میں مزید اضافہ ہوگیا، جس کی وجہ سے پاکستان کے مالی ذرائع پر بوجھ پڑا اور ادائیگیوں کا
توازن متاثر ہوا۔ حال ہی میں پٹرول کی قیمتوں میں کمی سے توازن ادئیگی پر مثبت اثر پڑا ہے۔

7۔ درآمد و برآمد کی نسبت میں خرابی (Adverse Terms of Trade):
پاکستان کی درآمدات و برآمدات کی نسبت بھی غیر موافق ہے، یعنی درآمدی اکائی کے بدلے دی جانے والی برآمدی اشیاء کی مقدار
بڑھتی جاتی ہے، کیونکہ جس نسبت سے درآمدات کی قیمت بڑھتی ہے اسی نسبت سے برآمدات کی قیمت نہیں بڑھتی۔ ایک تخمینے کے مطابق
1990-91ء میں اگر برآمد و درآمد کی نسبت (Terms of Trade) یکصد تھی تو 2010-11ء میں یہ گر کر 59.3 ہوگئی۔

ادائیگیوں کے توازن کی اصلاح اور برآمدات بڑھانے کے لئے حکومتی اقدامات:

حکومت پاکستان نے برآمدات بڑھانے اور ادائیگیوں کے توازن کو درست کرنے کے لئے درج ذیل اقدامات کئے ہیں:

1۔ درآمدات میں کمی:
ادائیگیوں کے توازن کو بہتر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ درآمدات میں کمی کی جائے۔ چنانچہ حکومت پاکستان نے غیر ضروری در
آمدات پر پابندی عائد کر رکھی ہے اور ہر ممکن کوشش کرتی ہے کہ غیر ملکی اشیاء کی درآمد کم کی جائے، اور ملکی صنعت کو ترقی دے کر درآمدات کا بدل
ملک کے اندر تیار کیا جائے۔ 2009-10ء میں غیر ضروری اور تعیشاتی اشیاء پر کسٹم ڈیوٹی کی شرح بڑھا دی گئی۔

2۔ غیر مرئی درآمدات میں تخفیف:
ادائیگیوں کے توازن کو درست کرنے کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ ہم غیر مرئی درآمدات (مثلاً بنکوں اور بیمہ کمپنیوں کی خدمات، جہازوں
کی خدمات، غیر ممالک میں سیر و تفریح، غیر ضروری دورے اور حصول تعلیم کے اخراجات وغیرہ) میں کمی کر دیں، اور غیر مرئی برآمدات میں
اضافہ کریں۔ ہمارے توازن ادائیگیاں میں خرابی کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ہماری غیر مرئی درآمدات کی مقدار بہت زیادہ ہے، حکومت انہیں
کم کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

3۔ ایکس چینج کنٹرول:
اگر ملک کا توازن ادائیگیاں خراب ہو جائے، یعنی اس نے کم مال برآمد کیا ہو لیکن درآمد زیادہ کیا ہو تو حالات کو درست کرنے کے لیے وہ
ایکس چینج کنٹرول یعنی ضبط مبادلہ کا طریقہ اختیار کرتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ غیر ملکی زر مبادلہ کے استعمال پر پابندی لگا دی جاتی ہے تاکہ

حکومت کی مرضی کے بغیر یہ خرچ نہ ہو۔ جون 1998ء میں حکومت نے پاکستان میں غیر ملکی کرنسی اکاؤنٹس منجمد کر دیئے تھے۔

4۔ روپے کی قدر میں تخفیف:
ادائیگیوں کے توازن میں خسارہ دور کرنے کے لئے مئی 1955ء میں حکومت پاکستان نے روپے کی بیرونی قدر میں کمی کر دی، پھر مئی
1972ء میں کم کر دی اور 4.76 روپے فی ڈالر کی بجائے نو روپے فی ڈالر کر دی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پاکستانی برآمدات غیر ملکی تاجروں کے
لئے ارزاں ہو گئیں اور انہوں نے پاکستان سے بہت سا مال خریدا جب کہ خود پاکستان کے لئے غیر ملکی اشیاء مہنگی ہو گئیں (کیونکہ جو شے پہلے
4.76 روپے کی ملتی تھی، اب نو روپے کی ملنے لگی) لہٰذا درآمدات کچھ گھٹ گئیں۔ 1982ء میں حکومت نے ڈالر سے پاکستانی کرنسی کی ناوابستگی کا
اعلان کر دیا، جس کے باعث برآمدات میں اضافہ ہوا۔ ستمبر 1993ء، اکتوبر 1995ء اور پھر 1996ء اور 1997ء میں حکومت نے روپے کی
بیرونی قدر مبادلہ میں کمی (Devaluation) کر دی۔

5۔ برآمدات بڑھانے کے لئے اقدامات:
ادائیگیوں کے توازن کو درست کرنے کا ایک اور موثر طریقہ یہ ہے کہ برآمدات کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اس کے لئے مندرجہ ذیل
اقدامات کئے گئے ہیں:

i۔ برآمدی تجارت کی تنویع (Diversification):
اولین سالوں میں پاکستان کی برآمدات صرف چار اشیاء پر مشتمل ہوتی تھیں، مثلاً کپاس، اُون، کھالیں اور چمڑا، لیکن صنعتی ترقی کی
بدولت اب پاکستان اس قابل ہوگیا ہے کہ کئی مصنوعات برآمد کر سکے۔ اب پاکستانی برآمدات کا 18 فیصد حصہ اشیائے صارفین پر اور 82 فیصد
حصہ نیم تیار شدہ اور مصنوعات پر مشتمل ہوتا ہے۔

ii۔ ایکسپورٹ پروموشن بیورو:
حکومت نے دسمبر 1963ء میں یہ بیورو قائم کیا۔ اس کے فرائض یہ ہیں: برآمد ہونے والی اشیاء کے معیار کو بہتر بنانا۔ برآمد کے ہدف
(Target) مقرر کرنا اور انہیں پورا کرنے کی کوشش کرنا۔ ایسی صنعتوں کے قیام کی سفارش کرنا جن کی مصنوعات برآمد ہونے کی توقع ہو۔ غیر
ممالک میں پاکستانی مصنوعات کی نمائش کرنا اور تجارتی وفود کے تبادلے کا انتظام کرنا۔

iii۔ بیرونی منڈیوں کا ترقیاتی فنڈ (Export Market Development Fund):
یہ فنڈ حکومت کے امدادی عطیات سے قائم کیا گیا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ پاکستانی اشیاء کی برآمد کو فروغ دینے کے لئے بیرونی
منڈیوں کا سروے کر کے برآمدی تاجروں کو مطلع کیا جائے۔

iv۔ چاولوں کی برآمد بڑھانے کے لئے حکومت ان ممالک کی منڈیوں میں کھپت بڑھانے میں مدد دے رہی ہے: انڈونیشیا، ایران، عراق،
فلپائن، کینیا اور جنوبی افریقہ۔

v۔ حکومت نے درمیانے اور چھوٹے درجہ کے کاروباری اداروں کو قرضہ مہیا کرنے کے لئے ایشیائی ترقیاتی بنک (Asian
Development Bank) کے تعاون سے ایکسپورٹ کریڈٹ فسیلٹی (Facility یعنی سہولت) سکیم اور ایکسپورٹ کریڈٹ گارنٹی
سکیم شروع کی ہے۔

vi۔ حکومت نے "برآمدات میں اضافہ کی رفتار تیز کرنے کے لئے حکمت عملی" (Rapid Export Growth Strategy: REGS)
تیار کی ہے جس کے اہم مقاصد حسب ذیل ہیں:

(الف) بعض ترجیحی ممالک کی منڈیوں تک ملکی برآمدات کی رسائی کا انتظام بہتر بنانا، اور

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

(ب) پاکستانی برآمد کنندگان نے اب تک جن علاقوں کو نظر انداز کئے رکھا ہے ان پر توجہ دینا، مثلاً افریقہ، لاطینی امریکہ، مشرقی یورپ، وسطی ایشیا اور مشرق بعید۔

6۔ **کپاس کی برآمدی کارپوریشن (Cotton Export Corporation):**

حکومت پاکستان نے نومبر 1973ء میں کپاس کی برآمد کے لئے یہ کارپوریشن قائم کی، جس نے دیسی کپاس کی برآمد بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

7۔ **مسلم ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات:**

حکومت پاکستان نے ایشیا اور افریقہ کے مسلم ممالک کے ساتھ تجارتی تعلقات کو فروغ دینے کی بہت کوشش کی ہے۔ چنانچہ اسلامی ممالک سے ہماری تجارت بڑھتی جاتی ہے۔

8۔ **مقامی مشینری کی برآمد کے لئے مالیات:**

ملک کے اندر تیار ہونے والی مشینری کی برآمد بڑھانے کے لئے سٹیٹ بنک، کمرشل بنکوں کی معرفت، ایسی مشینری برآمد کرنے والے تاجروں کو کم شرح سود پر قرضہ مہیا کرتا ہے۔ جس کے باعث ایسی مشینری کی برآمد کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔

9۔ **مشینری کی درآمد:**

برآمد ہونے والی اشیاء (مثلاً ٹیکسٹائل، چمڑا، کھیلوں کا سامان، آلات جراحی، برتن، کٹلری اور فرنیچر) تیار کرنے والی صنعتوں کو 35 فیصد ڈیوٹی ادا کر کے باہر سے مشینری درآمد کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ یوں ان صنعتوں کی برآمداتی صلاحیت بڑھ جائے گی۔

10۔ **عالمی تجارتی تنظیموں کی رکنیت:**

پاکستان نے مختلف عالمی تجارتی تنظیموں کی رکنیت اختیار کی ہے تاکہ اپنی تجارت کو فروغ دے سکے۔ ان میں یہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں: تجارت و محصولات کا معاہدہ عمومی (GATT)، عالمی تجارتی تنظیم (WTO)، معاشی تعاونی تنظیم (Economic Cooperation Organisation : ECO)۔ اس تنظیم میں یہ ممالک شامل ہیں: پاکستان، ایران اور ترکی (اس سے قبل اس کا نام یہ تھا: علاقائی تعاون برائے ترقی (Regional Cooperation for Development : RCD)، جنوبی ایشیا کی انجمن برائے علاقائی تعاون (South Asian Association for Regional Cooperation : SAARC) نیز وسط ایشیا کی مسلم جمہوری ریاستوں (Republics) کے ساتھ بھی تجارتی تعلقات کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ ان کا مفصل ذکر آگے کیا گیا ہے۔

11۔ **جدید سہولتوں کی بہم رسانی:**

حکومت نے اس سلسلہ میں کچھ نئی سہولتیں مہیا کی ہیں، مثلاً:

i) غیر روایتی پیداواروں کی برآمد بڑھانے اور نئی منڈیوں تک رسائی حاصل کرنے کی حوصلہ افزائی کے لئے حکومت نے برآمدات پر پچیس فیصد کرائے میں اعانت (Freight Subsidy) دی ہے۔

ii) سپیشل ایکسپورٹ زون (ایک کراچی اور دوسرا پنجاب میں) قائم کیا جائے گا جس کا تحتی ڈھانچہ جدید ترین ہوگا۔ یہ زیادہ تر ٹیکسٹائل سیکٹر کی ضرورتیں پوری کریں گے۔ اور

iii) کراچی اور فیصل آباد میں گارمنٹ شہر (Garment City) قائم کئے جائیں گے جو چھوٹے درجہ کے کاروباری لوگوں کو یک دری سہولت (One-Window Facility) مہیا کریں گے۔

علاقائی و بین الاقوامی تنظیمیں اور پاکستان کے حوالے سے ان کا کردار

Regional and International Organisations and Their Role Towards Pakistan

اس وقت چند علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر مختلف معاشی تنظیمیں موجود ہیں جو رکن ممالک کے باہمی اشتراک و تعاون سے اقتصادی، معاشرتی اور تہذیبی شعبوں میں ہم آہنگی، ترقی اور خوشحالی کے لئے کوشاں ہیں۔ ان تنظیموں میں یہ شامل ہیں:

1) معاشی تعاون کی تنظیم (ECO)

2) جنوبی ایشیا کی انجمن برائے علاقائی تعاون: سارک (SAARC)

3) عالمی تجارتی تنظیم (WTO)

یہاں ہم ان کا الگ الگ ذکر کرتے ہیں:

معاشی تعاون کی تنظیم (Economic Cooperation Organization: ECO):

1964ء میں، پاکستان کے اس وقت کے صدر جنرل ایوب خان مرحوم نے پاکستان کے دو ہمسایہ مسلمان ممالک، ایران اور ترکی کے ساتھ مل کر ایک تنظیم قائم کی جس کا یہ نام رکھا گیا: ''علاقائی تعاون برائے ترقی'' (Regional Cooperation for Development : RCD)۔ چنانچہ تینوں ممالک کے مابین، ہمسائیگی اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے باہمی تعاون کے لئے گہرا رشتہ اور جواز موجود ہے۔ لہٰذا انہوں نے معاشی شعبے میں ترقی کے مرحلے طے کئے۔ تاہم 1985ء کے وسط میں اس تنظیم کا نام بدل کر RCD کی بجائے معاشی تعاون کی تنظیم (ECO) رکھ دیا گیا، نیز اس میں اولین تین ارکان یعنی پاکستان، ایران اور ترکی کے علاوہ سینٹرل ایشیا کی (روس سے آزاد ہونے والی) چھ ریاستیں بھی شامل کر لی گئیں جن کے نام یہ ہیں: ترکمانستان، کرغیزستان، تاجکستان، ازبکستان، قازقستان اور آذربائیجان۔ بعد میں ایک اور ہمسایہ ملک افغانستان کو بھی شامل کر لیا گیا۔ چنانچہ اب اس تنظیم کے ارکان کی تعداد دس ہو گئی ہے۔

تنظیم کے مقاصد:

بنیادی طور پر تنظیم ان مقاصد کے لئے قائم کی گئی:

i) رکن ممالک کے مابین باہمی تجارت کو فروغ دیا جائے۔

ii) قدرتی اور معاشی وسائل کو مشترکہ منصوبوں کے تحت استعمال کر کے ترقی کی راہیں کھولی جائیں۔

iii) مشترکہ سرمایہ کی مدد سے ایسی صنعتیں قائم کی جائیں جو رکن ممالک کے لئے مفید اور خوشحالی کے لئے ضروری ہوں۔ چنانچہ اس ضمن میں معاشی منصوبے بنائے گئے۔ اقتصادی، صنعتی، تجارتی، تعلیمی اور ثقافتی میدانوں میں تعاون کو مزید فروغ دینے کے لئے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ رکن ممالک کے تجارتی وفود ایک دوسرے ملک کے دورے کرتے ہیں۔ ایران سے بھارت کو گیس پہنچانے کے لئے پائپ لائن پاکستان سے گزارنے کا منصوبہ زیر عمل ہے۔

2۔ سارک (South Asian Association for Regional Cooperation: SAARC):

یہ تنظیم 1985ء میں قائم کی گئی۔ اس کے ارکان یہ ممالک ہیں: پاکستان، بنگلہ دیش، بھارت، بھوٹان، نیپال، مالدیپ اور سری لنکا۔ اپریل 2007ء میں جب اس کی چودھویں کانفرنس ہوئی تو افغانستان کو بھی اس کا رکن بنا لیا گیا۔ چنانچہ اس وقت اس تنظیم کے آٹھ ارکان ہیں۔ اس کا صدر دفتر نیپال کا دارالحکومت کھٹمنڈو ہے اور اس کے رکن ممالک کی کل آبادی تقریباً ڈیڑھ ارب ہے۔

2007ء تک اس تنظیم کے کل چودہ اجلاس منعقد ہوئے۔ جن میں سے اس کا پہلا اجلاس دسمبر 1985ء میں ڈھاکہ میں ہوا، چوتھا اجلاس

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

(دسمبر 29 تا 31، 1988ء) اور بارہواں اجلاس (جنوری 2 تا 6، 2004ء) اسلام آباد (پاکستان) میں ہوئے۔ اس کے چودھویں اجلاس (منعقدہ نئی دہلی اپریل 2007ء) میں مبصرین کے طور پر یہ ممالک شامل ہوئے: چین، جاپان، امریکہ، یورپی یونین اور ایران۔

تنظیم کے اہم مقاصد:

سارک (تنظیم) کے بنیادی مقاصد یہ ہیں:

(i) اقتصادی اور معاشرتی ترقی کے لئے سائنس اور فنی علوم کے شعبوں کو باہمی تعاون کے ذریعہ فروغ دینا، علاقائی تجارت کو بڑھانا، مشترکہ مفاد کے امور و معاملات میں تعاون کرنا، اور بین الاقوامی امداد باہم کی تنظیموں کے ساتھ ترقی کے لئے مشترکہ کوشش کرنا۔

سارک کی چودھویں کانفرنس (منعقدہ اپریل 2007ء) میں درج ذیل اہم فیصلے کئے گئے:

(1) بھارت نے سارک کے کم ترقی یافتہ ملکوں کے لئے ڈیوٹی فری درآمدات کی اجازت دے دی، نیز طلبا، اساتذہ اور صحافیوں کے لئے ویزا کی پابندیاں نرم کر دیں۔
(2) ایک سارک یونیورسٹی قائم ہوگی جس کے کیمپس تمام رکن ممالک میں ہوں گے۔
(3) جنوبی ایشیا میں حقیقی امن و سلامتی کی فضا کو فروغ دیا جائے گا کیونکہ سلامتی اور ترقی کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔
(4) علاقائی تجارت کے لئے ہر قسم کی رکاوٹیں دور کی جائیں گی۔
(5) کوشش کی جائے گی کہ آئندہ نسلوں کے لئے ان ممالک پر مشتمل سارا علاقہ امن، ترقی اور خوشحالی کا خطہ بنایا جائے اور اس کے لیے عزم، دانشمندی اور بصیرت کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔
(6) پاکستان کے ذریعہ ایران اور بھارت کی گیس پائپ لائن بچھائی جائے گی۔
(7) افغانستان میں ڈرگ (یعنی منشیات) کی پیداوار امن کے لئے خطرہ ہے کیونکہ ڈرگ کے کاروبار سے حاصل ہونے والی رقم، دہشت گردی کے لئے استعمال کی جا رہی ہے، اس لئے اس کی پیداوار روکنی ہوگی۔
(8) اس بات پر زور دیا گیا کہ رکن ممالک کی اشیاء خدمات کی پیداوار، عوام کی آمد و رفت، علم، سرمایہ، ثقافت اور نظریات کے تبادلہ میں سہولت پیدا کی جائے۔
(9) رکن ممالک میں "سارک گاؤں" قائم کیا جائے گا۔
(10) ایک آزادانہ ساؤتھ ایشین کمشن برائے انسداد غربت قائم کیا جائے گا۔

سارک کانفرنس کے فیصلوں پر عملدرآمد سے اس بات کا امکان ہے کہ متعدد (جغرافیائی اور سیاسی) تنازعات حل ہو جانے کے بعد یہ ممالک بھی یورپی یونین کے پچیس (25) ممالک کی طرح، ایک سیاسی اور معاشی یونٹ کا درجہ اختیار کر لیں گے۔ چنانچہ پاکستان اور دیگر رکن ممالک کے یہ شعبے ترقی کریں گے: باہمی تجارت، صنعت، نقل و حمل، سیاست، تہذیب و ثقافت، سائنسی و تکنیکی تعلیم و تحقیق میں تعاون، باہم اور سیاسی موافقت وغیرہ۔ تاہم اس ضمن میں پاکستان اور بھارت کے درمیان کشمیر کا تنازعہ انصاف اور بنیادی انسانی حقوق کے اصولوں کے مطابق حل ہونا ضروری ہے۔

عالمی تجارتی تنظیم (World Trade Organization (WTO)):

عالمی تجارتی تنظیم (ڈبلیو ٹی او) 1995ء میں قائم ہوئی۔ یہ ایک بین الاقوامی کثیر پہلو (Multilateral) تنظیم ہے۔ اس کا صدر دفتر (Headquarters) سوئٹزرلینڈ کے شہر جنیوا میں ہے۔ یہ تنظیم عالمی سطح پر ہونے والی تجارت کے سلسلہ میں، قوانین اور ضابطے بناتی ہے، نیز رکن ممالک کے مابین پیدا ہونے والے اختلافات تنازعات (Disputes) کو رفع کرتی ہے۔ اس تنظیم کے ارکان نے بنیادی طور پر طے

شدہ تیس معاہدوں (Agreements) کو تسلیم کر کے ان پر دستخط کئے ہوئے ہیں۔

اس وقت ڈبلیو ٹی او (W.T.O) کے دنیا کے 149 ممالک رکن ہیں۔ (جن میں پاکستان اور سعودی عرب بھی شامل ہیں) تمام ارکان اس بات کے پابند ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو نہایت پسندیدہ ملک (Most Favoured Nation) کا درجہ دیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ (چند مستثنیات (Exceptions) کو چھوڑ کر) تنظیم کا کوئی رکن جو تجارتی مراعات کسی ایک ملک کو دے گا وہ اسے ڈبلیو ٹی او کے باقی تمام ارکان کو دینی چاہئیں۔

تنظیم کا مقصد (Mission):

اس تنظیم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ بین الاقوامی تجارت کی فروغ دیا جائے اور اس کی خاطر ایک طرف تو تجارتی پابندیاں اور رکاوٹیں (Trade Barriers) کم سے کم کی جائیں اور دوسری طرف ایک ایسا پلیٹ فارم مہیا کیا جائے جہاں سے تجارتی مذاکرے اور معاہدے ہو سکیں اور رکن ممالک کے درمیان پیدا ہونے والے تنازعات کو حل کیا جائے۔ غرض ڈبلیو ٹی او کا اصل مقصد یہ ہے کہ عالمی سطح پر اشیاء و خدمات (Goods and Services) پیدا کرنے والے اداروں، برآمد کنندگان (Exporters) اور درآمد کنندگان (Importers) کو اپنا کاروبار کرنے اور اسے پھیلانے کے لئے ضروری امداد بہم پہنچائی جائے۔

تجارتی نظام کے بنیادی اصول وقواعد (Principles of the Trading System):

عالمی تجارت تنظیم (ڈبلیو ٹی او) کے مذاکرات و مباحثات کے دوران، تجارت کے درج ذیل بنیادی اصولوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے:

☆ تجارتی نظام میں کسی قسم کا امتیاز (Discrmination) قائم نہیں ہونا چاہئے: یعنی کوئی ملک دوسرے ممالک کے مقابلہ میں، کسی ایک شریکِ تجارت ملک (Trading Partner) کو مخصوص رعایت نہیں دے سکتا اور نہ ہی یہ بیرونی ممالک سے آنے والی اشیاء و خدمات میں کوئی امتیاز روا رکھ سکتا ہے۔

☆ تجارتی نظام کا رجحان زیادہ سے زیادہ تجارت کی طرف ہونا چاہئے یعنی (محصولاتی اور غیر محصولاتی پابندیاں اور) رکاوٹیں کم سے کم ہونی چاہئیں۔

☆ تجارتی نظام ایسا ہونا چاہئے جس میں غیر ملکی کمپنیوں اور حکومتوں کو اس بات کی یقین دہانی کرائی جائے کہ تجارتی پابندیاں یک طرفہ مرضی (Arbitrarily) سے نہیں عائد کی جائیں گی، نیز منڈیاں کاروبار کے لئے کھلی رہیں گی۔

☆ تجارتی نظام ایسا ہونا چاہئے جس کے باعث ممالک کا باہمی مقابلہ (Competition) زیادہ سے زیادہ ہو۔

☆ تجارتی نظام کم ترقی یافتہ (Less Developed) ملکوں کے لئے زیادہ رعایت دینے والا ہو یعنی انہیں نئے حالات کے ساتھ موافقت حاصل کرنے کے لئے زیادہ مہلت دی جائے، نسبتاً زیادہ لچک (Flexibility) دکھائی جائے اور زیادہ مراعات دی جائیں۔

تنظیمی ڈھانچہ (Structue):

عالمی تجارتی تنظیم (WTO) کا انتظامی ڈھانچہ حسب ذیل نوعیت کا ہے۔ اس کے تمام ارکان تمام کونسلوں (Councils) اور کمیٹیوں (Committees) میں شریک ہو سکتے ہیں سوائے ان کے جو تنازعات حل کرنے کے لئے قائم کی جائیں۔

بالاترین سطح: وزارتی کانفرنس:

ڈبلیو ٹی او کی اعلیٰ ترین سطح پر فیصلہ کرنے والے ادارہ کا نام ہے: وزارتی کانفرنس (Ministerial Conference) جس کا اجلاس کم

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

از کم دو سال بعد ضرور ہوتا ہے۔ اس اجلاس میں تنظیم کے تمام ارکان شرکت کرتے ہیں۔ یہ کانفرنس تمام "کثیر السمت تجارتی معاہدوں" (Multilateral Trade Agreements) کے بارے میں مختلف امور پر فیصلے کرتی ہے۔ وزارتی کانفرنس کا روزمرہ کا کام جنرل کونسل کرتی ہے۔

جنرل کونسل:

یہ عالمی تجارتی تنظیم (WTO) کا اعلیٰ ترین سطح پر فیصلہ کرنے والا ادارہ ہے جس کا دفتر جنیوا میں ہے۔ یہ کونسل باقاعدگی سے اجلاس منعقد کرتی رہتی ہے تاکہ عالمی تنظیم کے فرائض ادا ہوتے رہیں۔ اس ادارہ میں ہر ملک کی نمائندگی اس کا سفیر کرتا ہے۔ کونسل کو اختیار ہے کہ وہ ڈبلیو ٹی او کے تمام امور کے معاملہ میں وزارتی کانفرنس کے ایماء پر کام کرے (کیونکہ وزارتی کانفرنس کا اجلاس تو دو برس بعد ہوتا ہے)۔

ذیلی امدادی ادارے (Subsidiary Bodies):

ذیلی ادارے معاون اداروں کے طور پر کام کرتے ہیں بالخصوص ان شعبوں میں: (i) زراعت (ii) منڈیوں تک رسائی (iii) اعانے (Subsidies) (iv) مانع اغراق (Anti-dumping) اقدامات وغیرہ۔

معاہدے (Agreements):

عالمی تجارتی تنظیم (WTO) نے اب تک تیس مختلف معاہدے قائم کئے ہیں جن کی حیثیت بین الاقوامی قانونی تحریروں کی ہے۔ نئے رکن بننے والے ممالک کو ان پر دستخط کر کے تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

عالمی تجارتی تنظیم (WTO) کی کارکردگی اور فوائد:

ڈبلیو ٹی او کے اجلاس میں طے پایا کہ 2015ء تک دنیا بھر میں اعانہ (Subsidy) دینے کی پالیسی بالکل ختم کردی جائے۔ اندازہ لگایا گیا کہ اس اقدام سے عالمی سطح پر چھے کھرب ڈالر کی مصنوعات کی قیمتوں میں کمی واقع ہوجائے گی نیز امریکہ کی 670 ارب ڈالر کی برآمدات کی قیمتوں میں کمی سے دوسرے ممالک کو بھی فائدہ پہنچے گا۔ یہ بھی اندازہ لگایا گیا کہ سبسڈی ختم کرنے اور منڈیوں کو عالمی تجارت کے لئے آزاد کھول دینے سے یہ فائدے پہنچیں گے:

1) عالمی آمدنی میں 832 ارب ڈالر کا اضافہ ہوگا۔
2) تیس کروڑ لوگ غربت کی لکیر (Poverty Line) سے باہر آجائیں گے۔
3) زرعی شعبہ میں امدادی سکیمیں ختم کرنے سے 128 ارب ڈالر کا فائدہ ہوگا جن میں سے تیس ارب ڈالر کا فائدہ ترقی پذیر ممالک کو پہنچے گا۔ ڈبلیو ٹی او کا سب سے زیادہ زور اس بات پر ہے کہ منڈیوں کو عالمی تجارت کے لئے کھولا جائے' سبسڈی کو ختم کیا جائے اور تمام ممالک کی معیشتوں کو ایک مجموعی معیشت (Global Economy) کے طور پر چلایا جائے۔

عالمی تجارتی تنظیم (W.T.O) کے پاکستانی معیشت پر اثرات:

پیچھے بیان کیا گیا ہے کہ "ڈبلیو ٹی او" کے اجلاس میں طے پایا کہ 2015ء تک دنیا بھر میں اعانے (Subsidy) دینے کی پالیسی بالکل ختم کردی جائے لیکن چونکہ پاکستان ایک ترقی پذیر (Developing) ملک ہے اور اس کے مختلف پیداواری شعبے پسماندہ ہیں لہٰذا حکومت ان کی حوصلہ افزائی کے لئے سرکاری شعبہ سے اعانے (یعنی امداد) مہیا کرتی ہے۔ چنانچہ پاکستان میں "ڈبلیو ٹی او" کی اعانہ ختم کرنے کی پالیسی کے باعث' ہمارے مختلف پیداواری شعبوں پر منفی اثرات (Adverse Effects) پڑنے کا اندیشہ ہے' جیسا کہ ذیل میں واضح کیا گیا ہے:

زرعی شعبہ (Agricultural Sector):

زراعت میں استعمال ہونے والے مداخل (Inputs) یعنی کھاد' بیج' جراثیم کش ادویات کے علاوہ ضرورت کی دیگر چیزیں' مثلاً زرعی مشینری' پٹرول اور ڈیزل وغیرہ کی قیمتیں کافی بلند ہیں۔ نیز (ابھی تک) بھاشا ڈیم اور کالا باغ ڈیم نہ بنائے جانے کے باعث بجلی بھی ضرورت سے کم پیدا ہوتی ہے اور مہنگی ہے' اس لئے زرعی پیداواریں نسبتاً کم اور ان کی لاگت (Cost of Production) زیادہ ہوتی ہے جس کے باعث بین الاقوامی تجارت میں اسے سخت مقابلہ (Competition) درپیش ہے۔ دوسری طرف امریکہ' یورپ اور دیگر ترقی یافتہ ملکوں میں نہ صرف کاشتکاروں بلکہ صنعتی اداروں کو بھی بھاری سبسڈی دی جاتی ہے۔ خود ہمارے ہمسایہ ملک بھارت میں زرعی اور صنعتی شعبوں کو اعانہ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ پاکستان میں بھی زراعت کو سبسڈی دینے کا سلسلہ جاری رکھا جائے ورنہ بین الاقوامی مقابلہ کے باعث خطرہ ہے کہ ہماری برآمدات (Exports) کم اور درآمدات (Imports) زیادہ ہو جانے سے توازن تجارت (Balance of Trade) ناموافق (Adverse) ہوجائے گا۔ برآمدات میں خاص طور پر کپاس' سوتی دھاگہ اور چاول کی برآمد متاثر ہونے کا اندیشہ ہے۔ غرض سبسڈی نہ دینے سے:

(i) زرعی پیداوار کم ہوجائے گی۔
(ii) پیداواری لاگت بڑھ جائے گی۔
(iii) قیمتیں چڑھ جانے سے مہنگائی زور پکڑ لے گی۔

صنعتی شعبہ (Industrial Sector):

اس وقت پاکستان کے ہمسایہ ممالک چین اور بھارت اپنی بہتر ٹیکنالوجی اور ارزاں محنت (Labour) کے باعث سستی مصنوعات تیار کر رہے ہیں اور پاکستانی تاجر وہاں سے اشیاء درآمد کر رہے ہیں۔ دوسری طرف ہماری مصنوعات (Manufactured Goods) کی لاگت (Cost) زیادہ اور پیداوار کم ہے اور چونکہ پاکستان کو ان ملکوں سے مقابلہ درپیش ہے لہٰذا ان ممالک سے اشیاء درآمد ہونے کے باعث خطرہ ہے کہ صنعتی ترقی متاثر ہوگی۔ چنانچہ ضروری ہے کہ حکومت پاکستان صنعتی شعبہ کو بھی سبسڈی دے تاکہ مصنوعات کی قیمتیں کم کر کے بیرونی تجارت میں مقابلہ کیا جاسکے۔

تجارت خارجہ (Foreign Trade):

"ڈبلیو ٹی او" کے ضابطوں کے تحت بین الاقوامی تجارت کے آزادانہ (Free) ہوجانے سے خدشہ ہے کہ پاکستان کی برآمدات کم اور درآمدات زیادہ ہوجائیں گی اور یوں ہمارا توازن تجارت مزید خراب ہوجائے گا جس کے باعث ملک پر بیرونی قرضہ بڑھ جائے گا اور سود کی ادائیگی کے باعث معیشت پر برا اثر پڑے گا' لہٰذا ہمارے معاشی حالات تقاضا کرتے ہیں کہ متعلقہ شعبوں کو حسب ضرورت سبسڈی دی جائے تاکہ عالمی منڈی (International Market) میں ہماری زرعی پیداواریں' مصنوعات اور دیگر برآمدات مقابلہ کرسکیں۔

مبادلاتِ خارجہ

(Foreign Exchange)

غیر ملکی ادائیگیاں (Foreign Payments):

آپ جانتے ہیں کہ ہر ملک کی کرنسی الگ الگ ہے۔ جیسے پاکستان کی روپیہ' انگلینڈ کی پونڈ' امریکہ کی ڈالر' سعودی عرب کی ریال' جاپان کی ین' فرانس کی فرانک وغیرہ۔ اس لئے جب ایک ملک دوسرے سے کچھ اشیاء خریدتا ہے اور اس کی قیمت ادا کرنے کا سوال پیدا ہوتا ہے تو ایک ملک کی کرنسی کو دوسرے ملک کی کرنسی سے بدلنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ کرنسیوں کو آپس میں کس طرح بدلا

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

جائے اور یہ شرح کیسے مقرر ہو۔ ان مسائل کا مطالعہ یہاں کیا جائے گا۔

مبادلات خارجہ سے مراد وہ "طریقہ کار یا میکانیت (Mechanism) ہے جس کے مطابق غیر ملکی ادائیگیاں کی جاتی ہیں۔ گویا اس کا مطلب ہے زرمبادلہ کی منڈی جس کی معرفت ایک ملک کے درآمد کنندگان دوسرے ملکوں کے برآمد کنندگان کو مختلف قسم کے آلات مبادلہ (Instruments of Exchange) کی شکل میں قیمت ادا کرتے ہیں۔" عام حالات میں مختلف ملکوں کی کرنسیوں کی باہمی شرح مبادلہ (Rate of Exchange) کا تعین بھی اسی منڈی میں ہوتا ہے۔

زرمبادلہ کی منڈی (Foreign Exchange Market):

اس سے مراد ایسے ادارے (مثلاً بنک وغیرہ) یا افراد ہیں جو غیر ملکی کرنسیوں کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتے ہیں۔ اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"The foreign exchange (Forex) market exchanges one national currency for another. The price at which the two currencies exchange is the exchange rate." (S. Fischer)

ہر ملک میں غیر ملکی کرنسیوں کی طلب بھی ہوتی ہے اور رسد بھی، کیونکہ جب ایک ملک کے ایکسپورٹر مال برآمد کرتے ہیں تو انہیں غیر ملکی کرنسی حاصل ہوتی ہے جسے وہ اپنی ملکی کرنسی میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں اور اسی ملک کے امپورٹر جب مال درآمد کرتے ہیں تو ان کے پاس ملکی کرنسی ہوتی ہے جسے وہ غیر ملکی کرنسی میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ہر ملک میں چند بنک ایسے ہوتے ہیں جو مختلف ملکوں کی کرنسیاں خرید اور بیچ کر ان کے باہمی ادل بدل میں مدد دیتے ہیں۔

زرمبادلہ کی شرح کا تعین (Determination of Rate of Exchange):

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مختلف کرنسیوں کا ادل بدل کس شرح پر ہوتا ہے یعنی کرنسیوں کی باہمی "شرح مبادلہ" کیسے مقرر ہوتی ہے۔ زر کے مختلف نظاموں کے تحت کرنسیوں کی شرح مبادلہ مختلف طریقوں سے متعین ہوتی ہے۔ لیکن ان سب کا بنیادی قاعدہ رسد و طلب کا توازن ہی ہے۔ جس طرح ہر شے کی قیمت اس کی رسد اور طلب کے متوازن ہونے سے مقرر ہوتی ہے۔ اسی طرح کرنسی کی قیمت بھی اس کی رسد اور طلب سے مقرر ہوتی ہے۔ غیر ملکی زر کی طلب ان لوگوں کی جانب سے آتی ہے جو دوسرے ملکوں سے مال منگواتے اور ادائیگی کرنا چاہتے ہیں (وہ اپنی کرنسی کے عوض غیر ملکی کرنسی طلب کرتے ہیں) اور غیر ملکی زر کی رسد ان لوگوں کی طرف سے آتی ہے جنہوں نے مال بھیجا ہو اور وصولی کرنا چاہتے ہوں (وہ بیرونی کرنسی کے عوض اپنے ملک کی کرنسی طلب کرتے ہیں)۔ گویا خریدار کے ملک کی کرنسی کی رسد بھی ہوتی ہے اور طلب بھی اور ان دونوں کے متوازن ہونے سے شرح مبادلہ مقرر ہو جاتی ہے۔

ذیل میں ہم دو مختلف نظاموں کے تحت شرح مبادلہ مقرر ہونے کے اصولوں پر بحث کرتے ہیں۔

(i) معینہ شرح مبادلہ۔

(ii) لچک دار یا متغیر شرح ہائے مبادلہ۔

معینہ شرح مبادلہ

(Fixed Exchange Rate)

جب دونوں ملکوں کی کرنسی کا معیار سونا (Gold) ہو یعنی سکے سونے کے بنے ہوئے ہوں یا وہ سونے میں تبدیل ہو سکتے ہوں تو مبادلہ کی شرح سونے کی مقدار کی نسبت سے مقرر ہوتی ہے جو دونوں سکوں میں موجود ہوتی ہے۔ مثلاً جنگ عظیم اول 1914ء سے پہلے فرانس اور انگلستان سونے کے معیار پر تھے، اس لئے ان سکوں میں جتنا سونا موجود تھا اس کی مقدار کے لحاظ سے دونوں کی شرح مبادلہ یہ تھی: ایک

پونڈ = 25.22 فرانک (کیونکہ جتنا سونا ایک پونڈ میں ہوتا تھا اتنا ہی سونا فرانکوں کی مذکورہ تعداد میں ہوتا تھا)۔

اسی طرح انگلستان کی کرنسی میں سونے کی مقدار 1/4 اونس تھی جب کہ اس وقت امریکہ کی کرنسی "ڈالر" میں سونے کی مقدار 1/20 اونس تھی۔ چنانچہ دونوں کرنسیوں کی شرح مبادلہ ان میں موجود سونے کی مقدار کے مطابق مقرر ہوگی، یعنی ایک پونڈ مساوی پانچ ڈالر۔ گویا یہ "معینہ شرح مبادلہ" (Fixed Exchange Rate) کی مثال ہے۔ اب سکے سونے یا چاندی کے بنے ہوئے نہیں ہوتے بلکہ کاغذی نوٹ ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان کی شرح مبادلہ ملک کا مرکزی بنک مقرر کرتا ہے۔

لچکدار یا تغیر پذیر شرح ہائے مبادلہ (Flexible or Floating Exchange Rates):

جب دونوں ممالک کاغذی زر کے معیار پر ہوں یعنی ان کی کرنسیاں کاغذی نوٹوں پر مشتمل ہوں تو ان کی باہمی شرح مبادلہ ان کی "قوت خرید" (Purchasing Power) کے مطابق مقرر ہوتی ہے۔ مثلاً فرض کریں کہ امریکہ میں ایک ڈالر جتنی اشیاء خرید سکتا ہے پاکستان میں اتنی چیزیں 80 روپے میں خریدی جا سکتی ہیں۔ اس لئے ایک ڈالر 80 روپے کے برابر ہوگا۔ لیکن چونکہ قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کی وجہ سے کرنسیوں کی قوت خرید بھی کم و بیش ہوتی رہتی ہے اس لئے تبادلہ کی شرح بھی ایک سطح پر نہیں ٹھہری رہتی بلکہ کم یا زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ دونوں کرنسیوں کی باہمی شرح مبادلہ دراصل ان کی رسد اور طلب کی بنا پر مقرر ہوتی ہے۔ کرنسیوں کی رسد و طلب کا دارومدار دونوں ملکوں کی درآمد و برآمد پر ہوتا ہے۔ اس لئے اگر پاکستان کی درآمدات اس کی برآمدات سے زیادہ ہو جائیں تو اسے زیادہ ڈالروں کی ضرورت ہوگی۔ اس لئے ایک ڈالر کے 80 کے بجائے 80 سے زیادہ روپے دینے پڑیں گے اور شرح مبادلہ بدل جائے گی۔ اس کے برعکس اگر پاکستان کی درآمدات اس کی برآمدات سے کم ہوں تو ڈالروں کی ضرورت کم ہو جائے گی اور اب ایک ڈالر 80 کی بجائے 80 سے کم روپوں میں مل سکے گا۔ گویا عام طور پر شرح مبادلہ دونوں کرنسیوں کی روزمرہ رسد و طلب کی بنا پر مقرر ہوگی۔ اگرچہ یہاں صرف دو کرنسیوں (روپے اور ڈالر) کی مثال دی گئی ہے لیکن حقیقت میں تمام مختلف کرنسیوں کی باہمی شرح مبادلہ بھی ایسے ہی مقرر ہوتی ہے۔

"The balance of supply and demand for foreign exchange determines the foreign exchange rate of a currency." (PAS)

"اس سے مراد شرح مبادلہ کا وہ نظام ہے جس کے تحت حکومت کی مداخلت کے بغیر، کرنسیوں کی رسد و طلب کی باہمی آزادانہ قوت و حرکت سے بیرونی شرح مبادلہ مقرر ہوتی ہے۔"

اس کے برعکس اگر حکومت اپنی کرنسی کی کسی دوسری کرنسی کے حوالہ سے شرح مبادلہ مقرر کر دے اور اپنی مرضی سے اس میں ردوبدل کرے تو اسے بھی معینہ شرح مبادلہ کہا جا سکتا ہے۔

"معینہ شرح مبادلہ" بمقابلہ "تغیر پذیر شرح مبادلہ"

(Fixed vs Fluctuating Exchange Rate)

مختلف کرنسیوں کی باہمی شرح تبادلہ کے سلسلے میں یہ مسئلہ بھی حل طلب ہے کہ شرح مبادلہ معینہ ہونی چاہئے (یعنی یہ ایک ہی معیار پر مقرر رہنی چاہئے) یا تغیر پذیر ہونی چاہئے (یعنی حسب ضرورت اس میں تبدیلی ہو جانی چاہئے)۔ ماہرین معاشیات نے دونوں کی حمایت اور مخالفت میں دلائل پیش کئے ہیں، جن کا ہم یہاں ذکر کرتے ہیں:

معینہ شرح مبادلہ کے حق میں دلائل اور فوائد (Merits of Fixed Exchange Rate):

1) اندرونی معاشی استحکام:

اگر کوئی ملک اپنی کرنسی کی، دوسرے ممالک کی کرنسیوں کے حوالے سے شرح مبادلہ معین کر دے تو اس کی درآمدات اور برآمدات کا

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

سلسلہ بڑی سازگاری سے چلتا رہتا ہے اور اندرون ملک معاشی استحکام برقرار رہتا ہے، کیونکہ اگر شرح مبادلہ میں تبدیلی ہوتی رہے تو اس کا ناگوار اثر درآمدات و برآمدات کی مقدار اور مالیت پر بھی پڑتا ہے اور یوں ملکی معیشت عدم استحکام کا شکار ہو جاتی ہے۔

2) بیرونی اثرات سے بچاؤ:

چونکہ بین الاقوامی تجارت کے باعث تمام ممالک کی معیشتیں آپس میں مربوط ہیں اس لیے اگر ایک ملک میں ناگوار معاشی حالات پیدا ہو جائیں، مثلاً سرد بازاری، افراطِ زر یا بے روزگاری وغیرہ، تو کرنسیوں کی تغیر پذیر شرح مبادلہ کے باعث ان حالات کا اثر دوسرے ملکوں کی معیشتوں پر بھی پڑ جاتا ہے۔ لیکن اگر شرح مبادلہ معینہ ہو تو ایسے اثرات کا خطرہ کم ہوتا ہے۔

3) تخمینی (Speculative) سرگرمیوں کا خاتمہ:

اگر کرنسیوں کی باہمی شرح مبادلہ معینہ ہو تو کرنسیوں کی پیشگی خرید و فروخت (Dealing in Advance) کی ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ درآمد و برآمد کرنے والے تاجروں کو اطمینان ہوتا ہے کہ مال خریدنے اور فروخت کرنے کے درمیانی عرصے میں شرح مبادلہ کے گر جانے یا چڑھ جانے کا کوئی خطرہ نہیں، بلکہ وہ پورے اطمینان سے کاروبار کرتے رہتے ہیں۔

4) غیر متوقع (Windfall) نفع یا نقصان کے عنصر کا خاتمہ:

اگر کرنسیوں کی شرح مبادلہ معینہ نہ ہو تو تغیرات کے باعث غیر متوقع نفع یا نقصان کے حالات پیدا ہو جاتے ہیں لیکن معینہ شرح کے ہوتے ہوئے ایسے غیر یقینی حالات سے بچاؤ ہو جاتا ہے۔

5) طویل المیعاد سرمایہ کاری کا فروغ:

معینہ شرح مبادلہ کی صورت میں سرمایہ داروں اور صنعت کاروں کو اطمینان ہوتا ہے کہ کافی مدت تک کرنسیوں کی شرح مبادلہ ایک ہی معیار پر برقرار رہے گی، لہٰذا وہ اطمینان سے طویل المیعاد سرمایہ کاری کر سکتے ہیں جس سے ملک میں صنعت کاری فروغ پاتی ہے۔

معینہ شرح مبادلہ کے حق میں دیئے گئے مذکورہ بالا دلائل کو تغیر پذیر شرح مبادلہ کے خلاف دلائل بھی تصور کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اگر کرنسیوں کی باہمی شرح مبادلہ بدلتی رہے تو مذکورہ بالا فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔

لچکدار شرح مبادلہ کے حق میں دلائل اور فوائد

(Merits of Floating Exchange Rate)

1) آزادانہ (Independent) معاشی پالیسی:

اگر کرنسیوں کی باہمی شرح مبادلہ معینہ نہ ہو بلکہ منڈی کے حالات کے مطابق ان کا تعین طلب و رسد کی آزادانہ قوتوں سے خود بخود ہو تو اس کا یہ فائدہ ہے کہ ملک آزادانہ اور خود مختارانہ معاشی پالیسی اختیار کر سکتا ہے، کیونکہ معینہ شرح مبادلہ کو برقرار رکھنے کے لیے اسے بعض اوقات اپنی کرنسی کی مقدار گھٹانا پڑتی ہے، جس کے نتیجہ میں ملک میں سرد بازاری اور بیروزگاری پھیل جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

2) اندرون ملک معاشی استحکام:

کسی ملک کی معاشی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ اندرونی طور پر معاشی استحکام برقرار رہے، یعنی قیمتوں، پیداوار، روزگار، سرمایہ کاری اور آمدنی میں استحکام۔ لیکن یہ مقاصد تبھی حاصل ہو سکتے ہیں جب بیرونی شرح تبادلہ میں بیرونی معاشی حالات کے مطابق خود بخود کمی بیشی ہوتی رہے اور اس کا اثر اندرونی معیشت پر کم سے کم پڑے۔

3) استقبالی شرح مبادلہ (Forward Exchange Rate):

ماہرین کی رائے یہ ہے کہ اگر شرح مبادلہ تغیر پذیر ہو تو پھر بین الاقوامی تجارت کے فروغ و ترقی میں کوئی رکاوٹ نہیں پڑتی کیونکہ ایکسپورٹر اور امپورٹر کسی خسارے سے بچنے کے لئے کرنسیوں کی شرح مبادلہ طے کر کے ان کی خرید و فروخت پیشگی کر لیتے ہیں۔ گویا ایک خاص مدت تک ان کے لئے کرنسیوں کی شرح مبادلہ معینہ ہو جاتی ہے۔

4) ادائیگیوں کے توازن کی اصلاح:

اگر شرح مبادلہ لچک دار ہو تو اس میں تغیرات کے باعث ملک کے ادائیگیوں کے توازن میں خود بخود اعتدال کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے۔

5) اندرونی استحکام:

اگر شرح مبادلہ معینہ ہو تو بیرونی دنیا میں رونما ہونے والے افراطِ زر یا تفریطِ زر کے اثرات، ملک کی اندرونی معیشت پر پڑتے ہیں۔ لیکن اگر شرح مبادلہ تغیر پذیر ہو تو بیرونی ناگوار معاشی حالات کے باعث صرف شرح مبادلہ میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور ملک کے اندر معیشت ان اثرات سے محفوظ رہتی ہے۔

6) "طلب و رسد" کا سنہری اصول:

بعض ماہرین معاشیات یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ چونکہ معاشی دنیا میں ہر شے کی قدر و قیمت اس شے کی رسد و طلب کی قوتوں سے آزادانہ طے پاتی ہے، لہٰذا کرنسیوں کی شرح مبادلہ کا تعین بھی ان کی رسد و طلب کی قوتوں پر چھوڑ دینا چاہیے اور مصنوعی طور پر شرح مبادلہ کو ایک معیار پر مقرر نہیں کرنا چاہیے۔

تغیر پذیر شرح مبادلہ کے حق میں دیئے گئے مذکورہ بالا دلائل کو معینہ شرح مبادلہ کے خلاف دلائل بھی تصور کیا جا سکتا ہے، کیونکہ اگر کرنسیوں کی باہمی شرح مبادلہ معینہ رہے تو مذکورہ بالا فوائد حاصل نہیں ہو سکتے۔ پاکستان کی کرنسی کی شرح مبادلہ معینہ نہیں ہے بلکہ تغیر پذیر ہے۔

awazeinqilab.com

Whatsapp: 03025247378

Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

ماڈل پرچہ سوالات

انشائیہ (Subjective) حصہ اول (Section I)

سوال نمبر1: درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

1۔ پاکستان کی چار اہم بڑی بڑی برآمدات کیا ہیں؟

جواب: i) سوتی دھاگہ ii) چاول iii) بیڈ ویئر iv) کپاس

2۔ پاکستان کو بیرونی تجارت سے ہونے والے دو فائدے بتائیں؟

جواب: i) زرمبادلہ میں اضافہ ii) معاشی استحکام میں بہتری iii) روزگار میں اضافہ iv) نئی ٹیکنالوجی سے واقفیت

3۔ کارکنوں کی ترسیلات سے کیا مراد ہے؟

جواب: جب پاکستان کے لوگ ملک سے باہر جا کر پیسے کما کر ملک کے اندر بھیجتے ہیں تو اسے کارکنوں کی ترسیلات کہا جاتا ہے۔

4۔ پاکستان کی برآمدی مدات میں تنوع سے کیا مراد ہے؟

جواب: پاکستان کی برآمدات ایک نوعیت کی نہیں ہونی چاہیں بلکہ مختلف اقسام پر مشتمل ہونی چاہیں ایک قسم کی نوعیت پر انحصار نہیں کیا جاسکتا۔

5۔ پاکستان کی تین اقسام درآمدات ہیں۔ انکے نام بتایئے؟

جواب: i) اشیائے سرمایہ ii) صنعتی خام مال iii) اشیائے صارفین

6۔ پاکستان کی اہم درآمدات بتائیں؟

جواب: i) مشینری (غیر برقی) ii) پٹرول و پیداوارین iii) نقل و حمل کا سامان iv) کیمیکلز v) اشیائے خوراک

7۔ پاکستان کے ادائیگیوں کے توازن میں خرابی کی چار وجوہات بیان کریں؟

جواب: i) درآمدات میں اضافہ ii) درآمدات کی قیمتوں میں اضافہ iii) برآمدات کم ہیں iv) کارکنوں کی ترسیلات میں کمی

8۔ معاشی تعاون کی تنظیم میں کونسے ممالک شامل ہیں؟

جواب: i) پاکستان ii) ترکی iii) ایران

9۔ بین الاقوامی تجارت کے چار فوائد لکھیں؟

جواب: i) ضروری اشیاء کا حصول ii) زائد از ضرورت iii) زرعی، صنعتی ترقی iv) سرکاری آمدنی کا ذریعہ

حصہ دوم (Section II)

سوال نمبر2: درج ذیل سوالات کے مفصل جوابات تحریر کریں:

i) پاکستان کی بیرونی تجارت کی نمایاں خصوصیات بیان کیجئے۔ (گوجرانوالہ بورڈ 2009ء، لاہور بورڈ 2011ء)

ii) پاکستانی معیشت میں بیرونی تجارت کی اہمیت بیان کریں۔

iii) پاکستان کی برآمدات میں کس طرح اضافہ کیا جاسکتا ہے؟

iv) پاکستان کے توازن ادائیگی میں خرابی کی وجوہات بتایئے۔ (بہاولپور بورڈ 2011ء، میر پور آزاد کشمیر بورڈ 2011ء)

v) پاکستان کے ادائیگیوں کے توازن کو کیسے بہتر بنایا جاسکتا ہے؟

vi) سارک ممالک (SAARC) کے اہم مقاصد بیان کیجئے۔

vii) عالمی تجارتی تنظیم (WTO) کے پاکستانی معیشت پر اثرات بیان کیجئے۔

viii) بین الاقوامی سطح پر کرنسیوں کی شرح مبادلہ کیسے متعین ہوتی ہے؟

ix) برآمدات بڑھانے کے لئے حکومت کی کوشش کا ذکر کیجئے؟ (سرگودھا بورڈ 2009ء)

معروضی (Objective)

سوال نمبر3: ہر سوال کے ایک سے زیادہ جوابات دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگایئے۔

1) پاکستان دوسرے ملکوں کو برآمد کرتا ہے:
(A) خوردنی تیل (B) چائے (C) آلات جراحی ✓ (D) کیمیکلز

2) پاکستان کی اہم برآمدی شے یہ ہے:
(A) ہوزری و تیار کپڑے ✓ (B) چمڑا (C) مچھلی (D) کپاس

3) ہماری برآمدات میں مصنوعات کا حصہ اس قدر ہے:
(A) 45فیصد (B) 55فیصد (C) 65فیصد (D) 75فیصد ✓

4) پاکستان کی درآمدات میں یہ شامل ہیں:
(A) قالین (B) مشینیں ✓ (C) سوتی کپڑا (D) کپاس

5) پاکستان کی درآمدات میں یہ شامل نہیں:
(A) پٹرولیم (B) سامان مواصلات (C) قالین ✓ (D) چائے

6) سارک ممالک کی چودھویں کانفرنس اس شہر میں ہوئی:
(A) ڈھاکہ (B) دہلی ✓ (C) اسلام آباد (D) کولمبو

7) ایکو (ECO) کے رکن ممالک کی تعداد ہے:
(A) آٹھ (B) دس ✓ (C) بارہ (D) پندرہ

8) سارک تنظیم کا صدر دفتر یہاں ہے:
(A) ٹوکیو (C) کھٹمنڈو ✓ (C) لکھنؤ (D) کابل

9) پاکستان کی نسبت درآمد و برآمد ہے:
(A) موافق (B) غیر موافق ✓ (C) مساوی (D) غیر مساوی

10) پاکستان میں روپے کی بیرونی قدر اس سال کم کی گئی:
(A) 1970ء (B) 1972ء ✓ (C) 1974ء (D) 1976ء

awazeinqilab.com
Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

11) ملک سے اشیاء خرید کر دوسرے ممالک کو برآمد کرنے والا سرکاری ادارہ ہے:
(A) ایکسپورٹ پروموشن بیورو (B) ایکسپورٹ پروموشن کونسل
(C) ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان ✓ (D) کاٹن ایکسپورٹ کارپوریشن

12) درج ذیل میں سے ایک سارک کی تنظیم کا ممبر نہیں ہے:
(A) پاکستان (B) ہندوستان (C) کویت ✓ (D) نیپال

13) بین الاقوامی لین دین کے لئے ملک کرنسی کو غیر ملکی کرنسی میں بدلنے کی شرح کیا کہلاتی ہے:
(A) بنک ریٹ (B) بارٹر سسٹم (C) شرح مبادلہ ✓ (D) ایکسچینج کنٹرول

باب 13

اسلام کا معاشی نظام
Economic System of Islam

مکمل ضابطہ حیات:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے' انسان کو زندگی کا مقصد بھی بتاتا ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کا طریقہ بھی۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر پہلو اور ہر گوشہ سے متعلق پوری رہنمائی مہیا کرتا ہے۔ شخصی' عائلی' معاشی' تعلیمی' معاشرتی' تمدنی (Cultural)' قانونی' اخلاقی' روحانی اور آخرت و عاقبت (Life Hereafter) کے معاملات و مسائل کے بارے میں ہدایت بخشتا ہے' اور ایک کامل (Perfect) کامیاب اور اطمینان بخش زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتا ہے۔ اسلام کی یہ خوبی اور خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ یہ دستور و آئین درحقیقت انسان کے خالق اور مالک خود اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (سورۃ آلِ عمران' آیت:19) یعنی اللہ کے نزدیک (صحیح) دین (اور راہ نجات تو) صرف اسلام ہے' چنانچہ ہم پر واجب ہے کہ اپنی انفرادی اور قومی زندگی کا سیاسی' اقتصادی' عمرانی (Social) اور اخلاقی نظام' اسلام کی روشنی میں مرتب کریں۔

اسلامی معاشی نظام کی خصوصیات اور خوبیاں
Basic Features and Characteristics of Islamic Economic System

یہاں ہم اسلام کے معاشی نظام کی اہم خصوصیات بیان کرتے ہیں:

1۔ حلال وحرام کی تمیز:

اسلام کا بنیادی حکم یہ ہے کہ دولت حلال (Just and Fair) طریقے سے کمائی جائے اور حلال کاموں پر خرچ کی جائے۔ اس نے ایسے تمام افعال کو حرام (Unlawful) قرار دیا ہے جو شخصی اور اجتماعی زندگی میں ضرر رساں ثابت ہو سکتے ہیں' مثلاً شراب اور دیگر منشیات کا بنانا' بیچنا' خریدنا' رکھنا اور استعمال کرنا حرام ہے۔ علاوہ ازیں درج ذیل ذرائع سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی حرام ہے: رشوت' غصب' خیانت' چوری' جواء' سٹہ اور دھوکہ فریب کے کاروبار' اشیائے ضرورت کو اس مقصد کے لئے روک رکھنا (Hoarding) کہ قیمتیں چڑھ جائیں' مال یتیم میں بے جا تصرف' ناپ تول میں کمی بیشی' فحاشی پھیلانے والے ذرائع کا کاروبار' گانے بجانے کا پیشہ' قحبہ گری' زنا' قسمت بتانے اور فال گیری کا سلسلہ اور سود (Interest) کا کاروبار خواہ اس کی شرح کم ہو یا زیادہ' اور خواہ وہ شخصی ضروریات کے قرضوں پر ہو یا صنعتی وتجارتی اور زراعتی ضروریات کے قرضوں پر۔ 1

صَرف دولت کے سلسلے میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ پاکیزہ اور جائز ضرورتوں پر خرچ کرنے کے بعد جو بچ رہے' اسے اللہ کی راہ میں مختلف مقاصد پر خرچ کر دیا جائے' محتاجوں اور ضرورت مندوں کو دے دیا جائے۔ نیز جس قدر نقد یا زیورات یا مال تجارت کی شکل میں دولت موجود ہو' اس پر ہر سال زکوٰۃ دی جائے۔

awazeinqilab.com
Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

2۔ ذاتی ملکیت کا حق (Right of Private Ownership):

اسلام انسان کو ذاتی ملکیت کا حق دیتا ہے' لیکن اس کی آمدنی اور دولت پر معاشرہ کی اجتماعی فلاح و بہبود کے لیے ایسے لوگوں کے حقوق واجب قرار دیتا ہے' جو غریب' مسکین' فقیر' مسافر' حاجت مند' ہمسائے اور قرابت دار ہوں۔ حق ملکیت کا ثبوت ان آیات مبارکہ سے ملتا ہے:

(الف) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ (النسآ:29)

آپس میں ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ۔

(ب) خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً (التوبہ:103)

اے رسول ﷺ تم ان کے اموال میں سے صدقہ وصول کرو۔

(ج) وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ (الذاریات:19)

اور ان کے مالوں میں سوالی اور حاجت مندوں کا (بھی) حصہ ہے۔

ان آیات مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو ذاتی ملکیت کا حق دیتا ہے یعنی جو کچھ وہ حلال طریقے سے محنت کر کے کمائیں' اسے وہ اپنی ملکیت سمجھ سکتے ہیں' تبھی یہ بتایا گیا ہے کہ کسی دوسرے کا مال' ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا گیا ہے کہ "لوگوں کے مال" دولت' جائیداد' اشیائے ملکیت میں سے غریب محتاج افراد کے لیے صدقہ لو یعنی خیرات و زکوۃ وصول کرو۔ أَمْوَالَكُمْ (تمہارے مال) اور أَمْوَالِهِمْ (ان کے مال) کے الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے اپنے ذاتی مال ہو سکتے ہیں۔

3۔ وسائل رزق سے استفادہ کا حق (Right of Utilization of Resourees):

دنیا میں موجود رزق کے سارے وسیلے اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں' جن میں یہ شامل ہیں: زمین' کھیتیاں' بارش' دریا' پہاڑ' پھل' مویشی' بحری راستے' معدنیات' سونا' چاندی اور گھوڑے وغیرہ۔ یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل خاص سے انسان کو عطا کی ہیں: اس لیے ان سے استفادہ کرنے کا سب کو حق ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ ان سے فائدہ اٹھانے کے راستے تمام لوگوں پر کھلے رہیں اور کسی فرد یا طبقہ کو ان وسائل سے محروم کر کے' خود اجارہ داریاں (Monopolies) قائم نہ کی جائیں۔

4۔ منڈی اور قیمتوں کا نظام (Market and Price Mechanism):

اسلامی معاشی نظام میں اشیاء و خدمات کی قیمتوں کا تعین رسد و طلب کی قوتوں (Forces) سے ہی ہوتا ہے' تاہم اس سلسلہ میں تاجروں کو اس بات کی کھلی چھٹی نہیں دی جاتی کہ وہ ذخیرہ اندوزی یا چور بازاری (Black Marketing) یا کسی اور ناروا طریقے سے صارفین کا استحصال کریں' ان کی حق تلفی کے مرتکب ہوں یا دیگر مصنوعی طریقوں سے حق و انصاف کے خلاف حربے استعمال کر کے قیمتوں کے صحیح معیار کو بگاڑ دیں۔ ایسی صورت میں حکومت وقت اس کے سدباب کا حق رکھتی ہے۔

5۔ دولت کا چند ہاتھوں میں ارتکاز کی ممانعت Prohibition of Concentration of Wealth in a Few Hands:

سرمایہ داری نظام معیشت کے تحت بڑے بڑے تاجر' صنعتکار' سرمایہ دار اپنے سرمایہ کی مدد سے کاروبار کو پھیلائے جاتے ہیں اور وافر منافع کے باعث ان کے پاس کثیر مقدار میں دولت جمع ہوتی جاتی ہے اور یوں قومی دولت اور معاشی ذرائع کا بیشتر حصہ ان کے پاس مرتکز ہو جاتا ہے۔ لیکن اسلام نے دولت کو چند ہاتھوں میں جمع ہونے کو منع فرمایا ہے' جیسا کہ اس آیت مبارکہ سے واضح ہوتا ہے: كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ (الحشر:7) (ترجمہ: تاکہ وہ (مال) تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے)۔ چنانچہ اسلام نے ایسے ضابطے بنائے ہیں جن کی رو سے دولت چند ہاتھوں میں مرتکز نہیں ہو پاتی۔ (اس کی تفصیل آگے بیان کی گئی ہے)

6۔ دولت کی وسیع گردش (Extensive Circulation of Wealth):

اسلامی معاشی نظام میں دولت چند ہاتھوں میں مرتکز نہیں ہونے پاتی کیونکہ تمام صاحب نصاب افراد ہر سال اپنے مال پر زکوۃ ادا کرتے ہیں' جس کے باعث دولت کا کچھ حصہ امراء کے ہاتھ سے نکل کر غرباء تک پہنچتا رہتا ہے' علاوہ ازیں صدقات و خیرات کی شکل میں بھی یہ غریب طبقہ کی طرف منتقل ہوتی ہے اور یوں دولت معاشرہ کے سبھی طبقوں کے ہاتھوں سے گزرتی ہے' جس کی بنا پر زر کی گردش اور اشیاء کی خرید و فروخت میں اضافہ ہوتا ہے اور معیشت ترقی کرتی ہے۔ اس کے برعکس اگر زکوۃ و صدقات' خیرات' خمس (یعنی مال غنیمت کا پانچواں حصہ)' تقسیم میراث کا سلسلہ موجود نہ ہو تو دولت امیر طبقہ کے پاس ہی مرتکز رہے گی اور یوں محدود گردش کے باعث معیشت پھل پھول نہیں سکتی۔

7۔ ہوس زر (Lust for Money) کی ممانعت:

اسلامی معاشرہ میں لوگوں کو ہوس زر اور ڈھیروں دولت جمع اور ذخیرہ کرنے سے روکا گیا ہے جیسا کہ اس آیت مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے:

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ○ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ۔۔۔۔۔ (سورۃ التکاثر: آیت 1 تا 6)

ترجمہ: تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی دھن نے غفلت میں ڈال رکھا ہے یہاں تک کہ (اسی فکر میں) تم لب گور تک پہنچ جاتے ہو۔ اگر تم یقینی علم کی حیثیت سے (اس روش کے انجام کو) جانتے ہوتے (تو تمہارا یہ طرز عمل نہ ہوتا)۔

8۔ بلا سود بنکاری (Interest Free Banking):

اسلام کی رو سے سود کا لینا دینا قطعاً حرام ہے۔ چنانچہ اسلامی معاشی نظام میں بلا سود بنکاری کا نظام رائج کیا جاتا ہے۔ (جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں پیش کی گئی ہے)۔

9۔ صَرفِ دولت کے اصول:

دولت خرچ کرنے کے سلسلہ میں اسلام نے مندرجہ ذیل تعلیمات دی ہیں: سادہ اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے لئے پرہیزگاری کے اندر رہتے ہوئے اپنی جائز ضرورتوں پر روپیہ خرچ کرنا چاہئے۔ ایک طرف بخل' زر پرستی اور دولت جمع کرنے کی ممانعت کی گئی ہے' اور دوسری جانب ضرورت سے زائد خرچ کرنے اور اسراف یعنی فضول خرچی سے روکا گیا ہے اور اسراف اور بخل کی بجائے خرچ میں اعتدال پسندی کی تلقین کی گئی ہے۔

10۔ محتاجوں کی فلاح و بہبود:

اسلام کا معاشی نظام سرمایہ داری کی طرح کاروبار کرنے والوں کو صرف ''منافع کے محرک'' (Profit Motive) کے حوالے نہیں چھوڑتا' بلکہ ان کی کمائی میں ضرورت مندوں اور معاشرہ کے نادار افراد کے لئے حقوق ٹھہراتا ہے۔ اہل ثروت طبقہ پر لازم ہے کہ وہ زکوۃ' عشر' فطرانہ' صدقات' خیرات' خمس (یعنی اموال غنیمت کا پانچواں حصہ) وغیرہ کی شکل میں مفلس اور غریب بھائیوں کی کفالت کریں' کوئی مسلمان اس وقت تک سچا مسلمان نہیں بن سکتا جب تک وہ یہ اطمینان نہ کر لے کہ اس کا ہمسایہ بھوکا نہیں سویا۔ جس نظام میں نیکی (بِرّ) تک پہنچنے کی یہ شرط لگا دی ہو کہ اپنی محبوب شے اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (آل عمران:92) ترجمہ: تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی وہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو جنہیں تم عزیز رکھتے ہو)۔ اس نظام میں رہنے والے افراد میں خود غرضی' لالچ اور بخل باقی نہیں رہتا' اور اس کی جگہ مروت' احسان' تعاون' ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ دنیا کا کوئی اور نظام ایسی عمدہ ''فلاحی ریاست'' (Welfare State) قائم نہیں کر سکتا جس کا تصور اسلام کے معاشی نظام نے دیا ہے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

سود سے پاک معیشت (Interest-Free Economy):

اسلامی نظام معیشت میں سودی کاروبار کی ممانعت ہے کیونکہ اللہ پاک نے سود کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے۔''اس لئے اہل ایمان کو چاہیے کہ اپنی معیشت ومعاشرت کو سود سے پاک رکھیں۔''اسلام دین فطرت ہے'مسلمانوں کے درمیان باہمی صلح'محبت'ایثار'فیض رسانی اور دردمندی کے جذبات پیدا کرتا ہے۔یہ چاہتا ہے کہ مسلم معاشرہ کے ارکان ایک دوسرے کا دکھ درد بٹائیں'مصیبت میں کام آئیں'حاجت مندوں کی ضرورتیں پوری کریں'معذوروں'ناداروں'غریبوں'مسکینوں'یتیموں اور محروموں کی مالی اعانت کریں۔اس کے لئے ضروری ہے کہ اہل ایمان'مخلص'فیاض'فراخ دل اور ایثار پیشہ ہوں۔لیکن یہ اعلیٰ صفات ایسے لوگوں میں پیدا ہوتی ہیں جن کے دل میں خدا اور مخلوقِ خدا کے لئے محبت ہو،لیکن سودخود معاشرہ میں لوگوں کے اندر یہ اخلاقی صفات پیدا نہیں ہوتیں۔

سودی نظام کے نتائج:

(1) سودخود معاشرہ میں لوگوں کے اندر عموماً یہ خصلتیں پیدا ہو جاتی ہیں: زر پرستی'بخل'حب مال'کمزور کا استحصال'ضرورتمند کی کمزوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا'اور ہر کام کرتے وقت فقط ذاتی مفاد کو پیش نظر رکھنا۔المختصر!سودخور کی نگاہ اکثر مال ودولت پر رہتی ہے'وہ خودغرض'بخیل'تنگدل'شقی القلب'بے درد اور حریص ہو جاتا ہے۔

(2) جس سوسائٹی میں بخیل اور حریص لوگ ہوں گے وہ اخلاقی طور پر تو دیوالیہ ہو ہی جائے گی مگر معاشی اعتبار سے بھی تباہ'برباد ہو جائے گی کیونکہ ایسی سوسائٹی میں متصادم گروہ جنم لیتے ہیں یعنی ایک قرض خواہ اور دوسرا مقروض'چونکہ قوم کی دولت سمٹ سمٹ کر اہل زر کے پاس مرتکز ہو جاتی ہے اس لئے دولت کی گردش سست پڑ جاتی ہے'مقروض طبقے کی قوت خرید کم ہوتی جاتی ہے اور وہ تیار ہونے والی اشیاء کی پوری قیمت نہیں دے سکتے'یوں اشیاء کی پیداوار اور اس کی خرید وتقسیم میں توازن (Balance) باقی نہیں رہتا جس کے باعث وہاں کساد بازاری (Depression) اور بحران (Crisis) کی کیفیت غالب آجاتی ہے اور معیشت کمزور پڑ جاتی ہے۔نیز ان دونوں گروہوں کے اندر باہمی عداوت اور کشمکش پیدا ہو جاتی ہے۔

(3) سودی کاروبار میں قرض لینے والے کو کاروبار اور سرمایہ میں خواہ نفع ہو یا نقصان'قرض خواہ کا نہ صرف سرمایہ محفوظ رہتا ہے بلکہ اسے پہلے سے طے شدہ شرح پر'باقاعدہ سود ملتا رہتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اپنے سرمائے کو سود پر دے کر خوب کمائی کر رہا ہے'لیکن اصل کمائی اور سرمائے میں حقیقی اضافہ اور نشوونما وہ ہے جو اللہ پاک کے مقرر کردہ ضابطے اور طے شدہ حدود کے اندر رہ کر ہو اور چونکہ اللہ نے سودی کمائی حرام قرار دی ہے اس لئے انجام کار یہ برباد ہو جاتی ہے۔''(ii) اللہ کے ہاں نشوونما اور فروغ تو''صدقات''کو ملتا ہے جو اللہ کی راہ میں محتاجوں کی ضرورت پر خرچ ہوتے ہیں۔''

(4) سودخود اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے کیونکہ وہ اپنے رب کے عطا کردہ مال ودولت کو اس کی رضامندی اور خوشنودی کی خاطر'اس کی ضرورتمند مخلوق کی کفالت کے کیے خرچ نہیں کرتا اور یوں اپنے رب کی ناشکری کرتا ہے۔''(iii) حالانکہ اس پر واجب ہے کہ اس کے رب نے'اپنی رحمت سے'اسے جو مال ودولت عطا فرمایا ہے'اس کا شکر ادا کرے جس کا اصل طریقہ یہ ہے کہ مال اپنے رب کی امانت سمجھتے ہوئے عین اس کی رضامندی کے لئے محتاجوں'معذوروں اور محروموں کی کفالت کے لئے زکوٰۃ'صدقات'خیرات کی شکل میں نہایت فراخ دلی اور جذبۂ ہمدردی کے تحت خرچ کرے۔''

(5) ''سود کی حرمت اور ممانعت کے باوجود کے باوجود جو لوگ سودخوری سے باز نہیں آتے وہ گویا اللہ پاک کی حکم عدولی اور عدم اطاعت کے مرتکب ہو کر'اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مقابل آ کھڑے ہوتے ہیں اور عملاً ان کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہیں۔''

مطلوب رویہ:

سودخوری کے مذکورہ بھیانک نتائج کے پیش نظر اہل ایمان کو چاہیے کہ اس لعنت سے مکمل اجتناب کریں اور اپنے اندر بُری خصلتوں مثلاً زر پرستی'خودغرضی'سنگدلی اور بے دردی کے بجائے اعلیٰ اخلاقی صفات پیدا کریں۔مثلاً دوسروں کے لئے خلوص'ہمدردی'محبت'احسان'مروت'ایثار'فیض رسانی اور نفع بخشی وغیرہ۔لہٰذا''اگر کسی دوسرے بھائی کو قرض لینے کی ضرورت پڑ جائے تو اسے قرض حسن دیں''(اور کسی معاوضہ یا سود کا مطالبہ نہ کریں) نیز''اگر مقروض تنگدست ہو تو واپسی کے لئے اسے اس وقت تک مہلت دیں جب تک اس کے حالات اتنے بہتر نہ ہو جائیں کہ وہ قرض واپس ادا کر سکے۔''بلکہ اس سے بھی اگلا قدم اٹھائیں اور وہ یہ ہے کہ''اگر مقروض قرضہ کی واپسی کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اسے قرض بالکل معاف کر دیں'اللہ کے نزدیک یہ عمل بہت پسندیدہ ہے۔''

پاکستان میں بلاسود بنکاری (Interest-Free Banking in Pakistan):

اگر پاکستان میں اسلامی بنکاری نظام صحیح طور پر قائم کیا جائے تو اس سے بے شمار اقتصادی فوائد حاصل ہوں گے کیونکہ

(1) معاشرہ سود کی لعنتوں اور نحوستوں سے پاک اور غیر سودی اسلامی نظام معیشت کی برکات سے فیض یاب ہوگا۔

(2) اس سے بے وسیلہ دستکاروں کی محنت اور ہنرمندی بروئے کار آئے گی۔

(3) روپے کی گردش (Circulation) بڑھے گی۔

(4) روزگار (Employment) وسیع ہوگا۔

(5) جن لوگوں کے پاس فاضل (Surplus) روپیہ موجود ہے لیکن خود کاروبار نہیں کر سکتے ان کا سرمایہ زیر استعمال آئے گا۔

(6) ارتکاز دولت (Concentration of Wealth) یعنی چند لوگوں کے قبضہ میں دولت کا جمع ہو جانا) رک جائے گا۔

(7) امیر وغریب کا باہمی تفاوت (Disparity) کم ہو جائے گا۔

(8) متوسط طبقہ (Middle Class) مستحکم ہوگا۔نیز چور بازاری (Black Marketing) سمگلنگ'مہنگائی'افراط زر (Inflation) بے روزگاری'غبن'لوٹ مار'کرپشن ختم ہو جائے گی'قومی آمدنی (National Income) بڑھے گی اور یوں پوری قوم غیر سودی اسلامی نظام معیشت کی برکات سے بہرہ ور ہوگی۔

پاکستان میں سودی نظام کے خاتمہ اور بلاسود بنکاری کے لئے قانون سازی:

پاکستان میں سودی نظام کے خاتمہ اور بلاسود بنکاری کے لئے حکومتی سطح پر کوشش درج ذیل مراحل سے گزری ہیں:

(1) سرکاری سطح پر سب سے پہلے پاکستان اسلامی نظریاتی کونسل (Islamic Ideology Council) نے دسمبر 1969ء میں سود کے سلسلہ میں ایک فیصلہ دیا جس کی رو سے ہر قسم کے سود (Interest) کو ربا قرار دیا گیا۔ستمبر 1977ء میں صدر پاکستان نے اسلامی نظریاتی کونسل کو حکم دیا کہ غیر سودی اسلامی معیشت کا خاکہ تیار کرے۔چنانچہ کونسل نے ماہرین کی ایک کمیٹی قائم کی جس نے اپنی رپورٹ جون 1980ء میں تیار کر لی'جو غیر سودی بنکاری کے لئے ایک رہنما لائحہ عمل مہیا کرتی ہے۔اس میں صنعت وکاروبار کے لئے مالیات مہیا کرنے کے لئے بارہ مختلف طریقے تجویز کئے گئے۔مثلاً:

(i) مضاربہ (یعنی ایک فریق کا سرمایہ اور دوسرے کی کاروباری محنت)'

(ii) مشارکہ (Equity Participation)'

(iii) اجارہ (Leasing یعنی کرایہ پر ضروری اشیاء کی فراہمی)'

(iv) کرایہ میں شرکت داری (Rental Sharing)'

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

(v) اشیاء کی خرید و فروخت کے لئے بیع مرابح (Buy Back System) (یعنی کوئی چیز اصل قیمت مثلاً دس روپے کی خرید کر پندرہ روپے میں فروخت کردی جائے اور قیمت ادھار وصول کی جائے' گویا لاگت پر متعین نفع کے ساتھ فروختگی) کی شکل میں مارک اپ کی بنیاد پر مالیات مہیا کرنا'

(vi) قرض حسنہ وغیرہ۔

(2) 1980ء کے آخر میں (پاکستان کے مرکزی بنک) سٹیٹ بنک آف پاکستان نے تمام کمرشل بنکوں کو ہدایت کی کہ جنوری 1981ء سے اپنے تمام معاملات اور لین دین کو کونسل کی مذکورہ رپورٹ کے مطابق ڈھالیں اور آئندہ سے نہ تو سود پر امانتیں قبول کریں اور نہ سود پر قرضہ جاری کریں بلکہ بچت کھاتوں کے لئے نفع ۔ نقصان شراکتی کھاتے (: Profit and Loss Sharing Account PLS) کھولیں اور کاروباری مقاصد کے لیے مذکورہ بالا متبادل صورتوں میں قرضہ مہیا کریں۔

(3) نومبر 1991ء میں وفاقی شریعت عدالت (FSC) نے وفاقی حکومت کو ہدایت کی کہ 30 جون 1992ء تک مالیاتی نظام میں رائج سود کا عنصر کلیۃً ختم کر کے غیر سودی صورتیں ختم کی جائیں لیکن 1991ء میں برسر اقتدار نواز شریف حکومت نے وفاقی شریعت عدالت کے فیصلے پر عملدرآمد کے بجائے اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ کے اپیلیٹ بنچ (Appellate Banch) میں اپیل دائر کردی۔

(4) کمیشن برائے اسلامی معیشت کا قیام:

مذکورہ اپیل کے علاوہ حکومت نے سٹیٹ بنک آف پاکستان کے گورنر کی سربراہی میں معیشت کو اسلامی نظام میں ڈھالنے کے لئے ایک کمشن (Commission for Islamization of the Economy) قائم کردیا۔ اس کمشن نے جون 1992ء میں ایک رپورٹ تیار کی جس میں یہ بیان کیا کہ ہر قسم کا سود جس میں مارک اپ (Mark up) بھی شامل ہے' دراصل ربا ہی ہے اور اس لیے حرام ہے۔

(5) سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ کا فیصلہ:

اپیلیٹ بنچ نے وفاقی حکومت' صوبائی حکومت' مختلف قومی بنکوں اور مالیاتی اداروں کی جانب سے دائر کی گئی شریعت اپیلوں کا 23 دسمبر 1999ء کو فیصلہ سناتے ہوئے ہر قسم کے سود اور سود کے کاروبار کو قرآن وسنت سے متصادم قرار دے دیا۔ عدالت نے سود سے متعلق تمام مروجہ قوانین کو تبدیل کر کے اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے رہنما اصول بھی وضع کئے اور فیصلے میں قرار دیا کہ سود اور سودی کاروبار کے متعلق تمام قوانین 31 مارچ 2000ء تک از خود ختم ہو جائیں گے۔ وفاقی حکومت کو ہدایت بھی کی کہ وہ ایک ماہ کے اندر اندر سٹیٹ بنک میں اعلیٰ اختیاراتی کمشن قائم کرے جو موجود مالیاتی نظام کو شریعت کے مطابق ڈھالنے کے لئے دو ماہ کے اندر اندر تمام مالیاتی قوانین کی جانچ پڑتال کرے اور قومی معیشت کو اسلامی ڈھانچے میں ڈھالنے کے لئے اقدامات بروئے کار لائے۔ عدالت عظمیٰ نے ہدایت کی کہ دیگر تمام مروجہ قوانین 30 جون 2001ء تک اسلامی سانچے میں ڈھال لئے جائیں۔ عدالت کا مشترکہ فیصلہ 106 صفحات پر مشتمل ہے۔ چنانچہ پاکستان سپریم کورٹ کے شریعت بنچ کے 23 دسمبر 1999ء کے فیصلہ کے مطابق' وفاقی حکومت نے' سٹیٹ بنک میں ایک بارہ رکنی اعلیٰ سطحی کمشن قائم کردیا' جو سودی مالیاتی نظام کو شریعت کے مطابق بنانے کے عمل کو انجام دینے اور اس کی نگرانی کے لئے پوری طرح با اختیار ہوگا۔

2001ء میں سٹیٹ بنک نے ملک میں موجودہ بنکاری نظام کے متوازی (ساتھ ساتھ) اسلامی بنکاری نظام کو فروغ وترقی دینے کی حکمت عملی پر زور دیا' لہٰذا پاکستان میں اسلامی بنکوں کے علاوہ اسلامی مالیاتی ادارے (IFIs) بھی فروغ پا رہے ہیں۔ مثلاً: ''اسلامی میوچل فنڈ'' (Islamic Mutual Funds)۔ ''شریعت کے ضوابط کے تحت مکانات کے لئے مالیات کی فراہمی''۔ ''تکافل (Insurance) کمپنیاں'' اور ''مضاربہ ادارے''۔

اسلامی بنکوں کے اثاثوں اور ان کے پاس جمع شدہ امانتوں میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا ہے۔ تاہم پاکستان کے بنکوں کے مجموعی اثاثوں کا ابھی قلیل حصہ یعنی صرف 6.68 فیصد اسلامی بنکوں اور مجموعی امانتوں کا صرف 7.16 فیصد اسلامی بنکوں کے پاس ہے۔

اس وقت' پاکستان کے اسلامی بنک مالیات بہم پہنچانے کے لئے درج ذیل صورتیں (Financing Products) اختیار کرتے ہیں: مرابحہ' اجارہ' مشارکہ' مضاربہ' وغیرہ۔ زیادہ تر حصہ انہی پراڈکٹس کا ہے۔

پاکستان میں اسلامی بنکاری نظام کے لئے اب تک جو عملی اقدامات کئے گئے ہیں ان کا ذکر باب 3 میں کیا جا چکا ہے۔

اسلامی معاشی نظام کی بنیادی اقدار Basic Values of Islamic Economic System:

چونکہ اسلام کے معاشی نظام کی بنیاد انفرادی اور اجتماعی اخلاق حسنہ پر قائم کی گئی ہے اس لیے یہ نظام اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا جب تک کہ افراد ملت میں وہ کریمانہ اخلاق اور اپنے بھائیوں کے لئے خیر خواہی کا جذبہ پیدا نہ ہو' جس کی تعلیم اسلام نے دی ہے' لہٰذا اسلام کے معاشی نظام سے متعلق جن اہم خصائص کا پیدا کرنا ضروری ہے' ہم ان کا ذکر کرتے ہیں:

مساوات (Equality):

مساوات سے مراد ہے' برابری' انسانی مساوات کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام کی نظر میں تمام انسان اپنی اصل کے لحاظ سے' پیدائشی اعتبار سے برابر ہیں' کیونکہ سب لوگ ابوالبشر جناب آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے ناطے آپس میں بھائی بھائی ہیں' اور حقوق میں برابر ہیں' اگرچہ رنگ' شکل' نقوش' زبان اور علاقہ کے لحاظ سے یہ بظاہر ایک دوسرے سے مختلف ہیں' لیکن انسان ہونے کی حیثیت سے سب برابر ہیں' کسی عربی کو عجمی پر' اور کسی گورے کو کالے پر' کسی امیر کو غریب پر' اور کسی مالک کو مزدور پر بحیثیت انسان کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے تو صرف اخلاق کی برتری کی بنیاد پر۔ جیسا کہ قرآن مجید (سورۃ الحجرات: آیت: 13) میں فرمایا گیا ہے: (ترجمہ: تم میں سے فضیلت والا' اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور نیکی و پرہیزگاری اختیار کرنے والا ہے۔)

جہاں تک معاشی مساوات کا تعلق ہے' اس سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مال و دولت' رزق' جائیداد اور آمدنی میں قطعی مساوات اور یکسانیت پیدا نہیں ہوسکتی کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی صحت' سیرت' صلاحیت اور قابلیت میں فرق رکھا ہے' اسی طرح ان کے رزق میں بھی فرق قائم کیا ہے' اور اس نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے۔ ہاں اسلام کی نظر میں معاشی مساوات صرف یہ ہے کہ معاشرہ کے ہر فرد کو روزی کمانے' کاروبار کرنے' اور آگے بڑھنے کے لئے یکساں اور مساوی مواقع بہم پہنچائے جائیں۔ اسلامی حکومت پر لازم ہے کہ وہ ایسے حالات پیدا کرے' جن میں ہر شخص اپنی مرضی' صلاحیت' میلان اور ذوق کے مطابق تعلیم حاصل کر سکے' پیشہ اختیار کر سکے' اور جائز حدود کے اندر رہ کر جتنی چاہے ترقی کر سکے۔ گویا اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ روزی کمانے میں کسی کو خصوصی مراعات دے' اور کسی کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرے۔ اس لحاظ سے اسلامی ریاست کے افراد میں معاشی مساوات موجود ہے' لیکن اسلام یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ دولت مند افراد پر دولت جمع کرنے کی کوئی پابندی نہ ہو' اور غریب افراد کی ضروریات کی کفالت نہ کی جائے' بلکہ دونوں کے فرق کو کم کرنے' اور ارتکاز دولت (Concentration) کو روکنے کے لئے بڑے مؤثر اقدامات تجویز کیے ہیں' جن کا ذکر ذیل میں کیا گیا ہے:

(1) اسلام میں ناجائز طریقے سے دولت کمانے کی ہرگز اجازت نہیں ہے۔

(2) سودی کاروبار حرام ہے۔

(3) اکتناز (یعنی دولت جمع کرنے) اور احتکار (Hoarding) (یعنی مال تجارت کو بلند قیمت کے انتظار میں روکے رکھنے) کی ممانعت ہے۔

(4) اپنی بچتوں اور جمع شدہ دولت پر ہر سال زکوٰۃ ادا کی جانی ضروری ہے اور زکوٰۃ کے سوا بھی لوگوں کے اموال میں ریاست (State) کا حق ہے۔

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

(5) دولت کو عیاشی' اسراف اور بے جا نمود و نمائش (Luxurious Living) میں نہیں اُڑایا جا سکتا۔

(6) ملک کے فقیر' حاجت مند' معذور' مسکین' یتیم' مقروض اور نادار لوگوں کی کفالت سرکاری بیت المال پر واجب ہے۔

معاشی مساوات کے سلسلہ میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اسلام دولت کی مساوی تقسیم کا نظریہ پیش نہیں کرتا' بلکہ اس کے بجائے منصفانہ تقسیم (Just and Equitable Distribution) کا حامی ہے۔ یعنی ایک طرف صاحب ثروت لوگوں کے پاس بے تحاشا دولت مرتکز نہ ہونے پائے اور دوسری طرف کم نصیب لوگ اپنی ضروریات معقول معیار تک پوری کرنے سے محروم نہ رہیں۔ بے تحاشا جمع مال کے رجحان کو روکنے کے لئے زکوٰۃ' عشر' صدقہ اور قانون وراثت کے علاوہ رضا کارانہ طور پر انفاق فی سبیل اللہ (یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرنا) کی بہت ترغیب دی گئی ہے۔

عدل وانصاف (Justice):

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ زندگی کے معاملات میں عدل سے کام لیں' جیسا کہ آیت مبارک ہے: إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ (نحل:90) (ترجمہ: اللہ عدل کرنے کا حکم دیتا ہے۔) یعنی نہ کسی کا حق ماریں نہ کسی کی بے جا جانبداری کریں' بلکہ زندگی بھر اپنے رویے کی بنیاد میزان عدل پر استوار کریں' افراط و تفریط سے بچ کر' اعتدال کی راہ اختیار کریں' اور عدل کو نہ صرف شعار بنائیں' بلکہ انصاف کے علمبردار بنیں۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: كُونُوا قَوَّامِينَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ (مائدہ:8) (ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو' اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو) یعنی دنیا سے ظلم و عدوان اور جبر و استبداد مٹا کر' عدل کا جھنڈا گاڑیں۔ جس مقام پر کوئی گواہی دینی پڑے یا فیصلہ کرنا ہو' وہاں اللہ کی رضا جوئی کی خاطر' صرف حق کا ساتھ دیں' خواہ یہ گواہی یا فیصلہ' کسی گہرے دوست یا کسی قریبی عزیز کے خلاف ہی کیوں نہ ہو' انصاف کا دامن ہرگز ہاتھ سے نہ چھٹنا چاہئے' اور کسی قسم کی نفسانی خواہش یا محبت' انصاف کرنے سے نہ روکے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے: قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى (انعام:152) (ترجمہ: اور جب بات کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو)

انصاف کی فضیلت واہمیت:

زندگی کے عام معاملات میں' عدل وانصاف اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ' مسلمانوں کو خصوصی ہدایت کی گئی ہے کہ:

(1) ناپ تول میں' پورا انصاف کرو۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ (انعام:152) یعنی کوئی چیز ناپتے اور تولتے وقت پورا وزن دو۔

(2) اہل ایمان کو ہدایت کی گئی ہے کہ ہر صورت میں انصاف کا ساتھ دو' خواہ بظاہر اس سے اپنا یا رشتہ داروں کا نقصان ہوتا نظر آئے۔ اگر رشتہ دار دولت مند ہو تو اس کی امارت کے رعب میں' اس کی طرف داری نہ کرو' اور اگر وہ مفلس و نادار ہے تو اس کی بے چارگی کے باعث جذبہ رحم کے تحت اس کی جانبداری نہ کرو' اسے کمزور سمجھ کر' اس کے خلاف گواہی نہ دو' یا رشتہ دار کے ساتھ محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر' اس کے حق میں بے جا گواہی نہ دو۔

(3) حاکم اور صاحب اختیار پر واجب ہے کہ وہ جب بھی فیصلہ کرے تو انصاف کے ساتھ کرے۔ اللہ پاک کا ارشاد مبارک ہے: وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ (النسآ:58) (ترجمہ: اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو) یعنی رشوت لے کر' یا سفارش قبول کرکے' بے انصافی کے مرتکب نہ ہو' کیونکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی باز پرس ہوگی۔

ایک عام مسلمان کے روزمرہ زندگی میں عدل سے کام لینے اور ایک حاکم کے لئے میزان عدل قائم رکھنے کے لئے ہمارے سامنے اللہ

کے محبوب رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زریں مثالیں موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ذاتی معاملات میں تو عفو کرم کا بے نظیر پیکر تھے' لیکن دینی اور معاشرتی معاملات میں ہمیشہ عدل روا رکھتے تھے۔

احسان (Goodness):

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ احسان کا رویہ اختیار کرو۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے: إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (النحل:90) (ترجمہ: بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔) احسان کا مطلب یہ ہے کہ انسان:

(1) دوسروں کو ان کے حق سے زیادہ دے' لیکن خود اپنے حق سے کم پر راضی ہو جائے۔

(2) اپنے دینی و دنیوی فرائض بطریق احسن انجام دے' یعنی ان کی ادائیگی کے لئے اپنی ذہنی و جسمانی اور قلبی صلاحیتیں بحسن وخوبی استعمال کرے' ذمہ داریاں بڑی محنت اور لگن سے نبھائے۔

(3) باہمی معاملات میں فیاضی اور فراخ دلی کا رویہ اختیار کرے' اور دوسروں کے ناگوار سلوک اور درشت لہجہ پر ویسا ہی طریقہ اختیار کرنے کی بجائے خوش خلقی اور درگزر سے کام لے۔

(4) خلوص دل سے اللہ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفادار رہے اور اپنی ہر متاع تھوڑی ہو یا زیادہ' ان کے حکم پر نثار کرنے کو تیار ہو۔

احسان کی مختلف صورتیں:

احسان کی کئی صورتیں ہیں:

(1) کسی کی مالی امداد کرنا' اس کی ضرورتیں پوری کرنا' روزگار دلانا' اس کا ذریعہ معاش کھول دینا۔

(2) ضرورت مندوں کو قرض حسن دینا' اگر وہ تنگ دست ہو تو واپسی کے لئے مہلت دینا' اور اگر واپس کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو قرضہ معاف کر دینا۔

(3) کسی کو مصیبت سے نجات دلانا' اس کا دکھ درد بانٹنا۔ ابتلا سے نکلنے میں مدد دینا۔

(4) دوسروں کی غلطی کو معاف کر دینا' ان کی زیادتی سے درگذر کرنا' اگر کوئی معذرت کرے تو اسے قبول کر لینا۔

(5) اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ برائی کرے تو برائی کو اچھے طریقے سے دفع کرنا۔ بالفاظ دیگر برائی کا بدلہ برائی سے دینے کے بجائے بردباری سے کام لیتے ہوئے اس شخص سے درگزر کرنا۔

فضول خرچی کی ممانعت
(Prohibition of Wasteful Consumption)

دولت خرچ کرنے کے سلسلے میں اسلام نے مندرجہ ذیل تعلیمات دی ہیں:

سادہ اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کے لئے' پرہیزگاری کے اندر رہتے ہوئے اپنی جائز ضرورتوں پر روپیہ خرچ کرنا چاہئے۔ ایک طرف بخل' زر پرستی اور دولت جمع کرنے کی ممانعت کی گئی ہے' اور دوسری جانب ضرورت سے زائد خرچ کرنے اور اسراف سے روکا گیا ہے۔ اگر اپنی ضرورت سے زیادہ روپیہ بچ رہے تو اسے اللہ کی راہ میں یتیموں' مسکینوں' مسافروں' سائلوں' پڑوسیوں' رشتہ داروں کی مدد اور قیدیوں کی رہائی کے لئے خرچ کر دینا چاہئے۔ اس سلسلہ میں نہ کسی پر احسان جتانا چاہئے اور نہ ریاکاری سے کام لینا چاہئے۔ بخل کی ممانعت اس آیت مبارک سے ظاہر ہوتی ہے: (ترجمہ) جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے' انہیں دردناک سزا کی خبر

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

دے دو۔(التوبہ:34)اسراف اور بخل کی بجائے خرچ میں اعتدال پسندی کی تلقین کی گئی ہے:قرآن مجید میں یوں فرمایا گیا ہے:(ترجمہ)جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل' بلکہ ان کا خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے۔(الفرقان:67)

اس آیت مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ صحیح مسلمان وہ لوگ ہیں' جن کا رویہ یہ ہوتا ہے کہ نہ تو وہ عیاشی' قمار بازی' شراب نوشی اور شادی بیاہ کی رسوم میں فضول روپیہ خرچ کریں' اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر اپنی شان دکھانے کے لیے غذا' مکان' لباس اور تزئین و آرائش پر دولت لٹائیں' اور نہ ان کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ایک زر پرست آدمی کی طرح پیسہ جوڑ کر رکھیں' یعنی نہ خود کھائیں' نہ بال بچوں کی ضروریات اپنی استطاعت کے مطابق پوری کریں' اور نہ کسی راہ خیر میں خوش دلی کے ساتھ خرچ کریں۔

بے جا خرچ اور اسراف کی ممانعت ان آیات مبارکہ سے ظاہر ہوتی ہے:(ترجمہ)اور (خرچ میں) حد سے نہ گزرو کہ اللہ حد سے گزرنے والوں (فضول خرچ لوگوں) کو پسند نہیں کرتا۔(الانعام:141) فضول خرچی نہ کرو' فضول خرچ لوگ شیطانوں کے بھائی ہیں۔ (سورۃ بنی اسرائیل:26'27)

ارتکازِ دولت کا خاتمہ
(Elimination of Concentration of Wealth)

سرمایہ داری نظام کے تحت عام طور پر سرمایہ دار لوگ (یعنی صنعت کار' تاجر' امپورٹر اور زمیندار وغیرہ) اپنے سرمائے اور کثیر منافع کی مدد سے اپنے کاروبار کو وسیع سے وسیع تر کرتے جاتے ہیں جس کے باعث غریب اور متوسط طبقوں کی دولت ان کے ہاتھوں سے نکل نکل کر سرمایہ دار طبقے کے پاس کھنچی چلی جاتی ہے اور یوں معاشرہ کی بیشتر دولت سرمایہ دار طبقے کے پاس جمع اور مرتکز ہو جاتی ہے' جبکہ دوسری طرف درمیانے درجے کے لوگ' تنخواہ دار اور معینہ آمدنی والے غریب سے غریب تر ہوتے جاتے ہیں۔ یوں دولت کا چند ہاتھوں کے پاس محدود اور مرتکز ہو جانے کو ارتکاز دولت کا مسئلہ کہا جاتا ہے۔ جس کے بہت سے معاشی' سماجی' اخلاقی اور سیاسی نقصانات ہیں۔ اسلام نے دولت کو چند ہاتھوں میں مرتکز ہونے کو منع فرمایا ہے' جیسا کہ ذیل کی آیت مبارکہ سے پتہ چلتا ہے:(ترجمہ) تاکہ وہ (مال) تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔(الحشر:7)

اس آیت میں قرآن مجید نے اہم اصول بیان کر دیا' جس کی رو سے اسلامی معاشرے اور حکومت کی معاشی پالیسی کا بنیادی قاعدہ یہ قرار پایا کہ دولت کی گردش پورے معاشرے میں عام ہونی چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ مال صرف دولت مند لوگوں میں ہی گھومتا رہے۔ جس کے باعث امیر روز بروز امیر تر اور غریب روز بروز غریب تر ہوتے چلے جائیں۔

قرآن مجید کے اس بنیادی معاشی اصول کو عملی شکل دینے کے لئے اسلام نے کئی اقدامات کئے ہیں۔ مثلاً:

☆ سود حرام کیا گیا ہے۔ ☆ زکوٰۃ فرض کی گئی ہے۔ ☆ اموال غنیمت میں سے خمس نکالنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ☆ نفلی صدقات و خیرات کی تاکید کی گئی ہے۔ ☆ مختلف قسم کے کفاروں کی ایسی صورتیں تجویز کی گئی ہیں' جن سے دولت کے بہاؤ کا رخ معاشرہ کے غریب طبقات کی طرف پھیر دیا جائے۔ ☆ میراث کا ایسا قانون بنایا گیا ہے کہ ہر مرنے والے کی چھوڑی ہوئی دولت زیادہ سے زیادہ وسیع دائرے میں پھیل جائے۔ ☆ بخل کو اخلاقی برائی قرار دیا گیا ہے۔ ☆ امیر لوگوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ ان کے مال میں سائل اور محروم کا حق ہے جسے خیرات کے طور پر نہیں' بلکہ ان کا حق سمجھ کر انہیں ادا کرنا چاہئے۔

سادگی و کفایت اور صبر و قناعت(Austerity and Self-Contentment):

تمام لوگوں کی آمدنی' دولت اور مالی حالت ایک جیسی نہیں ہوتی بلکہ بعض مفلس اور تنگدست ہوتے ہیں اور بعض خوشحال و امیر کبیر۔ جس طرح لوگوں کی جسمانی قوت' ذہنی صلاحیت' تعلیم و تربیت اور فنی ہنر مندی میں فرق ہوتا ہے اسی طرح ان کی آمدنی اور دولت میں بھی فرق

ہوتا ہے۔ اگرچہ ایک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ معاشرہ میں دولت کی تقسیم کو عادلانہ اور مساویانہ بنائے اور غریب طبقہ کی خوراک' پوشاک اور رہائش کا بہتر انتظام کرے تاہم اسلامی تعلیمات کی رو سے جن لوگوں کے وسائل کم اور کمائی تھوڑی ہو ان پر واجب ہے کہ وہ حتی المقدور معاشی جدوجہد کرتے رہیں لیکن سادگی و کفایت سے گزارا کریں اور صبر و قناعت سے کام لیں۔ انہیں ہرگز یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ دولت حاصل کرنے کے لئے حرام اور ناحق طریقے اختیار کریں کیونکہ ناجائز ذریعہ سے روزی کمانے اور دولت بڑھانے کے باعث انسان کا ضمیر لعن طعن کرتا ہے اور گناہ کی خلش اسے ہمیشہ بے قرار رکھتی ہے۔ اس کے برعکس سادگی اور صبر و قناعت سے زندگی بسر کرنے سے انسان قلبی اطمینان حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی مندرجہ ذیل نوعیت کی آزمائش کرتا ہے: خوف و خطر' فاقہ کشی' جان و مال کا نقصان' آمدنی کا خسارہ' اور دیکھتا ہے کہ کیا ایسے حالات میں اہل ایمان صبر سے کام لیتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ (البقرہ:155)

لہٰذا انسان پر واجب ہے کہ وہ حلال طریقے سے روزی کمائے اور حلال طریقے سے ہی خرچ کرے۔ اگر اسے کبھی تنگدستی' غربت' بے روزگاری سے واسطہ پڑ جائے تو کمائی کے لیے ہرگز ناجائز اور حرام طریقے اختیار نہیں کرنے چاہئیں' بلکہ سادگی' کفایت شعاری اور صبر سے کام لینا چاہئے اور اللہ پاک سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ اسے مشکلات سے نجات عطا فرمائے۔ غرض اطمینان قلب ایک بہت بڑی نعمت ہے جو پاکیزہ اخلاق' حلال کمائی' سادگی و کفایت اور صبر و قناعت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

نمود و نمائش پر اخراجات کے بُرے اثرات(Implications of Ostentation):

دولت مند اور امیر کبیر لوگ روزمرہ زندگی میں دوسروں پر اپنی برتری دکھانے نیز ٹھاٹھ باٹھ اور رعب و شان کا سکہ جمانے کے لئے اپنی رہائش' پوشاک' تقریبات' سیر و سیاحت اور نمود و نمائش پر بہت زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ اس روش کے انفرادی اور اجتماعی سطح پر بہت برے اثرات پڑتے ہیں۔ مثلاً:

(i) یہ فضول خرچی کی ایک شکل ہے جس کی اسلام میں سخت ممانعت ہے اور فضول خرچ کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔
(ii) فضول خرچی روپیہ کو ضائع کرنے کے مترادف ہے کیونکہ اس سے کچھ حاصل نہیں ہوتا جبکہ اس رقم سے کئی مفید کام کئے جا سکتے ہیں۔
(iii) غریب طبقہ کے اندر احساس کمتری پیدا ہوتا ہے اور وہ نفسیاتی امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔
(iv) معاشرہ دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتا ہے: امیر اور غریب اور دونوں کے درمیان کریہہ جذبات پیدا ہوتے ہیں مثلاً: حسد' رقابت' نفرت' دشمنی' تصادم' بدامنی' فسادات وغیرہ۔

فضول خرچی کے بجائے اگر روپیہ کو تعمیری و ترقیاتی کاموں اور سرمایہ کاری پر لگایا جائے تو اس سے ملک کی آمدنی بڑھتی ہے' روزگار کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں' غربت کم ہوتی ہے اور ملک مجموعی طور پر خوشحال ہو جاتا ہے۔

اسراف (یعنی فضول خرچی) کے پیچھے عموماً یہ محرکات (Motives) ہوتے ہیں: ناجائز ذرائع سے حاصل کردہ آمدنی' چند ہاتھوں میں دولت کا ارتکاز' زکوٰۃ و صدقات کی ادائیگی سے غفلت اور کوتاہی۔ ٹھاٹھ باٹھ اور شان و شوکت کے اظہار کے لئے قیمتی زیورات کا استعمال' زیب و زینت کا سامان' فضول مشاغل مثلاً قمار بازی' گھوڑ دوڑ' شراب نوشی وغیرہ۔

ذخیرہ اندوزی کے اثرات و مضرات(Implications of Hoarding):

ذخیرہ اندوزی سے مراد ہے کسی زرعی جنس (گندم' چاول' چنے وغیرہ) یا صنعتی پیداوار (کپڑا' چینی' سیمنٹ وغیرہ) یا کوئی اور شے کچھ عرصہ کے لئے فروخت کرنے سے روک لینا اور ذخیرہ کر لینا تاکہ بازار میں اس شے کی قلت (Shortage) ہو جائے اور قیمت بڑھ جائے تو پھر بلند قیمت پر بیچ کر زیادہ منافع کمایا جائے۔ یہ عمل کسی طرح جائز نہیں اور اسلامی' اخلاقی' معاشی اور معاشرتی لحاظ سے اس کی اجازت نہیں'

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

کیونکہ:

(i) ضرورت مند لوگ (ذخیرہ شدہ) شے کو بروقت اور صحیح قیمت پر خریدنے سے محروم رہتے ہیں اور وہ اپنی ضرورت پوری نہیں کر سکتے۔

(ii) شے مہنگی ہو جانے کی وجہ سے لوگوں کو زیادہ قیمت دینی پڑتی ہے جس سے امیر طبقہ امیر تر اور طبقہ غریب تر ہو جاتا ہے۔

(iii) مصنوعی قلت پیدا کر دینے سے منڈی کے حالات غیر یقینی (Uncertain) ہو جاتے ہیں اور اس دورانیہ میں متعلقہ لوگ یعنی عام تاجر، گاہک، دلال وغیرہ بیکار وقت گزارتے ہیں۔ لہٰذا حکومت کو چاہئے کہ ذخیرہ اندوزی ممنوع قرار دے اور ذخیرہ اندوزوں کی دست بُرد سے عوام اور معیشت کو خراب ہونے سے بچائے۔

سرمایہ داری، اشتراکیت اور اسلامی نظام کا موازنہ

Comparison Between Capitalism, Socialism and Islamic Economic System

مفہوم:

معاشی نظام سے مراد ہے کسی ملک کے معاشرتی اور اقتصادی اداروں کا آئینی اور ہیئتی ڈھانچہ، جس کے تحت وہاں کے لوگ باہم کوششوں سے، مادی ذرائع کو بروئے کار لا کر ضرورت کی اشیاء و خدمات تیار کرتے ہیں۔ یہاں ہم سرمایہ داری اور اشتراکی نظام معیشت کی خصوصیات بیان کرتے ہیں:

سرمایہ داری نظام (Capitalism):

اس سے مراد ایسا معاشی نظام ہے جس میں پیداواری ذرائع مثلاً زمینیں، کھیتیاں، کارخانے، دکانیں، کاروباری ادارے، اور دیگر وسائل لوگوں کی اپنی اپنی نجی ملکیت ہوتے ہیں، اور وہ انہیں مزید اشیاء پیدا کرنے اور آمدنی کمانے کے لئے استعمال کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ ایسے نظام میں اشیاء و خدمات کی رسد اور طلب کی قوتیں (Forces) آزادانہ کارفرما ہوتی ہیں، یعنی رسد و طلب کی باہمی آزادانہ قوتوں سے قیمتوں کا نظام قائم ہوتا ہے اور ہر شے کی قیمت کا تعین اسی نظام کے تحت منڈی میں ہوتا ہے۔ سرمایہ داری نظام کی تعریف یوں کی گئی ہے:

> "سرمایہ داری نظام سے مراد ہے، معاشی تنظیم کا ایسا سسٹم، جس کی اہم خصوصیت ہے "نجی ملکیت کا حق" نیز قدرت ساز (Nature-made) اور آدم ساز (Man-made) سرمائے کا، نجی منافع (Profit) کمانے کی خاطر استعمال"۔

معروف ماہر معاشیات پروفیسر سیموئلسن نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

"An enonomic system in which most property (land and capital) is privately owned. In such an economy, private markets are the primarty vehicles used to allocate resources and generate incomes." (P.A.S)

اس وقت امریکہ، مغربی یورپ اور ایشیا کے بیشتر ملکوں میں سرمایہ داری نظام رائج ہے۔

سرمایہ داری نظام کی چیدہ خصوصیات (Main Features) حسب ذیل ہیں:

1۔ نجی ملکیت کا حق اور وراثت کا نظام (Right of Private Property):

اس نظام کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ شہریوں کو نجی ملکیت رکھنے کا حق ہوتا ہے۔ زمینیں، باغات، فیکٹریاں، دکانیں، تجارتی ادارے، مشینیں اور پیداواری آلات لوگوں کی ذاتی ملکیت میں ہوتے ہیں، اور وہ منافع کمانے یا آمدنی حاصل کرنے کی خاطر انہیں استعمال کرتے ہیں۔

2۔ کاروبار کرنے کی آزادی (Freedom of Enterprise):

اس نظام کے تحت ہر شہری روزی کمانے کے معاملے میں آزاد ہوتا ہے۔ یعنی قانون کے اندر رہ کر وہ جونسا کاروبار چاہے، اختیار کر سکتا

ہے، چنانچہ وہ اپنی تعلیمی قابلیت، ذہنی رجحان، سرمایاتی وسائل اور تجربہ و مشاہدہ کے پیش نظر جونسا پیشہ یا شعبہ چاہے منتخب کر سکتا ہے۔

3۔ قیمتوں کی میکانیت (Price Mechanism):

سرمایہ داری نظام میں قیمتوں کی میکانیت کو محوری حیثیت (Pivotal Position) حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ سارا نظام اسی محور کے گرد گھومتا ہے۔ قیمتیں نہ صرف ناظموں کی رہنمائی کرتی ہیں کہ کون کون سی اشیاء کتنی مقدار میں پیدا کی جائیں بلکہ خریداری کے وقت صارفین کی بھی رہنمائی کرتی ہیں۔ ہر شے کی قیمت اس کی طلب و رسد میں توازن سے متعین ہوتی ہے۔

4۔ نئی ٹیکنالوجی کی دریافت:

اس نظام کے تحت ناظمین زیادہ منافع کمانے کے لئے نئی نئی ٹیکنالوجی اختیار کرتے ہیں، چنانچہ کئی ایجادیں ظہور پذیر ہوتی ہیں، کارخانہ دار ایک سے ایک بڑھ کر اور مختلف النوع اشیاء پیدا کرنے کے لئے خطرات (Risks) مول لیتے ہیں۔ یہ ساری باتیں معاشی ترقی کے لئے سازگار عوامل ہیں۔

5۔ بچت اور سرمایہ کاری کا فروغ:

چونکہ اس نظام کے تحت سرمایہ دار، صنعت کار، زمیندار اور تاجر اس معاملہ میں آزاد ہوتے ہیں کہ وہ جس قدر چاہیں، دولت کمائیں، اسے اپنا معیار زندگی بلند کرنے اور پُر آسائش و پر تعیش زندگی بسر کرنے پر صرف کریں۔ چنانچہ لوگ اپنی آمدنیوں کا معقول حصہ پس انداز کرتے ہیں، بچائی ہوئی رقم کو دوبارہ صنعت و تجارت کے فروغ کے لئے سرمایہ کاری پر خرچ کرتے ہیں، اور یوں ملک میں سرمایہ سازی بڑھتی جاتی ہے اور معاشی ترقی کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔

اس نظام میں کچھ خرابیاں بھی موجود ہیں، جن کا ذکر ذیل میں کیا گیا ہے:

1۔ انسان پر سرمائے کو فوقیت دی جاتی ہے:

اس نظام میں ملکیتی حقوق اور دولت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اس لئے انسانی حقوق کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ دولت مند طبقہ اپنی جائیدادوں، اثاثوں، کارخانوں اور کاروباری مفادات کو، انسانی مفادات پر ترجیح دیتا ہے۔ اور صرف وہ کام کرتا ہے جس سے اس کا اپنا سرمایہ محفوظ و برقرار رہے، خواہ اس کے تحفظ کے لئے انسانی حقوق و مفادات کو قربان ہی کرنا پڑے۔ یہی وجہ ہے کہ مالکوں اور مزدوروں میں تنازعات (Disputes) پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت
احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات
(علامہ اقبال)

2۔ مقابلہ اور اشتہار بازی پر بیجا خرچ:

اس نظام کے تحت مختلف ناظم ایک دوسرے کے مقابلے میں آ کر، اپنی اشیاء کی مقدار فروخت بڑھانے کے لئے اشتہار بازی پر بہت زیادہ خرچ کرتے ہیں، جو انجام کار ضائع ہونے کے برابر ہے۔ کیونکہ اس سے اجتماعی طور پر، قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اپنے مقابل آنے والے ناظموں کو، بازار سے بھگا نکالنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہے۔

3۔ دولت کا ارتکاز (Concentration of Wealth):

اس نظام کے تحت مختلف سرمایہ دار اپنی دولت کے بل بوتے پر کاروبار کو وسیع سے وسیع تر کرتے جاتے ہیں حتیٰ کہ اپنے مقابل کے اوسط

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

درجہ ناظموں کو بھگا کر' خود اجارہ دارانہ حیثیت حاصل کر لیتے ہیں' اور یوں دولت اور معاشی قوت چند ہاتھوں میں مرتکز ہو جاتی ہے' بعض اوقات چند کارخانہ دار باہم مل کر بہت بڑا کاروباری ادارہ قائم کر کے' اسے اجارہ داری (Monopoly) کی شکل دیتے ہیں' اور یوں کاروباری دنیا کا توازن بگڑ جاتا ہے۔

4۔ معاشی اُتار چڑھاؤ اور عدم استحکام:

اس نظام کے تحت بے شمار آجر اپنے اپنے طور اشیاء پر پیدا کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں' لہٰذا پیدائش اشیاء کا کام' کسی باقاعدہ منصوبے کے تحت عمل میں نہیں آتا' جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات پیداوار لوگوں کی مجموعی قوت خرید یا طلب سے بڑھ جاتی ہے' اور اسٹاک بن بکے (Unsold) پڑے رہتے ہیں۔ چنانچہ قیمتیں گر جاتی ہیں' "بے روزگاری" پھیلنے لگتی ہے اور معیشت بحران (Crisis) اور "سرد بازاری" کا شکار ہو جاتی ہے۔

اشتراکی نظام (Socialism)

سوشلزم (اشتراکیت) کی تعریف (Definition) یوں کی گئی ہے:

"اس سے مراد ایسی تحریک ہے جس کا مقصد ہے تمام قدرت ساز آدم شاز اشیائے سرمایہ (جو بڑے پیمانے پر چیزیں پیدا کرنے کے لئے استعمال ہوتی ہیں) کی ملکیت اور انتظام' افراد کی بجائے اجتماعی طور پر قوم کی تحویل میں دی جائیں' تا کہ بڑھتی ہوئی قومی آمدنی' مساویانہ طور پر تقسیم کی جاسکے' لیکن اس سلسلے میں فرد کے معاشی محرک' یا اس کی پیشہ ورانہ آزادی اور اشیائے صرف کرنے کے سلسلے میں انتخاب و پسند پر کوئی ضرب نہ لگے۔"

ایک اور ماہر معاشیات لکھتے ہیں کہ سوشلزم کے لوازمات میں یہ شامل ہے کہ تمام بڑی بڑی صنعتیں اور اراضی سرکاری یا اجتماعی ملکیت میں ہو اور انہیں شخصی طور پر منافع حاصل کرنے کی بجائے مشترکہ مفاد و بہبود کے لئے استعمال کیا جائے (اور یہ کام ایک قومی سطح کے منصوبے کے عین مطابق انجام دیا جائے) اسے مرکزی منضبط معیشت (Centrally Controlled Economy) بھی کہا جاتا ہے۔

اشتراکی نظام معیشت کی نمایاں خصوصیات حسب ذیل ہیں:

1۔ پیداواری ذرائع' اجتماعی ملکیت میں:

اس نظام کے تحت بڑے بڑے پیداواری ذرائع اور آلات پیدائش مثلاً کارخانے' صنعتیں' کاروبار' ریلیں اور دیگر معاشی وسائل وغیرہ نجی ملکیت سے نکال کر قومی تحویل میں لے لئے جاتے ہیں' گویا حکومت ہی ان کی مالک ہوتی ہے' اسی کے زیر اختیار یہ استعمال کیے جاتے ہیں' حکومت ہر شہری کو روزگار مہیا کرتی ہے اور ان تمام کارخانوں اور کاروباروں سے حاصل ہونے والے منافع جات سرکاری خزانے میں جاتے ہیں جہاں سے وہ پوری قوم کے فائدے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

2۔ ترقی کے یکساں مواقع (Equal Opportunities):

سوشلزم کے تحت ہر شخص کو زندگی میں ترقی کرنے کے یکساں مواقع مہیا کئے جاتے ہیں' یعنی ہر نوجوان کو اپنے ذہنی رجحان اور طبعی میلان کے مطابق' تعلیم و تربیت کی پوری سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں' تا کہ وہ اپنی خفتہ صلاحیتوں اور ذہنی اہلیتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھا کر' اپنی پسند اور ذوق کے مطابق جو پیشہ چاہے اختیار کر لے۔

3۔ معاشی ترقی (Economic Growth):

سوشلزم کے تحت معاشی ترقی کی رفتار تیز ہو جاتی ہے' کیونکہ وسائل پیدائش سرکاری تحویل میں ہونے کے باعث' مؤثر منصوبہ بندی

ممکن ہو جاتی ہے' تمام پیداواری ذرائع کو بہترین اور بارآور طریقے سے استعمال کیا جاتا ہے۔

4۔ معاشرتی تحفظ (Social Security) کی ضمانت:

اس نظام کے تحت زندگی کی تلخیوں' ناساعد حالات اور ناگوار حادثات کے پیش نظر لوگوں کو معاشرتی تحفظ مہیا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے' مثلاً بیماری' بے روزگاری' معذوری اور حادثات سے ممکن حد تک بچاؤ کے لئے مالی امدادی سکیمیں نافذ کی جاتی ہیں۔

سوشلزم کے مخالفین کے نزدیک اس نظام میں مندرجہ ذیل خرابیاں پائی جاتی ہیں:

1۔ معاشی آزادی کا خاتمہ:

اس نظام کے تحت جائیداد اور کاروبار کی آزادی ختم ہو جاتی ہے اور ہر فرد ایک اجتماعی نظام کا معمولی سا پرزہ بن کر رہ جاتا ہے' اس کی خود مختاری اور شخصی وحدت پر کاری ضرب لگتی ہے۔ اس لئے انسان کا ذاتی تشخص ختم ہو جاتا ہے۔

2۔ کاروبار کے لئے سرکار کی ناموزونیت:

معاشی جدوجہد' کاروبار اور صنعتی ترقی کے لئے جرأت' دلیری' وسیع تجربہ' خطرہ مول لینے کا جذبہ' ذمہ دارانہ رویہ' ہمہ وقت نگرانی اور مدبرانہ صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ تمام خوبیاں نجی طور پر صنعت کاروں' تاجروں اور کاروباری سرمایہ داروں میں ہوتی ہیں۔ ان کے برعکس تنخواہ دار افسروں میں یہ خوبیاں نہیں ہوتیں' اس لئے وہ تجارتی اور صنعتی سرگرمیاں صحیح انداز سے سرانجام نہیں دے سکتے۔

3۔ ذرائع کی تخصیص صحیح نہیں ہوتی:

سوشلزم کے تحت قومی ذرائع پیداوار کو مختلف مقاصد کے لئے استعمال کرنے کا کام ایک مرکزی اتھارٹی کرتی ہے' جبکہ سرمایہ داری نظام کے تحت یہ کام صارفین کی پسند و ناپسند' قیمتوں کی میکانیت' اور محرک نفع سے طے پاتا ہے۔ لہٰذا تمام انسانی اور مادی ذرائع پیدائش اپنے بہترین مصرف میں استعمال ہوتے ہیں' کتنے مزدور کہاں کہاں اور کتنا سرمایہ کس کس کام میں استعمال ہونا چاہئے' کا فیصلہ خود بخود رسد و طلب کی آزادانہ کارفرما قوتوں سے ہو جاتا ہے' جب کہ کسی ایک اتھارٹی یا مقتدرہ کے لئے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وسائل کے بہترین مصرف کے لئے جزئیاتی حد تک ایک صحیح ترین منصوبہ بنا سکے۔ لہٰذا سوشلزم کے تحت ذرائع کی تخصیص (Allocation) کا کام احسن طریقہ سے نہیں ہو پاتا۔

گزشتہ صفحات میں پہلے اسلام معاشی نظام اور پھر سرمایہ داری اور اشتراکی نظام معیشت کی خصوصیات کا بالتفصیل ذکر کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلامی نظام معیشت کے سوا باقی نظام انسان کی معاشی ضروریات کو صحیح اور مکمل طور پر پوری کرنے میں ناکام رہے ہیں جبکہ اسلامی نظام عین فطری ہے۔ اور انسان کی ضروریات کو اطمینان بخش طریقے سے پوری کرنے کے علاوہ بہت سی خوبیوں کا حامل ہے جیسا کہ پچھلے باب میں بیان کیا جا چکا ہے۔ یہاں ہم پہلے اسلامی معاشی نظام اور سرمایہ داری نظام کا موازنہ اور اس کے بعد اسلامی معاشی نظام اور اشتراکیت کا موازنہ کر کے ثابت کرتے ہیں کہ اسلامی معاشی نظام ہی بہترین نظام ہے۔

اسلامی معاشی نظام اور سرمایہ داری نظام کا موازنہ:

ذیل میں دونوں نظامات کا موازنہ کیا گیا ہے:

1۔ شرعی حدود کی پابندی:

اسلامی معاشی نظام میں دولت کمانے اور خرچ کرنے کے سلسلہ میں اسلام کی پاکیزہ تعلیمات اور شرعی حدود و قیود کا لحاظ رکھا جاتا ہے' حلال و حرام میں تمیز کی جاتی ہے' جائز و ناجائز کا پاس کیا جاتا ہے۔ دولت نہ تو ایسے کاموں اور مشاغل سے کمائی جاسکتی ہے جو اسلامی شریعت نے حرام قرار دیئے ہیں اور نہ حرام کاموں پر خرچ کی جاسکتی ہے' جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ جبکہ سرمایہ داری نظام میں قانون کے اندر رہ کر ایسے تمام مشاغل اور سرگرمیاں (Activities) سے آمدنی کمائی جاسکتی ہے جو اخلاقی لحاظ سے ناجائز اور مکروہ ہوں لیکن ان

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

کے ملکی قوانین کی رو سے جائز ہوں۔ مثلاً شراب کی کشید، نقل و حمل اور فروخت، سود، قمار بازی، سٹہ، لاٹری، ڈرامے، تھیٹر، ماڈلنگ، اداکاری، شوبز اور ناچ گانے وغیرہ۔

2۔ معاشی سرگرمی کا بنیادی مقصد:

اسلامی معاشی نظام میں معاشی سرگرمی کی بنیاد صرف "محرک منافع" (Profit Motive) نہیں ہوتی اور نہ ہی اسے کلیتہ آجروں کی آزادانہ مرضی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جاتا ہے بلکہ اس میں مسلم معاشرہ کی اجتماعی بہبود اور معاشی خوشحالی کا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ جبکہ سرمایہ داری نظام میں تمام معاشی سرگرمی کا محور و محرک "منافع" ہوتا ہے۔ چنانچہ سرمایہ داری نظام میں کئی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً: اجتماعی مفاد پر ذاتی مفاد اور معاشی فائدہ کی ترجیح۔ اس لئے معاشرہ میں باہمی اخوت، رواداری، اجتماعی فلاح و بہبود اور مروت جیسی اقدار فروغ نہیں پاتیں، بلکہ معاشرہ انتشار، تصادم، خود غرضی اور مفادات کے ٹکراؤ کا نمونہ پیش کرتا ہے۔

3۔ زر کی وسیع گردش:

اسلامی معاشی نظام میں زکوٰۃ و عشر کے باعث دولت معاشرہ کے تمام طبقوں کے مابین گردش کرتی رہتی ہے کیونکہ صاحب نصاب افراد خود بخود ہر سال اپنی دولت کا چالیسواں حصہ نکال کر بیت المال میں جمع کراتے رہتے ہیں جو مستحقین میں تقسیم ہوتی رہتی ہے۔ اور یوں نہ صرف امراء اور غربا کا درمیانی فرق (Disparity) کم ہوتا رہتا ہے بلکہ نچلا طبقہ وہی دولت اپنی ضروریات کی اشیاء پر خرچ کر کے دوبارہ پیدا کاروں (Producers) کو لوٹا دیتا ہے، جس سے زر کی گردش تیز ہو جانے سے ملک کی معاشی، تجارتی اور صنعتی ترقی کی رفتار بڑھ جاتی ہے جبکہ سرمایہ داری نظام میں امیر لوگ دولت جمع کرتے جاتے ہیں اور پھر اسے عیش و عشرت میں اڑاتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو مفلوک الحال طبقہ کی معاشی کفالت کا ذمہ دار نہیں سمجھتے، اس طرح غرباء کی قوت خرید کم ہو جانے اور ملک میں پیدا کردہ اشیاء کی طلب گھٹ جانے سے سرد بازاری (Slump) کا خدشہ پیدا ہو جاتا ہے، جس سے معاشی ترقی کی رفتار سست پڑ جاتی ہے۔

4۔ غیر سودی معیشت:

اسلامی معاشی نظام سود سے بالکل پاک ہوتا ہے جبکہ سود بے شمار معاشی خرابیوں کی جڑ ہے مثلاً: امیر امیر تر اور غریب، غریب تر ہوتا جاتا ہے۔ ارتکاز دولت، کمزور کا استحصال، طبقاتی تقسیم، سرد بازاری اور بے روزگاری، فضول خرچی، اسراف، تماش بینی، دولت جمع کرنے کی حرص، بخل، سنگدلی، بے مروتی وغیرہ۔ سود کھاتے رہنے سے سود خور کی روح مر جاتی ہے، دل اینٹ اور پتھر کی طرح سخت ہو جاتا ہے اور وہ انسان ہو کر بھی ایک درندہ بن جاتا ہے اگرچہ اس کے درندوں جیسے دانت نہیں ہوتے۔

ان کے مقابلہ میں اسلامی معیشت سود کی ان خرابیوں سے بالکل پاک ہوتی ہے۔ بلکہ سود کے بجائے صدقات اور قرض حسن کی ترغیب دی جاتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ خوب نشو و نما اور بڑھوتری عطا فرماتا ہے جبکہ غیر اسلامی معاشی نظاموں میں سود کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے جس کے باعث وہ تمام خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں جن کا پیچھے ذکر کیا گیا ہے۔

5۔ استحصال سے پاک:

نظام کمزوروں کے استحصال سے پاک معاشرہ ہوتا ہے بلکہ جذبۂ احسان کے تحت کارندوں کو ان کے حق سے زیادہ دینے کی تعلیم و ہدایت دی گئی ہے۔ نیز صدقہ، خیرات، انفاق فی سبیل اللہ اور قرض حسن جیسے اسلامی ادارے، باہمی ہمدردی، خیر خواہی اور نفع رسانی کے جذبات کو فروغ دیتے ہیں اور کوئی طاقتور کسی کمزور کا استحصال نہیں کرتا، بلکہ گرے ہوئے اور پسے ہوئے لوگوں کو اوپر اٹھانے کی کوشش کی جاتی ہے کیونکہ اسلامی نظام حیات میں نیکی اس وقت تک ہو ہی نہیں سکتی جب تک کوئی شخص اپنی پسندیدہ شے اپنے بھائی کے فائدے کے لیے خرچ نہ کرے۔ جبکہ سرمایہ داری نظام میں سرمایہ دار، تاجر، صنعتکار، زمیندار اور پیدا کار زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کی دھن میں مست ہوتے ہیں اور

صارفین یا کم آمدنی والے طبقہ کے مفاد کو پیش نظر نہیں رکھتے بلکہ اپنے زیر دستوں کا استحصال (Exploitation) کرتے ہیں۔

6۔ اخلاقی اقدار کا فروغ:

اسلامی نظام حیات میں انسانی زندگی کو ایک وحدت تصور کیا جاتا ہے، اس لئے پوری کی پوری زندگی کی ہمہ پہلو صلاح و فلاح کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ اسلامی معاشی نظام میں معاشی ترقی و خوشحالی، عدل اجتماعی اور فلاح و بہبود کے دوش بدوش اخلاقی اقدار کو بھی فروغ حاصل ہوتا ہے جبکہ غیر اسلامی نظاموں میں زندگی ایک وحدت نہیں سمجھی جاتی بلکہ اسے الگ الگ حصوں اور شعبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، لہٰذا معاشی اقدار کے لیے اخلاقی اقدار کی پابندی لازم نہیں سمجھی جاتی جس کے باعث معاشرتی، اصلاحی اور اخلاقی اقدار کو فروغ حاصل نہیں ہوتا۔

7۔ اقتصادی و اخلاقی خرابیوں سے بچاؤ:

اسلامی معاشی نظام کی برکت سے بعض بنیادی معاشرتی و اخلاقی خرابیوں سے بچاؤ رہتا ہے۔ مثلاً: دولت سمیٹنے کی حرص، اکتناز یعنی دولت جمع کرتے چلے جانا، اجارہ داریاں قائم کرنا، دوسروں کا استحصال، کمزوروں کی کمزوری اور مزدوروں کی کمزور قوت سودا کاری سے ناجائز فائدہ اٹھانا، سودی معیشت، وسیع طبقاتی تقسیم، دولت کا ارتکاز، باہمی نفرت و عداوت، تصادم اور کشمکش وغیرہ۔ اسلامی نظام میں یہ قباحتیں پیدا نہیں ہوتیں جبکہ غیر اسلامی معاشی نظاموں میں یہ خرابیاں عام دیکھنے میں آتی ہیں: دولت کی غیر مساویانہ تقسیم، دولت کا ارتکاز، مزدوروں، کسانوں، کارکنوں کا استحصال، لوٹ کھسوٹ، ذخیرہ اندوزی، چور بازاری، نفع اندوزی، ملاوٹ، افراط زر، اجارہ داریوں کا قیام، سودی کاروبار، کم وسیلہ لوگوں کی بے بسی سے ناجائز فائدہ اٹھانا، بے مروتی اور سنگدلی وغیرہ۔

اسلامی نظام معیشت اور اشتراکی معاشی نظام کا موازنہ (Comparison):

دین اسلام لازم قرار دیتا ہے کہ انسان پوری زندگی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں گزارے اور تمام پہلوؤں یعنی معاشی، معاشرتی، سیاسی، تہذیبی، اخلاقی رُخوں کو دینی ضابطوں میں ڈھالے جبکہ اشتراکیت میں مذہب کا تصور نہیں بلکہ وہ صرف معاشی اور مادی پہلوؤں کو سنوارنے پر زور دیتا ہے۔ اسلامی اور اشتراکی نظام معیشت کے اہم گوشوں کا موازنہ ذیل میں کیا گیا ہے:

1۔ پیداواری ذرائع کی ملکیت کا مسئلہ:

اسلام انفرادی طور پر وسائل پیداوار اور دیگر ساز و سامان کے بارے میں لوگوں کو نجی ملکیت کا حق دیتا ہے (جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان کیا گیا ہے) لیکن اس کے برعکس نظام اشتراکیت کے تحت نجی ملکیت کے بجائے ملک کے تمام وسائل پیداوار حکومت کی ملکیت میں ہوتے ہیں اور سرکاری پروگرام کے تحت عوام کو اشیاء و خدمات سے حصہ ملتا ہے۔

2۔ معاشی آزادی کا مسئلہ:

سوشلزم کے تحت نجی جائیداد رکھنے اور کاروبار کی آزادی ختم ہو جاتی ہے اور ہر فرد ایک اجتماعی نظام کا معمولی سا پرزہ بن کر رہ جاتا ہے۔ یوں اس کی خود مختاری باقی نہیں رہتی، چنانچہ اس کے اندر محنت کر کے آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے جبکہ اسلامی نظام معیشت کے تحت ہر شخص کو اپنے ذاتی معاشی ذرائع اور وسائل سے، اسلامی شریعت کی حدود میں رہ کر حسب ذوق محنت کر کے اپنی آمدنی بڑھانے کی اجازت ہوتی ہے، جس کے باعث معیشت مجموعی طور پر ترقی کرتی ہے۔

3۔ معاشی مساوات کا مسئلہ:

اسلام عدل و انصاف اور انسانی حقوق کی مساوات کا علمبردار ہے لیکن چونکہ سب افراد کی جسمانی، ذہنی اور علمی صلاحیت فطری طور پر برابر نہیں ہے اس لئے ان کی آمدنی اور دولت میں بھی فرق ہوتا ہے۔ لیکن اشتراکی نظام معیشت تمام وسائل کو سرکاری ملکیت قرار دے کر آمدنی اور پیداوار کی لوگوں میں مساوی تقسیم کا اصول اختیار کرتا ہے جو کہ فطری تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ تاہم اشترکی نظام کے تحت غیر معمولی

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

طور پر امیر کبیر خاندان اور دوسری طرف نہایت غریب اور محتاج لوگ نہیں ہوتے۔

4۔ اجتماعی معاشی بہبود کا مسئلہ:

سوشلزم کے تحت تمام لوگوں کو مفت تعلیم، طبی امداد، آسائشات زندگی، سوشل سیکورٹی، فلاحی خدمات اور کم سے کم معیار زندگی کی سرکاری سطح پر ضمانت دی جاتی ہے۔ جبکہ دین اسلام معاشرہ کے غریب افراد کی مالی امداد و کفالت کے لئے اول، امراء کی کمائی میں حصہ مقرر کرتا ہے کیونکہ تمام اہل ثروت پر لازم ہے کہ وہ زکوٰۃ، عشر، فطرانہ، صدقات، خیرات وغیرہ کی شکل میں مفلس بھائیوں کی کفالت کریں اور دوم، خود حکومت پر واجب قرار دیتا ہے کہ بیت المال (یعنی سرکاری خزانے) سے یتیموں، بیواؤں، معذوروں، بے روزگاروں اور دیگر محتاجوں کی ضروریات پوری کرے۔

5۔ نظریہ حیات:

اسلام ایک مکمل اور جامع دین ہے اس لئے یہ زندگی کے مذہبی، اخلاقی، معاشی، سیاسی، معاشرتی، تہذیبی غرض تمام پہلوؤں کے بارے میں رہنمائی کرتا ہے اور دنیا و آخرت میں کامیابی کے لئے اصول و ضوابط بتاتا ہے، لہٰذا اسلام کا معاشی نظام بھی دینی اقدار (Values) کو پیش نظر رکھتا ہے جبکہ اشتراکی نظام صرف معاشی ترقی اور خوشحالی کو ہی مقصد قرار دیتا ہے۔

اسلام کا معاشی نظام سب سے بہتر ہے

اسلام کا معاشی نظام اس معاشرتی نظام کا ایک حصہ ہے جو قرآن مجید کی اخلاقی اور روحانی تعلیمات پر مبنی ہے، جس میں انسان کو اپنے اندر نہایت پاکیزہ خصائل پیدا کرنے کی تلقین کی گئی ہے، اسے خود غرضی کے بجائے ایثار، لوٹ کھسوٹ کے بجائے ہمدردی، بخل کے بجائے فیاضی، استحصال کے بجائے شفقت، حرام کے بجائے حلال، دھوکہ بازی کے بجائے راست بازی، تکبر کے بجائے عجز، نفرت کے بجائے محبت، حسد کے بجائے اخوت، طبقاتی تقسیم کے بجائے مساوات اور ظلم کے بجائے عدل کی تعلیم دی گئی ہے۔

جس معاشرہ میں مذکورہ بالا اوصاف کے حامل افراد موجود ہوں، ان کے معاشی نظام میں وہ خرابیاں کبھی پیدا نہیں ہوسکتیں، جو سرمایہ داری یا اشتراکی نظام میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسلام کے معاشی نظام میں دولت کی تقسیم میں بے اعتدالی اور ناہمواری پیدا نہیں ہوسکتی۔ طبقاتی درجہ بندی اور کش مکش کا نشان نہیں ملتا، کارخانہ داروں اور مزدوروں میں کھچاؤ پیدا نہیں ہوتا، تجارت میں دھوکا اور خیانت نہیں ہوتی، بیروزگاروں، حاجت مندوں، بھوکوں، ناداروں، بے سہاروں کے گروہ در گروہ نظر نہیں آتے کیونکہ ہر صاحب استطاعت کے مال پر ان کا حق ہوتا ہے۔

غرض اسلام کا معاشی نظام بہترین معاشی نظام ہے، جو ان تمام برائیوں سے پاک ہے جو دنیا میں اپنائے گئے مختلف نظاموں مثلاً کیپٹلزم، سوشلزم اور کیمونزم وغیرہ میں پائے جاتے ہیں اور اسلام کے معاشی نظام میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں، جو انسان کو مطمئن، خوش حال اور ترقی پذیر زندگی بسر کرنے کی ضمانت دیتی ہیں۔

اسلام صرف مذہب نہیں ہے، یعنی محض عقائد اور عبادات کا مجموعہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک دین ہے، یعنی پوری انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لئے ایک مکمل ضابطۂ حیات۔ یہ اپنی بنیادوں کے لئے انسانوں کے وضع کردہ مختلف سیاسی، معاشی اور سماجی نظاموں اور نظریات کا پابند نہیں ہے، بلکہ انسان کے خالق اور زمین و آسمان کے مالک، اللہ تعالیٰ کا وضع کردہ اور عطا کردہ نظام زندگی ہے۔ نہ تو اسلامی نظام حیات کے ساتھ کسی دوسرے نظام کا پیوند لگایا جاسکتا ہے، اور نہ دوسرے نظاموں کی موجودگی میں اسلام کو جزوی طور پر نافذ کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح اسلام کا دیا ہوا معاشی نظام خود ایک الگ مکمل نظام ہے، اور دوسرے تمام نظاموں سے بہتر و برتر ہے۔ اس کا اندازہ یوں ہوتا ہے کہ اسلامی معاشی نظام صرف انسان کی معاشی اور مادی فلاح و بہبود کو ہی پیش نظر نہیں رکھتا، بلکہ اس کی اخلاقی اصلاح اور روحانی ترقی کو اولیت دیتا ہے۔ یہ ایسا نظام پیش کرتا

ہے جس میں انفرادی اور معاشرتی سطح پر اعلیٰ اخلاقی قدروں کو فروغ حاصل ہو، انسانی ہمدردی اور خیر خواہی کا پورا پورا لحاظ کیا جاتا ہو، دولت کمانے اور دولت خرچ کرنے کے سلسلے میں حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تمیز روا رکھی جاتی ہو، سادگی، کفایت شعاری اور ایثار کو مدنظر رکھا جاتا ہو نیز شرف انسانی، عزت نفس اور احترام و کرام کا خیال کیا جاتا ہو۔ کمزوروں، محتاجوں، معذوروں، یتیموں، بیواؤں، مسافروں، بیماروں، بے روزگاروں اور بوڑھوں کی حاجات اور ضروریات کی کفالت کو اجتماعی ذمہ داری قرار دیا جاتا ہو۔ صرف مالی منفعت کو پیش نظر نہ رکھا جاتا ہو، دوسری طرف سرمایہ داری نظام میں تمام معاشی جدوجہد کی بنیاد صرف "محرک نفع" ہے۔ اور اس میں انسان کی اخلاقی فلاح و بہبود اور روحانی بالیدگی کا خیال رکھنا لازمی نہیں، بلکہ اس نظام میں یہ خرابیاں عام نظر آتی ہیں۔ کمزوروں کا استحصال، دولت و آمدنی کا ارتکاز، وسیع طبقاتی تقسیم اور پرتعیش رہن سہن کے ساتھ ساتھ فاقہ مست لوگوں کے گروہ، فضول خرچی اور اسراف، بخل اور زر اندوزی، غلہ اور اشیاء کی ذخیرہ اندوزی اور چور بازاری وغیرہ۔ اشتراکی نظام میں ذاتی ملکیت کا تصور موجود نہیں۔ یہ بھی اسلام کے خلاف ہے، اور سب لوگوں کو زبردستی اور بہ جبر و اکراہ ایک ہی معیار پر قائم رکھنا خلاف فطرت ہے۔ غرض اسلام کا معاشی نظام سرمایہ داری اور سوشلزم سے ہر لحاظ سے بہتر ہے۔ اس سلسلہ میں مختلف نظاموں کے چیدہ چیدہ خدوخال کے مطالعہ سے فرق کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ جو متعلقہ ابواب میں درج کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پاکستان میں اسلامی نظام برپا کرنے کی توفیق دے آمین۔!

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

ماڈل پرچہ سوالات

انشائیہ (Subjective) حصہ اول (Section I)

سوال نمبر 1۔ درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

1۔ معاشی نظام سے کیا مراد ہے؟

جواب: "معاشی نظام سے مراد ایسی تنظیم ہے جس میں کسی بھی ملک کے تمام ذرائع کو استعمال کر کے ضروریات زندگی کے مطابق اشیاء اور خدمات تیار کی جاتی ہیں"

2۔ چار اہم معاشی نظاموں کے نام تحریر کریں؟

جواب: i) سرمایہ داری نظام ii) اشتراکی یا سرکاری اختیارات کا نظام
iii) اسلامی معاشی نظام iv) عدم مداخلت یا آزاد کاروبار کا نظام

3۔ سرمایہ دادی نظام کی تعریف کریں؟

جواب: "سرمایہ داری نظام سے مراد ہے معاشی تنظیم کا ایسا سسٹم، جسکی اہم خصوصیت ہے، "نجی ملکیت کا حق" نیز قدرت ساز اور آدم ساز سرمائے، کو نجی منافع کی خاطر استعمال کیا جائے۔

4۔ سرمایہ داری نظام کی چار خصوصیات تحریر کریں؟

جواب: i) نجی ملکیت کا حق اور وراثت کا نظام ii) کاروبار کرنے کی آزادی
iii) نئی ٹکینالوجی کی دریافت iv) بچت اور سرمایہ کاری کا فروغ

5۔ سرمایہ داری نظام کی چار خامیاں بیان کریں؟

جواب: i) انسان پر سرمائے کو فوقیت دی جاتی ہے ii) مقابلہ اور اشتہار بازی پر بیجا خرچ
iii) دولت کا ارتکاز iv) معاشی اتار چڑھاؤ اور عدم استحکام

6۔ اشتراکی یا سرکاری اختیارات کے نظام کی تعریف کریں؟

جواب: "اس سے مراد ایسی تحریک ہے جسکا مقصد ہے تمام قدرت ساز اور آدم ساز اشیائے سرمایہ (جو بڑے پیمانے پر چیزیں پیدا کرنے میں استعمال ہوتی ہے) کی ملکیت اور انتظام افراد کی بجائے اجتماعی طور پر قوم کی تحویل میں دی جائیں تاکہ بڑھتی ہوئی قومی آمدنی مساویانہ طور پر تقسیم کی جا سکے لیکن اس سلسلے میں فرد کے معاشی محرک یا اسکی پیشہ ورانہ آزادی اور اشیائے صرف کرنے کے سلسلے میں انتخاب و پسند پر کوئی ضرب نہ لگے"۔

7۔ اشتراکی نظام کی چار خصوصیات کے نام لکھیے؟

جواب: i) پیداواری ذرائع، اجتماعی ملکیت کے ii) ترقی کے یکساں مواقع
iii) معاشی ترقی iv) معاشرتی تحفظ

8۔ اشتراکی نظام کی چار خامیاں تحریر کریں؟

جواب: i) معاشی آزادی کا خاتمہ ii) کاروباری کیلئے سرکار کی ناموزونیت
iii) ذرائع کی تخصیص صحیح نہیں ہوتی۔

9۔ اسلامی معاشی نظام کی تعریف کریں؟

جواب: ایسا معاشی نظام جو اسلامی اصولوں پر مبنی ہو۔ اسلامی معاشی نظام میں سود کی مخالفت ہے جبکہ نجی جائیداد اور جائز منافع پر کوئی پابندی نہیں۔

10۔ اسلامی معاشی نظام کی چار خصوصیات کے نام تحریر کریں؟

جواب: i) شرعی حدود کی پابندی ii) زر کی وسیع گردش
iii) غیر سودی معیشت iv) استحصال سے پاک

11۔ عدم مداخلت نظام کی تعریف کریں؟

جواب: ایسا معاشی نظام جس میں عام افراد کو مکمل کاروباری آزادی حاصل ہو اور حکومت معاشی معاملات میں کوئی دخل نہ دے۔

حصہ دوم (Section II)

سوال نمبر 2۔ درج ذیل سوالات کے مفصل جوابات تحریر کریں:

i) سرمایہ دارانہ معاشی نظام کی خصوصیات بیان کریں۔ (میر پور آزاد کشمیر بورڈ 2010ء، ملتان بورڈ 2011ء)
ii) سرمایہ داری نظام (Capitalism) کی خامیاں بیان کیجیے۔
iii) سوشلزم کی خامیاں لکھیے۔
iv) اسلام کے معاشی نظام کی اہم خصوصیات بیان کیجیے۔ (ملتان بورڈ 2009ء، بہاولپور بورڈ 2009ء، میر پور آزاد کشمیر بورڈ 2009ء، بہاولپور بورڈ 2010ء)
v) اسلامی معاشی نظام میں ارتکازِ دولت (Concentration of Wealth) کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اس پر نوٹ لکھیں؟
vi) اسلامی معاشی نظام اور سرمایہ دارانہ نظام کا موازنہ پیش کیجیے۔
vii) زکوٰۃ کی معاشی اہمیت واضح کریں۔

معروضی (Objective)

سوال نمبر 3۔ ہر سوال کے ایک سے زیادہ جوابات دیے گئے ہیں۔ ان میں سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگایئے۔

1۔ عشر اس پر لاگو ہوتا ہے:
(A) مال تجارت (B) زرعی پیداوار ✓ (C) صنعتی پیداوار (D) برآمدات

2۔ پاکستان میں یہ معاشی نظام رائج ہے:
(A) اسلامی معاشی نظام (B) اشتراکی نظام (C) سرمایہ دارانہ نظام ✓

3۔ سوشلزم میں بنیادی فیصلے کون کرتا ہے:
(A) عوام (B) حکومت ✓ (C) طلب و رسد

4۔ پاکستان میں دولت کی تقسیم ایسی ہے:
(A) مساویانہ (B) غیر مساویانہ ✓ (C) منصفانہ (D) ترقی پسندانہ

5۔ غیر سودی معیشت میں روزگاری مواقع:
(A) بڑھتے ہیں ✓ (B) نہیں بڑھتے (C) جوں کے توں رہتے ہیں

awazeinqilab.com

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

6۔ پاکستان میں نفع نقصان شراکتی کھاتے (PLS اکاؤنٹ) کا نظام اس سال شروع ہوا:
(A) 1980ء (B) 1981ء ✓ (C) 1982ء (D) 1983ء

7۔ فضول خرچی سے مراد ہے:
(A) زائد از ضرورت خرچ ✓ (B) یتیموں کی امداد (C) معاشرتی بہبود کے کاموں پر خرچ

8۔ سوشلزم میں پیداواری ذرائع ہیں:
(A) نجی ملکیت (B) اجتماعی ملکیت ✓ (C) سرکاری وزراء کی ملکیت

9۔ اسلام زور دیتا ہے:
(A) مطلق مساوات (Absolute Equality) (B) عدم مساوات (Inequality)
(C) فطری مساوات (Natural Equality) ✓ (D) غیر فطری مساوات (Unnatural Equality) پر

10۔ آزاد تجارت کا حامی:
(A) سوشلزم (B) سرمایہ دارانہ نظام ✓
(C) اسلامی معاشی نظام (D) ان میں سے کوئی نہیں

11۔ کس نظام معیشت میں سودی نظام کو مرکزی حیثیت حاصل ہے:
(A) اسلامی (B) سرمایہ دارانہ ✓ (C) اشتراکی (D) مخلوط

12۔ اشتراکی نظام معیشت کا تصور کس نے پیش کیا:
(A) مالتھس (B) کینز (C) ریکارڈو (D) کارل مارکس ✓

13۔ W.T.O کا قیام کب عمل میں آیا:
(A) 1948ء (B) 1995ء ✓ (C) 2003ء (D) 2004ء

14۔ نفع و نقصان میں شراکت کا اصول کس معاشی نظام کا وصف ہے؟
(A) اسلامی معاشی نظام ✓ (B) مخلوط معاشی نظام (C) سرمایہ دارانہ نظام (D) اشتراکی نظام

ضمیمہ

حالیہ بجٹ برائے مالی سال 2018-19

awazeinqilab.com
Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

پرچہ جات

خلاصہ بجٹ برائے مالی سال 2018-19

1۔ بجٹ 2018-19ء کا کل حجم 5932.5 بلین روپیہ ہے۔ یہ بجٹ سابقہ مالی سال سے 16.2 فیصد زیادہ ہے۔

2۔ خالص محاصل کا اندازہ 3070.4 بلین روپیہ لگایا گیا ہے، جو کہ پچھلے مالی سال سے 4.9 فیصد زیادہ ہے۔

3۔ وفاقی ٹیکسوں میں صوبوں کے حصے کا تخمینہ 2590.1 بلین روپیہ ہے، جو کہ پچھلے سال سے 8.6 فیصد زیادہ ہے۔

4۔ خالص سرمایہ یاتی وصولیوں کا اندازہ 443.1 بلین روپے ہے، جو کہ پچھلے مالی سال سے 19.8 فیصد کم ہے۔

5۔ بیرونی وصولیوں کا تخمینہ 1118 بلین روپے ہے، جو کہ سابقہ مالی سال سے 33.4 فیصد زیادہ ہے۔

6۔ مجموعی اخراجات کا تخمینہ 5932.5 بلین روپے ہے، جس میں سے 4780.4 بلین روپے غیر ترقیاتی جبکہ 1152.1 بلین روپے ترقیاتی اخراجات ہوں گے۔

7۔ اس طرح غیر ترقیاتی اور ترقیاتی اخراجات کی شرح بالترتیب 80.4 فیصد اور 19.4 فیصد ہوگی۔

8۔ غیر ترقیاتی اخراجات میں سے 3340.4 بلین روپے جنرل پبلک سروسز پر خرچ ہوں گے۔

9۔ پبلک سیکٹر ڈویلپمنٹ (PSDP) کے علاوہ ترقیاتی خرچہ 180.2 بلین روپے ہوگا، جو کہ پچھلے سال سے 18.4 فیصد زیادہ ہے۔

10۔ PSDP کا حجم 1650 بلین روپے ہے، جس میں سے 850 بلین روپے صوبوں میں تقسیم کیے جائیں گے۔

11۔ اخراجات کو پورا کرنے کے لیے 4917.2 بلین روپے دستیاب ہوں گے جبکہ 1015.3 بلین روپے کا بنکوں سے قرض لیا جائے گا۔

BUDGET AT A GLANCE FOR THE FISCAL YEAR 2018-19

(Rs. in Billion)

RECEIPTS		EXPENDITURE	
TAX REVENUE	4,888.6	A. CURRENT	4,178.6
- FBR Taxes	4,435.0	Interest Payments	1,620.2
- Other Taxes	453.6	Pension	342.0
- NON-TAX REVENUE	771.9	Defence Affairs & Services	1,100.3
(a) Gross Revenue Receipts	5,660.5	Grants and Transfers	477.9
(b) Less Provincial Share	2,590.1	Subsidies	174.7
I. Net Revenue Receipts (a-b)	3.070.4	Running of Civil Govt.	463.4
II. Capital Receipts (Non-Bank)	532.8		
III. External Receipts (net)	342.1	B. DEVELOPMENT	1,067.6
IV. Estimated Provincial Surplus	285.6	Federal PSDP	800.0
V. Bank Borrowing	1,015.3	Net Lending	87.4
VI. Privatization Proceeds	0.0	Other Dev. Expenditure	180.2
TOTAL RESOURCES (I to VI)	**5,246.2**	**TOTAL EXPENDITURE (A+B)**	**5,246.2**

awazeinqilab.com

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

معاشیات انٹر پارٹ-II (2018)

پرچہ-II

(معروضی طرز)

1- نظریہ مقدار زر کا فارمولا پیش کیا:

(A) ٹازگ (B) فشر (C) مارشل (D) رابنز

2- ٹیکس عائد کرنے کے اصول پہلے پیش کیے:

(A) ایڈم سمتھ (B) مارشل (C) مالتھس (D) ریکارڈو

3- پاکستان کا مالی سال ختم ہوتا ہے:

(A) 20 مارچ (B) 25 اپریل (C) 30 مئی (D) 30 جون

4- قومی بچت کا مرکز ہوتا ہے:

(A) امداد باہمی کا بینک (B) بچت کا بینک (C) زرمبادلہ کا بینک (D) تجارتی بینک

5- بارٹر سسٹم میں مشکل ہے:

(A) اشیاء کی فراوانی (B) اشیاء میں دوطرفہ عدم مطابقت (C) زبان کا فرق (D) پیشوں میں فرق

6- بے روزگاری الاؤنس ہے:

(A) انتقالی ادائیگی (B) خالص قومی پیداوار (C) خام قومی پیداوار (D) قومی آمدنی

7- نفع و نقصان شراکتی کھاتوں (PLS) کا اجراء ہوا:

(A) بھٹو دور میں (B) ایوب دور میں (C) ضیاء الحق دور میں (D) پرویز مشرف دور میں

8- نظریہ تقابلی مصارف کی بنیاد رکھی گئی:

(A) قانون طالب پر (B) قانون رسد پر (C) قدر کے نظریہ محنت پر (D) قانون استبدال پر

9- ڈبلیو ٹی او (WTO) قائم ہوئی:

(A) 1980 (B) 1945 (C) 1995 (D) 1990

10- قومی آمدنی کی متوازن سطح ہے:

(A) صرف=بچت (B) صرف=سرمایہ کاری (C) آمدنی=سرمایہ کاری (D) بچت=سرمایہ کاری

awazeinqilab.com

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

11- تشکیل سرمایہ کی رفتار تیز کرنے کے لیے:

(A) بچتوں میں اضافہ (B) ٹیکس میں اضافہ (C) قرضوں میں اضافہ (D) صرفی خرچ میں اضافہ

12- پاکستان میں انکم ٹیکس ہے:

(A) متناسب ٹیکس (B) بالواسطہ ٹیکس (C) متزائد ٹیکس (D) متنزلی ٹیکس

13- معاشی ترقی ہے:

(A) ذرائع نقل وحمل کی ترقی (B) زرعی پیداوار میں اضافہ

(C) حقیقی قومی آمدنی میں اضافہ (D) صنعتی پیداوار میں اضافہ

14- سٹیٹ بینک آف پاکستان کا افتتاح کیا:

(A) ملک فیروز خان (B) لیاقت علی خان (C) قائداعظمؒ (D) چودھری محمد علی

15- پاکستان معاشی لحاظ سے شامل ہوتا ہے:

(A) پس ماندہ ممالک میں (B) صنعتی ممالک میں (C) ترقی یافتہ ممالک میں (D) ترقی پذیر ممالک میں

16- اللہ کا دوست ہوتا ہے:

(A) مزدور (B) سرمایہ دار (C) امیر آدمی (D) ڈاکٹر

17- پاکستان میں قومیانے کی پالیسی اختیار کی گئی:

(A) 1957 (B) 1961 (C) 1972 (D) 1999

18- نقل وحمل کے جدید ذرائع میں شامل ہے:

(A) موٹروے (B) کشتی رانی (C) فون (D) انٹرنیٹ

19- ای سی او (E.C.O) سے مراد:

(A) علاقی تعاون برائے ترقی (B) برآمد کنندگان کا ادارہ (C) معاشی تعاون کی تنظیم (D) اوپیک

20- معاشی منصوبہ بندی ہے:

(A) صنعتی ترقی کے منصوبے (B) آبادی میں اضافہ

(C) عرصہ طویل میں حقیقی آمدنی میں اضافہ (D) زرعی پیداوار میں اضافہ

(انشائیہ طرز)

(حصہ اوّل)

2- کوئی سے آٹھ (8) سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

(i) خام ملکی پیداوار کی تعریف بیان کیجیے۔

(ii) مختتم میلان صرف کی تعریف کیجیے۔

(iii) سرمایہ کاری سے کیا مراد ہے؟

(iv) شخصی آمدنی کی تعریف کیجیے۔

(v) قریبی زر سے کیا مراد ہے؟

(vi) کریڈٹ کارڈ کیا ہے؟

(vii) نشان زدہ چیک سے کیا مراد ہے؟

(viii) کاغذی زر سے کیا مراد ہے؟

(ix) زرعی بینک کی تعریف کیجیے۔

(x) طلبی امانتوں سے کیا مراد ہے؟

(xi) قرض حسنہ کی تعریف کیجیے۔

(xii) تجارتی بینک کے چار فرائض تحریر کیجیے۔

3- کوئی سے آٹھ (8) سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

(i) بجٹ سے کیا مراد ہے؟

(ii) تامین کی پالیسی سے کیا مراد ہے؟

(iii) سرکاری اور نجی مالیات میں فرق بیان کیجیے۔

(iv) براہ راست ٹیکس سے کیا مراد ہے؟

(v) تجارت میں لفظ تخصیص کار سے کیا مراد ہے؟

(vi) حساب رواں اور حساب سرمایہ میں فرق بیان کیجیے۔

(vii) بلامعاوضہ خدمات سے کیا مراد ہے؟

(viii) ملٹی نیشنل کارپوریشنز سے کیا مراد ہے؟

(ix) پاکستان کی چار اہم درآمدات تحریر کیجیے۔

awazeinqilab.com

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

(x) محنت کی پست استعداد کار سے کیا مراد ہے؟

(xi) فی کس آمدنی پست ہونے کی چار وجوہات تحریر کیجیے۔

(xii) مشارکہ کی تعریف کیجیے۔

4- کوئی سے نو(9) سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:

(i) پاکستان کو ترقی پذیر ملک کیوں کہتے ہیں؟

(ii) پاکستان کے زرعی شعبے کے چار مسائل تحریر کیجیے۔

(iii) سیم و تھور کی تعریف کیجیے۔

(iv) بیمار صنعتی یونٹس سے کیا مراد ہے؟

(v) جغرافیائی حرکت پذیری سے کیا مراد ہے؟

(vi) خشک گودی سے کیا مراد ہے؟

(vii) زرعی منڈی سے کیا مراد ہے؟

(viii) سٹیٹ بینک آف پاکستان کے چار اہم شعبوں کے نام لکھیے۔

(ix) عشر کی تعریف کیجیے۔

(x) زکوٰۃ اور ٹیکس میں فرق کیا ہے؟

(xi) ایکسپورٹ بونس سکیم سے کیا مراد ہے؟

(xii) اسلام کے معاشی نظام سے کیا مراد ہے؟

(xiii) اسلام میں ملکیت کا کیا تصور ہے؟

(حصہ دوم)

نوٹ: کوئی سے تین سوالات کے جوابات لکھیے۔

5- قومی آمدنی کی پیمائش کا پیداوار کا طریقہ تفصیل سے لکھیے اور احتیاطیں بھی تحریر کیجیے۔

6- سٹیٹ بینک آف پاکستان کے فرائض بیان کیجیے۔

7- ٹیکس عائد کرنے کے اہم اصول بیان کیجیے۔

8- بین الاقوامی تجارت کے فوائد اور نقصانات تحریر کیجیے۔

9- اسلامی معاشی نظام کی خصوصیات لکھیے۔

اکنامکس انٹر پارٹ۔II (2019)

پرچہ۔II

(معروضی طرز)

نوٹ: ہر سوال کے چار ممکنہ جوابات A، B، C اور D دیئے گئے ہیں۔ جوابی کاپی پر ہر سوال کے سامنے دیئے گئے دائروں میں سے درست جواب کے مطابق متعلقہ دائرہ کو مارکر یا پین سے بھر دیجیے۔ ایک سے زیادہ دائروں کو پُر کرنے یا کاٹ کر پُر کرنے کی صورت میں مذکورہ جواب غلط تصور ہوگا۔

1- زری پالیسی کے مقداری طریقوں میں شامل نہیں:
(A) کھلے بازار کا عمل (B) بینک ریٹ پالیسی (C) راشن بندی (D) اشتہار بازی

2- درآمدات اور برآمدات سے متعلقہ حکومتی پالیسی کہلاتی ہے:
(A) زری پالیسی (B) مالیاتی پالیسی (C) تجارتی پالیسی (D) قیمت پالیسی

3- کون سی انتقالی ادائیگی نہیں ہے:
(A) پنشن (B) اجرت (C) وظیفہ (D) خیرات

4- کلی برتری کا نظریہ تجارت پیش کیا:
(A) آدم سمتھ (B) ڈیوڈ ریکارڈو (C) پیگو (D) مارشل

5- تفاعل صرف کا تعلق ہے:
(A) آمدنی اور سرمایہ کاری (B) آمدنی اور صرف (C) آمدنی اور بچت (D) آمدنی اور شرح سود

6- مالیاتی پالیسی کا تعلق ہے:
(A) عوام سے (B) حکومت سے (C) مرکزی بینک سے (D) تجارتی بینک سے

7- تجارتی بینک تخلیق کرتے ہیں:
(A) اعتباری زر (B) علامتی زر (C) قانونی زر (D) دھاتی زر

8- زر کی تخمینی طلب کا انحصار ہوتا ہے:
(A) کاروباری حالات پر (B) شرح سود پر (C) سرمایہ کاری پر (D) آمدنی پر

9- حکومت کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے:
(A) ٹیکس (B) جرمانے (C) قرضے (D) خسارے کی سرمایہ کاری

10- وہ دستاویز جو خریدار فروخت کار کو لکھ دیتا ہے کہلاتی ہے:
(A) چیک (B) ڈرافٹ (C) نشان زدہ چیک (D) ہنڈی

awazeinqilab.com
Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

11۔ مصنوعی ذرائع آبپاشی سے حاصل ہونے والی پیداوار پر عشر کی شرح ہے:
(A) 10% فیصد (B) 5% فیصد (C) 8% فیصد (D) 25% فیصد

12۔ پاکستان میں سٹاک ایکسچینج کام کر رہے ہیں:
(A) چار (B) تین (C) دو (D) ایک

13۔ اس عرصہ میں پاکستان کی شرح نمو سب سے زیادہ تھی:
(A) 1950-60 (B) 1960-70 (C) 1970-80 (D) 1980-90

14۔ مکانات کی تعمیر کے لیے قرضہ فراہم کرتا ہے:
(A) صنعتی بینک (B) زرعی بینک (C) ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن (D) تجارتی بینک

15۔ فی کس آمدنی مساوی ہے:
(A) کل قومی آمدنی / کل صرفی اخراجات (B) کل قومی آمدنی / کل آبادی (C) کل قومی آمدنی / کل مزدور (D) کل قومی آمدنی / کل نوجوان

16۔ پاکستان کا سب سے کامیاب پانچ سالہ منصوبہ تھا:
(A) دوسرا (B) تیسرا (C) چوتھا (D) آٹھواں

17۔ ذرائع مواصلات میں شامل ہیں:
(A) سڑکیں (B) ریلوے (C) بندرگاہیں (D) ریڈیو اور ٹیلی ویژن

18۔ اسلام مخالف ہے:
(A) اجارہ داری کا (B) مکمل مقابلہ کا (C) تجارت کا (D) زراعت کا

19۔ سیم اور تھور مسئلہ ہے:
(A) صنعت کا (B) زراعت کا (C) تجارت کا (D) معدنیات کا

20۔ آر سی ڈی کا نیا نام ہے:
(A) ڈبلیو ٹی او (B) او آئی سی (C) ای سی او (D) آسیان

(انشائیہ طرز)

(حصہ اول)

2۔ کوئی سے آٹھ (8) سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:
(i) زرعی آمدنی سے کیا مراد ہے؟
(ii) خام ملکی پیداوار کی تعریف کیجیے۔

(iii) فرسودگی کے اخراجات سے آپ کیا مراد لیتے ہیں؟
(iv) اوسط میلان صرف سے کیا مراد ہے؟
(v) دھاتی زر کی تعریف بیان کیجیے۔
(vi) چیک کی تعریف کیجیے۔
(vii) زر کی طلب سے کیا مراد ہے؟
(viii) زر کی تخلیق کے عمل سے کیا مراد ہے؟
(ix) بینک ڈرافٹ سے کیا مراد ہے؟
(x) نشان زدہ چیک کی تعریف کیجیے۔
(xi) شرح بینک کی تعریف کیجیے۔
(xii) مرکزی بینک سے کیا مراد ہے؟

3۔ کوئی سے آٹھ (8) سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:
(i) نجی مالیات سے کیا مراد ہے؟
(ii) سرکاری مالیات سے کیا مراد ہے؟
(iii) خسارے کی پالیسی سے کیا مراد ہے؟
(iv) ٹیکس کے چار اصول تحریر کیجیے۔
(v) بین الاقوامی تجارت سے کیا مراد ہے؟
(vi) ملکی تجارت کی تعریف کیجیے۔
(vii) حساب رواں اور حساب سرمایہ میں فرق بیان کیجیے۔
(viii) یکساں شرح مبادلہ سے کیا مراد ہے؟
(ix) پاکستان میں زراعت کی اہمیت پر تین سطور تحریر کیجیے۔
(x) پاکستان میں معیار زندگی پست ہونے کی چار وجوہات تحریر کیجیے۔
(xi) صنعتی ترقی کے فروغ کے لیے چار تجاویز تحریر کیجیے۔
(xii) زرعی پیداوار میں اضافہ کے لیے چار تجاویز تحریر کیجیے۔

4۔ کوئی سے نو (9) سوالات کے مختصر جوابات لکھیے:
(i) معاشی منصوبہ بندی سے کیا مراد ہے؟
(ii) معاشی ترقی پر اثر انداز ہونے والے چار عوامل تحریر کیجیے۔

awazeinqilab.com

Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com

Downloaded from awazeinqilab.com

(iii) پاکستان کے صنعتی شعبہ کے چار مسائل بیان کیجئے۔

(iv) منصوبہ بندی کمیشن کے چار فرائض بیان کیجئے۔

(v) خشک گودی سے کیا مراد ہے؟

(vi) پاکستان موٹرویز کے چار مقاصد بیان کیجئے۔

(vii) بازار سرمایہ کیا ہے؟

(viii) ای۔کامرس سے کیا مراد ہے؟

(ix) وراثت ٹیکس کیا ہے؟

(x) عشر سے کیا مراد ہے؟

(xi) بیرونی شرح مبادلہ بیان کیجئے۔

(xii) اشتراکی نظام کی چار خصوصیات تحریر کیجئے۔

(xiii) معاشی عدل کی تعریف کیجئے۔

(حصہ دوم)

نوٹ: کوئی سے تین سوالات کے جوابات تحریر کیجئے۔

5۔ قومی آمدنی کے مختلف تصورات کی وضاحت کیجئے۔

6۔ مرکزی بینک زر اعتبار کو کنٹرول کرنے کے جو طریقے اختیار کرتا ہے۔ بیان کیجئے۔

7۔ نجی اور سرکاری مالیات میں فرق بیان کیجئے۔

8۔ بین الاقوامی تجارت کے فائدے اور نقصانات بیان کیجئے۔

9۔ پاکستان میں بیروزگاری کی وجوہات کیا ہیں؟ ان کا حل تجویز کیجئے۔

****

awazeinqilab.com
Whatsapp: 03025247378
Download MCQs, Books and Notes for any Subject from Largest website awazeinqilab.com